

تحقیقات نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النُّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُوَى الرُّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 8
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تیسویں جلد: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

العطاء والنسب في الفتاوى الرضوية

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ہشتم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ

۱۳۴۰ — ۱۳۶۲
۱۹۲۱ — ۱۹۸۶



رضا فاؤنڈیشن • جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان (۷۴۰۰۰)

فون ۷۶۵۴۳۸۳

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام و سرپرستی	مفتی مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان
ترتیب و سرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
پروف ریڈنگ	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محبوب احمد چشتی
پیشنگ	محمد سبیل عمر
صفحات	۶۶۴
اشاعت	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء
مطبع	آر۔ این۔ ڈبلیو۔ ایس پرنٹرز لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	



ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ خیابانیہ، بوہڑ بازار، دادپسنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ (مقالہ)
۵۷	باب احکام المساجد
۱۲۹	باب ادراک الفریضۃ
۱۴۱	باب قضاء القوائت
۱۷۷	باب سجود السهو
۲۲۳	باب سجود التلاوة
۲۴۱	باب صلوۃ المسافر
۲۷۳	باب الجمعة
۵۰۹	باب العیدین
۶۴۸	باب الاستسقاء
۶۴۱	ماخذ و مراجع

فہرست رسائل

۵۹	○ التبصیر المنجد
۴۱۳	○ مرقاة الجماع
۲۷۷	○ مرعایۃ المذہبین
۲۹۷	○ اوفی اللعنة
۵۱۱	○ سرور العید
۶۰۱	○ وشاح الجید



پیش لفظ

الحمد لله على حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرائض علیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصفہ شہور پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اس سے قبل فتاویٰ رضویہ کی سات مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم و ہفتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ششم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب احکام المساجد سے جلد سوم کے آخر تک ۳۳۷ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل فراموشی ابراہیم زیر بحث ہیں:

- (۱) باب احکام المساجد
- (۲) باب اہل مالک الطریقت
- (۳) باب قضاء الفرائض
- (۴) باب یحرم السہو
- (۵) باب یحرم التلاوة

(۶) باب صلوٰۃ المسافر

(۷) باب الجمعة

(۸) باب العیدین

(۹) باب الاستسقاء

اس کے علاوہ انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تحقیقات پر مشتمل پچھ رسائل بھی پیش نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) التبصیر والمنجد بان صرحین المساجد (۱۳۰۷ھ)

محکم مسجد کے مسجد پر رونے کا بیان

(۲) مرقاة الیمنان فی المہبوط عن المنبر لمدح السلطان (۱۳۲۰ھ)

تقریر حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک میٹھی اُترنے پر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

(۳) سر عایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (۱۳۱۰ھ)

دو خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا بیان

(۴) اوفی الجمعة فی اذان یوم الجمعة (۱۳۲۰ھ)

اذان ثانی مسجد سے باہر دینے کا بیان

(۵) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (۱۳۳۹ھ)

نماز عید کے بعد پڑھنا اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت

(۶) وشاح الیمنان فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)

نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

(۱) شمامۃ العنبر فی النداء بالذکر المنبر

اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہئے

(۲) لوازم الیمنان فی المعبر للجمعة والاسبوع عقیدہا

جمعہ کے لئے شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں

(۳) احسن المقاصد فی بیان ما تنوہ عنہ المساجد

مسجد میں کیا کیا کام ناردی

(۴) مایجلی الاصغر عن تحديد المص

شہر کی تعریف، حمد و عیدیں کہاں جا رہیں

رسالہ بلبلہ و شاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید جو اس سے پہلے فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں تھا وہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی کے ترجمہ کے ساتھ اس جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دایم ایڈیٹر ماہ نامہ جام عرفان، خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور ہزارہ کا فتاویٰ رضویہ کے خطبہ سے متعلق وہ مقالہ جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آداری ہونے میں پڑھا گیا جلد ہشتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔



حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

جی ۱۹۹۵ء

مولانا قاضی حمید الدائم دایم
ایڈیٹر باہنامہ جاوید عرفان
خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

- علم و فضل کا شہ پارہ ————— فکر و فن کا مہ پارہ
- فصاحت و بلاغت اور براعتِ استدلال کا دمکتا ہوا شہکار
- کتب فقہ اور ائمہ کرام کے ناموں کا مہکتا ہوا گلزار

سلسبیل و کوثر و تسنیم کی موج رواں
کیف آگیاں، جاں فزا تحریر شاہ احمد رضا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

www.alukah.net

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَوْحِيدٍ بِجَلَالِهِ الْمُتَقَرِّدِ
وَصَلَوَاتُهُ دَوَامًا عَلَى خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٍ
وَالْأَلِ وَالْأَصْحَابِ هُمْ مَا وَافَى عِنْدَ شَدَائِدِي
فَالِ الْعَظِيمِ تَوَسَّلِي بِكِتَابِهِ وَيَا أَحْمَدِ

(امام احمد رضا)

ارشادِ ربانی ہے :

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمانِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے یوں زمزمہ سہرا ہوتے ہیں اسے

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھائیے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں سخن سے مراد منظم کلام ہے ؛ لیکن درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوع سخن میں مسلم ہے — خواہ نظم ہو یا نثر۔

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے محض نہیں ہے ؛ بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو ذریعہ اظہار بنانا چاہیں ، اس کے تمام الفاظ آپ کے جلو پایاں سلفی میں مستحضر ہو جاتے ہیں اور ان میں سے آپ جس کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں ، اس کو اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتماری کا حق ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

مستحق الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منقول و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے؛ تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز "فتاویٰ رضویہ" کا عربی خطبہ ہے، جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ دلکش اشارات، روشنی تعلیمات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات — یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہلبیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام — یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور اللہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور اللہ کے اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں اللہ کے غنی چنگ اُسے ہیں اور کہیں نعمت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ مختصات بدیعہ از قسم براعت استدلال و رعایت سجع وغیرہ بھی پوری طرح نمودار رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیادت اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا — نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی جستجو میں کوئی غلط واقع ہوا۔ **ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ**

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس خیابار خطبے کی تمام خوبیاں گنائی جائیں؛ تاہم چند دلائل و ہجلیاں خوش ذوق قارئین و سامعین کی نذر ہیں عطا
گر قبول افتد ز سب عسدر و شرف

حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام **الْفَقْهَ الْاَكْبَرُ** ہے، اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرَر، غُرُور بھی بلند پایہ فہمی تصانیف ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا، کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں، فرماتے ہیں،

الْحَمْدُ لِلّٰهِ هُوَ الْفَقْهُ الْاَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيرُ لِزِيَادَاتِ فَيْضِهِ الْمَبْسُوطِ الدَّرَرِ الْغُرُورِ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ، کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضانِ الہی کے اضافے اور زیادات برتری کی طرح شغاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات اس قدر منزہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شغافیت و تابندگی کا کیا عام ہوگا! پھر صاحبِ فیض جل و علا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ بقول شیخ سعدی: دے

اسے برتر از خیال و قیاس و گمان و دہم و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواند ایم
و فقر تمام گشت و بیاں و سبب و عر تا چہ نال در اول و صفت تو ماند ایم
جز انک اللہ! اسے امام احمد رضا! کیا البلی اور انوکھی حمد بیان کی ہے آپ نے، اللہ رب العالمین کی! لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ امام احمد رضا درحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کوئی حد ہے نہ انتہا۔ یعنی طرح،

جو بحد مر خدا سے پاک را

لیکن محض "حمد ہے حمد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض بمسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیرتنا ہی فیض کی زیادات، غیرتنا ہی در غیرتنا ہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیرتنا ہی در غیرتنا ہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں۔ — الجامعہ لن زیادات فیضہ — کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد ہے حمد" یا "بہ انتہا تعریف" میں اس بیان کے عشر مشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

صلوٰۃ و سلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور ﷺ کے فضائل کا بیان

بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرورِ عالم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسماءِ کتب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں البتہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے، یعنی سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کے، بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں۔
لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تملیک سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں: وہ

ای کو تملیک ملک الملک سے

مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروزِ محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے
اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشائیں گے۔

پیشِ حق مژدہ شامت کا ساتے جائیں گے

آپ رستے جائیں گے، ہم کو ہنساتے تعبائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسما و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے، دیکھتے ہیں:
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ بِلَا شَيْبٍ أَيْ كَرَامًا وَتَارِكِي وَتَارِكِي أَحْمَدًا، نَكْرًا

(اور صلوٰۃ و سلام ہر رسولوں کے سب سے بڑے امام پر جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے
شفاعت کرنے والے ہیں، اسی کا نام احمد ہے، بہت ہی عزت والے ہیں، امام اعظم،
امام مالک، امام شافعی، امام احمد)

ائمہ مذاہب اربعہ کے معروف القاب و اسما مذکور ہیں، انہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف
کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

مختصر آگے بڑھئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجمانی کا انداز دیکھئے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مُبدا ہیں۔

قر اصل وجود آدمی از نخست

وگر ہر چه موجود شد فربا قسمت

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے: وہ

اصل پر بود و بسود، تحسین وجود

قاسم کفر نعمت پر لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی امام محمد، امام حسن ابن زیاد اور
امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح لکھا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا، آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ

خُسنِ یوسف پر تو خُسنِ مصطفیٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرعِ مصطفیٰ اور ابنِ مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
چنانچہ فرماتے ہیں: ۱۰

قَوْلُ الْحَسَنِ يَلَا تَوْفَهُنَّ
مُحَمَّدٌ الْحَسَنُ ابْنُ يُونُسَ

آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود خُسنِ بغیر کسی توقف کے پکارا اُٹھا جبکہ خُسنِ والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
درحقیقت یوسف علیہ السلام کے آبِ اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف — جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی
اصل ٹھہرے تو ظاہری دہریوں میں جو آپ کے جدِ امجد ہیں یعنی ابراہیمؑ آدم علیہ السلام، وہ بھی حقیقت کے اعتبار
سے آپ کے پسِ قرار پاتے ہیں۔ حدائقِ بخشش میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا، ۱۱

ان کی نبوت، ان کی اہوت ہے سب کرام اُمّ البشر عروسِ انبی کے پسِ رک ہے
ظاہر میں میرے بقول حقیقت میں میرے خلیفہ اس گل کی یاد میں یہ صدا ابراہیمؑ کی ہے
اور یوسف علیہ السلام کے خُسن پر ہی کیا منحصر — اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کلمات بارگاہِ
مصطفیٰ کا فیضان و عطا ہے۔ امام بصری فرماتے ہیں: ۱۲

وَكَلَّمَ مِنْ رُسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خُرَفَاءُ مِنَ الْبَحْرِ أَوْ شَفَافَتِ السِّيَرِ

(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بکریم سے ایک چٹو کے یا آپ کی بارانِ رحمت
سے ایک چھینٹے کے طلبگار ہیں)

اور امام احمد رضا یوں نغمہ سراہتے ہیں: ۱۳

لَا رِبَّ الْعَرْشِ! جِسْرُ جَوْلا ان سے ملا
بٹنی ہے کوئیں میں نعمتِ رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو فناوی رضویہ کے غلطے میں تلخ کے انداز میں بیان کیا ہے،
الْبَحْرُ اسْرَاقٌ + مِنْهُ يَسْتَمِدُّ ضَلَالُ تَهْوِي قَانِقِ -

”البحر الرائق“ اور ”النهر العائق“ ”کنز الدقائق“ کی دو شرحیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ”منہ يستمد كل“
کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر
ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضل و کمال کے بجز قاریوں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے
 دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بھاپ بن کر سمندر سے اٹھتا ہے اور کہیں
 بارش ہی کہ بہتا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

منتقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابویوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو شیخیں کہتے ہیں اور اگر قاضی
 ابویوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو صحابہ کہتا ہے، اور اگر امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے
 ہو تو ان کو طرفین کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انھوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات
 کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر مطبق کر دیا اور فرمایا:
 لَا يَتَخَا الطَّيْفَانِ الصَّاحِبَيْنِ ۚ لَا يَخَذَتِي مِنَ الشَّرِّ نَفْعٌ وَالْحَقِيقَةُ
 بِمَكَلَّةِ الطَّرَفَيْنِ

(خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے
 دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں)

غرضیکہ کیا کیا کھوں اور کہاں تک کھوں کہ حق

نہ خشنل غایتہ وارد نہ سعدی را سخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اسٹنہ اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا۔
 باقی خصوصیات کو چھوڑیے، صرف ایک خصوصیت پر نظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دوسرے صداقت کا یقین
 آجائے گا۔ اور وہ حیرت فراخص صیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجرمی طور پر نوے کتابوں اور اماموں کے نام
 مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور بلاغت جہرم جہرم اٹھتی ہے۔
 یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبہ تک ہی محدود نہیں؛ بلکہ پورا فتاویٰ
 تنخیل کی زائکاتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات
 درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ
 اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور باقی عدہ اس کا نام
 رکھتے ہیں۔ یہ نام اس قدر موزوں، مناسب اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی
 دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں:

- (۱) ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔
- (۲) ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے، یعنی سب کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔
- (۳) ہر نام اسم باسمی ہوتا ہے، یعنی نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔
- (۴) ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرنا ہے جس میں وہ رسالہ لکھا گیا۔
- مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیرِ مباحثہ کتاب "تاریخ و تہذیب سے چھپنے والی فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام پیش خدمت ہیں:
- (۱) اگر امام ابرہہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ — امام صاحب کے؟ — صاحبیں و دیگر فقہاء کے؟ — یا بعض صورت میں امام صاحب کے قول پر اور بعض میں صاحبیں و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ — اس مسئلے کی توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی تحقیق واضح ہو جاتی ہے:
- اجل الاعلام، ان الفتوى مطلقا على قول الامام
(واضح، اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابرہہ کے قول پر ہے)
- (ب) کوئی سی نیند نا قبض و خور ہے اور کرن سی نہیں — اسی کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے:
- نبه القوم، ان الخوض من اي قوم
(قوم کو آگاہ کرنا کہ کوئی سی نیند کے بعد ضرور ہے)
- (ج) حاکمیت جناستہ میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ — اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں؟ — ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے:
- ارتفاع الحجب عن وجوه قرأة الجنب
(پردوں کا اٹھ جانا ان تمام صورتوں سے جو جنب کی قرأت سے متعلق ہیں)
- تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے پہلی تین تو واضح طور پر نظر آ رہی ہیں: البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا، استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبه القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔

فہرست مضامین

۵۰	۵۰	پیش نقد
۹۰	۹۰	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ
۹۰	۹۰	باب احکام المساجد
۵۰	۵۰	بلا ضرورت مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے
۹۰	۹۰	○ رسالہ التبصیر المسجد بیان صحیح المسجد
۵۰	۵۰	مسجد (صحیح مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۹۰	۹۰	صحیح مسجد قطعاً جواز مسجد ہے جس طرح صحیح دار
۹۰	۹۰	جزیرہ دار ہے۔
۹۰	۹۰	آخر قسم کھائی کو زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحیح میں
۹۰	۹۰	میاں تو حاشٹ ہو گا۔
۹۰	۹۰	آخر قسم کھائی کو مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحیح
۹۰	۹۰	میں آیا تو حاشٹ نہ ہو گا۔
۹۰	۹۰	متشکک کو مسجد کے صحیح میں آنا جانا بیٹھا یقیناً
۹۰	۹۰	روا ہے۔
۹۰	۹۰	جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و
۹۰	۹۰	اختلاف موبہم و حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطرودہ

بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مسقف
کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے
دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور چلنے
کے کام آئے۔

زبان عرب میں مسقف جتنے کو شتوری اور غیر مسقف
کو صیفی کہتے ہیں۔

حرف شتوری یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحریہ
خارج از مسجد مٹھرا یا غرض واقعہ کے خلاف ہے
عام مسلمین صحن مسجد کو مسجد ہی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے
کہ گرمیوں میں فجر و مغرب عشاء کی نمازیں صحن میں
پڑھتے ہیں ان کے حفاظ تراویح دہیں پڑھتے ہیں
مطکف وہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول
رہتے ہیں۔

مسجد بیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔
حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم
اقدام ہے۔

جس مسجد میں کوئی نمازی نہ لے تو اس مسجد کا فردی
اذن دے، اقامت کے اور اکیلے نماز پڑھے،
یہ اس کے لئے دوسری مسجد میں باجماعت نماز
پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

صحیح مسجد کو مسجد نہ ماننے کے نزاع ہے جا کا انجام
مساجد کو ویران کرنا ہے۔

زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس
کا طول و عرض کتنا تھا۔

قصہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب روئے

ایک مسقف دالان تھا جو در مسجد تھا اور اہل صف
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے۔
اصحاب صفہ فقرا تھے۔

قراہیہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محراب
امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنیاد
شمال ہے۔

مسجد میں پڑھنا مندرجہ ذیل اگر اس میں
مسجد کی منفعت جو قیاس ہے۔

جامع مسجد بخارا میں درخت لگانے کی اجازت
مشارع نے ضرورت و حاجت کی وجہ سے دی۔

دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں خانے مسجد ہیں۔
دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے
ہونے والے نمازیوں کی اقتداء صحیح ہے۔

فتار وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ کہ متصل
بہ فناء ہو۔

اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے
تو اس سے دور لازم آئے گا۔

یہ آداب کا صحن و فناء کا مفہوم واحد ہے جل شہید
عینی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔

اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا
کبھی نہ لے تو صحنی تیمم کر کے وہاں جاسکتا ہے۔

صحیح مسجد کا جو در مسجد ہونا اجنبی بدیہیات ہے۔
بارہ اندہ دین کی قصر کجاست کہ صحن مسجد بھی
مسجد ہے۔

مسجد ہے۔

- حق مسجد کو عمارت کی مسجد یعنی اور کسی مسجد کے حرج سے تعبیر فرماتے ہیں۔
- ۸۵۔ حق اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد بنا دیا اس خطہ زمین سے واقعہ کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بد مذہب اور جن کے بدلے سے بد بختی ہو مسجد آنے سے انہیں روکا جائے۔
- ۸۶۔ مسجد کا حق مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نہ اذان دی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے مسجد کی تفصیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔
- ۸۷۔ بلاوجہ شری کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
- ۸۸۔ حق نبوت کا انکار کفر ہے۔
- ۸۹۔ حق تقلیدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔
- ۹۰۔ مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں پہنچتا، نہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا ہے۔
- ۹۱۔ تنبیہ کی مسجدوں پر ممانعت کا کوئی حق نہیں۔
- ۹۲۔ مسجد خراج کی تعریف۔
- ۹۳۔ ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد خراج ہوگی یا نہیں؟
- ۹۴۔ ضرورت ہو تو ایک مسجد کو ڈوکیا جاسکتا ہے۔
- ۹۵۔ اگر باہمی رعیت کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد خراج نہیں۔
- ۹۶۔ متغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔
- ۹۷۔ مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔
- ۹۸۔ مسجد خراج کی ایک صورت۔
- ۹۹۔ ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔
- ۱۰۰۔ مسجد منہدم کر کے دکان وغیرہ بنانا حرام ہے۔
- ۱۰۱۔ کسی مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔
- ۱۰۲۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید۔
- ۱۰۳۔ ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔
- ۱۰۴۔ بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔
- ۱۰۵۔ شہر کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔
- ۱۰۶۔ مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں، نئی ہوں یا پڑی۔
- ۱۰۷۔ مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔
- ۱۰۸۔ کسی نے مسجد پر ظلم قبضہ کر لیا اور حصول یا بی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے لئے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔
- ۱۰۹۔ مسجد میں مشکف کو سونا جائز ہے اور غیر مشکف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مشکف کی تحقیق۔
- ۱۱۰۔

- مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ ۹۵
تصحیح یہ ہے کہ مختلف کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ ۹۵
مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ فتویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۹۵
مسجد کا حجرہ اور فنا مسجد کے حکم میں ہیں۔ ۹۵
مسجد کے حجرہ میں قعود نہ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔ ۹۵
مسجد میں احتیاط سے کھائے پئے۔ ۹۶
مسجد میں اگالہان رکنا یا مسند سے ٹیک لگنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ ۹۶
بہت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔ ۹۸
مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جہر سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔ ۹۹
مسافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد اسباب کو اس سے اندیشہ نہ ہو۔ ۱۰۱
مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں، اور اگر مدبو زائل کر دی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔ ۱۰۲
نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منع ہے۔ ۱۰۳
بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔ ۱۰۴
مسجد کے سائبان میں گئے وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔ ۱۰۴
- مسجد کی دیواروں پر طغرس وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ بندی پر ہوں۔ ۱۰۴
مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔ ۱۰۵
کرتسی پر بیٹھ کر مسجد میں وضو کرنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی غلط نہ ہو۔ ۱۰۸
قوی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہو گا۔ ۱۰۸
مسجدوں میں جوتے کہاں رکھے جائیں۔ ۱۰۹
بلا ضرورت سامنے جوتے نہ رکھے جائیں۔ ۱۰۹
مسجد کے کنویں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا البتہ مسجد کی رستی اور ڈول سے غیر نماز کے لئے پانی بھرنا منع ہے۔ ۱۱۰
گہارت میں باد بام کو دخل نہیں۔ ۱۱۰
بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔ ۱۱۱
مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت دینا جائز نہیں۔ ۱۱۱
مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور و شغب حرام ہے ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۱۱۲
مسجد مہدم ہو گئی اور اس کے متعلق دکانیں ہوں تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے، کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔ ۱۱۳
قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔ ۱۱۴
مسجدوں میں در سے قائم کرنے کے شرائط۔ ۱۱۶
مسجدوں میں کندہ پتھر لگانے کا حکم۔ ۱۱۹

- ۱۲۱ مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم۔
 ۱۲۲ مسجدوں میں میلاد شریف یا وعظ کتنا کیسا ہے۔
 ۱۲۳ مسجدوں میں علماء اور شاخ کے لئے قیام کیا جاسکتا ہے۔
 ۱۲۴ قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔
 ۱۲۵ مسجد کی تعمیر کے لئے زمینیں کیسی ہوں۔
 ۱۲۶ مسجد میں جمعہ کے لئے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بند ہو گیا تو ان دیروں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
 ۱۲۷ باب ادراک الفریضۃ
 ۱۲۸ کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو یا چھوڑا۔
 ۱۲۹ اتمام قعدہ اخیرہ میں بر تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہئے یا بغیر پڑھے۔
 ۱۳۰ فرض پڑھ چکا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے۔
 ۱۳۱ اتمام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہوا اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سنت پڑھے۔
 ۱۳۲ فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے۔
 ۱۳۳ باب قضاء الفوائت
 ۱۳۴ فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت رہ گئی ہو تو زوال
 ۱۴۱ سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے۔
 ۱۴۲ نمازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ پُرچی ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں۔
 ۱۴۳ فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ لے۔ طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔
 ۱۴۴ مناسب ترتیب طلب کے وقت بھی قضا پڑھ لے ورنہ اس کا جمعہ نہیں ہوگا اور جو صاحب ترتیب نہ ہو وہ دورانِ خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا۔
 ۱۴۵ سنت فجر بلا عذر بیتہ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت۔
 ۱۴۶ عشا سے پہلے والی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں، ہاں عشا کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھ لے تو کوئی مانع نہیں۔
 ۱۴۷ سنت فجر فوت ہو جائے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔
 ۱۴۸ جمعہ کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کی بنیت سنت پڑھ لے۔
 ۱۴۹ سنت فجر قضا ہو جائے تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھ لے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔
 ۱۵۰ میت کی جانب سے قضا کے عمری ادا کرنے کی ایک صورت۔
 ۱۵۱ قضا کے عمری کا ایک غلط طریقہ۔
 ۱۵۲ قضا کے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی تیت۔

جس کے ذکر قضا نمازیں ہوں وہ نفلوں کی جگہ بھی	۱۵۸	سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر ہو جائے تو سجدہ
قضا نمازیں پڑھے۔	۱۵۸	سہو واجب ہے۔
نماز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔	۱۵۸	تیمول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے سے قریب
قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں،	۱۵۸	ہو تو کیا کرے۔
اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔	۱۶۲	قعدہ اخیرہ کو قعدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور
قضا کے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔	۱۶۲	سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو بیٹھے ہی سجدہ
نماز روزہ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے کب	۱۶۳	سہو کرے دوبارہ التیبات نہ پڑے۔
کا فرض نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے۔	۱۶۳	قعدہ اولیٰ میں کھڑا ہونے کے قریب تھا کہ
جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کر نماز	۱۶۳	بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں۔
نہیں ہوگی۔	۱۶۳	امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اور سجدہ سہو کیا تو
تجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی نماز	۱۶۳	اس کے بعد جو لوگ اس نماز میں شریک تھے
پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۱۶۳	ان کی نماز نہیں ہوگی۔
میت کے ذمہ نماز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں	۱۶۳	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق
قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ	۱۶۳	بھی سلام کرنے میں شریک ہو گا یا نہیں۔
ادا ہو گا یا نہیں۔	۱۶۳	قعدہ اولیٰ میں السلام جہل علی معبود تک
میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا	۱۶۳	پڑھے گا تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔
کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔	۱۶۳	مسبوق سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔
قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔	۱۶۳	قعدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہو کرنے تو
میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔	۱۶۳	نماز ہو جائے گی۔
کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ	۱۶۳	فاتحہ کے بعد بسم اللہ ترتیل سے پڑھی جس سے
ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے	۱۶۳	کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکتا
اتنا ہی ادا ہو گا۔	۱۶۳	یا شورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو
	۱۶۳	واجب ہو گا۔
	۱۶۳	چار رکعت والی نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں
	۱۶۳	شورت کا ختم کرنا کیسا ہے۔

باب سجود السہو

سورۃ سوچنے میں بعد رادائے رکعتی تین بار

- تہجد سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے، دونوں طرف نہیں۔ ۱۹۶
- فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چاکیا تو یاد آئے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔ ۱۹۷
- مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہو، یہ کیوں، اس کے متعلق ایک علی بحث۔ ۱۹۸
- امام کے سہو سے لاحقی پر بھی سجدہ واجب ہو تب مگر امام کے ساتھ نہ کرے اپنی نماز پوری کر سنے کے بعد کرے۔ ۱۹۹
- تہجد سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں ورنہ سجدہ سہو سا قضا اور گناہ لازم۔ ۲۰۰
- قعدہ اولیٰ میں امام حادث سے زیادہ دیر ٹکائے تو مقتدی قعدہ سے ملتا ہے یا نہیں۔ ۲۰۱
- غیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پڑھے نہیں اور اگر پڑھا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہو گا پٹینے کیلئے مقتدی نے قعدہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۲۰۲
- باب سجود التلاوة** ۲۰۳
- کتاب وغیرہ میں آیات سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ واجب ہو گا یا نہیں۔ ۲۰۴
- آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہے یا نہیں۔ ۲۰۵
- امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کی تو امام اور مقتدی سب کا سجدہ ادا ہو گا یا نہیں۔ ۲۰۶
- آیت سجدہ کے ترغیر پڑھنے سے سجدہ لازم ہو جائے یا نہیں۔ ۲۰۷
- تہجد تلاوت کے لئے ہمارا اور نیت ہونا ضروری ہے۔ ۲۰۸
- تہجد سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے، دونوں طرف نہیں۔ ۲۰۹
- فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چاکیا تو یاد آئے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔ ۲۱۰
- مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہو، یہ کیوں، اس کے متعلق ایک علی بحث۔ ۲۱۱
- امام کے سہو سے لاحقی پر بھی سجدہ واجب ہو تب مگر امام کے ساتھ نہ کرے اپنی نماز پوری کر سنے کے بعد کرے۔ ۲۱۲
- تہجد سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں ورنہ سجدہ سہو سا قضا اور گناہ لازم۔ ۲۱۳
- قعدہ اولیٰ میں امام حادث سے زیادہ دیر ٹکائے تو مقتدی قعدہ سے ملتا ہے یا نہیں۔ ۲۱۴
- غیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پڑھے نہیں اور اگر پڑھا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہو گا پٹینے کیلئے مقتدی نے قعدہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۲۱۵

- ۲۶۷ مسافر ہیں یا نہیں۔
- ۲۶۸ سفر میں نماز پوری پڑھنا قصر ذکرناگاہ ہے۔
- ۲۶۹ ۱/۵ میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس بیس بیس میل اور اگر
- ۲۷۰ جانے سے شرعی سفر نہیں ہوگا۔
- ۲۷۱ جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔
- ۲۷۲ نماز میں قصر ہوگا۔
- ۲۷۳ ۱/۵ میل کے فاصلہ پر مل الاصل جانا ہو تو قصر ہے۔
- ۲۷۴ مسافر نام نہ پوری نماز پڑھائی تو مقیم کی نماز نہیں ہوگی۔
- ۲۷۵ کہیں دکان ہو تو وہ وطن اصل ہیں ہی جاتا۔
- باب الجمعۃ**
- ۲۷۶ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔
- ۲۷۷ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔
- ۲۷۸ شہر کی تعریف۔
- ۲۷۹ شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔
- ۲۸۰ قیصر کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔
- ۲۸۱ خادۃ البرکات کے ایک فقری کا رد۔
- ۲۸۲ خطبہ کے الفاظ کے معانی کچھ صحت جمعہ کے لئے
- ۲۸۳ مسجد کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔
- ۲۸۴ آیت مسجد تلاوت کہنے کے بعد مسجد کرنا واجبہ تراویح ہو یا کوئی دوسری نماز۔
- ۲۸۵ تلاوت آیت مسجد میں ایک شافع سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
- ۲۸۶ مسجد تلاوت صلوات میں دو آیتیں بالاعتقاد اور تین علی لاختلاف قاطع فور نہیں۔
- باب صلوۃ المسافر**
- ۲۸۷ حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔
- ۲۸۸ مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مدت قصر تک مسلسل چانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔
- ۲۸۹ قریبی کو مسافر سنگ کی مسافرتوں کا بیان۔
- ۲۹۰ قصر تین منزل سے کم میں نہیں ہوتا۔
- ۲۹۱ مسافر جس راستہ سے سفر کرے گا وہی معتبر ہوگا
- ۲۹۲ دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک مقام برادر ایک نے اقامت کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو نظام قصر کسے یا نہیں۔
- ۲۹۳ آبادی سے باہر نکلے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں اقامت کی نیت نہ کرے مسافر رہے گا۔
- ۲۹۴ جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلائیں گے یا نہیں۔
- ۲۹۵ جو آئیشیں جنگلوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین

- شرط نہیں۔ ۲۸۲ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکے ہیں یا نہیں۔ ۳۱۵
- خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۹
- کھینچے وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۷
- محنت جمعہ کے لئے اذی عام ضروری ہے۔ ۲۸۸
- جمعہ کی سنتوں کی تعدد کتنی ہے۔ ۲۸۸
- احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۹۲
- جمعہ سے متعلق چند سوال۔ ۲۹۶
- اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔ ۳۰۰
- نہروں سے خطبہ شروع کرنا چاہئے۔ ۳۰۲
- اردو کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا غلو سنت ہے۔ ۳۰۲
- مختصائے کرب خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۰۳
- عربی، فارسی اور اردو اشعار میں خطبہ ہو تو کیسا؟ ۳۰۳
- تالیف خطبہ پڑھنے اور تالیف نماز پڑھانے کو کیا حکم ہے۔ ۳۰۹
- احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔ ۳۱۰
- مشہد دیگر جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔ ۳۱۲
- جہاں محبت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لئے چار رکعت احتیاطی پڑھنے کا حکم ہے۔ ۳۱۲
- جمعہ کس سال فرض ہوا۔ ۳۱۳
- جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ ۳۱۴
- ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ
- ۳۱۵ ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۰
- یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ ۳۲۰
- عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۲۲
- جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔ ۳۲۶
- خطبہ کے متعلق دوسروں کے دو فتوے اور مصنف کی تحقیق۔ ۳۲۹
- خطبہ میں دہنے یا تین منہ پھیرنا بے اصل ہے۔ ۳۳۲
- عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا غلو سنت ہے۔ ۳۳۳
- منبر کے کتے دینے جوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔ ۳۳۳
- احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔ ۳۳۴
- جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے، اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔ ۳۳۷
- شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جہاں نہ مل سکا۔ ۳۳۸
- شرکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین

- گاؤں میں پڑھے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۳۵۰
- نماز و خطبہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھا جائز نہیں ۳۵۱
- جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۳۵۲
- جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے۔ ۳۵۳
- احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ ۳۵۴
- جمعہ اور ہرنماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔ ۳۵۶
- قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔ ۳۵۶
- بچہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یومی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ ۳۵۶
- دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔ ۳۵۶
- جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔ ۳۵۹
- ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دو بارہ پڑھنا جائز نہیں۔ ۳۵۹
- جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔ ۳۶۳
- فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔ ۳۶۳
- مالو یسوع اکبر مساجد اہلہ مصر کو ملایا نہ روک دیا ہے۔ ۳۶۳
- احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔ ۳۶۵
- خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درود پڑھے زبان سے سکوت فرض ہے۔ ۳۶۵
- مصر، قرنی اور شہر کا فرق۔ ۳۶۵
- متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسلمان آباد ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۶۵
- تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ ریگ ہو جاتا ہے عوام میں طرٹ بھی نہ اور رسول کا نام لیں غنیمت ۳۶۴
- جہاں تین چار سو مسلمان آباد ہوں، متصفی، ڈاک خانہ، شفا خانہ، بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔ ۳۶۶
- جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا مالک کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔ ۳۸۳
- نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ۳۸۴
- دیہات میں جمعہ، عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ۳۸۶
- خطبہ میں غیر عربی کا غلط مکروہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے۔ ۳۸۹
- خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بتقویٰ اللہ پڑھا جائے تو شرافت کی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۹۴
- ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکنے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۶
- دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا حسبِ نزہ ہے یا نہیں۔ ۳۹۶

- جیل خاقوں میں جسد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۷
جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو وہاں احتیاطی
ظہر منع ہے۔ ۲۹۸
امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں
تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔ ۲۹۹
جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ہیں ان کی رعایت میں
اُردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۰۰
مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔ ۳۰۱
جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی، غلطی سے
راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں ہوتی تھی۔ ۳۰۲
قلعہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۰۳
شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہو گا یا نہیں۔ ۳۰۴
بہ اذان امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا
اور زمانہ پڑھائی جمعہ نہیں ہو گا، ہاں امام معین
نماز میں شریک ہو جائے تو ہر جائزے گا۔ ۳۰۵
مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مردوں
خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں
کیا کیا جائے۔ ۳۰۶
جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فسخ
دوسرا سنت۔ ۳۰۷
○ رسالہ مرقاة المفاتیح فی الہبوط عن
المنہج لمدح السلطان (ثانی خطبہ میں ایک
سیرتھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں) ۳۰۸
مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعت مشنیعہ کہنا ایک
حکم تو اللہ و رسول بل وعلی اللہ علیہ وسلم پر
- لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل نادر ہے
اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس
فعل کے باعث گنہگار و مستحق عذاب ہیں اور
ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔ ۳۱۰
ذیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ اور
چارے لئے قول مجتہد ہے۔ ۳۱۱
تیس بندہ قول مجتہد موجود ہو مگر اسی حسب
حکم بالجزم لکھتے ہیں۔ ۳۱۲
اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو
تو علماء اس کو بطور حزم نہیں لکھتے بلکہ مراءتہ
بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ
یہ منقول فی الذہب معلوم نہ ہو۔ ۳۱۳
اگر کوئی عالم قول غیر مجتہد کو بطور حزم لکھ جائے
تو اس پر گرفت ہوتی ہے۔ ۳۱۴
عقارب شامی نے منبر سے ایک سیرتھی اترنے
اور پھر چڑھنے کو منوع یا بدعت مشنیعہ نہیں فرمایا
بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمایا۔ ۳۱۵
امام ابن حجر نے بھی مسئلہ نہ کوہ کو بطور حزم
نہیں لکھا بلکہ فرمایا کہ بعض نے یوں بحث کی۔ ۳۱۶
بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو
اور نہ مراءتہ کسی کلیۃً نا مخصوصہ کے تحت داخل ہو۔ ۳۱۷
کلیات نا مخصوصہ استناد بحث و نظر پر
موقوف نہیں۔ ۳۱۸
کسی لڑکے نے چھ مینے پانچ دن چپا رکھی
تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا

- ۲۱۸ اُس کی دختر اس پر حرام ہے۔
- ۲۱۸ بدعتِ رضاعت میں جوارِ قناع ہو موجب تحریم ہے
- ۲۱۸ امام ابن حجر کے قولی بَحْثُ بَعْضُهُمْ میں لفظ
- ۲۱۸ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔
- ۲۱۸ مجہول الحال کی بحث، مجہول الماخذ قابل
- ۲۱۸ استناد نہیں۔
- ۲۱۸ مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے
- ۲۱۸ نہ دوسرے پر اسی کی بحث تحت ہر سکتی ہے۔
- ۲۱۸ تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔
- ۲۱۸ قجر و حدوث شرعاً دلیل منع نہیں۔
- ۲۱۸ بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب،
- ۲۱۸ کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔
- ۲۱۸ بدعتِ حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے
- ۲۱۸ جتنی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے
- ۲۱۸ کے لئے لوگوں کا جمیع ہونا بدعتِ حسنہ اور
- ۲۱۸ مندوب ہے۔
- ۲۱۸ نفس بدعتِ مستلزم قبح و شناخت نہیں۔
- ۲۱۸ بدعتِ حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے
- ۲۱۸ زیادہ علی السنہ وہ مکروہ ہے جو با اعتقاد
- ۲۱۸ سنت ہو نہ کہ با اعتقاد اباحت و ندب۔
- ۲۱۸ حدیث قد قدی میں تعدی اعتقاد پر
- ۲۱۸ مجہول ہے۔
- ۲۱۸ لزوم ایہام سنیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے
- ۲۱۸ نہ کہ مداومت علی ترک کا۔
- ۲۱۸ دورانِ خطبہ ذکرِ سلطان پر خطبہ کے منبر کی
- ۲۱۸ ایک میٹھی اُترنے اور چڑھنے میں نکتہ جمیلہ اور
- ۲۱۸ دقیقہ جلیلہ۔
- ۲۱۸ مجلس واحد حسب تصریح کا فائدہ جامع کلمات
- ۲۱۸ ہوتی ہے۔
- ۲۱۸ ایجاب و قبول تبہ مرتبط ہوتے ہیں جب ایک
- ۲۱۸ ہی مجلس میں ہوں۔
- ۲۱۸ موجود و معدوم کے ساتھ سر ربط نہیں ہوتا۔
- ۲۱۸ تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دو درج
- ۲۱۸ پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
- ۲۱۸ مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان۔
- ۲۱۸ التصرع لا یسجد اکبر مساجد الا اھلہ ینہ
- ۲۱۸ مذہب امام اور صاحبین کا قول۔
- ۲۱۸ دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔
- ۲۱۸ آدابِ ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی
- ۲۱۸ نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع
- ۲۱۸ نہیں کرنا چاہئے۔
- ۲۱۸ قعود سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ
- ۲۱۸ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔
- ۲۱۸ خطبہ میں اسمِ جلالت یا حضور کا اسم مبارک
- ۲۱۸ کہے تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
- ۲۱۸ وسلم کہے زبان سے نہیں۔
- ۲۱۸ خطبہ کے وقت کشتیوں پر منامنوع ہے۔
- ۲۱۸ خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر چاہ
- ۲۱۸ جا سکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔
- ۲۱۸ انعام دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں

- قائم نہ ہو نہ وہاں قائم کو یہی ہے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔
- ۴۳۸ امام قابل امانت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔
- ۴۳۹ خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولندہ اللہ اعلیٰ پر نماز کسے کھڑے ہونا حرام ہے۔
- ۴۴۰ امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی یہ کیسا ہے۔
- ۴۴۱ ایک شہر میں منہ و جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔
- ۴۴۲ جمعہ کا امام کون ہو۔
- ۴۴۳ متیہ ان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔
- ۴۴۴ جمعہ کے شرائط۔
- ۴۴۵ خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تہود پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتدا میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔
- ۴۴۶ جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔
- ۴۴۷ خطبہ مختصر ہونا چاہئے۔
- ۴۴۸ علی خطبہ کے مصنف سستی تھے۔
- ۴۴۹ بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
- ۴۵۰ جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
- ۴۵۱ جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۵۲ اتود اعلیٰ خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ صحیح ہے۔
- ۴۵۳ چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۵۴ تحریر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔
- ۴۵۵ قاضی خطبہ پڑھنا عقیدہ کی ثبوت ہے۔
- ۴۵۶ اتود اعلیٰ کوئی حکم شرعی نہیں اور اس کا التزام واجب ہے۔
- ۴۵۷ جمعہ میں قرائت کی مقدار کیا ہے۔
- ۴۵۸ دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔
- ۴۵۹ آب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نہ کالج کا قاضی نہیں۔
- ۴۶۰ مجلس خانوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۶۱ دھوپ کی وجہ سے پھرتی لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۶۲ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے۔
- ۴۶۳ جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔
- ۴۶۴ حجر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔
- ۴۶۵ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔
- ۴۶۶ حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔
- ۴۶۷ ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے۔

- اعتیاد علی غلہ غرام کے لئے ہے، جہاں جمعہ صلیح ہو گا غلہ ساقط ہوگی۔ ۴۶۲
- لوگنی کے مقرر کردہ تمام کے نیچے جمعہ صبح ہے۔ ۴۶۲
- دیریا، سندھ وغیرہ میں جسے جائز نہیں ۴۶۲
- نہ دار الحرب میں ۴۶۳
- ایک زینتاً کرنے پھر کھانے کا غنا سے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا ۴۶۳
- اب نہیں۔ ۴۶۵
- سداطین کے لئے بہانہ آمیز الفاظ مروج ہیں۔ ۴۶۵
- جمعہ کا اول اور آخر وقت۔ ۴۶۵
- خطبہ میں کیا بوجھانے ناشدیں کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔ ۴۶۵
- قاویا نیوں کی نماز باطل ہے۔ ۴۶۶
- تہمت خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے؟ ۴۶۶
- غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔ ۴۶۶
- جو شاہی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہو اس کے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔ ۴۶۸
- اقوال خطبہ کا جواب دینا اور دعائے ملکہ اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔ ۴۶۸
- درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں۔ ۴۶۸
- آرود میں خطبہ خلاف سنت ہے۔ ۴۶۹
- امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔ ۴۶۹
- سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔ ۴۷۱
- دالہ مع حایۃ المذہبین فی الدعا بین الخطبتین (ما بین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں) ۴۷۷
- امام کے لئے دعائیں الخطبتین کے جواز میں اصلاً مکتوم ہیں۔ ۴۷۷
- تہا کے لئے نہیں شرعی کا نہ ہونا ہی مکافی ہے ۴۷۷
- منوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ ۴۷۷
- نہ اور رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شئی منوع نہیں ہو سکتی۔ ۴۷۷
- حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو بلند ہونے اور دوسرے جمعہ کو دینے طیبہ پر سے نکل جانے کی دعائے ملکہ صلیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ۴۷۷
- جب عین خطبہ میں دعائے ملکہ حدیث سے ثابت ہو اچھ کہ قطع خطبہ کو مستلزم ہے تو میں الخطبتین دعا کا جواز بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ ۴۷۷
- بین الخطبتین دعا کے جواز پر متعدد روایات حدیث کے اقوال۔ ۴۷۷
- صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ طیبہ اُن اوقات میں ہے جن میں سعادت انجامت جمعہ کی امید ہے۔ ۴۷۸
- سعادت انجامت جمعہ کے بارے میں روایات۔ ۴۷۸

- ۱۔ وقت امام کے جلوس سے نماز ختم ہوتے تک ہے۔ ۴۷۹ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا کبھی، غلطی سے کبھی
- ۲۔ وقت شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹ درود شریف پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا
- ۳۔ وقت خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ ۴۷۹ تاکہ مقتدی دیکھ کر دعائیں مشغول نہ ہوں ۴۸۵
- ۴۔ وقت خروج امام سے ختم خطبہ تک ہے۔ ۴۷۹ دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دھک
- ۵۔ وقت اذان سے نماز تک ہے۔ ۴۷۹ مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۸۵
- ۶۔ وقت دونوں خطبوں کے درمیان ہے۔ ۴۷۹ نماز جمعہ میں قراۃ کی مقدار ۴۹۲
- والہ ادق اللہ فی اذان الجمعة تاکہ بر ملا حنفیہ کے نزدیک جلسہ میں الخطبتین۔
- ۷۔ واجب ہے۔ ۴۸۰ (اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کے بیان میں) ۴۹۷
- متکثرین کے امام شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں جواز کے قول کو نقل کیا اور مسلم رکھا۔ ۴۸۰ ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔ ۴۹۷
- یہ جواز دستجاب کا حکم امام کا ہے، یہ مقتدی ان کے بارے میں ہمارے اثر کرام میں اختلاف ہے۔ ۴۸۰ مقتدی یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں ان کو حرکت نہ دیں۔ ۴۸۱
- وقت رابی خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی اسی درود شریف پڑھیں۔ ۴۸۱
- علماء محتاطین مسائل اجتہاد میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے پڑ جائیکہ تحصیل و تکفیر کی جائے۔ ۴۸۴
- مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔ ۴۸۵
- امام کے لئے دعائیں الخطبتین اگرچہ جائز ہے مگر خوف مفسدۂ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے ۴۸۵
- فقیر عمر اللہ تعالیٰ لہ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے ۴۹۹
- اسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو ۴۹۸
- اذان بلند پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے ۴۹۸
- مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے ۴۹۸
- اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا سنت ہے۔ ۴۹۹
- اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے۔ ۴۹۹
- سنت یہ ہے کہ اذان منار سے پڑ ہو اور تکبیر مسجد میں ۴۹۹
- اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے ۴۹۹

- جمعہ کی اذان ثانی کا حکم بھی یہی ہے کہ مسجد کے اندر نہ دی جائے، اس میں کوئی تخصیص اور استثناء نہیں۔
- ۴۹۹ جمعہ کی اذان ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقف ہے۔
- ۵۰۰ لفظ بین یدی المنبر اور بین یدی الامام کا حاصل یہ ہے کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواہد میں ہو۔ اس سے داخل مسجد اذان کا ہونا مستنبط نہیں۔
- ۴۹۹ بین یدی سمت مقابل میں نہا سے جہت تک صادق ہے۔
- ۵۰۰ بین یدی کے معنی کو وضاحت اور اس پر قرآن و حدیث سے شراہد کا ذکر۔
- ۵۰۰ جمعہ کی اذان ثانی نہاۃ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔
- ۵۰۱ مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے وہل کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔
- ۵۰۲ بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل مرتفع بنایا تو جائز ہے۔ اتنا مکر اذان کے لئے جہداً سمجھا جائیگا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔
- ۵۰۲ مسجد میں جواز و منکر ایک صورت۔
- ۴۹۹ مستند بیرونی مسجد تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اب مستند اندرون مسجد ہو گیا اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔
- ۵۰۲ تمام مسجد کے بعد اگر بانی مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیا مکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔
- ۵۰۳ تمام مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔
- ۵۰۳ ان احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔
- ۵۰۴ باب العیدین
- ۵۰۹ عید کے خطبہ میں ایک یاد دہ دڑنا کیسا ہے۔
- وصالہ ضرور العید فی محل الدعاء بعد صلوة العید (نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت میں)
- ۵۰۱ مولوی عبدالحی نکتوی صاحب کے ایک فتویٰ متعلق سوال۔
- ۵۱۱ نماز عیدین کے بعد تابعین عظام اور مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔
- ۵۱۱ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان سند جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی ہے۔
- ۵۱۲

- زمانہ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی پھر
امام اپنے راحلہ پر وقت کر کے دعا مانگتا۔
زمانہ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے
بغیر ہوتی تھی۔
نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا سنت تابعین ہے۔
راحلہ پر وقت و عدم وقت سنت دعا کی نفی
نہیں کر سکتا۔
امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ ہے
جو اثر اپنے خلاف نہ ہو تا ہے اس پر تقریر
نہیں فرماتے۔
مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید کے بعد
دعا کے مسئلہ کو دو عیدوں پر منقسم فرمایا۔
عید اولیٰ قرآن و حدیث سے اس دعا کے جواز
اور ادعا کے مانعین کی غلطی کے بیان میں۔
عید دوم فتویٰ مولوی عبدالحی عکسوی سے اسناد
پر کلام اور ادوام مانعین کے ازالہ کام کے
بیان میں۔
نماز عید کے بعد دعا کی شرع مطہر سے کہیں
مانعت نہیں۔
جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز
منوع نہیں ہو سکتا۔
حوادث مانعے منع کرے اثبات مانعت اس کے
ذمہ ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا قرعتم
فانصبوا والیہ دین فارعب کی تفسیر۔
آیات مذکورہ میں بقول سیدنا عبد اللہ ابن عباس
رضی اللہ عنہما فواغ سے مراد نماز سے فارغ
ہونا اور نصب سے مراد دعا میں حمد و ہمد
کرنا ہے۔
آیہ کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ
فرض، واجب اور فعل سب کو شامل ہے لہذا
نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔
احادیث سے ادب و صلوات کا مطلقاً محل دعا
ہونا مستفاد ہے۔
علاہ بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد
دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔
مطلوب کی دعا نماز ذات رکوع و سجود کے بعد
واقع ہونا آداب سے ہے۔
اعمال صالحہ و جہد رضا سے مولیٰ حبیل و ملا
ہوتے ہیں۔
دعا کا محل عمل صالح سے فراغت کے بعد ہے۔
ہر مجتہد قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔
اقطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا
ذمہ نہیں ہوتی۔
یہ تفصیلات روزہ، فرض، واجب و فحل
سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قیید و
خصوص نہیں۔
نماز افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام ہے۔
نماز روزے سے زاد موجب رضا سے
ذوالجلال و الاکرام ہے۔

- ۵۱۹ بعد فراخ محلیت و عمار فراغ سے خاص نہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت
نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم دیا۔
۵۱۹ دُعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔
۵۱۹ رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے
بعد دُعا زیادہ سُنی جاتی ہے۔
۵۲۰ و آجبات نوافل سے اصل اور اعظم اور اچھا
میں اوفر و اتم ہیں۔
۵۲۰ قرینہ و نافذ کے لئے ثبوت خاص بعینہ واجب
یکے لئے ثبوت خاص ہے۔
۵۲۱ فرض دو واجب و نفل میں فرق
۵۲۱ بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علماء ثابت
ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیرہ کے بعد
دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔
۵۲۲ دُعا میں قرآن و حدیث و اجماع اللہ قدیم و
حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے۔
۵۲۲ مظان اجابت دعا کی تحریر مسنون و مجربہ
۵۲۲ تحریر مذکور پر قرآن و حدیث سے دلائل۔
۵۲۲ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔
۵۲۲ تحروہ مسلیمین میں سے بعض دُعا کریں اور بعض
آمین کہیں تو ان کی دُعا مقبول ہے۔
۵۲۳ علماء نے مجاہدین کو اوقات اجابت سے
شمار کیا ہے۔
۵۲۳ مجاہدین کو اوقات اجابت سے جو ناصیہ
صالح سے ثابت ہے۔
۵۲۳ جس قدر مجاہد کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت
ظاہر تر ہوگی۔
۵۲۳ دعا نماز پر اقتدار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں۔
۵۱۹ بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے والے کی نماز
ناقص ہے۔
۵۲۳ سب سے زیادہ قُرب بندے کو اپنے رب سے
حالت سجود میں ہوتا ہے۔
۵۲۳ تسبیح سجود بھی دُعا ہے۔
۵۲۳ ہر ذکر دُعا ہے۔
۵۲۳ نماز میں آدمی ہر قسم کی دُعا نہیں مانگ سکتا۔
۵۲۳ مجمع عیدین میں بعد نماز دُعا خاص اذن حدیث
و ارشاد مشرع سے ثابت ہے۔
۵۲۵ عیدین کے اجتماع میں دعا کی تحریر مرغوب
سے متعلق احادیث۔
۵۲۵ عید کی صبح ہر شہر میں فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔
۵۲۶ اللہ کا فرمان ہے کہ مجمع عید میں آخرت کے لئے
جو مانگو گے عطا کروں گا۔
۵۲۶ دنیا کی چیزیں غیر و شر و فتنوں کو متحمل ہیں۔
۵۲۶ اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول رہو تو
اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعا
روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو
بندہ کے لئے ہر صورت بہتر ہے۔
۵۲۶ حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ
مسلمانوں سے دُعا کا تقاضا فرماتا ہے۔
۵۲۴ ہر مجلس کے بعد دُعا کی تاکید سے متعلق

- حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی تخریج و تشریح۔ ۵۲۷
- نکود سیاقی شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا
میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- نکود لفظی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں
آئے تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- اسماء و شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔ ۵۲۹
- ادعا کے تخصیص بے شخص محض مردود و
باطل ہے۔ ۵۲۹
- جملہ خیر سے اٹھتے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ
مکملداشت کے لئے ہے۔ ۵۲۹
- خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ
اہم ہوتا ہے۔ ۵۲۹
- خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔ ۵۲۹
- جملہ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیث
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کے عموم لفظ اور شہادت معنی سے استدلال۔ ۵۲۹
- دعا مطلقاً اعظم منہ و بات و نیہ و اجیل
مطلوبات شریعہ سے ہے۔ ۵۳۰
- شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تعلیقہ
وقت و تخصیص بیعت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔ ۵۳۰
- شرح میں تکثیر دعا پر ترغیب اور ترک دعا پر
وعید وارد ہوئی ہے۔ ۵۳۰
- قرآن مجید سے استدلال۔ ۵۳۰
- حدیث قدسی سے استدلال۔ ۵۳۰
- فضائل و ترغیب و دعا سے متعلق احادیث کا
ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔ ۵۳۲
- دعا کی تاکید و تکثیر اور ترک دعا پر تہدید سے
متعلق گیارہ احادیث کریمہ۔ ۵۳۲
- خدا و رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو
مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۲
- خدا و رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا
اس سے منع کرنے والا کون ہے۔ ۵۳۵
- اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی حیثیت خاصہ اور محل
معتبر سے مخصوص فرمایا اس سے تعب و نز
جائز نہیں۔ ۵۳۵
- اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر
رکھا ہرگز کسی حیثیت و محل پر مقتصر نہ ہوگی۔ ۵۳۵
- تکثیر ذکر الہی پر دلائل۔ ۵۳۵
- ہر دعا بابتہ ذکر الہی ہے۔ ۵۳۵
- اجازت عامہ ذکر کے دلائل یعنی اجازت
عامہ دعا کے دلائل ہیں۔ ۵۳۵
- تکثیر ذکر سے متعلق احادیث۔ ۵۳۵
- ذکر الہی اتنی کثرت سے کہ ذکر لوگ مجنون بنائیں۔ ۵۳۵
- دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں۔ ۵۳۵
- جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے
بہرہ ور ہو گیا۔ ۵۳۶
- کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔ ۵۳۶

- ذکر، تسبیح، تہلیل اور دُعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ ۵۳۸
- نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۵۳۹
- نہ دیکھا نہ جوئے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ۵۴۰
- تروی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کے دو محل ہیں، ایک یہ کہ ثبوت عدم کا اذاعا ہو، دوسرا یہ کہ عدم ثبوت کا دعویٰ ہو۔ ۵۴۱
- محل اذاعا کا وجہ کثیرہ سے بطلان۔ ۵۴۰
- فاسقہ تعقیب اتصالی حقیقی پر ال نہیں۔ ۵۴۰
- ذیہ وعدہ کر کے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دوحرفی دعا ہرگز عرفاً و شرفاً مبطل فور نہیں۔ ۵۴۱
- تجوید تلاوت مملوئیہ میں دو آیتیں بالاقصاف اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔ ۵۴۱
- توابع خاص نہیں ہوتے۔ ۵۴۱
- مسئلہ منم سورۃ میں آئین فاتحہ و سورۃ میں فیصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔ ۵۴۱
- سنن توابع فرائض ہیں۔ ۵۴۱
- مختصر پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نورس حید کی نمازیں پڑھی ہیں۔ ۵۴۲
- احادیث متعددہ کا وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔ ۵۴۲
- وقائع حال کے لئے عموم نہیں۔ ۵۴۲
- تکرر سورۃ واجب و لزوم کے منافی ہوتا ہے۔ ۵۴۲
- شعہ فاعلہ و مہلت چاہتا ہے۔ ۵۴۳
- سات احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیقی و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عید کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔ ۵۴۳
- وہ حدیث جو خطبہ عید اور معاودت میں فصل بناتی ہے۔ ۵۴۵
- وہ حدیث جو نماز خطبہ اور خطبہ و معاودت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔ ۵۴۵
- نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا اذاعا باطل، لہذا عدم دعا پر استدلال غلط۔ ۵۴۵
- شعہ کہیں مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتی ہے۔ ۵۴۵
- مستدل کہ احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل۔ ۵۴۶
- فار بار بار مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال و تعقیب کے۔ ۵۴۶
- اتحاد کلی اور سلب جزئی میں منافاة ہے۔ ۵۴۶
- محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔ ۵۴۶
- محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔ ۵۴۶
- ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔ ۵۴۶
- عمر بن رافع البعلی ثقہ ہے۔ ۵۴۶
- فضل بن مرزوق ثقہ ہے۔ ۵۴۶
- سنن و جرح و فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ ۵۴۶
- فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبولہ اثبات استحباب میں کافی و دافی ہے۔ ۵۴۶

- ۵۷۰ عید کس پر واجب ہے
- ۵۷۱ تکبیراتِ زوائد کب سے شروع ہوتیں۔
- ۵۷۲ بخاندان پٹنہ روزِ عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۵۷۳ ایک عید گاہ میں دو بار عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بخاندان پٹنہ نماز ہوئی یا نہیں۔
- ۵۷۴ تراویح میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔
- ۵۷۵ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔
- ۵۷۶ دنِ چرخہ کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور مشہد بارش برادر کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۵۷۷ حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔
- ۵۷۸ گورنمنٹ کی زمین پر بجا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے۔
- ۵۷۹ عید گاہ کے لئے عمارت جو نا ضروری نہیں۔
- ۵۸۰ عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو عید کے امام کے لئے ہیں۔
- ۵۸۱ نمازِ عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔
- ۵۸۲ عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔
- ۵۸۳ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلوٰۃ جامعۃ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے
- ۵۸۴ بگورہ یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔
- ۵۸۵ مسجد کا فرش وغیرہ عید گاہ لے جانا جائز نہیں۔
- ۵۸۶ نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔
- ۵۷۰ باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔
- ۵۷۱ اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔
- ۵۷۲ جب تک شرعی استناد ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔
- ۵۷۳ عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔
- ۵۷۴ عدم نقل فعل عدم ہیں۔
- ۵۷۵ عدم نقل نافی وجود نہیں۔
- ۵۷۶ عدم ثبوت کراہیات عدم لازم نہیں۔
- ۵۷۷ بارِ رواۃ حدیث اور مشورہ و معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا۔
- ۵۷۸ نقل عدم نقل منع نہیں۔
- ۵۷۹ نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔
- ۵۸۰ مجرد عدم نقل اور عدم فعل مستلزم مخالفت نہیں۔
- ۵۸۱ قزوینی شمس سے عدم وجود کو دلیل منع جانا نا جائزہ کامخالطعات الرود ہے۔
- ۵۸۲ وہابیہ کے خلاف مولوی عبدالحی کھنوی کے فتاویٰ سے پھرہ جاری ہیں۔
- ۵۸۳ عید صوم میں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔
- ۵۸۴ خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔
- ۵۸۵ عید و عیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔
- ۵۸۶ قاضی کی تعریف اور شرائط۔
- ۵۸۷ جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔
- ۵۸۸ قصداً نمازِ عید چھوڑنا گناہ ہے۔

- چاند کے بارے میں تار و خیز معتبر نہیں۔ ۵۸۶
- مسجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں ۵۸۷
- سفت ہے۔ ۵۸۷
- ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہو سکتی ہے ۵۸۸
- ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔ ۵۹۰
- بقر عید میں نماز سے پہلے کچھ رکھنا اور نماز کے ۵۹۱
- بعد قربانی کا گوشت کھانا مستوی ہے
- چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کا ایام میں احتیاط ۵۹۲
- چاہئے۔
- چاند میں تردہ ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو ۵۹۳
- نماز ہوگی یا نہیں۔
- نیت میں صلوٰۃ عید الاضحیٰ کے بجائے عید الضحیٰ ۵۹۵
- کہا جائے نماز ہوگی یا نہیں۔
- عید گاہ کے احکام مسد کے احکام ہیں۔ ۵۹۷
- تکبیرات میں تعظیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔ ۵۹۸
- دوران خطبہ میں خطیب یا معین سے سبحان اللہ ۵۹۹
- و غیر پڑھنا اسے تو کیا حکم ہے۔
- رسالہ و شاخ الجید فی تحلیل معانقہ ۶۰۱
- العید (نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے ۶۰۲
- کا بیان)
- دونوں فتویٰ کا سبب تحریر۔ ۶۰۳
- معانقہ کا جواز اور اس کے شرائط۔ ۶۰۴
- معانقہ آید سفر سے خاص نہیں۔ ۶۰۵
- جہاں معانقہ سے عافیت ہے وہاں معانقہ ۶۰۶
- بروج شہوت مراد ہے۔
- سوائے احادیث سے بے آید سفر بھی جواز معانقہ ۶۰۸
- کا ثبوت۔
- امام حسین کی محبوبیت رسول۔ ۶۰۸
- حسنی سے سرکار کی محبت۔ ۶۰۹
- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۶۱۰
- کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔
- عدل رسالت۔ حضرت انس کی محبت رسول۔ ۶۱۱
- حضرت ابوذر پر سرکار کا کرم۔
- حضرت علی کی محبوبیت رسول اور ان کا مقام۔ ۶۱۲
- حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔
- حضرت ابوبکر کی افضلیت۔ ۶۱۳
- مہدی ابوبکر کا عشق رسول اور ان کی افضلیت۔
- حضرت عثمان کی مقبولیت رسول۔ ۶۱۴
- حضرت بکر بن ابی ہاشم کی مقبولیت رسول۔
- مروئی السخیل دہلوی کے نزدیک مستر آن خوانی ۶۱۵
- فائز خوانی، مصافحہ بعد فجر و عصر اور معانقہ عید ۶۱۶
- بدعت حسنہ ہے۔
- معانقہ عید سے متعلق مولانا عبدالحی فرنگی محلی ۶۱۷
- کا فتویٰ۔
- مصافحہ و معانقہ کے بارے میں مہاراست ۶۱۸
- رد المحتار و مرقات۔
- ترسی رسیدہ مسلمان قابل ادب ہے، اہل علم ۶۱۹

- ۶۱۹ اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔
فتاویٰ مولانا عبدالحی میں وہاں بیت کی بیخ کن
جہاں تھیں۔
- ۶۲۰ (۱) بہت سی بدعات جائز ہیں۔
(۲) خطبہ اور واع بدعت ہونے کے باوجود جائز
و ثواب ہے۔
- ۶۲۰ (۳) وجود یہ شہود یہ حضرات کو بدعتی کہنے والا جہاں
ناداقت اور قابل طاعت ہے۔
- ۶۲۰ (۴) شغل بر ربا شرک و گمراہی نہیں۔
(۵) تراویح کے فتم قرآن میں تین بار سورۃ اخلاص
پڑھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱ (۶) میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔
(۷) مگر مصلیٰ، مدینہ منورہ اور جہد میں مجالس
میلاد کا انعقاد اور ای میں سورۃ الفطی سے
نخج قرآن تک ہر سورۃ پر تکبیر۔
- ۶۲۱ تھوڑا فرق ملنے ایسی مجالس میں خود شرکت کی
اور انھیں متبرک بنایا۔
- ۶۲۲ خلاف ادنیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔
ثبوت کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے،
خواہ کراہت تنزیہی ہو۔
- ۶۲۲ آحاد و ایش سے ثابت ہوتا ہے کہ معافہ ابتدا
طلاقات سے خاص نہیں۔
- ۶۲۲ بدعت جہوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں
منوع ہے۔
- ۶۲۵ قوی سابقہ میں نہ ہونا عافیت کی دلیل نہیں۔
- ۶۲۵ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، حرام، واجب،
مندوب، مکروہ، مباح۔
- ۶۲۵ جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ
مذموم نہیں۔
- ۶۲۵ مقصود (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں
کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعت حسنہ۔
- ۶۲۵ حد و حدت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں
ہوتا (تنزیہی ہی نہیں)۔
- ۶۲۶ جہاں بات فقہائے مصافحہ بعد فجر و عصر بلکہ
مصافحہ بعد نماز کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت
ہوتا ہے۔
- ۶۲۶ دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو بدعتوں کی تحریک کے
ساتھ ان کے گناہ جھڑکتے ہیں۔
- ۶۲۶ آن کی مغفرت ہوتی ہے اللہ پر سہر متیں نازل
ہوتی ہیں، سناؤ گئے اس کے لئے جو سبقت گئے۔
- ۶۲۶ اصح یہی ہے کہ مصافحہ بعد نماز جائز ہے۔
تفصیح و فخری میں اختلاف ہو تو اطلاق مشمول کو
ترجیح ہوگی۔
- ۶۲۶ فقہانے جسے رائج و صحیح قرار دیا ہے، اسی کی
پیروی کرنی ہے۔
- ۶۲۶ قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور غی لغت
اجماع ہے۔
- ۶۲۶ اہل باطل کا شعرا اسی وقت تک قابل احترام ہے
جب تک ان کا شعارہ ہے، اگر ان سے رواج
انٹے گی اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے قراب

۶۳۸	اُس سے مخالفت نہیں۔	۶۳۴	مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہئے۔
	بہت بڑا حد سے پینا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بہت کی بجائے اور کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔	۶۳۶	مسلمان کی خاطر داری رعایت ادب پر مقدم ہے۔
۶۳۸		۶۳۹	مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ شرع سے صریح اور ناقابل تاویل مخالفت نہ ہو۔
۶۴۱	<u>باب الاسسقاء</u>	۶۴۰	بدعت مذمومہ کا ارتکاب ترک سنت سے
۶۴۱	استسقاء دعا ہے یا نماز اور یہ کب ہو۔		
	+		
	+		
	+		

فہرست ضمنی مسائل

۲۹۸ ایسی زمین پر دی جانے جو مسجد سے متعلق ہو۔	اذان و اقامت
۲۹۸ اذان بلند پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد
مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور	زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے
ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدر
سنت ہے۔	نہیں، مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع
۲۹۹ اذان و اذان ہوئی چاہے جہاں سے جمایوں کو	نہیں کرنا چاہئے۔
۲۹۹ خوب آواز چنیجے۔	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک
۲۹۹ سنت یہ ہے کہ اذان منار سے پر جو اور تکبیر	پر انگوٹھا چڑھنا نہیں چاہئے۔
۲۹۹ مسجد میں۔	ہمارے علماء کو امام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد
۲۹۹ اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو	میں اذان دینی مکروہ ہے۔
۲۹۹ مسجد کے آگے پاس پاس کے متعلق زمین میں	اذان منار سے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد
۲۹۹ اذان دے۔	میں اذان نہ کی جائے۔
۲۹۵ جمعہ کا اذان اور آخر وقت۔	۲۹۸ اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔
	اذان کے لئے اگر منار نہ ہو تو مسجد سے باہر

جماعت

دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتدار میں ہے۔
قصا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔

امامت

جمہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔
جمہ کی امامت کے لئے سلف یا ماذن کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔
نماز پنجگانہ، جمہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔

امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
شافعی امام کے بچے حنفی کا جمہ ہو گا یا نہیں
امام قابل امامت ہو اور آج بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا نظر پڑے۔

امام نے جمہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمہ کی نماز میں شرکت کی ایہ کیسا ہے۔

عقیدہ لا امام کوئی ہو۔

لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمہ میں ہے

امام جمہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے

جمہ و عیدین و نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔

عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمہ کے

امام کے لئے ہیں۔

۵۸۲

عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔

۵۸۳

قرأت

فاتحہ کے بعد بسم اللہ شریف ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سلوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔

۱۹۲

چار رکعت والی نماز میں پھلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ختم کرنا کیسا ہے۔

۱۹۲

فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یہ آئے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کیسے، اور اگر رکوع کے بعد یہ آئے تو سجدہ سہو کرے۔

۱۹۶

مسائل فقہ

فقہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی فقہ دے سکتا ہے یا نہیں۔

۲۱۲

فقہ اولیٰ میں امام سہو اٹھا ہو گیا اور مقتدی نے ختم دیا تو نماز ہو گی یا نہیں۔

۲۱۳

امام کو فقہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا اللہ تعالیٰ سے بھی فقہ دیا جا سکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔

۲۱۴

بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پڑھے نہیں اور اگر پڑھا تو نماز ہو جائے گی مگر رکوع چلا کر ہو گا پڑھنے

۶۹

۱۹۲

۲۵۹

۳۸۴

۳۸۴

۳۹۹

۴۰۴

۴۲۰

۴۴۱

۴۴۱

۴۶۲

۴۶۹

۵۶۷

کے لئے مقتدی نے قمر دیا تو اس کی نماز خاصہ ہوگی۔

احکام مسبق

تہجد سو کے لئے امام سلام کرے تو مسبق بھی سلام کرنے میں شریک ہو یا نہیں۔
تسبیح سجدہ سو کا سلام ذکر ہے۔

ذکر الہی

تکبیر ذکر الہی پر دلائل۔

تردعا بالبداہتہ ذکر الہی ہے۔

تکبیر ذکر سے متعلق احادیث۔

ذکر الہی اتنی کثرت سے کریں کہ لوگ مجذوب بنائیں۔

جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگا۔

آداب دعا

جبہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔

قبلہ رو ہمیشہ رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر

نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔

دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو ہمیشہ رہنا

خزوری نہیں۔

دونوں خطبوں کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا

نہیں۔

نماز حیدرین کے بعد دعا تا بعین نظام اور مجتہدین

۵۱۱ احکام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

علاء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد

۵۱۶ دعا مانگنے کو آداب سے گتے ہیں۔

مطلوب کی دعا نماز ذات رکعت و سجود کے بعد

۵۱۷ واقع ہونا آداب سے ہے۔

۵۱۸ دعا کا محل عمل صانع سے فراغت کے بعد ہے۔

بعد فراغ محلیت دعا فرائض سے خاص نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت

۵۱۹ فصل کے بعد پانچ اشکار دعا مانگنے کا حکم دیا۔

۵۱۹ دعا مانگنے کا ستھن طریقہ۔

۵۲۵ رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے

۵۲۰ بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔

۵۲۱ مقام اجابت دعا کی تحری مسفری و محبوب ہے۔

۵۲۲ تحری مذکور پر قرآن حدیث سے دلائل۔

۵۲۲ گروہ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین

۵۲۳ کہیں تران کی دعا مقبول ہے۔

۵۲۶ علاء نے مجمع مسلمین کو اوقات اجابت سے

۵۲۳ شمار کیا ہے۔

مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث

۵۲۳ صحاح سے ثابت ہے۔

۵۲۶ جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت

۵۲۳ ظاہر تر ہوگی۔

۵۲۳ دعا نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں۔

۵۲۶ بعد نماز پانچ اشکار دعا نہ مانگنے والے کی نماز

۱۶۴	۵۲۳	ناقص ہے	ادا ہو گیا یا نہیں۔
	۵۲۳	تسبیح جو دعویٰ دعا ہے۔	نیت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا
۱۶۵		اتسار کا قرآن ہے کہ جمع عید میں آخرت کے لئے	کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔
۱۶۵	۵۲۶	جو نگو کے عطا کر دیں گا۔	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کوئی ہے۔
۱۶۶		اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو	نیت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔
		تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعا	کفارہ میں قرآنی شریعت دیے سے پورا کفارہ
		روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو	ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریعت جس بدیہ کا ہے اتنا
۱۶۵	۵۲۶	بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔	ہی ادا ہو گا۔
		جس نے غیر سے اٹھے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ و	
	۵۲۹	نگہداشت کے لئے ہے۔	احکام قبور
۱۱۳		دعا مطلقاً اعظم منہ و بات دینیہ و اجل مطلب	قبور کو ہزار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے
۱۲۲	۵۳۰	شرعیہ ہے۔	قبور پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔
		دعا کی تاکید و تکثیر اور ترک دعا پر تنبیہ سے متعلق	
	۵۳۲	گیارہ احادیث کریمہ۔	اعترافات
		قضا سے عمری	معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھا یقیناً
		نیت کی جانب سے قضا سے عمری ادا کرنے کی	روا ہے۔
	۱۵۴	ایک صورت۔	مسجد میں معتکف کو سونا جانا ہے اور غیر معتکف
	۱۵۵	قضا سے عمری کا ایک غلط طریقہ۔	کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مصنف
	۱۵۷	قضا سے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔	کا تحقیق۔
	۱۶۳	قضا سے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔	صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو کھانا پینا
			مسجد میں جائز نہیں۔
۹۵			معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پئے۔
۹۶			
		حیلہ اسقاط	عتائد و کلام
		نیت کے ذکر نماز و روزہ کا کفارہ جو اور کفارہ	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔
		میں قرآن شریعت کا بدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ	

فوائد حدیثیہ

- ۴۱۳ حدیث "قد قعدت" میں تعدی اعتقاد پر محمول ہے۔ ۴۲۲
- ۴۲۰ آج و خیر کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قصا اس پر فرض ہے۔ ۴۲۰
- ۴۲۰ بدعت حسد کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے۔ ۴۲۰
- ۴۲۰ جنتی میلہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکنے کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسد اور مندوب ہے۔ ۴۲۰
- ۴۲۰ زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے ہر باعقا سنت ہونہ کہ باعقا و اباحت و ندب۔ ۴۲۱
- ۴۲۵ موجود معدوم کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا۔ ۴۲۶
- ۴۲۶ قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔ ۴۲۷
- ۴۲۷ مسلمانوں کو بلا ہر مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔ ۴۲۸
- ۴۲۸ بہت کسی بدعات جائز ہیں۔ ۴۲۹
- ۴۲۹ خطبۃ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔ ۴۳۰
- ۴۳۰ وجود یہ شہودیہ حضرات کو بدعتی کہنا بالاجماع و ناواقف اور قابل طاعت ہے۔ ۴۳۰
- ۴۳۰ شعل برزخ شرک و گمراہی نہیں۔ ۴۳۵
- ۴۳۵ باقی ہے۔ وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معادرت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔ ۵۰۰
- ۵۰۰ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استیجاب میں کافی دوائی ہے۔ ۵۰۹

لغت

- بیت یدئی بہت مقابل میں غمناکے جہت تک صادق ہے۔
- بیت یدئی کے معنی کی وضاحت اور اُس پر قرآن و حدیث سے شواہد کا ذکر۔

سیرت النبی ﷺ

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دستہ مبارک بلند فرما کر ایک جگہ کو مینہ برسنے اور دوسرے جگہ کو دیر طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً پس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔
قاروق و دشمن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عید کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔

اسماء الرجال

محمد بن الصباح البزار صدوق ہے۔

محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔

ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔

محمد بن رافع البعلی ثقہ ہے۔

فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔

فوائد اصولیہ

جس مسئلہ پر تمام بلاد میں امام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد مل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔

جو دعویٰ خلاف تعامل کرے اپنے دعویٰ پر دلیل لائے۔

قولی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قولی پر عمل ہوگا۔

کیا ت نا مخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔

امام ابن حجر کے قول "بَعَثُوا بَعْضَهُمْ" میں لفظ بعض پر مصنف کی تحقیق بحث۔

جاء في المتن أن بعضه، جاء في المتن أن بعضه قابل استناد نہیں۔

مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔

تعلیل مقلد اجماعاً باطل ہے۔

مجرد حدیث شرعاً دلیل منع نہیں۔

فقیہی بدعت مستلزم قبح و شناعة نہیں۔

لازم ایہام سنتیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی الترتیب کا۔

جواز فعل کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے۔

منوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ و اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔

خدا و رسول کی نہی کے بغیر ہرگز کوئی شے منوع نہیں ہو سکتی۔

راطل پر وقوف و عدم وقوف سنت دعا کی نفی نہیں کر سکتا۔

جس مامر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز منوع نہیں ہو سکتا۔

۱۰۸

۲۱۷

۴۱۸

۴۱۹

۴۱۹

۴۱۹

۴۱۹

۴۲۰

۴۲۳

۴۷۷

۴۷۷

۴۷۷

۵۱۵

۵۱۵

۴۷۷

۵۲۲

۵۲۳

۵۲۶

۵۲۶

۵۲۶

۵۲۶

۵۲۷

۶۰

۶۰

- فریضہ نافذ کے لئے ثبوت خاص بعینہ واجباً
کے لئے ثبوت خاص ہے۔ ۵۲۱
ہر ذکر دعا ہے۔ ۵۲۲
نگرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا
میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
تجوہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں
آئے تو خاص ہوتا ہے۔ ۵۲۹
اسماہ بشر و طاسب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔ ۵۲۹
ادعائے تکلیفیں بے تخصیص محض مردود و
باطل ہے۔ ۵۲۹
حیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ
اہم ہوتا ہے۔ ۵۲۹
خدا و رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو
مخصوص و مقید کرنے والا کوئی ہے۔ ۵۲۲
خدا و رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جس چیز سے منع نہ فرمایا ہو دوسرا اس سے
منع کرنے والا کوئی ہے۔ ۵۲۵
اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئت خاصہ
اور محل معین سے مخصوص فرمایا اس سے تجاوز
جائز نہیں۔ ۵۲۵
اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال
پر رکھا ہرگز کسی ہیئت و محل پر مقتصر نہ ہوگی۔ ۵۲۵
اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ
دعا کے دلائل ہیں۔ ۵۲۵
- تہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا
فرق ہے۔ ۵۲۹
نہ دیکھا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ۵۲۰
قائے تعقیب اتصال حقیقی پر دال نہیں۔ ۵۲۰
قوایع حاصل نہیں ہوتے۔ ۵۲۱
احادیث متعددہ کا واقع متعددہ پر محمول
ہونا ممکن ہے۔ ۵۲۲
واقع حال کے لئے عموم نہیں۔ ۵۲۲
ترک مرتہ واجب و لزوم کی ساقی ہوتا ہے۔ ۵۲۲
قطع فاصلہ مہلت چاہتا ہے۔ ۵۲۲
نہ کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے۔ ۵۲۵
مستدل کو احتیال کافی نہیں خصوصاً خلاف میل۔ ۵۲۶
خدا بار بار مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی
اتصال و تعقیب کے۔ ۵۲۶
میں وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ ۵۲۹
باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام
خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔ ۵۲۹
اطلاق حکم کے معنی کا بیان ۵۲۹
جب تکہ شرعی استثناء نہ ہو تمام خصوصیات
و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔ ۵۲۹
عدم و جہان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ ۵۵۰
عدم نقل نقل عدم نہیں۔ ۵۵۰
عدم نقل نافی وجود نہیں۔ ۵۵۱
عدم ثبوت کو اثبات عدم لازم نہیں۔ ۵۵۱
بار بار روایت حدیث امور مشہورہ و معروفہ کو

- ۵۵۱۔ چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا۔
 ۵۵۱۔ نقل عدم فعلی منع نہیں۔
 ۵۵۱۔ نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔
 ۵۵۱۔ مجرد عدم نقل اور عدم فعل مستلزم مخالفت نہیں۔
 ۵۵۱۔ بدعتوں سے مشابہت صوفیوں میں صورتوں میں منوط ہے۔
 ۶۲۵۔ قرآن سابقہ میں نہ ہونا مخالفت کی دلیل نہیں۔
 ۶۲۵۔ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔
 ۶۲۵۔ جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔
 ۶۲۵۔ مقتصد قرآن میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعت حسنہ۔
 ۶۲۵۔ مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تشریح بھی نہیں)۔
 ۶۲۶۔ اہل باطل کا شمار اسی وقت تک قابل احترام ہے جب تک ان کا شمار ہے یا اگر ان سے رواج آگیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب اس سے ممانعت نہیں۔
 ۶۳۴۔
- قواعد فقہیہ**
 مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغیر غلو نماز چمکاؤ وقف خالص کیا گیا ہو۔
 عمارت و بنایا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔
- ۹۲۔ مسجدیت محکم سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔
 حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم
 ۹۲۔ اقدام ہے۔
 ۹۶۔ فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو
 اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔
 یہ ادما کہ مسجد و فناء کا مفہوم واحد ہے
 ۹۶۔ جمل شدید ہے۔
 ۹۶۔ حق مسجد کا جو بہ مسجد ہونا اہل بدعتیات ہے
 حق مسجد کو حلال کہیں مسجد حقیقی اور کہیں مسجد افکار سے تعبیر فرماتے ہیں۔
 ۹۸۔ بدعت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔
 ۲۷۲۔ شہر کی تعریف۔
 شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکن جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر راۓ کے خلاف ہے۔
 ۲۷۲۔ خطبہ کے الفاظ کے معانی کا بھننا صحت جمعہ کے لئے شرط نہیں۔
 ۲۸۲۔ احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔
 ۲۹۴۔ جمعہ، عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہر تو سو کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔
 ۳۱۲۔ فناء شہر کس کو کہتے ہیں۔
 ۳۲۳۔ احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔
 ۳۶۵۔ عصر، قری اور شہر کا فرق۔
 ۳۶۵۔ جہاں جمعہ گئے ہونے میں اشتباہ ہو وہاں

- ۴۹۸ احتیاطی ظہر منع ہے۔
جس جگہ قول مجتہد موجود ہو علما اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں۔
- ۴۹۹ اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علما اس کو بطور جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحت بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی الذہب منسوب معلوم نہ ہو۔
- ۵۰۰ اگر کوئی عالم قولی غیر مجتہد کو بطور جزم لکھ جائے تو اس پر گرفت ہوتی ہے۔
- ۵۰۱ یہ وقت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔
- ۵۰۲ تنہا حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل
- ۵۰۳ ضروری ہے۔
- ۵۰۴ مجلس واحد حسب تصریح کافرائم جامع کلت ہوتی ہے۔
- ۵۰۵ لکھاب وقبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں۔
- ۵۰۶ المصنوع لا یسیر اکبر حسب جدد اھل
- ۵۰۷ یہ نہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔
- ۵۰۸ اب جمع میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔
- ۵۰۹ جسد کی اذان ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنہج سے استدلال محض ناواقفی ہے۔
- ۵۱۰ فرض و واجب و فحل میں فرق۔
- ۵۱۱ زید و حدو کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً و شرعاً مبطل فور نہیں۔
- ۵۱۲ مسئلہ ختم سجدہ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں حاصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔
- ۵۱۳ تسبیح و اربع فرائض ہیں۔
- ۵۱۴ نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا وعدہ باطل لہذا عدم دعا پر استدلال غلط
- ۵۱۵ قاضی کی تعریف اور شرائط۔
- ۵۱۶ خلاف اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔
- ۵۱۷ ثبوت کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے
- ۵۱۸ قولہ کراہت تنزیہی ہو۔
- ۵۱۹ ریاضی
- ۵۲۰ منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔
- ۵۲۱ تاریخ و تذکرہ
- ۵۲۲ زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں زمین اس کا طول و عرض کتنا تھا۔
- ۵۲۳ صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رویہ ایک مستطیل والاں تھا جزیر مسجد تھا اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے۔
- ۵۲۴ اصحاب صفہ فقرا تھے۔
- ۵۲۵ جمعہ کس سال فرض ہوا۔
- ۵۲۶ جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوتی

خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں ہوتی تھی۔

۳۰۲ جمعہ کی اذان ثانی زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔

زمانہ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی۔ پھر امام اپنے راحہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔

۵۱۵ زمانہ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے بغیر ہوتی تھی۔

تکبیرات نہاد کب سے شروع ہوئیں۔

فضائل و مناقب

احمال صالحہ و جہرِ رضا سے مولیٰ بل و عسل ہوتے ہیں۔

۵۱۷ ہر حرمِ قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔

۵۱۸ اطفال کے وقت روزہ دار کی ایک دعا روز نہیں ہوتی۔

۵۱۸ یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و قفل سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قید و خصوص نہیں۔

۵۱۹ نماز اصلِ اعمال و اعظم ارکانِ اسلام ہے۔

نماز روزے سے زیادہ موجبِ رضا ہے۔

۵۱۹ ذوالجلال والا کرام ہے۔

و آجباتِ نازل سے اعلیٰ و اعظم اور ارشائے الہی میں اذوق و اتم ہیں۔

دعا نبی قرآن و حدیث و اجماع اللہ قسیم و

۵۲۲ حدیث اعظم مندوباتِ شرع سے ہے۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔

۵۲۲ سب سے زیادہ قرب بندے کا اپنے رب سے حالتِ سجود میں ہوتا ہے۔

۵۲۳ غیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔

۵۲۹ امام حسین کی محبوبیت رسولِ حسنین سے سرکار کی محبت۔

۶۰۸ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالمِ مکت ہوئے کی دعا۔

۶۰۹ عدل رسالت۔ حضرت انسید کی محبت رسول۔

۶۰۹ حضرت ابوذر پر سرکارِ اکرام۔

۶۱۰ حضرت علی کی محبوبیت رسول اور ان کا مقام۔

۶۱۰ حضرت ابوبکر کی عظمت و مقبولیت۔

۶۱۱ حضرت ابوبکر کی افضلیت۔

۶۱۲ صدیق اکبر کا عشق رسول اور ان کی افضلیت۔

۶۱۲ حضرت عثمان کی مقبولیت رسول۔

۶۱۳ حضرت جابرؓ کی مقبولیت رسول۔

۶۱۳ ہر حسن رسیدہ مسلمان قابلِ ادب ہے، اہل علم اور ساداتِ کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔

۶۱۹ دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک کے ساتھ ان کے گناہ بھڑکتے ہیں۔

۶۲۹ ان کی مغفرت ہوتی ہے۔ ان پر سورہتین نازل ہوتی ہیں۔ ننانوے اس کے لئے جو سبقت کرے ۶۲۹

حظروا یا حمت

مسجد میں پڑھنا ممنوع، ہاں اگر اس میں

مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔

جنبی کا بھی مسجد میں جانا جائز نہیں۔

اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا

کہیں پانی نہ ملے تو جنبی تیمم کر کے وہاں

جاسکتا ہے۔

مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو

حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل

کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض

غلط ہے۔

ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔

بلند مسجدیں سنانا جائز ہے۔

سودا کی غلط آمدنی سے مسجد کے فرش، کمران

وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔

مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں نہ ہوں

یا پڑائی۔

مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔

مسجد یا مسجد میں گالی لگوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں

ایسے کہ مسجد سے نکال دینا چاہئے۔

مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ ہر

سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو

تکلیف ہو منع ہے۔

تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ

سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔

خطبہ میں اسم جلال یا حضور کا اسم مبارک آئے

تو دل میں جل جلالہ یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

زبان سے نہیں۔

خطبہ کے وقت تنقیہیں پڑھنا ممنوع ہے۔

خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طریق پر پڑھا جاسکتا ہے

اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔

تلاوت میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ

پڑھنا چاہئے، اور وہ آیت سورہ کہ ابتدا میں

ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں حرج نہیں۔

اگر وہ اسی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ

مباح ہے۔

دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سنتا جائز

ہے یا نہیں۔

جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے۔

جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔

حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر

درود پڑھنا جائز ہے۔

سلاطین کے لئے مبالغہ آیز احاطہ ممنوع ہیں۔

اردو میں خطبہ خلافت سنت ہے۔

دوران خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں

درو و شریعت پڑھیں۔

یاتی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے

اندراذان کے لئے منارہ یا کوئی محل ہر تفع بنایا

تو جائز ہے، اتنا کہ اندراذان کے لئے حبسہ

۶۵

۶۷

۶۷

۸۵

۸۷

۸۹

۸۹

۹۰

۹۵

۹۵

۹۹

۱۳۴

- ۶۲۱ تراویح کے ختم قرآن میں تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱ میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھا مستحسن ہے۔
- ۶۲۱ منکھ معتدل، دینہ منورہ اور جہدہ میں جہاںس میلہ کا انعقاد اور ان میں سورۃ والضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورۃ پر تکبیر۔
- ۶۲۱ حنا یا ہمدانیہ کے ساتھ باہر پڑھانے کو پناہ دینا کھینچنا نہیں چاہئے۔
- ۶۲۶ مسلمان کی خاطر داری رعایت ادب پر مقدم ہے۔
- ۶۲۶ مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ صریح اور ناقابل تاویل نہ ہو۔
- ۶۲۶ برکت جہاد سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجا آوری میں کسی سخت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔
- ۶۲۸ **تفسیر و علوم قرآن**
- ۵۱۶ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغتم فاصبوا والی سربك فاصبک کی تفسیر۔
- ۵۱۶ آیت مذکورہ میں بقول سیدنا خدا اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرباغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصیب سے مراد دھبہ میں جدوجہد کرنا ہے۔
- ۵۱۶ آیت کو یہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ نماز فرض واجب اور نفل سب کو شامی ہے لہذا نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔
- ۵۱۶ کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔
- ۵۰۲ سمجھا جائے گا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی مسجد میں جواز و ضوک ایک صورت۔
- ۵۰۲ منہ نہ بیرون مسجد تھا بعد مسجد پڑھائی گئی اب منہ نہ اندرون مسجد ہو گیا تو اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔
- ۵۰۲ تمام مسجد کے بعد اگر باقی مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیا مکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔
- ۵۰۲ تمام مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔
- ۵۰۲ عید کے خطبہ میں لبیک یا درود پڑھنا کیسا ہے عیدین و تہجد وغیرہ کے بعد دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔
- ۵۲۲ نماز میں آدمی ہر قسم کی دُعا نہیں مانگ سکتا۔
- ۵۲۲ شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تعینہ وقت و تخصیص جیت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔
- ۵۲۰ شرع میں تکثیر دُعا پر ترغیب اور ترک دُعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔
- ۵۲۰ ذکر، تسبیح، تہلیل اور دُعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔
- ۵۳۸ خطبہ میں یا نماز سے پہلے پندہ کی تحریر کیسی ہے
- ۵۲۶ خواجه زمیں میں عید گاہ بنی ہرودہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔
- ۵۴۶ نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔

منطق

ایجاب کلی اور سلب جزی میں منافقا ہے۔ ۵۴۶

مشاظرہ و رد بد مذہبیاں

تسنیوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔ ۵۴۷

تصنیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو قتل دلیل سے مسترد سمجھا۔ ۵۴۸

قید دوم فتویٰ مولوی عبدالحی کھنوی سے اسناد پر کلام اور ادہام مانعیں کے ازالہ تام کے بیان میں۔ ۵۴۹

تجروا مانع کسے اثبات حمانت اس کے فتر ہے۔ ۵۵۰

قرون ثانیہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننا دبا یہ کام غلط عادتہ الورد ہے۔ ۵۵۱

دبا یہ کے خلاف مولوی عبدالحی کھنوی کے فتاویٰ سے پندرہ جہازیں۔ ۵۵۲

رضاعت

کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہے۔ ۴۱۸

مدت رضاعت میں جو ارتقاغ ہو موجب تحریم ہے۔ ۴۱۹

وقف

صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خط زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔ ۵۵۳

بیع

مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔ ۹۰

غصب

کسی نے مسجد پر ظلم قبضہ کر لیا اور حصول مال کی کوئی صورت نہ ہوا اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ۹۱

اجارہ

مسجد کے حجرہ میں تعیند کچھ کراہت پر دیت جائز ہیں۔ ۹۵

تمکین

مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو بلحاظ اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطردہ بنی نوع انسانی سے ہے، ایک پارہ مستحق کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچانے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔ ۴۱

رسم المقتی

مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعتِ مشنیعہ کہنا ایک حکمِ تراشد و رسولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل نادر و اسے اور ایک حکمِ مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہ گار و مستحقِ عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔

دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ اور ہمارے لئے قولِ مجتہد ہے۔

علماءِ محاطین مسائلِ اجتہاد میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تفصیل و تکفیر کی جائے۔

تصحیح و فتویٰ میں اختلاف برتر اطلاقِ متون کو ترجیح ہوگی۔

فقہاء نے جسے رائج و صحیح قرار دیا جس اُسی کی پیروی کرنی ہے۔

قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے۔

قسم

اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں بھی تو حاشا نہ ہوگا۔

اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حاشا نہ ہوگا۔

متفرقات

زبانِ عرب میں مسقت جتنے کو شستوی اور غیر مسقت کو سیغی کہتے ہیں۔

۶۱ مسجد ضرار کی تعریف۔

۷۷ متغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔

۸۰ مسجدِ ضرار کی ایک صورت۔

۸۶ متغیر کے کتنے ذریعے ہوں اور کس ذریعہ پر خطبہ ہو

اور متغیر کا رواج کب سے ہے۔

۳۲۳ شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب

۳۲۸ نہ مل سکا)

مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان ۴۶۵

مقصد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم الشان سند

جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی

امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ

علیہ السلام پہنچی ہے۔

۵۱۲ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ ہے جو اثر

اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اُس پر تقریر

نہیں فرماتے۔

۵۱۵ دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو متعلیٰ ہیں۔

۵۲۶ فضائل و ترغیب و دعا سے متعلق احادیث کا

ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔

۵۳۲ دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں (حاشیہ)

۵۳۵



باب احکام المسجد

(احکام مسجد کا بیان)

مسئلہ از لکھنؤ محمد علی گنج مسند حافظ عبد اللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ
کی فرمائے ہیں علمائے دین جواب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر لمبیب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں،
بیّنوا التوجہوا۔

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے، ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر
صفت بندی کریں یہ جگہ کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشغول نہ ہو۔
فی المسجد گیرية الصعود علی کل مسجد مکروہ و
لهذا اذا اشتد لحرقه ان يصلوا بالجماعة
فوقه الا اذا ضاق المسجد فح لا یکره الصعود
علی سطحه لضرورة کذا فی الفرائد۔
واللہ تعالی اعلم۔

عالمگیری میں ہے ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہی
وجہ ہے کہ شدید گرمی کے وقت اس کے اوپر جماعت کرنا
مکروہ ہے البتہ اس صورت میں کہ مسجد نمازیوں پر تنگی
ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا
مکروہ نہیں جیسا کہ غرائب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

(اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے)

ملک الملک از قصبہ کشور استیشن سائنس ضلع سورت، ملک گجرات، مسجد ٹرپ واسطے، مرسلہ برلوی عبدالحق صاحب
درس مدرسہ عربیہ کشور دسینٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۴ جادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر دوہم گزائیں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب و عشاء و
لجرا اور کبھی عصر صبحی اور اکی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو
کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی اگر اس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگے تودیاں پر جماعت بھی
کر لیتے ہیں اور موسم اعتدالی ربیع و خریف میں بھی کبھی جماعت مسجد مذکور پر ہو جایا کرتی ہے، اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا
دیا جائے یا نہیں، اس پر جنہی وغیرہ ناپاک آدمی کا بلا خدا شرمی کے جانا جائز ہے یا نہیں؟ دو شخص باجماعت مناظرہ کرتے ہیں ایک
کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنہی کا اس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلیٰ عید کے حکم میں ہے جنہی کو اس پر جانا
جائز ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ جہاں سے شہر شہادت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں اور یہی
دلیل یہ کہ فنا اور حرم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حرم مسجد پر جب جنہی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز
ہوگا کس واسطے کہ فنا کو حکم مصلیٰ عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے وہ عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں
عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے مستند بھی ہیں اب ہر ایک
مناظرین مرقوم بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلیٰ عند الشرع کون؟ اور
الغذفاں مسجد اور حرم مسجد کے معنی صحن مسجد کے کھنسا میج میں یا غلط، اور دوسرے یہ کہ ساکنان شہر سورت کا عرف کہ

ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پاسے گا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ علیگیری وغیرہ ہا
میں ہے :

ساجل بہ ساحة، مرقوماں یعملوا فیہا
بجماعة ان قال یصلوا فیہا ابداءا و اخرهم
بالصلوة مطلقا و نوى الابد صارت الساحة
مسجداً لومات لا یوثق عنہ احد مخلصاً
ایک آدمی کی گھل جگہ ہے دو گوں سے کتا ہے کہ یہاں نماز
اد کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو،
یا اتنا کہا نماز پڑھو مگر نیت ہمیشہ کی، تو وہ مگر مسجد کہلاتے
گی۔ اگر وہ فوت ہو جاتا ہے
تو درین دراشت میں شامل نہ ہوگی اور طغفان (ت)

پھر مسقف و غیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد سے فتاویٰ مسجد ٹھہرنا بعض جہ معنی۔
ثانیاً ہر ماقل باننا ہے کہ مسجد و مسجد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بطاقت اختلاف موسم دو حصوں پر تقسیم کرنا
عادات مطرۃ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمرۃ الارض میں تمام اعصار و اصعد کے لوگ اتفاق کئے ہوئے
ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھے، ہوا
لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے، زبان عرب میں اول کو شتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی۔ کما افادہ
العلامة ہمدانی بن محمود الحنفی فی کتابہ الامان من البسایۃ شرح الہدایۃ (جیسا کہ علامہ ہمدانی بن
حمود عینی نے بنایہ شرح الہدایۃ کے کتاب الایمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اس مسجد یا
منزل کے یکساں و جزء ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مسجد میں صحن
رکھنے سے بھی دو حصوں کی یہی فرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو
خارج از مسجد ٹھہرائیے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و محصرین گرام کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو
نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و احتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصد یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی عیسوی
حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا
انہیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول
نماز و تراویح و احتکاف ہونا درکار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالآخر جم ثابت کہ جس طرح
انہوں نے اپنے صحن کے لئے مکان سکونت میں صحن و دالان و دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام
اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انہی دو حصوں پر تقسیم کیا۔

ثالثاً مب نمازیوں سے پوچھتے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر جاتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ مذکورہ گرامیوں نے جو منہرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور ان کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور ان کے مشقت کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، سو یہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں، تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

سابعاً بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انہی کے افعال ان کی غلطی پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاہرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھتے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت تھی؟ فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لا صلوة علی من المسجد الا فی المسجد (مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہوئی اور منہرب و عشا کیلئے چھوڑی، کیا کوئی وہی محل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر اذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد پرستے ساتھ مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حرم و حرالی میں نماز پڑھ کر پلو آئے، کیا اہل عقل ایسے شخص کو جہنم نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض، اگر یہ منکر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری میں پڑھنی پڑتی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدّم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے، حق مسجد سے ادا ہوتے۔ بیان تک کہ ملا اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاویٰ امام قاضی حان پھر فرماۓ المفقین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے،

یذہب الی مسجد منزله ویؤذن فیہ ویصلی
وان کان واحداً لان مسجد منزله حق
علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لایحصر
مسجد واحد قالوا یؤذن ویصلی
ویصلی وحده حدیثك احب منی
ان یصلی فی مسجد اخر

تو ای اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں اذان دے
اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے
جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن
کے بارے میں جس میں کوئی تنہا نہیں آتا فقہاء نے
کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی اذان دے اور نماز پڑھے
یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

تنبیہ: انہیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ مستثنیٰ کو جماعت خارج کرنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیغہ یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اس جماعت خارجہ مصطلکہ سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جز مسجد نہیں اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کرنا ایسا ہے جیسے علماء کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یعنی حاج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، تو یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انہوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شستری یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد کہنے کا حاصل اس قدر ہو گا کہ درجہ شستری نہیں نہ یہ کہ شفا مسجد نہیں، ان کے افعال دائمی یعنی موسم گرام میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادہ عطوفۃ فی الزمرہ، یہاں جماعت رات جس کی تصریح سواں میں موجود۔ اور وصاحت گرام میں یہیں تراویح پڑھنا، متکلف رہنا کفایت بالقطع معلوم و مشہور، اس مراد مقصود پر شاہ میں وغیرہ تعبیریں و محدث تعبیریں، کہ دیکھنی علی حسبی عاقل فصلا عن حاصل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے غلطی نہیں چاہیے کسی فاضل پر غلطی رہے۔ ت)

خاصاً طرفہ کہ انکار کرنے والے علت، دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں ان کے قول پر یہی ذلتہ مراد ہے حجت شنیہ مسلمانوں سے علی الاموال والا التزام الواقع برقی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھو کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حج مسجد تک کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ شوافع میں اپنی ہی تکلیف ہے، اب اگر اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم بہار وقت کی جماعت نافذ ہی ہو کر رہے، اور بالفرض ان کی یہ بات غلطی کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و احتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے باطلیہ گھبراہٹیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے از رہیں گے اور ٹراپک دوانے یہ ناجی و سبب کی صحت مصیبت گوارا بھی کر لی تو حام خلائی کا تسخیر قطعی یعنی تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ مسجد کا ویرن کرنا اور ان میں ذکر نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے۔

قال الله عز وجل ومن اظلم صحن من صحن
من بعد الله ان يذکر فيها اسمه وسبح فی
خرابها
اور ان کی ویرانی میں کھٹکتی رہے۔

اب صحن کو مسجد نہ مانے والے غم کریں کہ کس کا قول اہل الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سادساً اس مسئلہ جلیلہ کو کلاسیک انداز پر ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو جو کثیرہ میسر علاء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جزاً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سترگز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانب شام ایک مسقف دالان جنوب رویتھا جیسے نقشہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزء مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندھی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق، بن الہمام مذکور متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسک مشکط میں فرماتے ہیں :

(اس کا مد) یعنی ہندول کی حدود (منبر کی دوسری طرف) مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے اور جب منبر مغرب پانچویں ستون تک اور جانب شام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے ستر گز ہے) اور نشانات معلوم کی وجہ سے اہل مدینہ کو معلوم ہے (ت) تلخیصاً۔ (ت)

(حد ۱) ای حدود المسجد الاول (من) المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر ومن الثمانية ينتهي مائة ذراع من محرابه صلى الله تعالى عليه وسلم) وهو معلوم لاهل المدينة بالعلامة الموضوعة له ملخصاً۔

علامہ علی ہر قاضی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :
اهل البصرة فقراء المهاجرين ومن لم يكن به منهم منزل يسكنه فكانوا يادون الى موضع مغلل في مسجد المدينة
مجمع بحار شریف میں ہے :

اہل صفہ مجاہد فقراء میں سے تھے اور جس کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفہ مسجد نبوی میں ایک چھتہ اور جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

باب دوم الرجال في المسجد وقال ابو قلابه
عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
كانوا في البصرة وقال عبد الرحمن

باب دوموں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابو قلابہ
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے
ہیں کہ قبیلہ کلکلا کا ایک وفد رسالت مبارک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور وہ صفہ میں تھے

من ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کانت اصحاب
الصفحة العقلیہ
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
کہ اصحاب صفہ فقراء تھے۔ (ت)

علامہ ابن قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

الصفة بضم الصاد وتشديد الفاء موضع
مطل في خيرات المسجد النبوي ت روی
اليه المساكين ت
الصفة، صا و پریش، فا پر تشدید، مسجد نبوی کے آخری
حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پرستار
لیتے تھے۔ (ت)

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ خراب سے اسی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ خراب امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے، پائین مسجد کو پائین کر کے آئے تو سوگر کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی اور
قطع معلوم کہ زمانہ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اس میں کمی نہ ہوئی بلکہ فرو نیاں ہی ہوئی آئیں گرو واجب کہ اس
وقت بھی یہ سرگز صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جزیر مسجد تھا کما ظہر مما نقلت من العبارات (جیسے کہ ہماری
نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ ت) تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سابقاً علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اس سے نماز کی جگہ ڈکے گی مگر جبکہ اس میں
منفعت مسجد ہو اس طرف کہ زمین مسجد اس قدر بگ ہو کہ ستون درجہ شدت درخت ہوں تو جذب تری کیلئے
پیڑ لگے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی غم کھینچ لیں۔ ظہیر یہ دعائیہ و غنائیہ و ہندو و بھارتی و غیر ہا میں ہے،

يكره غرس الشجر في المسجد لانه يشبه
بالبيعة ويشغل مكان الصلوة الا ان
تكون فيه منفعة للمسجد بانه كامن
الارض نزة لا تستقر، ساطعها فيغرس
فيه الشجر ليقل النزاع
مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیوہ (گرج)
کی مشابہت اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس
صورت میں جائز ہے کہ جب اس میں کوئی نفع ہو
مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے
تو اس میں درخت لگانے جائیں تاکہ سیلاب بیت
کم ہو جائے۔ (ت)

ظہیر یہ کے لفظ یہ ہیں :

فتقرس لتجدد عروق الاشجار فذلك
سہ صحیح البخاری باب نوم الرجال في المسجد
سہ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
سہ فتاویٰ قاضی خاں فصل في المسجد
پس درخت لگائیں تاکہ ان کی جڑیں اس تری کو جذب
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۳/۱
دار الکتاب العربی بیروت ۳۳۶/۱
ذکثور مکتوٰۃ ۳۱/۱

المنزفہ یجوز و الا فلا و انما جواز مشائخنا
فی المسجد الجامع بینہما فیہ من
الحاجة اھ۔

کر لیں، تو اب درخت لگانا جائز ہو گا ورنہ نہیں،
ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت
لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت و
حاجت پیش نظر ہے اھ (ت)

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیر درجہ اندرونی میں نہیں ہوتے جاتے بلکہ سائے
میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلاری وغیرہ کے
چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتی، ان کی ہڈیاں آبی پھینسیں کہ اطراف سے جذب کریں اور
بڑے پیر اندر ہوتے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد بھی مسجد میں ہونا ہے اور اسے انھوں نے
مسجد میں ہونا قرار دیا۔ جب تو غرض فی المسجد کی صورت ہوا تو میں
رکھا اور مثال ظہیر نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا، قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نا مسقف نہیں
نہ نہ ہمارا اس کے درخت زیر مسقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں ہونے لگے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرض
فی المسجد جانا۔

تأھنہ علماء فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنا سے مسجد میں کہ مسجد سے متصل
ہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علیگیر میں ہے،
یصح الاقتداء لمن قاعد علی الدکانین الی
تكون علی باب المسجد لانھا من فناء المسجد
متصلة بالمسجد۔
اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دوکان پر کھڑا ہے
جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنا سے مسجد میں
ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دوکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے، تو لاجرم صحن مسجد مسجد ہے
اور یہیں سے ظاہر صحن کو فنا کسنا محض غلط ہے اگر وہ فنا سے مسجد ہوتا تو دوکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا
ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دوکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ کہ متصل
بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دور کے ملوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لاقلاً تمام مسجد
فنا سے مسجد قرار پائے گا لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد
ہے بحوالہ بکوالہ الظہیرۃ فصل لما فرغ من بیان انکراہۃ الخ

جمل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی مسجد کے گا۔
 تاسمعا اخصاف کیے قریہ خاص جزئیہ یعنی مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علماء سے مستفاد
 ہو سکتا ہے۔ اندر فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اسی کے سوا کہیں پانی
 نہ ملے تو تحیم کر کے لے آئے۔ جس طرح وہابیہ و رد المحتار و حاذی کج و حاذی ہندیہ وغیرہ اسفار میں ہے۔

واللفظ لثلاثۃ الاول مسافر صریحاً مسجد فیہ پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں، ایکہ جنہی مسافر ایسی مسجد
 عین ماء وہو جنب ولا یجد غیرہ، قاضی سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ
 یتیم لدخول المسجد من الجوف بآبہ مسجدہ من وہ پانی ذیہ پا آتوہ و دخول مسجد کے لئے یم کر کے یکہ
 دخول المسجد علی کل حال عندنا۔ ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت لئے دخول مسجد مافیع ہے (ت)

ظاہر ہے کہ عامرہ میں عامرہ مسجد جماعت مسقف ہوتی ہیں اور چشمہ آب عادیہ صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات
 لغتاء امور عادیہ غالبہ ہی پر مبنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حنفیہ اندرونی میں چشمہ آب ہو تو انہوں نے صحن ہی
 میں جب کو جانے پر یہ احکام فرمائے خافہم و تصحود پس مسجد اور فرور کرتا۔ اہل کے سوا اور بہت (جو کثیر
 سے استنباط ممکن مگر بعد اُن طائفہ خاصہ کے جو ابتداءً زیر گوشس سامعین ہوئے حاجتِ تعلیل نہیں۔

عاشراً یا ہذا اُن براہینِ ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا بجز مسجد ہونا اجلی بدیہیات تھا جس پر اصل تصریح
 کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح و قطعی تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھائے
 تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلماتِ اندر سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت و خروج و اشتہار
 کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر عادیہ فقہ کو کتب اندر میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور
 باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ
 شتوی میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین درجہ اُن میں بائیں طرف کا درجہ بھی جزیرہ مسجد ہے اور اُس میں
 بھی جنب کر جانا حرام یا نہیں تو غالباً ہر اس کا جزئیہ نہ پاسے گا مگر بحمد اللہ تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ
 کا خاص جزئیہ کلماتِ علماء میں یاد آیا جس میں اندر دین نے صاف تصریح فرمائی ہیں کہ مسجد کے صحن و شتوی یعنی
 صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب شیخہ امام کاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری قناتوی خلاصہ
 پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیحی تمیمی الحنفی شرح کفر اللہ قاتی پھر امام حسین بن محمد سمعانی خزائن المقیین
 پھر امام محسن علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الامام فتح القدیر پھر علامہ عبد الرحمن بن محمد ردی مجمع الانہر شرح

ملحق الامام پیر علاء الدین احمد عمری حاشیہ مرقا الفوائد شرح نور الایضاح پھر حاتم المحققین شہیدی محمد بن عابد بن
شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں،

واللفظ للخلاصة والمختارة من أجل انتهي الم
الامام وانتاس في صنوة بفجران رجاء ان يدرك
مرکعة في الجماعة یا قی برکعتی الفجر عند
باب المسجد وان لم یکن یا قی بهما فی
المسجد الشوری ان کان لا امام فی الصیف
وان کان الام فی الشوری هو یا قی فی الصیف وانت
کان المسجد واحد ایتقت فی ناحية المسجد
ولا یصلیهما فحظا لاصف صحائف للجماعة
فان فعل ذلك یکره اشد الکراهة
ایک گروٹھے میں ادا کرے اور اس اور رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صفت کے متصل گھڑا ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت
ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکرہ ہو گا (دست)
رد المحتار میں ہے،

قوله عند باب المسجد ی خاص به المسجد
كما صرح به الفهست في ۱۰۰
اقول ویوضحه قول الهدایة و
الهندیة یصلی برکعتی الفجر عند باب
المسجد ثم یدخل
امام بر البرکات ثم افذا الدین نسفی کافی شرح واقعی میں فرماتے ہیں،

الافضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد
سنن کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

۱/ ۶۱ و ۶۲	طیبه نوکشتور نکمتو	کتاب الصلوة المخص فی السنن	ملک خلاصہ الفتوی
۵۶/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب اور اکل الفریضہ	ملک رد المحتار
۱/ ۱۳۲۴	الملکیتہ العربیہ کراچی	” ” ”	ملک الهدایہ

میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ ستر مقام پہنچا
اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج
مسجد اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے
داخل مسجد بہتر ہے اور ٹھیکاً (ت)

محقق علامہ زین بن نجیم مصری بھاراتی پھر علامہ سیدی احمد طحاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:
سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے
یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن
نہ ہو تو پھر صحیح مسجد میں ادا کرے (الت)

(سنت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں
صفت کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صفت کے پیچھے بھی
ادا نہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور
یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس)
اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو (اور
اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحیح مسجد میں)
اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی
صورت میں عکس ہو گا اگر وہاں دو صاحبہ صیغی اور
شتری ہیں (ت)

اہم محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج علی حید میں اسی قول غیہ کے نیچے فرماتے ہیں المسجد للحداد
صحیح المسجد (مسجد خارج سے مراد صحیح مسجد ہے (ت)

ان کان الا ما یصلی فی المسجد ثم المسجد
الخارج ان کان الا ما یصلی فی الداخل
والداخل ان کان فی الخارج اھ مخلصاً

السنة فی السنن ان یاتی بہا فی بیتہ او عند باب
المسجد وان لم یکنہ ففی المسجد الخ

غیہ وشرح تغیر غیہ لعلہ دار السیم الخ میں ہے
(السنة، المؤکدة (فی سنة الفجر) هو
ان لا یاتی بہا مخالطاً للصف ولا خلف الصف
من غیر حائل و (ان یاتی بہا) اما فی بیتہ
و هو الا فضل (او عند باب المسجد)
ان امکن بان کان هناك موضع لا یؤت
للمصلاة (وان لم یکنہ) ذلک (فی المسجد
الخارج) ان کانوا یصلون فی الداخل و
یا عکس ان کان هناك مسجد انت صیغی
و یشتوی

لہ کافی شرح وافی

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدال المختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۰۰/۱
لہ صغیری شرح غیہ لمصلی فصل فی النوافل مجتہاتی دہلی بھارت ۲۰۲/۱
لہ التعلیق الجلی لما فی غیہ لمصلی بھار علیہ ابن امیر الحاج مع غیہ لمصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۲۹۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیغی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارت شتوی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحیح مسجد کا نام ہے، اوصاف واضح ہو گیا کہ صحیح مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علماء کبھی مسجد صغیری اور کبھی مسجد الخمار سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وجہ الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت۔) ان تصویص صریح کے بعد ان استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا لہذا ان کے ابقا میں طابان علم و خادمان فقہ کی منھت کے اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ تہرہ دیکھیں، واللہ التوفیق اب کہ بعد از ذکر کائنات علی نصف النہار واضح و استخار ہو گیا کہ صحیح مسجد بالیقین جو مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت ہیں کا ثبوت محکم پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصل موقوف نہیں کہ مسجد مذہب رائج پر واقع کے صرف اس لئے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذانہ و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز برہنیت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرد آواز پڑھ لینے سے کبھی اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر ہر جہز میں جہاں نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کما لا یخفى فوضوح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت۔)

تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے :

یزول ملکہ عن المسجد بقوله جعلتہ مسجد عند الثانی (وفی الدر المنثور و قدم فی التنبیہ والدرد و الوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ارجحیتہ فی الوقت و القضاۃ ش۔) و شرط محمد و الامام المصلوۃ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷

بإذان واقمة والا لم يصح مسجدا قال
الزيتوني، وهذه الرواية هي الصحيحة
وقال في الفتح، ولو اتحد الامام والمؤذن
وصلى فيه وحده صلا مسجدا بالاتفاق
لان الاداء على هذا الوجه كالجماعة،
لكن لو صلى الواقع وحده فالصحيح
انه لا يكفي احش، وقيل، يكفي واحد
جعله في الخفية ظاهر الرواية (وعليه
المتون كالكنز والمشتق وغيرهما وقد
عدلت تصحيح الاول وصححه في الخفية
يفض، وعليه اقتصر في كاف المباح فهو
ظاهر الرواية يفهم احش المختصرا) والله سبحانه
وتعالى اعلم وعلمه جل مجداته
واحكم.

کہ وہاں اذان واقامت ملے آواز سے ہوں ورنہ
وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زلیخی کہتے ہیں کہ
یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر
امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں
تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی فستراح
دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت
ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقت کرنے والے نے فقط
نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں احش،
ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کر لینا بھی
کافی ہے اور اسے غائبہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا،
(اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، مشتق وغیرہ اور
آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو غائبہ نے
صحیح کہا اور حکم نے کافی میں اسی پر اقتصر کیا، پس یہی
ظاہر روایت ہے ایضا احش، مختصراً واللہ بسبحہ و
تعالی اعلم وعلمه جل مجداته واحکم (ت)

مسئلہ از ہری سائل مسئلہ جان محمد سائل چاند

کیا فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے
اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ
وہ اس مسجد میں نہ آئے، جب اس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند محصل مصلح جمع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس
قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان ملے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز
جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی، اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی محصل کو شرعاً کوئی وجہ سے
جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

جو شخص مردی ہو کہ نمازیں کو تکلیف دیتا ہے بڑا بھلا کتاب شریف ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر یہ مذہب گمراہ مثلاً ولابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نجری یا تفیسی وغیرہ ہے اور مسجد میں اگر نمازیوں کو بھگاتا ہے اپنے مذہب تاپاک کی طرف بلاتا ہے تو اسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العیق ثم الدر المختار وشیرهما
من معتمدات الاسفار باخراج کل صوة
و لوبب نہ بٹ
علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر در مختار وغیرہ معتد کتب
میں ہے کہ جہاں ادا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے
خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یہ نہی جس کے بدن میں بد بوی ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گند ادھن یا گند افضل یا جس نے عارش وغیرہ
کے باعث گند حک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یقر من
مصلانا (رسالتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافران ہے کہ وہ ہرگز ہماری نماز گاہ کے قریب نہ آئے۔ ت)
اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی نجس ذیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجدا
اللہ ان ینکس فیہا اسمہ وسفی فی خواہنک
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اور کون اس سے بڑھ کر ظالم
ہو سکتا ہے جو اللہ کی مسجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے
روکے اور ان کی بربادی میں کوشش ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ برنیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں۔

لب فی الاشباہ والذرائع لاهل المحلة
جعلوا المسجد الواحد مسجدین
اشباہ اور ذرائع میں ہے کہ اہل محلہ کے لئے جہاں ہے
کہ ایک مسجد کو وہ دو مسجد بنالیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کر کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعوہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعوہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا
نائب کیا اور یہ نہ ہو تو جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعوہ مقرر معین کریں، ہر شخص جمعوہ عیدین کی امامت نہیں کر سکتا

۱/۹۴ سلف در مختار آخر باب ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ مطبع محبت فی دہلی

۲/۱۷۰ مکمل جمع الزوائد کتاب الصلوۃ باب فیہا کل ثمال مطبوعہ دار الکتب بیروت

۲/۱۱۴ مکمل القرآن

۳/۵۸ اشباہ والتعارف القول فی احکام المسجد مطبوعہ دار القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۴/۲۰۰

در مختار قبیل باب الترو والنواقل مطبع محبت فی دہلی ۱/۹۴

کما نصوا علیہ فی معتمدات المذہب (جیسا کہ اس پر معتمدات مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت۔)
اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو طیسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا چہ نہ نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۱۱۴۱ھ از شہر پر بند ملک کا شہادہ از محلہ ڈیڈ روڈ مسئلہ لکھنؤی عمر ابو بکر صاحب

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں :

- (۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے ؟
- (۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گا یا نہ ؟
- (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم ؟
- (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الخلیفۃ (جیسا کہ علیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت۔) اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے دہے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد و صحن مسجد ہیں جنازے کے لئے اجازت نہیں ہو الصحیحہ (یہی صحیح ہے۔ ت۔) صحن کسی مکہ میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱۴۲ھ از پہلی بحیثیت محلہ بھورے خان مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فعیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب

حوض قدیم کی فعیل قنائے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور قنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱۴۳ھ از ترویچ سہول ڈاک خانہ بہرول ضلع درہنگہ بگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں مستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے، جس کے نام سے زمین ہے وہ وغوی کرتا ہے کہ وہ مسجد جہادی ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اُسی مسجد میں اُس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں ؟ اور اُس

مسجد کو کیا کہا جائے گا؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان المسجدين لله مساجد خاصہ اللہ کی ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دعویٰ نہ زمین والے کو نہ محلے والوں کا، اور نہ وجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن اظلم ممن منع مسجدا لله ان يذكر فيها اسمه وسوفي خيرا حقا۔ اُن میں اللہ کا نام لیا جانے سے اور ان کی ویرانی میں غشش کرے۔

مگر اُس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر راجی قصاب محلہ مدرسہ شیخ ولی محمد سوداگر چرسہ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد و بابی جو تقلید کو بدعت کہے، ائمہ مجتہدین پر طعن کرے، ختم نبوت اور کرامات اولیاء کا قائل نہ ہو، جناب ولی الاولیاء غوث الاعظم پر طعن کرے، الاعتقاد مجلس میلاد اور پیام رسول اللہ کے کو بدعت کہے، آمین بالجہر و رفع الیدین کرے وغیرہ وغیرہ، ایسے شخص کی اقتداء اور اس کی موالست و مکالمت محرم و منوطہ جائز ہے یا نہیں؟ ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفع فتنہ و فساد کے جو موجب سکا خلاف حقیقت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

الجواب

ایسا شخص کافر و مرتد ہے، اُس کے مرتد ہونے کے لئے صرف انکارِ غایت ہی کافی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وکن رسول اللہ و خاتم النبیین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد بگراہی ہے، اور لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔ تائید الاعتقاد ہی اور اشباہ والنظائر میں ہے،

ان لم یعرف ان محمدا عبدا لله تعالیٰ علیہ وسلم اخر الابیاء علیس بمسلم لانه صی الفیوریات کیہ

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ (ت)

سبحہ القرآن ۱۸/۷

سبحہ القرآن ۱۸/۷

سبحہ القرآن ۲۰/۳۳

مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶

سبحہ الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ

تقلید کو بدعت کہنا، ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور بہر سے
 آئین کہنا خباثات و مہلکات غیر مقلدی ہیں اور کرامات اولیائے انکار اور حضور سید الاولیاء پر طعن گراہی و بد نصیبی
 اور مجلس میلاد پاک اور رسول اللہ کے کو بدعت کہنا شعا بد و بائیت ہے اور وہابی لوگ وغیرہ مقلدین نہ نہ پر حکم کفر ہے
 جس کی تفصیل المکوبۃ الشہابیۃ اور مسل السیوف الہندیۃ اور عدم الخوارجین سے روشن ہے۔
 شخص مذکور کے چھ نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست و موانست حرام۔

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد
 بعد الذکری مع المقوم الطائیف
 وقال اللہ تعالیٰ ولا تکتوا الی الذین ظلموا
 فتمسکوا بالناموس
 اللہ تعالیٰ کافران ہے، اور جو کہیں تجھے شیطان
 بھاد سے قریب آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور ظالموں کی طرف نہ جھک کر
 تمہیں آگ چھڑے گی۔ (ت)

رفع قنہ و فساد بقدرت فرض ہے، اور مفسدوں کو بشارت مسجد سے روکا جائے گا۔
 عمدة القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر درختار میں ہے، ویمنع منه کل موز و لوبس نہ (اور
 ہر ادا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زمان سے ہو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشملہ از دیہم کام ضلع احمد آباد گجرات جامع مسجد مرسلہ سید عظام محمدی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۲۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیرگاہ گجرات میں جو عید گاہ ہے اُس پر چند لوگ جن کا چار پانچ
 نفر سے زیادہ عدد نہیں خود بخود بجاہزت بانی مسجد و بجاہزت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہو گئے ہیں کہ گویا
 وہ مالک ہی ہیں، چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے
 کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنائیں گے، اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے چھ نماز پڑھنے میں تمام
 مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی بروئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیں
 جماعت کے عقائد کی یہ کیفیت ہے کہ نہ کراہت ثانی کو حرام قطعی کہتے ہیں اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ
 اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
 اور دوسری عید گاہ قرار دے کہ اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ملہ القرآن ۶۸/۶

ملہ القرآن ۱۳/۸

۹۴/۱

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

ملہ درختار آفراب ماہیفسد الصلوۃ

الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

قل اللہ تعالیٰ ومن اظلم صمن منہ مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا
اللہ ان پیکر فیہا اسمہ وسف فی ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے
خواب دہا ہے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام دینی بن جائے نا جیت عام مسلمانان شہر تہ سب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے، اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز حید باطل محض ہوگی، اہل شہر اگر کسی وجہ سے اس عید گاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں عمارت کی حاجت نہیں، اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کر لی مناسب ہو تو انہیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از مرآۃ آباد مرسد مولوی عبدالباقی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے لٹعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پائے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً ٹوڑا دے اس لئے کہ اس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے، تو اتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے، اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے یہ کہاں تک روا ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے، وان المسجد للہ مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں، ان میں کسی کا ذاتی دعویٰ نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے، ومن اظلم صمن منہ مسجد اللہ ان پیکر فیہا اسمہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو، اللہ کی مسجدوں کو ان میں تاہم الہی لئے جانے سے روکے، یہ سب ظلم شدید ہے اور بندہ ہی جوتی

سۃ القرآن ۱۱۳/۲

سۃ القرآن ۱۸/۷۲

سۃ القرآن ۱۱۳/۲

نیت تروادینا شد ظلم، ولا تبطلوا اعمالکم (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲۷۷ھ از شہر گنہ ظلم تبار پورہ مسئلہ عبد الرحمن بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۴۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت و جماعت کی ہے اور زمانہ
 قدیم سے آج تک مسجد مذکورہ پر قبضہ بھی اہلسنت و الجماعت کا، ایسی مسجد میں شیعہ دشمنی ہر دو فریق کا ۲ ہم نماز
 پڑھنا اور اذان و قامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں، بینوا تو جدوا۔

الجواب

اہل سنت کی مسجد میں روافضی کا کوئی حق نہیں، اہل سنت کی مسجد کتابوں خلاصہ و فتح اقتدر و غلگیری و
 تنزیہ الابھار و در مختار میں تحریر ہے کہ روافضی کافر ہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ جماعت یہ ہے،
 الواحدی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما رافضی جب شیخین کریں کہ گالی دے یا ان پر لعنت
 والعب ذہاب اللہ تعالیٰ، فہو کافر۔ واللہ کرے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ کافر ہو گا کہ
 تعالیٰ اعلم

۱۲۷۸ھ از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع یمن سنگھ مسئلہ میاں عبد الجلیل ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتن و مفسد ہے، جماعت المسلمین پر حسب
 اُس کے افتراق ہو گیا ہے، لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم بائین کا ہے اور یہ
 بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کہ نہ کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟
 بینوا تو جدوا۔

الجواب

مسجد گنہ اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداء
 افساد فی الدین و تفریق بین المؤمنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالیٰ والذین اتخذوا مسجدا ضرابا وکفرا و تفریقا بین المؤمنین الی قوله
 تعالیٰ من امتس بنی نہ علی شفا
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی
 نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں
 تفرقہ ڈالنے کو (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)

جوہر ہارثی: الایۃ

یاد جس نے اپنی بیوی کو اپنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے۔ (الایۃ: ۱)

تعمیر شدہ مسجد میں منسبین کا جانا خواہ ان کا قبضہ و تسلط ہو جانا اُسے مسجد قرار نہیں کر سکتا جیسے واقعہ تروہ میں لشکریوں نے یہ حادثہ مسجد میں متبعان نجدی جلیہ کا مساجد علیہ حریم محرمین میں مفسدانہ دخل، و انجیب ذباقتہ تعالیٰ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: اگر کوئی بارگاہی ضلع بارہ انگڑ آباد ڈاک خانہ تھولاہٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب رحمہ اللہ صاحب رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں ملائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انہیں مسلمانان کی ہے اور ایک ٹل ایک راستے ہو کر اسی مسجد میں نماز پختگانہ جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ بعد چند سال کے وہ مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا و کڑا و دنیاوی دربارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے پر ہوا و رہنوز ہے یا نہیں ہے کہ مسجد دو کے ایک نے جو سبب اپنے زور نفسانی و ضد میں اگر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لئے کر اُس مسجد مذکورہ سے ٹڈگڑاں ہوا اور ہو کر ایک مسجد گیا ہی جیسے چوسس کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کر اگر نماز پختگانہ مع ہر اہلیان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد بڑا سے مسجد گیارہ اندازی و دو سو قدم پر واقع ہے اور ان دونوں کے راستہ درمیان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے نماز پختہ مسجد گیارہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں اس کے بواز و لا جواز سے جہاں تک تعمیل فرما کر نماز فرمایا جائے گا میں نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے کہ ان لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیارہ میں جان بوجھ کر نماز پختہ تو ان سببوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور بصورت نکلے حکم جواز امتنا صدق و بصورت نکلے ناجواز ان مسلمانوں کو گراؤ ان پر از خود سے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور ان لوگوں کو جماعت میں چھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور جماعت میں چھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابق شرع کے حسباری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں، آگاہ فرمایا جائے۔ بیضا و توجروا۔

الجواب

یعنی نمازیں ان لوگوں نے اس نئی مسجد میں نہیں اُن کی صحت اور ان سے ادا سے فرض میں تراصاً شبہہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انہوں نے کسی نیت سے بنائی ہو،

لَقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَعَلْتُ لِي لَارِضَ مَسْجِدٍ أَوْ ظَهْرًا فَإِنَّمَا رَجُلٌ
مِنْ أُمَّتِي إِذْ رَكَعَتِ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْ^۱

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری
خاطر ساری زمین مسجد اور پاک کر دی گئی ہے، میرا
امتی جہاں نماز کا وقت پائے وہاں ہی ادا کرنے^۲۔

ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور یہ لوگ جماعت
میں ٹھوٹ ڈالنے والے ہوتے یا نہیں۔ یہ امور ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں، اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز
خاص اللہ عز و جل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اس پر باعث باجی بخش ہوئی کہ بسبب درنگ ایک جگہ جمع ہونا مناسب
نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہذا یہ جہد بریت بجا آوری نماز ہی بنائی اس کے مسجد ہونے اور اس میں
نماز جائزہ ثواب ہونے میں کوئی مشبہ نہیں لائنہ وقف حد درعین اہل حق محمد صلی و جہدہ (کیونکہ یہ وقت
ہے اہل وقف سے محل وقف میں طریق وقف کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت
ہیں یہ لوگ جماعت میں ٹھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکے مگر ان کا مقصد اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں
کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہل حد کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو
مسجدیں کر لیں۔ درختا میں ہے،

لَا هَلَّ الْمَحَلَّةُ جَعَلَ الْمَسْجِدَ وَاحِدًا
حُكْمُ الصَّلَاةِ لَا لِدَرْسٍ أَوْ ذِكْرٍ^۳

اہل محلہ دو مسجد کو ایک یا اس کا ٹکس کر سکتے ہیں مگر
نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کر سکتے۔^۴

اشباہ میں ہے،

لَا هَلَّ الْمَحَلَّةُ جَعَلَ الْمَسْجِدَ الْوَاحِدَ مَسْجِدَيْنِ
وَالْأَوَّلَى أَنْ يَكُونَ سَكُلًا هَذَا نَهْيٌ مَوْذُونٌ^۵

اہل محلہ ایک مسجد کو دو مسجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے
کہ ہر گروہ کے لئے ایک موزون ہو۔ (ت)

اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصد اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متعذر
کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت
میں یہ لوگ ضرر تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوتے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا
وَاللَّهُ تَعَالَى كَا فِرَانٍ^۶ ہے، اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد

۱۔ صحیح البخاری کتاب الصلوة باب قول النبی جلت لی الارض مسجد ۱/۶۲
۲۔ درختا آخر باب ما یفسد الصلوة ۱/۹۴
۳۔ الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد
۴۔ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بحدت ۱/۹۴
۵۔ ادلة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۳
۶۔

قرار و کھڑا و تقرباً یقیناً المؤمنین: الآیۃ نقصان کا ذریعہ، گھڑا اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا مدت،

مکرمیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگئی حرام و کبیرہ، اور ہرگز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد طعون نیت سے مسجد بنائی۔

قال اللہ تعالیٰ و لا تقف ما لیس لك بہ علم ان السمع والابصار والنواکل اولئک کان علیہم مسئلۃ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

تو بے ثبوت کافی شرعی برکز اس بُری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اُسی پہلی نیت پر عمل کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کرنا جائز و قراب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور جائز ہے۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ مسجد وغیرہ کبیرہ میں کیا فرق ہے؟ بینوا تو جبراً

الجواب

اقول وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے ذریعے تحقیق تک وصول ہو گیا ہے۔) تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام المسکوں میں مسجد وغیرہ کبیرہ میں فرماتے ہیں، ایک مسئلہ صحت، اقتداء قتال صفوت کہ مسجد بقتلہ امروہ ہے اُس میں امام و مقتدی کا ضل مالح صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام مخراب میں اور مقتدی یا صفت قریب باب ہو مگر مسجد کبیرہ میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صفت میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ ائمہ مرد و پیشین مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبیلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حالی نہ ہو، ہاں مسجد کبیرہ مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر پڑ جائے دے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں نہ جائے اُس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا منوع و ناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیرہ سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر مبنی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں،

امام وقعه فی القہستانۃ عند ذکر المسجد
الصغیر، هو اقل من ستین ذراعاً، وقیل
من اربعین وهو المختار، کما اشار الیہ
فی الجوہر فی الطحاوی قولہ او مسجد
کبیر ہو ما کان اربعین ذراعاً فأکثر والصغیر
ما کان اقل من ذلك وهو المختار فہست فی
عن الجوہر فی الثانیۃ بمشہد بالمسجد
المذکور فی آیتہ کتبت علیہ فیما علقہ
علی رد المحتار ما نصہ اقول وبالله التوفیق
یظہر فی انت ہذا خطأ بل الحاصل
ہہذا فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی کتاب
راعی رد المحتار عن الامداد، فی مسئلۃ
الفصل المانع عن الاقتداء، لا یمنع
الا فی مسجد کبیر جہا، کمسجد القدس
وذلك لا یمنع من کراہۃ المردود بیمن
ید یہ فی المسجد الصغیر الی جدار القبلة
بان المسجد بقعة واحدة کما فی شرح
الوقیۃ وفی شرحنا ہذا وقد ذکر مھثینا
فی تقریرہ مسألة الفصل المانع فقال
بغلاف المسجد الکبیر ما یمنع فیہ مانعاً
فانظر ای کبیر ذلک ما هو الا الکبیر جہا

قہستانہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں عجیبے کردہ سا ٹکڑ
سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی
مختار ہے۔ اسی کی طرف ہمارے اشارہ ہے۔ مختار
میں ہے کہ اس کا قول یا مسجد کبیر چالیس گز یا اس
سے زائد ہو اور صغیر وہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو،
یہی مختار ہے۔ قہستانی عن الجواہر اور شامیہ میں
سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے، گجرات
پڑتا ہے کہ میں نے رد المحتار کے حاشیہ میں لکھا
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے مجھ پر
یرواح بنوا کہ یہ غلط و غلط ہے بلکہ صغیر و کبیر مسجد میں
حاصل وہی چیز ہے جو کتاب (یعنی رد المحتار) میں لکھا
کے حوالے سے، اس فعل کے تحت گز راہ اقتدا
سے مانع کے بیان میں ہے اس مسجد میں مانع
ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس، کیونکہ فقہاء
نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے
گزرنے سے منع پر جماعت بیان کی ہے وہ یہ ہے
کہ مسجد ایک ہی کڑا کی طرح ہے جیسا کہ شرح الوقایہ
اور جاری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے
حاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا بغلاف مسجد کبیر کے
کیونکہ اس میں مانع بنایا گیا ہے الخ خود کردہ بڑی کونسی
مسجد ہے وہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً

۲۰۱/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران	رہ جامع الرموز	فصل ما یمنع الصلوۃ
۲۶۸/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	رہ حاشیۃ الطحاوی علی رد المحتار	باب ما یمنع الصلوۃ
۶۳۴/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	رہ رد المحتار	رہ رد المحتار

کے مسجد القدس، وما ذکر القہستانی عن
الجواہر فساکن فی الدار فی مشیئة الفصل
لا فی المسجد کما صوبت ببصرة الجواہر (جیت
قل العلامة المحشی فی القہستانی،
الہیت کا لصحراء والا صرح انہ کا المسجد،
ولہذا یجوز لاقتداء فیہ بلا اتعبال
الصفوف کما فی لمیة ۷۷ ولم یدکر حکم
الدار فلیراجع، لکن ظاہر التقیید
بالصحراء والمسجد الکبیر جدا ان الدار
کا لہیت تامل، ثم رأیت فی حاشیة المدنی
عن جواہر الفتاوی ان قاضی خان سند
عن ذلك، فقال، اختلفوا فیہ، فقد مرہ
بعضہم بستی ذراعا وبعضہم قل ان
کانت اربعین ذراعا فہی کبیرة والا فصغیرة،
هذا هو المختار، وحاصلہ ان السداد
اکبیرة کا لصحراء والصغیرة کا المسجد، و
انہ مختار فی تقدیر اکبیرة اربعون ذراعا
اقول وبهذا اقلتم کلماتہم ولله
الحمد۔ فان سہم من قید هذه المسئلة
بالمسجد الصغیر کمختلفنا هذا و

مسجد قدس۔ جو کچھ قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے
وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد
کے بارے میں، جیسے کہ عبارت جواہر سے گزر، (کیونکہ اس
کے لفظ گاہ یہ ہیں کہ طارعی نے قہستانی میں کہا کہ گھر کھلے
میدان کی طرح سچا و صاف یہ ہے کہ بیت مسجد کی طرح
ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتعبال صوف بھی قہ
بارہ ہوتے ہیں جیسا کہ فیہ میں ہے اور دار کا حکم
بیان نہیں کیا، چاہئے کہ غور کیا جائے، لیکن ظاہر صمرا
یا مسجد کبیر کو بہت بڑا قرار دینا آگاہ کر رہا ہے کہ دار کا
حکم گھر والا ہے تامل، پھر میں نے وہ مشیہ مدنی میں
جواہر الفتاوی سے دیکھا کہ قاضی خان سے اس بارے
میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں اختلاف
ہے بعض نے ساٹھ ذراعات کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر
چالیس ذراعات ہو تو بڑی مسجد ورنہ چھوٹی، اور یہی مختار ہے
حاصل یہ ہے کہ بڑی دار صمرا کی طرح اور چھوٹی
دار مسجد کی طرح ہے اگرچہ مختار بڑی مسجد کیلئے نہیں ہے
ہونا ہی چاہیے۔

اقول اس سے فقہاء کی تمام عبارات
میں تطبیق ہوگئی و قد الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ
کو مسجد صغیر کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے

فت، اختلفت رتباتہ نے یہاں سے اقول تک شامی کی عبارت نقل کی ہے پھر اقول وبهذا اقلتم سے
آخر تک المصنف کا اپنا حاشیہ ہے۔ نیز راجع
سے بہ المآثر علی رد المحتار باب فی القیاس ۱۰ المجلع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۱/۳۰۰ دا ۳۰۱
رد المحتار باب الامارات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۵۵

العمر والنقایة والبحر والکافی والبرجندی
عن المتصویریة عن الامام قاضی خانب
وظهیر الدین المرتضیانی، ومنهم
من اطلق کالخلاصة وجوامع الفقه کما
فی الفتوح والمرد واحد قامت الصغیر
احتراماً عن اکبیر جدها، فجامعة المساجد
فی حکم الصغیر فساخ الاطلاق من اصل
بل اوضحه جداً کلام العلامة الشبلی
علی التبيين عن الدراية عن شیخ الاسلام
ان هذا احتیاس موضع السجود اذ کان
فی الصحراء اذ فی الجوامع الذی له حکم
الصحراء اما فی المسجد فالحمد هو المسجد
فانظر کیف اطلق المسجد واسماده مقبل
ذلک اکبیر جدها، وايضا تلتزم کلمات الذخیرة
فانه ذکر فی الفصل لزیه من کتاب الصلوة فی
مسئلة المروء الاصح ان بقاء المسجد فی ذلك
حکمه علی السواء الخ۔ واستشهد علیہ بکلام
محمد المطلق فی المساجد، غیر المختص
قطعا بما دون اسمین ثم اورد السند فی الفصل
التسع فقال ان کان المسجد صغیراً یسکره
فی ای موضع یمیر والی هذا اشار محمد فی الاصل
من کرم الذی الکلام لمحمد بعینه فعمد ولقد الحمد
ان المراد بالمطلق والمقید واحد وهو
اسم جده کلها سوی ما یستعمل فیہ الفصل
بصغیر، الاقتصار ولا یمکن فیہ اطلاق من اطلق
وقال اشیا تری بالمرور فی موضع السجود کلمة الاسلام
وجامع الهدایة والوقایة وغیرهم وذلك لان المساجد

اس میں غزو، نفاہ، بحر، کافی اور برہندی میں منصور
سے قاضی خانب اور ظہیر الدین مرتضیانی کے حوالے
سے کہنا اور بعض نے اس کو مطلق رکھا مثلاً خلاصہ
اور جوامع الفقه، صیحا کفتح میں ہے، اور مراد ایک ہی ہے
کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احتراز ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو
اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا
الفاظ پر بڑا بڑا بوجھ۔ الشبلی نے تبیین پر درایہ سے
شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ
کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو
جو حکم صحرا رکھتی ہو، راوی دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں یہ مسجد
ہی ہے اور آپ غور کریں انہوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور
اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل
ہو اور کلمات ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انہوں نے کتاب
الصلوة کی فصل رابع میں مازی کے آگے سے گزرنے
کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ واضح یہ ہے کہ مسجد کے
تمام مقامات اس میں برابر ہیں لہذا اس پر استشہاد
امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق
ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں
پھر نویں فصل میں مسئلہ دہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو
ہر جگہ سے گزرتا مکدہ ہے اور اسی کی طرف امام محمد نے
اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی جہارت بعینہ نقل کی
کہ الحمد اس سے واضح ہو گیا یہاں مطلق اور مقید دونوں
سے مراد ایک ہی ہے، اور تمام مساجد کا معاملہ مسدود
سودان کچھ میں صفوں کا فیصلہ اقتداء کے لئے مانع
ہے، اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے

كبقعة واحدة على جدار القبلة كله في حكم موضع الميود
كما قاله في شرح الفرقية بل شاربا ليه محمد في الاصل
كما في ابن حبره في حصوله والله لا الحمد الله
لا خلاف بينهم وان المعنى في المسجد المورور
مطلقا في جدار القبلة وفي الجامعة الكبير جدار الميود
الى موضع نظر المصلين لما شرب به طهرات بحيث المحقق في
الفتا وقعه مع هذا المذهب ولما اطلقوا
عليه فاعتنوه فان هدا التحريم من مذهب
القدر يرسلي العاقل العقير والله الحمد حمدا
كثير حبيب مبارك في الله ما كتبت عليه -
والله تعالى اعلم

کہ نمازی کے آگے سے جائے مسجد پر گزرنے والا گنہگار
ہوگا، اس کا یہ اخلاق قرآنِ اسلام، صاحبِ دایہ اور
وقایہ دنیہ کے منافی نہیں ہے، یہ اس لئے کہ مسجد
ایک ٹکڑا کی مانند ہوتی ہیں پس وہ قبلہ کی دیوار تک تمام کی
تمام موضعِ مسجد کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ شرع و قایہ میں
ہے، بلکہ اس کی طرف امام محمد نے اس میں اشارہ فرمایا
جیسا کہ ذخیرہ میں ہے نہ الحمد واضح ہو گیا کہ ان کے
درمیان اختلاف نہیں اور گزرتا مسجد میں دروازہ قبضہ
تک مطلقاً ممنوع ہے اور بہت بڑی جامع مسجد ہو
یا صواہج تو پھر مشروع کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازی
کی نظر کے پھیلاؤ تک آگے سے گزرتا ممنوع ہے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قطع میں محض کی بحث نہ بہ متفق علیہ کے
خلاف ہے۔ اس تقریر کو غنیمت جان لو کیونکہ اس عاجز فقیر پر رب قدر کا عطیہ ہے۔ اللہ ہی کے لئے حمد کثیر
مبارک اور طیب ہے، وہ حق ہر اے وہاں لکھا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۱۳۱ از شہر علم جنوئی مسئولہ فرلوی غلام جان پنجابی طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت

۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ

زید نے دسٹ برس ہوئے مسجد کے چنگے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بل خلا تھا اور مسجد کی بنائے اس کی
بنائے گا نہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موروں تھی اس مکان پر زید نے ایک بالا خانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت
مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالا خانہ مسجد سے اُدنچا ہے بلکہ بالا خانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے، مسجد کے بائیں جانب
طالب علم کے حجرے کے برابر ہے، ہاں کچھ تھوڑا سا کوٹا بالا خانے کا مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالا خانہ
بنانے کے بعد دل میں نادم ہوا اور چونکہ وہ پیر غریب ہو چکا تھا اس وجہ سے اس نے بالا خانے کو اکیرا نہیں لیکن مسجد کی
عزت کی وجہ سے زید مع آل و عیال بالا خانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالا خانے کو اکیرنا
چاہئے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ مسجد کی کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اس کا اکیرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۲ از سیرام پر ضلع بنگلی در مسئلہ عبد الکیم بری مرحمت ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز چنگانہ بنوا کرتی ہے اور متولی مسجد کا
 سرینہ مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھا چھوڑ دیا اور غریب ہے کہ جس مسجد کے قریب
 کوئی اونچی عمارت ہو اس مسجد میں نماز نہیں جانتے ہے، لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے
 فاصلہ میں بناتے ہیں اور منہج کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے دیران ہونے کا
 احتمال ہے لہذا حکم خدا اور رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟

الجواب

یہ محض باطل خیال ہے، شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں، کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت جزیبہ
 کئی کئی منزلی کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا
 ہو سکتا ہے نہ کسی مسجد کے کعبہ و مسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں بلکہ اتنی جگہ کے عاذی ساتوں آسمان تک سب
 مسجد ہے اس سے اونچا کیا اس کے گرد و دیواروں کے کوئی مکان بلکہ نہیں ہو سکتا اگرچہ سو منزل ہو۔ درغیر میں ہے۔
 انہ مسجد ابی حسان السمان (یہ آسمان تک مسجد ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے۔
 وکذا ان تحت الشری کہ فی البیہی عن اور اسی طرح تحت الشری تک، جیسا کہ بری میں بیجا
 الا مہینجی بی تہ سے ہے۔ (ت)

اس بیہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو
 نقصان پہنچے خود ہی منوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت میں تفریق نہ مسجد قرار کے اعتراض فاسدہ
 سے ایک فرض ہے۔ قال تعالیٰ و تفریق بین المؤمنین (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور مسلمانوں میں تفرق
 ڈالنے کو۔ (ت) یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اسلئے ظلم ہے۔
 قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم من من مسجد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو
 اللہ ان یذکر فیہ اسمہ و سعی فی خرابہا۔ اللہ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے
 و اللہ تعالیٰ اعلم اور انھیں خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۹۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہباتی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ	سے در مختار
۶۵۶/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	مطلب فی احکام المسجد	سے رد المحتار
	سکے القرآن ۱۱۳/۲		سے القرآن ۷/۴

مسئلہ ۱۱۳۲ از موضع ہرا ڈاک غار کچھ ضلع ڈاکٹر حکیم نکال مسئلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد سنہ ۱۳۳۴ھ
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع قریہ پور موضع کھنڈہ میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ پنجگانہ نماز جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دفن و بنیادی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ وغیر مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چار پانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض خدو و مخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں، مسجد قدیم میں امام صاحب و آؤلیٰ صاحب و دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاعم نہ ہوا اور نہ اس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو جو بعد ازاں و مخالفت یہاں سے بھگا لیا ہے۔ پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد ضرار قرار پائے تو بدعتی لغت و عدالت و تفریق جماعت، تو اس مسجد کو کیا کرنا ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہو جائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز و مسجد ضرار فرمایا تھا ان مصلیوں کو گالی دینے و برا کھنے و عدالت رکھنے، حقیر جاننے واسلہ پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لئے نہیں بناتے محض خدا اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت متفرق کرنے کے لئے بناتے ہیں تو ضرور مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں ان لوگوں کو جو اسے مسجد ضرار کہتے ہیں برا کھنا اور گالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اس میں آنا ترک کر کے اور اپنی جماعت کے لئے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو ہرگز مسجد ضرار نہیں ہو سکتی، جو اسے ضرر رکھتے ہیں برا کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳۳ از موضع سیسی تحصیل وڈاک غار کچھ ضلع نیلی تال مسئلہ عبد الرحمن پرجان ۶ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی غامضی، وہ شکستہ بھی ہے، دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنارے پر آبادی کے ہو گئی ہے، بہت بے موقع ہے، اس لئے مسجد اندر آبادی بدلتی تعمیر کرانے کی خواہش ہے، اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح؟ خلاصہ حکم سے آگاہی بخشنے۔

الجواب

مسجد پنج آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے، اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنہ سے واسے
پانچوں وقت اُس میں نماز پڑھیں، واللہ تعالیٰ اعلم
میں ۱۱۳۳ھ از شہر حیدرآباد موصول از مسیح ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوارِ زینہ مسجد پر اہل ہندو سے حق ملکیت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع
جائے تنازعہ کے اہل اسلام صاحبان بریلی نے کئی مسجد و زیارت مع ایک قلعہ دیگر اراضی ہندو سے خرید لیا، مسجد
نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی جو حاجی پور میں تھی اُنہوں نے تمام تعمیر و غیرہ کا انتظام اپنے
ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد نہ کورہ قلعہ اراضی دیگر میں تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا، مسجد کتبہ کو چھوڑ کر متصل
اُس کے دوسری مسجد پر تعمیر کی اور مسجد کتبہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کتبہ کو دیگر
مکانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے، سوالات ذیل رشتے جواب پیش ہیں،

- (۱) بجائے توسیع مسجد کتبہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی؟
- (۲) جگہ مسجد کتبہ منہدم کر کے دیگر تعمیر دینی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل نہ کورہ بالا ظہور میں آیا، عین یا غلط مشیر، اُن کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟
- (۴) بقیر اہل اسلام کو فاعل نہ کرنا بلا سے کیا غلط اور آہ کرنا چاہئے؟

الجواب

جبکہ اس مسجد پر یہ کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی، مسجد اول کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و
آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دینی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام صحت حرام ہے
جنہوں نے یہ کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت میں ہیں،

ومن اظلم منکم من سجد الله ان يدنر
فيها اسمه وسعى في خرابها اولئك ما كان
لهم ان يدنر الا حافين ۝ لهم في
الدنيا خزي ولهم في الاخرة عذاب عظيم
اُن سے بڑھ کر ظلم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں اللہ
کا نام لیتے جاتے سے روکیں اور اُن کی دیواریں میں کوشا
ہوں اُنہیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روا نہ تھا مگر
ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور اُن
کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فرض فرض قلعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اس کی دکانیں کر لی گئی ہوں فرض قلعی ہے کہ فوراً اور آؤں دکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ حذابِ عظیم کے مستحق ہوں گے، جو نہ مانیں اور قرآنِ عظیم کی نفی لغت پڑھے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے، ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال الله تعالى واما يتبينك الشيطان فلا الله تعالى نے فرمایا، اگر کسی شیطان بھلا دے تو تعهد بعد الذکری مع انقواء الظالمین یہ یاد آئے برظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کا دکانیں کرے وہ لوگ اگر مخالفتِ خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از چھوٹی، بچہ توپ خانہ، بن نزد مسجد ماقطعہ عبد الرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنا کر فرض ہے یا واجب یا مستحب، اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا اسے پتھر میں، اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے، عرض کیا، یا امام! ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکات عنایت فرمائیے کہ برکت ہو، امام صاحب نے پہلے چہرہ سائیں کی طرف سے پتھر کر خواب کھنڈ بتایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا، دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس دے کر کہنے لگے کہ حضرت! لیکن یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا۔ امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ، خواب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہو دے۔

الجواب

یہ شیطانی خیال ہیں، اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب، دروغ اور شیطانی کھڑت ہے۔ ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنا نے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

المرء، رسول الله صلى الله عليه وسلم يبناه
المساجد في الدور وان تنظف
رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا کہ ہر محلہ میں مسجدیں بنوائی جائیں اور یہ کہ وہ شکاری رکھی جائیں۔

بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا، بلکہ رضا ہے رب اکبر میں۔ اللہ عز و جل

سنة القرآن ۶/۶۸

سنن ابوداؤد باب اتحاد المساجد في الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۶
سنن ابن ماجہ باب تطهير المساجد وتطهيرها - ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۵۵

فرماتا ہے :

فی بیوت اذان اللہ ان ترفع بلہ محلوں میں مسجدیں بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من بنی لله مسجد انی اللہ لبیت فی الجنة
نہاد فی روایۃ من درو یا قوت
جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت
میں مریوں اور یا قوت کا گھر بنائے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از قلم پور ڈاکٹرانہ پیر گنج ضلع گج پور مسٹر لکھنؤ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
چرمی فریاد ملائے دین کہ ایک مسجد قدیم ار مال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقف بھی کیا گیا اس وقت ایک سوداگر
کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے ، دونوں میں تیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے ، مسجد قدیم
کو تعمیر کیا یعنی گھر کو بن دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے پختہ کیا اور مصلیوں کے دروازے کے واسطے کنواں بنوایا ۔ اب عرض یہ ہے
کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ بینوا قہر واد ۔

الجواب

صورت مذکورہ میں اس مسجد میں نماز پڑھنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ اس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی
مخلوط آدمی سے زمین لودنرش اور گناہاں بنانے میں مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اس طرح پر نماز جائز اور اس
کنز سے چننا اور وضو کرنا حلال ۔ امام محمد فرماتے ہیں ، بہ فاحذ عالم لغرف شیت حراما بعینہ (اسی پر ہمارا
عمل ہے جب تک ہم کسی شئی کو حرام نہ جان لیں ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از لکھنؤ اسٹریٹ صاحب لکھنؤ مسٹر حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ
حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، حضور کو
ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چونکہ یہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں ، حضور سے دریافت کرنا

سہ القرآن ۲۴/۳۹

سہ النبی وسلم کتاب المساجد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع راجی ۱/۹۰۱

کتاب الزہد ۱/۳۱۱

مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب بناء المساجد مطبوعہ دار الکتب بیروت ۲/۶
سہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ ظہیریتہ ایاب الثانی عشر فی البیاداعنیات مطبوعہ نذاتی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

میرا فرض منصبی ہے، ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی یعنی ہے، یہاں اکثر پرانی اینٹ
ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمرہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور کی جیسی رائے عاقل پر
اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں، خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

جناب سید صاحب مکرم اگر مکرم و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! فقیر جلد پورا آیا ہوا ہے، آپ کا عنایت نامہ
برقی سے یہاں آیا، ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد
وے، اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر بکے پار ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے،
پہلے کوئی مکان مسجد کھار ہوا اور اسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے، مسجد اقدس دینہ طیبہ کی زمین میں مشرقین کا قبرستان تھا
اُن کی قبریں گھسا کر اُن کی بیڑیوں وغیرہ کی نجاستوں سے حفاظ فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اُسے
مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ہمدانی ضلع غنی آل مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقت کر دیا، تھوڑے عرصہ کے
بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھا دیا، اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی، جو زمین مکان کے عوض
میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی، آیا زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کر دی تو اسے بیعنا جائز نہیں، اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب
نہیں اسے بیع کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از قصبہ ڈبھوئی ریاست برودہ مرسلہ حاجی شرف الدین غرمیاں متولی جامع مسجد

۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) اس قصبہ ڈبھوئی ریاست برودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے، اس کے نزدیک
ریل کا احاطہ ہے، اب ریلوے کمپنی والے اس ریل کے احاطے کو بڑھانے کی غرض سے عید گاہ کو
گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں، آیا یہ شرعاً شریفین میں درست ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان ڈبھوئی
اس عید گاہ کو زردی تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے؟
- (۲) ریاست برودہ تعلقہ سنگھیر موضع مانگی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس

وقت سہارا حالت میں ہے، اس مسجد میں چند قیمتی پتھر، محرابیں، کچھ ذخیرہ جو نقشی کام کے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں، اس موضع کے ہندو وغیرہ جن کی حالت اچھی ہے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں، لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی درجہ کی مسجد میں لگا جائے یا نہیں؛ اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہندو لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جاتے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں، وقتی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کما بیتہ فبہ مراد المحتار (جیسے کہ اسے رد المحتار میں بیان کیا ہے۔ رحمہ اللہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کمیٹی بمبئی بازار مسئلہ تفضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے معتکف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؛ اگر بیونی یا شہری بنیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تہجد صبح لعیب ہو کیونکہ اگر تحریمی ہو کہ نماز صبح باجماعت یا نماز تہجد نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے معتکف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح، بنی ہمسہ ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے اباحت معلوم ہوتی ہے؛

عن عبد اللہ بن حارث بن جرزہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنخبہ ثم لحم وھونی المسجد فاکلوا کلنا معہ ثم	حضرت عبداللہ بن حارث بن جرزہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روٹی اور گرگشت لایا گیا، اس وقت
--	---

فت ۱۔ سائل نے ابن ماجہ کے حوالہ سے جو حدیث ذکر کی ہے وہ دراصل دو حدیثوں کا مجرہ ہے، اصل عبارتیں یوں ہیں؛

(۱) ص ۲۳۵، کما نکل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد الخبز واللحم۔

(۲) ص ۲۳۶، کما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً فی المسجد قد شوی فمسیحنا یدینا بالحمصاء ثم قمت نصلی ولہ توضؤاً۔ ارباب الاطعمہ میں دونوں حدیثیں انہی الفاظ کے ساتھ ملی ہیں۔

قام فصلی و صلیتا معہ و لم نزہ علیہا
 صحیحنا یدین یا بحسب دینہ بینوا تو جروا۔
 آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے اسے تناول
 فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ گوشت روٹی کھائی،
 پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور ہم نے سوائے اس کے کچھ نہ کیا کہ اپنے
 ہاتھ پتھروں کے ساتھ صاف کئے۔ (ت) بینوا تو جروا

الجواب

مسجد میں مستکف کو سونا تر یا اتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین
 قول ہیں،

اول یہ کہ مطلقاً صوفِ خلافتِ اولیٰ ہے،

صحیحہ فی لہندیۃ عن خزائۃ الفتاویٰ
 و مشی علیہ فی جامع الاسیجی ج ۱ کما
 فقد بن کمال ہاشا و الکافی فی معراج
 الدرایۃ والیہ یبطل کلام السدر فی
 الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
 دوم یہ کہ جائز ہے اس کے غیر کو منع،
 وہ حرم فی الاشہدہ و عبیدہ مشی فی الدار
 قبیل باب التور۔
 سوم مستکف کے سوا کسی کو جائز نہیں،
 وہ حرم فی السراجیۃ و فی جامع الفتاویٰ
 و منیۃ المصنف و غمر العیون و حقن الوقایۃ
 و غیرہا من المعتمدات۔
 اور یہ کراہت کراہتِ تحریم ہے،
 لقولہ یمنع منہ و اما المنع عن المکرہ

اس کی ہندیہ میں خزائۃ الفتاویٰ کے حوالے سے تصحیح
 کی ہے اور جامع الاسیجی ج ۱ نے اسی کو اختیار کیا،
 جیسا کہ اسے ابن کمال ہاشا نے نقل کیا اور کافی نے
 معراج الدرایہ میں، اعتکاف میں درک کلام بھی اسی
 طرف مائل ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں حضرت
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ (ت)

اسی پر اشباہ میں حرم ہے، در میں باب اتر سے
 تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

سراجیہ، جامع الفتاویٰ، منیۃ المصنف، غمر العیون،
 حقن الوقایہ اور دیگر معتد کتب میں اسی پر جزم
 کیا گیا ہے۔ (ت)

کیونکہ اس کا قول ہے، اسی سے منع کیا گیا ہے اور

تہو یمما واما کراہۃ التزییہ متجاسر
 منع مکروہ تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تزییہ تو
 اباحت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسا کہ رد المحتار

ذخیر میں ہے۔ (ت)

اقول تحقیقی امر یہ ہے کہ مرنس و حافظ جب جمع ہوں حافظ کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان سے
 تبدیل ہوتے ہیں و من لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل (جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کے
 احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ
 کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم ۱

من سجد سجد یفتد ضیالۃ فی المسجد
 لیل یقل لا ردھا اللہ علیہ فان المساجد
 لہر تہن لہذا۔ مرواۃ مسند عن ابی ہریرۃ
 مرضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت
 کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے
 اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس سے
 نہیں بنیں۔ اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے ۱

ذا امر ایتھ من یتساع فی المسجد فقولوا
 لا اربح اللہ تجارۃ تک بلکہ مرواۃ القرمذی
 وصحیحہ و لحاکم عنہ مرضی اللہ تعالیٰ
 عنہ۔
 جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو
 کہو اللہ تیرے سود سے میں فائدہ نہ دے۔ اسے
 ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا، درحکم نے
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور
 بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری، مسجدیں
 چرپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی و کل ما احدثی الی محظور محظور (ہر وہ شئی جو ممنوع تک
 پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ ت) جو بنیالی تمہید یا جامع صبح مسجد میں سونا چاہیے تو اسے کیا مشکل ہے

۱۔ صحیح مسلم باب النہی عن نشأ الضالۃ فی المسجد ۲۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰

۳۔ جامع الترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیوع فی المسجد ۴۔ امین کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۵۸

کہ اعتکاف کی نیت کرنے کے بعد حرج نہیں کہ تکلیف نہیں ایک عبادت برستی ہے اور سونا بالاتفاق جائز ہوتا ہے
نیت لفظی پھر غز الیہن اور مراجعہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے

وإذا اراد ذلك ينبغي ان ينوي الاحتكاك
فیدخل فیذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوى
او یصلى ثم يفعل ما شاء الله تعالى اعلم
جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تراعتکاف کی نیت
کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ
کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر
وہاں جو چاہے کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ مشکف ہو۔ رد المحتار
باب الاعتکاف میں ہے

الفهر ان مثل الصوم الاكل والشرب اذا
لعم يشغل المسجد ولم يلوثه لان تطييفه
واجب كما هو عليه
ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو طویف نہ کرے
اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے
کیونکہ مسجد کی نفث کا خیال نہایت ہی ضروری
ہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی
ہو تو مشکف کو بالاتفاق بلا کر اہست جائز ہے اور غیر مشکف میں وہی مباحث و اختلافات عائد ہوں گے
اور یہی ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم یبق لہذا (مساجد اس خاطر نہیں
بنائی جاتیں۔ ت) اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی
دیر بھی ٹھہرے یہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) تراعتکاف میں پڑنے کی کیا حاجت، وہاں کا
اقریب الی الاذنب فهو الاحب والا حب نسأل اللہ حسن التوفیق (جواب کے زیادہ قریب ہو
وہی زیادہ پسندیدہ اور واجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کا سوال ہے۔ ت)

یہی حدیث ابن ماجہ، وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لئے
عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت مشکف
ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ مامستہ الماد (وہ چیز جسے آگ چھوئے ت)

سے دشمن نہیں، علاوہ بری فعل و تقریر سے قول اور بیعت سے حاضر اور مع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۵ از فیض امام مسجد تنویرہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالحی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
 جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں، کھانا وہاں کھائیں، دنیا
 کی بات کریں، اشعار پڑھیں، جائز ہے؟

الجواب

مسجد کو چال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۶ از کوئٹہ کا خطیہ وار مرسلہ سید عبد السلام صاحب رضوی ۹ محادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
 امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت سو سکتے ہیں یا نہیں؟
 نیز ایسے مسلمان مسافر جو آج کل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چند سگے کرگزارہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا
 اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں، سوتیں، کھائیں نہیں، جائز ہے؟

الجواب

صحیح و معتد بہ ہے کہ مسجد میں کھانا بنانا، سونا سوا مستحکم کے کسی کو جائز نہیں۔ مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے
 تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے، اور اُس نے نے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے۔ اعتکاف نفل ایک نیت
 کا ہو سکتا ہے۔ مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں، وہ لوگ بھی پر نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۷ از سہر ساول خلیفہ خاندیس محلہ ستارہ مسئلہ حافظ اکیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر ادبیات لغویات اور گالی گلوچ ایک دوسرا
 آپس میں جینے خاص و عام کے دروہہ کرے تو ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیضا تو حروا

الجواب

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر۔ مگر تعزیر یہاں کون سے ہو سکتا ہے، اتنا کریں کہ انھیں
 مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ از شہر عقب کو قوالی مسئلہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۲۷ ثوال ۱۳۳۷ھ
 مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور علیات تعزید گنڈا وغیرہ آیات قرآنی سے
 کرتا ہے اس کو بصورت قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عرض مالی پر تعزید دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا ناجائز ہے، اور حجرہ فناء مسجد ہے اور

فنائے مسجد کے لئے حکم مسجد، علیگری میں ہے،

يُبيح التعويض في المسجد الجامعة ويكتب
في التعويض التوراة والانجيل والفرقان و
ياخذ عيها الب ل ويقول ادفع الى الهدية
لا يحل له ذلك كذا في الكبرى

اُسی میں ہے،

قيم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في
حد المسجد او في فناءه لان المسجد اذا
جعل حانوتا ومسكنا تسقط حرمة وهدا
لا يجوز والعناد تبع المسجد فيكون حكمه
حكم المسجد كذا في محيط السر حسی
والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴۷ حکم ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ

ایک شخص کچری میں ملازم ہے فرصت کے وقت دن و رات میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ
کھاتا ہے بہت عرصے سے، اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیست احتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور
کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیست احتکاف کرتا اور کچرے وغیرہ ذکر الہی کر کے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۴۸ از بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور مسند تکبیر مسجد میں
اور مسجد کے لنگے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور گالہ ان مسجد میں رکھے اور گھوڑے
کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں؟ بیضا تو جودا

الجواب

مسجد میں سونا کھانا بجا کر ہے، اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں، ہر حال میں لازم ہے کہ کوئی چیز، شور یا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرسے، اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ میں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور دوسروں کو بھی اس میں ترکیب بنانا ہے۔
عائزگیری میں ہے :

يَكْرَهُ النَّوْمُ وَالْأَكْلُ فَيَدُ الْغَيْرِ الْمَعْتَكِفُ
مسجد میں سونا اور کھانا غیر معتکف کے لئے مکروہ ہے۔
مسند لکھنا اگر براؤ تکبر ہے تو یہ غلط ہے۔ امام ہے
قال تعالى اليس في جهنم مثوى للمتكبرين
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ
متکبرین کا۔ (ت)

اور اگر براؤ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بدی لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں،

لا يَأْتِي الْكَرَامَةَ إِلَّا حَمَارَةٌ
عزت و احترام کا انکار کوئی گناہ ہی کر سکتا ہے (ت)
ٹیک بگ کی بیڈگی تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادب مسجد کے خلاف ہے، ہاں ضعف یا درو کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے، اگر لہذا ان اگر ٹیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس عرض کے لئے رکھا تو عروج نہیں، اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرمیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے، مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
إِنَّ الْمَسْجِدَ لَمَثَلُ الْبَيْتِ لَهَذَا (مسجد ان چیزوں کی خاطر ہیں بنائی جاتی۔ ت) خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کا بگڑنے کے تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔

قال الله تعالى ومن طمعه من منع مساجد
اللہ ان یذکر فیہا اسماً۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، اور اس شخص سے بڑھ کر کون
ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۵
لے القرآن ۳۹/۳۰

لے کنز العمال بحوالہ الذیلی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ مطبوعہ موسستہ الرسالة بیروت ۱۵۵/۹
لے صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشأۃ الصلوات فی المسجد۔ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۱۰/۱
لے القرآن ۱۳/۲

نفرت نہ پھیلاؤ۔ تاجرانہ ایسے افعال کی حاجت تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت کو سمجھتا رہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از الزاد مسجد محمد مرسلہ حافظ عبد الحمید صاحب فقہوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ
اگر کوئی مسجد میں پڑاؤ از بطنہ دورہ و دو وظائف خواہ تلاوت کرے یا ہر اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں
بھی آواز کا نغمہ میں پہنچتی ہے لوگ ببول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے
کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا، اگر زمانے تو کہاں تک ممانعت
کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتا ہے میں علما سے ہیں؟

الجواب

بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ غمی عن المنکر ہے اور
کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحہ قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں ہے :

من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم
يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و
ذلك اضعف الايمان ۱

جو قوم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ
اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کرے اور اس کی
طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس
کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُر جائے اور یہ
سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ (مشا)

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت
کرنے والے پر اس صورت میں وہ ہر ادبالی ہے، ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کو ذکر بہر میں تھا، دوسرے
قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرتا۔ رد المحتار میں ہے :

في الفتحة عن الخلاصة من اجل يكتب الفقه
وبجنبه من اجل يقرأ القرآن فلا
يمكن استماع القرآن فالاثم
على القاري وعلى هذا الوقراً على
فتح میں خلاصہ سے ہے ایک آدمی فقہ لکھ رہا ہے
اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت
کر رہا ہے جبکہ قرآن کا سنتا ممکن نہیں تو اب گناہ
تلاوت کرنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر اونچی

السطح وان من مياہ یا شمس احرای لانه یکون
سببا لاعلمهم عن استماعه اذ لانه یؤذیهم
بایقظہم

جگہ پڑتا ہے حالانکہ لوگ سوئے ہوئے تھے تو
پڑھنے والا گنہ گار ہوگا اس لئے کہ یہ شخص ان کے
قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنایا اس وجہ سے
کہ ان کی نیند میں خلل واقع ہوگا۔ (دست)

اُسی میں غیب سے ہے :

یجب عن القاری احترامہ بان لا یقرأ
فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأ
فیہا کانت ہو لمضیع لحرمتہ فیکون
الاشغور علیہ دون اہل الاشتغال دفعا
للمحرج ینہ واللہ تعالیٰ اعلم

تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازار
میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول
ہوں، اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا
احترام ختم کرنے والا ہے لہذا دفع حرج کے پیش نظر
یہ پڑھنے والا گنہ گار ہوگا، مشغول ہونے والے لوگ
گنہ گار نہ ہونگے۔ (دست) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے
ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ باوازی بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ
پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال
بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باوازی پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید
ووظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب آکیلا تھا اور باوازی پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز
کے لئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۳ از ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ محلہ توپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تذیر اگر مسافر از طور پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص مشتاسانہ ہو کہ جس کے

مسئلہ از شہر کوہ مسئول منیر الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جدوا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اكل من هذه الشجرة المتشدة فلا يقرب من مسجد، فان المتشدة تشاؤی حیات ذی منه الا نسل۔ مرواۃ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس شخص نے اس بدبودار پودے کو کھا یا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ ملائکہ کو بھی ہر اس شے سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ہوتی ہے۔ اے بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

امام عینی حمۃ اللہ علیہ شریح معجم بکاری پھر علامہ رستہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں،

وینقل بسانہ علیہ فی الحدیث کل مالہ راحۃ کدیہۃ ما کولا اذینہ۔

حدیث کے مطابق ہر اس شے کا یہی حکم ہے جس کی بو اچھی نہ ہو خواہ وہ شے کھائی جاتی ہو یا نہ۔ (دت)

ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جوں کو لوند رکھتے ہیں مٹانے سے اس کی بدبو جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اس لوند میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے درختار میں ہے،

مکہ تحریمہ اذخالی نجسۃ فیہ فلا یجوز لاستہبج بدھن نجس فیہ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں نجاست داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا ناپاک تیل کے ساتھ وہاں چسپہ رخ جلانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دت)

۲۰۹/۱	صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اکل ثوما الخ	مطبوعہ نور محمد راجع المطابع کراچی
۱۱۸/۱	صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاز فی الثوم الخ	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۸۹/۱	رد المحتار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا	مصحف البانی مصر
۹۳/۱	رد المحتار	مطبوعہ مجتہدانی دہلی

مسئلہ ۱۵۵ از شہر ربی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی جیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اس کی بڑیا کل دھو کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از دانا پور محلہ سکونہ مسئلہ محمد حنیف خاں بدشعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں، صبح کی نماز میں پوجہ سردی کے تیغوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر نوک نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز پڑھا چاہئے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس نے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قیاست ہے یا نہیں؟ اور کہاں تک اس کا گناہ ہے؟ مہربانی فرمنا کہ جواب صحیح کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں،

وفیہ حدیث تسمیم الدار رہی اللہ تعالیٰ بہ
وایقادة القنادیل فی المسجد الشریف
ستحسنا نہ من النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لسا
مرأی المسجدین هو قال نور اللہ قبر عمر
کما نور مساجدنا
اس بارے میں حضرت تسمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی حدیث ہے، مسجد نبوی میں قندیلوں کا جلانا اور
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انھیں پسند کرنا ثابت ہے
اور وہ حدیث جس میں منقول ہے کہ جب حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں مساجد کو روشن دیکھا تو
کہا، اللہ تعالیٰ قر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو اسی طسرح
روشن کرے جیسے انھوں نے مساجد کو روشن کیا۔ (سنن)

مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور منوع و بدعت سیئہ ہے۔ در مختار میں ہے،

کسوة خلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ
به یفتی اللہ قولہ ہذا فی غیر وقت الصلوۃ
مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں
جائز ہے جب مسجد کا سامان چھدی ہوئے کا اندیشہ ہو۔

نقلاً عن شامی لا فی اوقات الصلوۃ کیف عند
نفس قیام الصلوۃ هذا مردود باجماع
قوی بھی اسی پر ہے اور میں کہتا ہوں یہ وقت نماز کے
اور وہ میں ہے، کیونکہ شامی نے کہا اگر اوقات
نماز میں دروازہ بند کرنا مکروہ ہے تو نماز کی جماعت

جو رہی ہو تو اس وقت منع کیوں نہ ہو گا اور اس کے مردود ہونے پر تمام اہل نماز کا اجماع ہے۔ (دت)
اُس وقت چسراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کو اثر بند کرنے کی بنا پر ہو اگر بند نہ کریں چسراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چسراغ بھی
بے حاجت کہ وہ حاجت بدرجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کچھ کواڑوں میں بھی حاجت چسراغ ہو
تو یہ خلاف افضل ہے مذہبہ حنفی میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ شہر بریلی محلہ گھیر جعفر خاں محمد علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرثانی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرض
زیبائش مسجد گلے درختاں پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں جن میں کہ کما وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی
ہے۔ اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے شرح شریعت کیا حکم ہے؟
الجواب

اگر زمین نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از منصور پر متعلق ڈاک خانہ تشریش گدہ تحصیل بیگڑی ضلع بریلی مستولہ محمد شاہ خاں ۱۹ محرم ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیان شرح متین اس باب میں، مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی نقوشات وغیرہ
چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کئے جاتے ہیں مثلاً ان کے منبر کے قریب دیوار پر عربی و مناجات ایسے موقع
پر نصب یعنی چسپاں کئے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اس سے کسی قدر و پچے یعنی قریب
پس گردن عربی مناجات ہوتے ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟
الجواب

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہئے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ غلبہ
میں امام کی پشت اس کی طرف ہو، یہ اور بھی نامناسب ہے۔ ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں
نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از علی گڑھ کالج مستقر حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) پروفیسر
وہیات، خلیفۃ المصنوعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں؟ کیا نمازیوں کے پیش نظر گل بوٹے پکے دیکے منہل صلوٰۃ نہیں؟
کیا اس طرح کی زیبائش مسجد کی منہجیت مسجد ہونے کے شایان شان نہیں؟ محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر
فقیر کو منوں فرمائیں، یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد نقش و مطلقا کی جارہی ہے۔ فقط

الجواب

مسجد میں زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و تالیف نہ تھی کہ ان کے قلوب تعظیم شعائر اللہ
سے خلوت تھے لہذا حدیث میں مبادیۃ فی المساجد کو اشراط سلامت سے شمار فرمایا اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

لن تزخرفنہ کما زخرفت الیہود والنصارى بل
تمساجدکم کو اسی طرح مزین کرو گے جس طرح یہود
ونصاری نے مزین کیں۔ (ت)

تبدل زمان سے ملامت نے تزیین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر مرث عظمت فی العیون و وقعت فی
القلوب ہوتی ہے فکان کتھبۃ المصحف فیہ من تعظیمہ (یہ ایسے ہی ہے جیسے تعظیم کی خاطر قرآن حکیم کو
طلا کی صورت میں رکھا جائے۔ ت) مگر اب بھی دیوار قبلہ نما اور محراب کو خصوصاً شاخلات قلوب سے بچانے کا حکم
ہے بلکہ ادنیٰ یہ ہے کہ دیواریں و شامیں بھی طہیات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصنی ہو اس کی نظر کو پریشان
نہ کرے۔ ہاں گنبدوں، میناروں، سقف اور دیواروں کی وہ سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ
نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں مسجد کا مال اس میں صرف نہ کیا جائے،
مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کئے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو
اور اگر صرف نہ کیا جائے تو خالوں کے خورد و برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے
اُس میں بھی دقائق نقوش سے تکلف محکوم ہے سادگی و میانہ روی کا پہلو طرز ہے۔ امام ابن النیر شرح جامع میج
میں فرماتے ہیں:

استنبط منہ کراہۃ تزخرفۃ المساجد
لاشتغال قلب المصلی بذلك او لصوص المال
اس سے مسجد کا مزین کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے
کیونکہ اس میں نمازی کے دل کا مشغول یا مال کا

فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلت علی سبیل
تعظیم المساجد ولم یقع الصلوات علیہ
من بیت المال فلا بأس به ولو اوصی
بتشید مسجد و تعمیرہ و تصفیہ و
نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس
فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث
الناس مؤمنہم و کافرہم تشید بیوتہم و
تزیینہا و لو بنیت مساجدنا بالبن و جعلاھا
مطامنة بین الدوراتنا حقہ و ربما کانت
لاهل الذمة کانت مستھانة به
در مختار میں ہے ،

دور باس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ
لانہ ینہی المصلی ، و یکرہ التكلف
بد قات النقص و نحوہ ، خصوصاً فی
جدار القبلة ، قال الحلی و فی حطرس
المجتبی و قیل یکرہ فی المحراب دون
السقف و المؤخراتہی و ظاہرہ انہ
المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظہ
(و بعض و ماء ذہب) نو (بہالہ) الحداد
(لاص مال الوقف) فانہ حرام (وضمن
متولیہ لوفیل) النقش او البیض الا
اذا حیفت طعم الظلمة فلا بأس بہ کافی .
و الا اذ اکامب الاحکام البن ، او الواقف

غلط طور پر استعمال لازم آتا ہے ، ہاں جب یہ چیزیں
مساجد کی تعمیر کی خاطر بواحد بیت المال سے نہ ہو تو
اس میں کوئی حرج نہیں . اگر کسی شخص نے مسجد کو بنانے کے لئے
اور اسے سُرخ و سفید کرنے کی وصیت کی تو اس کی
وصیت نافذ ہوگی کیونکہ لوگوں میں فتویٰ اُن کے مال
کے مطابق ہوتا ہے اب لوگ خواہ مومن ہیں یا کافر
ہر کوئی اپنے گھر کو مزین کر رہا ہے اب اگر ہم اپنی
مساجد کو کچی اینٹوں سے بنائیں گے اور انھیں بلند
عمارات کے درمیان چھوٹا بنائیں تو ان کی توہین ہوگی
جبکہ یہ مکانات اہل الذمہ کے بھی ہو سکتے ہیں (دت .

(مسجد کو محراب کے علاوہ نقش کرنے میں کوئی حرج
نہیں) کیونکہ محراب کا نقش و نگار نمازی کو مشغول
کر دیتا ہے ، البتہ بہت زیادہ نقش و نگار رکھنے
متکلف کرنا خصوصاً دیوار قبلہ میں مکروہ ہے . حلی
اور محبتی کے باب الخطر میں ہے کہ محراب کا نقش
کرنا مکروہ ہے چھٹ پھل دیوار کا نقش کرنا مکروہ نہیں
اور ظاہر یہی ہے کہ محراب سے مراد دیوار قبلہ ہے ،
پس اسے محفوظ کر لو (چونے اور سونے کے پانی سے)
اگر (اپنے مال) حلال سے ہو (مال وقف سے
نہیں) کیونکہ حرام ہے (متولی نے اگر کیا تو وہ
ضامن ہوگا) نقش یا سفیدی بترجیب ظالموں مال وقف کو خیر
ہو تو کوئی حرج نہیں کافی ، اور اس صورت میں

فعل مشبه لقولهم انه يعمر الوقت كما
كان وتماثله في البحر

جب یہ بنا کی پختگی کے لئے یا واقف نے خود ایسے
کیا ہو کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ وقت کی مرمت حسبِ ہمت
کرنا ہے۔ اس کی تفصیل بحر میں ہے۔ (ت)

رد المحتار میں بحر سے ہے،

وارادوا من المسجد واخذوا فيه ففعلوا
تزيين خارجا مكره في راي تنجب
كتبت عليه ما نعه، اقول في هذا
الاستفاد نظر ظاهر، بل الظاهر منه
جوانه بدكر اهت بالشروط الثلاثة
ان يكون بمانه المحلل ولا يتكلم
دقائق النقوش لان خارج المسجد
ليس محل الهاء المهيلى، وفيه تعظيمه
في العيون وزيادة وقعته في القلوب و
ترغيب الناس في حضوره وتصميده، و
كل ذلك مطلوب محبوب، وانما الامور
بمقاصدها، وانها لكل امرئ ما نوى.

یہاں انھوں نے داخل مسجد مراد لیا ہے جو واضح کرنا
ہے کہ باہر مسجد کی تزیین مکروہ ہے اور میں نے اس
پر جو لکھا وہ یہ ہے کہ اصل متخانہ میں نظر ظاہر ہے
بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شروط ثلثہ کے ساتھ بلا کر اہت
جائز ہے یہ کہ اپنا مال حلال کا ہو اور فقہ مشی میں
تکلف نہ ہو کیونکہ غایت مسجد نمازی کو مشغول نہیں
کرنا اس میں دیکھنے میں تعظیم اور دلوں میں وقعت
کا اضافہ اور لوگوں کا حضور و آبادی میں شرفی کا
سبب ہے اور ان میں سے ہر شئی مطلوب
محبوب ہے، اور امور کا اعتبار ان کے
مقاصد پر ہوتا ہے، ہر آدمی کے لئے وہی
کچھ ہے جو اس نے نیست کی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

من المسلم ان فیض آباد مسجد مظفر مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبد الحل ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہوادہ ہاں گامع آفات ڈھوگی وغیرہ ہوا اور تماشا ٹی لوگ اندر مسجد کے بلا ٹا
پاکی اور ادب کے اور گاگر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مزا میر کے ساتھ گانا اور اس کا شندا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت، اور گاگر کا ہجوم اگر کسی

۹۲/۱	مطبوعہ مطبع جنتانی دہلی	۱۳۳۶ھ	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکره فیہا
۲۸۷/۱	مطبوعہ ابائی مصر	۱۳۸۷ھ	رد المحتار
۳۱۵/۱	المجلیٰ اسلامی جہار پور، انڈیا	۱۳۸۷ھ	باب احکام المسجد

منکر شرعی پر مشتمل نہیں، نہ یہ وقت نماز کا جو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو، نہ یہ لوگ مسجد کی بے عزتی کریں تو حرج نہیں، اور بے ثبوت شرعی مسلمانوں کو سمجھ لیا کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۱ از لاں پور ضلع پٹاننگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں گھسی پر جیٹہ کرو حکم کرنے کو بعض لوگ عدم سنت سمجھتے ہیں سنت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جہودا

الجواب

واعظ کا گھسی پر مسجد میں بیٹھا جائز ہے جو مدار اور مداریوں کا حرج نہ ہو، ایک آدمی بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدمی بار سے فعل سنت نہیں بن جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۲ از لاں پور ضلع پٹاننگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۵۵ و مجموعہ فتاویٰ بہار فی تصنیف مولانا مفتی عبد الغفور نے چار پائی واسطے مسئلہ مسجد میں جواز رکھنا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعتکاف کے موقع میں سر پر سوئے تھے۔

الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لہذا (مساجد کی بناء چیزوں کے لئے نہیں۔ متنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور گوشت کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لئے مسجد اقصیٰ میں خیر نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نیست لا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ کیا ای حدیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۳ از شہر بریلی مسطور کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ

(۱) مسجد میں ستھالی جو تار کھنا ہے یا نہیں؟ چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو تار مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو تار رکھتے دیکھتے ہیں اور

سنة سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاء الاصل فی المسجد
مصحح مسلم باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد
مطبوعہ اربع ایم سعید کمپنی کراچی
ذریعہ تصانیف کراچی
۵۶/۱
۲۱/۱

کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا
 خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی طرح نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے ؟
 (۲) اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے
 تو جوتا پہن کر جانا چاہئے یا ویسے ہی ؟

الجواب

(۱) اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو
 باہر جھاڑ کو تنے ٹاکر ایسی جگہ رکھیں کہ تار میں نہ رہے۔ جبکہ سب سے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے نہ پنے
 دھبے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے۔ زنان سے قطع صفت ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے
 رکھ کر دھال ڈال دیں۔

(۲) جوتا پہن کر جانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۵ یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں، منع کرنے پر
 کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے ؟ کس قول سے منع ہے ؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان احذکم اذا قاه فی الصلوۃ فانہ یناجی ربہ
 وان ربہ بیتہ وبیت القبۃ فلا ینزق
 حدکم قبل قبلتہ، و لکن عن یسارۃ او
 تحت قدمہ۔ رواہ البخاری عن انس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ۔
 تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو
 وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور سب تعالیٰ کو نمازی
 اپنے اذقبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب متحرک
 البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے متحرک نہ۔
 اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرمایا،

اذا قاه احذکم الی الصلوۃ فلا یصق
 جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے

نہ تھو کے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اسے ریت سے
ہم کلام ہے، نہ ہی دائیں طرف تھو کے کیونکہ اس کے
دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے، البتہ بائیں طرف یا
قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کر دے۔ اسے
بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا۔ (مت)

امامہ، فانما یت ہی اللہ ما د اعی فی معسلہ
ولا عن یمنہ فی عن یمنہ منکاً ولیمیت
عن یسارہ او تحت قدمہ فیہ فتنہا۔ رواہ
الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ۔

اور فرمایا:

جب تم جیس کوئی نماز پڑھے تو چوتے دائیں طرف رکھے
دائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ
اُس صورت میں جب بائیں جانب کوئی نہ ہو، اور
انھیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔
ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مت)

ازاصلی احد کو فلا یضع نعلیہ عن یمنہ ولا
عن یسارہ فتكون عن یمن غیرہ الا ان
لا يكون علی یسارہ احد ولیضعہما بین
مرجلیہ۔ رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۶ از سر اسے چھیلے ضلع بلند شہر مسئلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ
مسجد کے چارہ سے عورتا پالی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور رتی سے بھی وہ خراب پر گتے ہیں
پھر اس کی چھٹیوں کوئی میں ضرور جاتی ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یوکی بھرتے آئے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟
الجواب

کوئی کی ممانعت نہیں ہو سکتی رتی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں، غیر نماز کے لئے اُس سے
نہ بھرنے دیں، دربارہ طہارت اور امام کو شریعت نے دخل نہیں دیا در نہ عافیت تنگ ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۶۷ از بریلی شہر کنند مسئلہ محمد طور صاحب ۱۰ اشوال ۱۳۳۷ھ

کیا جاتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثلاً جامن مولسری کھئی وغیرہ کے ہوا در پھل اس
مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے، ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کئے ہوئے

نہ اس باکل تو تھا ولا یجوز اخذ ورقہ^۱۔ درخت مسجد میں ہے توقیعہ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
واللہ تعالیٰ اعلم
نے فرمایا، اسے اپنے ثوت کا پھل کھانا حیاتِ اُزاد

پتوں کا لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۸ از مَسْئَلِ ضَمِّ بَیِّنِی الرَّحْمٰنِ صَاحِبِ ۱۹ شَبَّانِ الْمُعَظَمِ ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دُنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت
ہے اور بدو شر کیا مواخذہ ہوگا؟

الجواب

دُنیا کی باتوں کے لئے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے۔ اشیاء و نظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا :
”مسجد میں دُنیا کا کلام سیکھنے کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو“۔

یہ مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوں تو اس کا کیا ذکر ہے، دونوں سخت حرام و حرام، موجب
عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۹ از غازی پور محلہ میاں پورہ۔ مسئلہ منشی علی بخش عود دفتر جی غازی پورہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں شور و شر کرنا اور دُنیا کی باتیں
کرنا اور اسی طرح سے دُشمنی و رشتہ یا ہمیں اور اپنے پاس سے نیابت کرنے والوں اور قیمت رکھنے
والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا مفسدہ کا انداز پایا جائے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد میں شور و شر کرنا حرام ہے، اور دُنوی بات کے لئے مسجد میں بیٹھنا حرام، اور نماز کے لئے ہمارے
دُنوی تذکرہ مسجد میں مکروہ اور دُشمنی ہے ضرورت دُنوی کلام نہ چاہئے۔ اور غیبت کرنے والوں اور قیمت
اٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ فقہ زائے مٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے
اٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۰ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام بیان صاحب طالع ۱۸ اشوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد ویران شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گر گیا صرف
دیواریں و دیگر آثار اُس کے سب غروار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر

خراب ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نہیں جائز، بلکہ اس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اذمراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کار و عمل صاحب ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ یہ فرد معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں کی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحن مسجد میں کچھ ایسی قبریں تھیں نہ کہ پختہ یا تڑپے یا نہیں؟ اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں ہو گئیں یا نہیں؟ سوال کا جواب بحوالہ کتب احادیث ارفام فرمائیں۔

الجواب

مسلمانوں کی قبریں جو ارک کے صحن مسجد میں شامل کرین حرام ہوا اور ان قبروں پر نماز حرام ہے اور ان کی طرف نماز حرام ہے، قبر اوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے ٹٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان پرستور بنا دئے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنا اور چلنے اور اُن پر اور ان کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شاہی علاقہ رام پور مرسلہ تادور شاہ خان و اضماع اللہ خان ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے عین و بیابان قبرستان خام ہے نشان قبر موجود ہیں، قبرستان کو کسی مٹی سے یا پختہ چوڑا باندھ کر فرش مسجد کا بڑا یا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اُس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز؟ بیضا تو جبروا

الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام، اور قبر پر نماز پڑھنا بھی حرام، اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ غشی مردان علی از بجنور محلہ قاضی خان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجنور جو محلہ قاضیان میں واقع ہے اُس کا فرش موجودہ مشرق و غربا یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جگہ کو نمازیوں کے لئے کافی نہیں ہوتا لہذا اُس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حفیہ زمین سے قریب بارہ گز کے اونچا بنا ہوا ہے پچ فرش میں پڑ گئی، صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گزری ہوں گی

لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا جائے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو، یا فرش کے برابر کر دی جائے یا اونچی رہنے دی جائے؟ در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے، نماز میں کچھ حرج ہوگا یا نہیں؟ ورنہ اسے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لئے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جائے کہ کتنے میعاد کے بعد برابر کرنا درست ہے؟ بینوا تو جوہر۱

الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کونکے اس پر حلیں پھریں، انھیں بیٹھیں، نماز پڑھیں، محض حرام ہے۔

کما نطق بہ احادیث جملة وقد مرّ
علماؤنا ان الضرورة فی سکتة حادثة فی
المقابر حرام کما فی فتح القدیر وورد المختار
وغیرہما۔
جیسے کہ اس پر تمام احادیث شاہد عادل ہیں اور
ہمارے علمائے یہ تصریح کی ہے کہ قبرستان میں
نئے بنائے گئے راستے پر چلنا حرام ہے جیسا کہ
فتح، القدیر اور رد المختار وغیرہ میں ہے۔ (د)

پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حاجی
نماز پڑھنا بھی سب سے صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاسد تک حرام کہ جب نماز عاشقین کی پڑھی اور قیام
میں موضع جو در نظر حملے تو قبر تک نگاہ پہنچے، اور عام مساجد صغیرہیں، مسجد کبیرہ ایسی ہے جیسے جامع خوارزم
کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، اور کاجنہ نشان حقیقت قبر
میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی۔ رد المختار میں ہے۔

ثمکما الصلوة علیه و الیه لورود النہی عن
ذلک ۲
قبر پر اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (د)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لعنة الله على اليهود والنصارى اتحدوا
قبور انبياءهم مساجد۔ رواه الشيخان
وغیرہما عن احمد المؤمنین الصدیقة
اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے
اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد گاہ بنالیا۔ اسے بخاری
و مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

۱/۲۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت فصل الاستنجاء
۱/۶۶۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر باب صلوۃ الجنائز
۱/۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی کتاب الصلوۃ
صحیح مسلم کتاب المساجد باب الجنائز من بناء المسجد علی القبور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱/۲۰۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب الجنائز من بناء المسجد علی القبور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچے ہو رہے دیں اور اس کے گرد اگر دو ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گز یا زیادہ اونچی ہو، ان دیواروں پر چتر ڈالی دیں یا کٹریاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے، اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے نزدیک قبر ہے، اب اس کی چھت پر اور اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اسی میں سوچ نہیں۔ مسلک متقطع میں ہے :

ان كان بين القبر والمصلى حجاب فلا
تكره المصلوة۔ اگر قبر اور جائگہ نماز کے درمیان پردہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (ت)

غلاصہ و ذخیرہ وغیرہ میں ہے :

هذا اذا سويك بين المصلى وهذه المواضع
حائل كالحائى فان كان حائلا لا تکره۔ یہ اس وقت ہے جب جائگہ نماز اور ان مقامات کے درمیان پردہ مثلاً دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، اور اگر دیوار ہے تو کراہت نہیں۔ (ت)

اور بہتر یہ ہے کہ ان متعذر دیواروں میں جزاً بشماۃ دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں، اس سے اوقات ہوں گے، اولاً میت کی قبر تک براؤں کا آنا جانا کہ بھگم حدیث موجب نزول رحمت ہے۔ دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا نہ تاواقت اسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحیح مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گز بلندی رہنے کو حائل نادانوں کی طرح ناگزیر نہ جائیں کہ اس میں میت و امیاد مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشونا الیہ (جیسا کہ ہر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) واللہ اعلم

سہ مسلک متقطع فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی تنظیم الاضطراب والکتاب العربی ۳۲۷
کے خلاصہ الفتاوی کتاب المصلوۃ مطبوعہ مکتبہ جمعیۃ کوثر ۶۰/۱

فت کتاب مذکور کے الفاظ یوں ہیں : بل لا یكون بینہ و بینہ حجاب من جداسۃ والا فلا تکره المصلوۃ۔ نذیر احمد

مسئلہ از شہر المد آباد تیر جامع مسجد چوک مدرسہ مرزا احمد علی خوشنوساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر و فقہ و حدیث کی ہوتی ہے، بعض فاضلین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے، بعد گفتگو بسیار کے یہ سطر پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے، فاضلین مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے، جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا، ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں، دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی وغیرہ سب کی تعلیم نہ داخل ہو، مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے۔ متمم مدرسہ اس کو تسلیم کیا اور تحریر کرنا کہ ہم اس کے پابند نہیں گے، بڑھتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا بے فائدہ ہے، فقہین کو شرعیہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کر انہیں اور رجسٹری کر انہیں۔ تردید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی قرین کرنا شرعی کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کہیں نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا کس کا قوی صیغہ ہے تردید کا یا بکر کا؟ بینوا تو جروا

الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے:

- (۱) تعلیم دین ہو۔
 - (۲) مسلم سنی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ دین کہ وہ تعلیم کفر و ضلالت کرے گا۔
 - (۳) مسلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی۔
 - (۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔
 - (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے۔
 - (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔
 - (۷) مسلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھے سے قطع صفت نہ ہو۔
- ان شرائط کا اگر ذمہ لگایا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کر لکھنا چاہتے ہیں اس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت بلکہ اور جگہ نہ ہو بغیر وقت مسلم باجرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً، نہ نہی سبائی پر سینے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لئے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سرسیتا بھی رہے تو اجازت دی ہے یوں ہی غیر نماز کے وقت متعلمان علم دین کو ٹکڑا رطل میں دفع صوت کی حدیث میں فرمایا:

اپنی مساجد کو اپنے بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (ت)

فقہاء نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی عمل جائز نہیں یعنی مسجد میں کوئی کارہ پارہائز نہیں کیونکہ وہ مخالفت اللہ تعالیٰ کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے تو اب وہ عبادت کے علاوہ کسی دوسری شے کا محل نہیں بن سکتی البتہ اس صورت میں شد کوئی ورزی وہاں اس لئے بیٹھ کر کام کرتا ہے کہ بچے داخل نہ ہوں اور مسجد کی حفاظت ہو، تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن وہ بھی کپڑے کو پیٹنے وقت سخت آواز سے کپڑے کو نہ جھاڑے، اسی طرح اگر وہاں کوئی لکھتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر معاوضہ نہیں لیتا تو مکروہ نہیں۔ فتح القدر میں ہے کہ یہ اس وقت ہے جب قرآن اور علم لکھ رہا ہو کیونکہ یہ عبادت ہے، لیکن یہ کئی بہت سکھانے والے لوگ جن کے پاس بچے اکٹھے ہوں اور شہر ہوتا ہو وہ جائز نہیں اگرچہ خلاف شور نہ ہو کیونکہ یہ کاروبار ہے نہ کہ عبادت، کیونکہ وہ تو معاوضہ و اجہر کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر، بلکہ یہ رزق کمانے کے لئے ہے، اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے کا حکم بھی کتاب کی طرح ہے اگر معاوضہ کی خاطر ہے تو جائز نہیں اور اگر رضائے الہی کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں (ت)

جنہو اساجد کہ حبیب نکم و محب نینکم
بحر الرائق میں ہے،

قالوا ولا يجوز ان تعلل فيه (ای فی المسجد)
انما لم لانه مختص لله تعالى فلا يكون محلا
لغير العبادة غير انهم قالوا في الخياط اذا
جلس فيه لصنعت من دفعه الصبيات و
صيانة المسجد لا بأس به للضرورة ولا ياتي
اشوب عند طيه وقا عنيقا والذي يكتب ان
كان باجر يكره وان كان بغير اجر لا يكره قال
في فتا القدير هذا اذا كتب القرآن والعلم
لان في عبادة اما هو لا المكتوب الحديث
يجتمع عندهم الصبيان واللغة فلا ولولم
يكن لفظ لانهم في صناعة لا عبادة اذ هم
يقصدون الاجارة ليس هو لله تعالى بل لا رتاق
ومعلم الصبيان القرآن كالكتاب المس كان
لاجر لا وحسبة لا بأس به آم

شہر ہوتا ہو وہ جائز نہیں اگرچہ خلاف شور نہ ہو کیونکہ یہ کاروبار ہے نہ کہ عبادت، کیونکہ وہ تو معاوضہ و اجہر کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر، بلکہ یہ رزق کمانے کے لئے ہے، اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے کا حکم بھی کتاب کی طرح ہے اگر معاوضہ کی خاطر ہے تو جائز نہیں اور اگر رضائے الہی کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں (ت)

فتاویٰ خلاصہ میں قلیل کتاب المیض ہے،

وہ استاد جو بچوں کو معاوضہ کے لئے پڑھاتا ہو اگر گری
۱۵۵/۸ مکتبہ فیصلہ بیروت
۲۵/۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

المعلم الذي يعلم الصبيان باجر اذا جلس
له سنن ابن ماجه باب ما يكره في المساجد
المعجم الكبير حديث ۷۹۰۱
سنة بحر الرائق باب ما يفيد الصلوة وما يكره فيها

فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الجهر
وغیرہ لایکرمہ و فی نسخة القاضی الامام رحمہ اللہ و فی
اقرار النیون جعل مسئلة المعلم کسألة
الکاتب والخیاط فان کان یعلم حسیة لایباس
بہ وان کان باجریکۃ الا اذا وقع ضرورۃ

در مختار میں ہے :

اذا اضاق للمعلم ان یراج القاعد و لیسو
مشتغلا بقراءة او درس

رد المحتار میں ہے :

اقول و کذا اذا لم یضیق و لکن من قعود
قطع للصفت

در مختار مکروہات و منوعات مسجد میں ہے :
و مطلق صوت ہن کر الا للمتفحہ

رد المحتار میں ہے :

الا ان یشوش جہرہم علی ناشر او معمل
او قادی الا

و غیرہ کی وجہ سے مسجد میں جہر کر تعلیم ہے تو مکروہ نہیں ،
اور قاضی امام رحمہ اللہ کے نسخہ اور اقرار النیون میں
مسئلہ معلم کو مسئلہ کاتب اور مسئلہ درزی کی طرح ہی
قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ رضائے الہی کے لئے تعلیم
دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر معارضہ لیتا ہے تو
مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز جب ضرورت ہو۔

جب نمازی کے لئے جگہ تنگ ہو تو بیٹھے ہوئے آدمی کو
اٹھا سکتا ہے خواہ وہ تلاوت میں مصروف ہو یا تعلیم
دے رہا ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا حکم ہے جس کے بیٹھنے
کی وجہ سے صفت منقطع ہو رہی ہو اگرچہ تنگی نہ ہو (ت)

ذکر بلند آواز سے کرنا منع ہے مگر اس شخص کیلئے جو فہم کی
تعلیم دے رہا ہو (ت)

البتہ اس صورت میں بھی جائز نہیں جب ذکر بالجہر سے
کسی سولے والے کی نیند ، کسی نمازی کی نماز یا تلاوت
کرنے والے کی تلاوت میں خلل کا اندیشہ ہو۔ (ت)

سہ علامۃ الفتاوی	قبیل کتاب الخیض	مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲۶۹/۱
سہ در مختار	قبیل باب التزویر والرافل	مطبوعہ مطبعہ مجتہاتی دہلی	۹۴/۱
سہ رد المحتار	" "	مطبعہ البابا مصر	۴۹۰/۱
سہ در مختار	" "	مطبعہ مجتہاتی دہلی	۹۳/۱
سہ رد المحتار	" "	مطبعہ البابا مصر	۴۸۸/۱

مناقب کوردی میں ہے :

عن بن عیینة قال مررت به (ای بالاسلام) رضى الله تعالى عنه، وهو مع اصحابه في المسجد قد ارتفعت اصواتهم فقلت يا ابا حنيفة هذا المسجد والاصوات لا يرفع فيه فقال دعهم فانهم لا يفقهون الا بديهة والله تعالى اعلم

ابن عیینہ سے ہے کہ میں ان (امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے گزرا، آپ شاگردوں کے ساتھ مسجد میں تھے لیکن ان کی آواز بلند تھی، میں نے کہا: اسے ابو حنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز بلند نہیں ہوتی چاہئے۔ فرمایا: ان کو چھوڑو کیونکہ دینی علوم کو اس آواز کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ سائل مذکور الصمد

ایک مسجد قدیم چندہ کے درہ سے از سر نو تعمیر کی گئی اس کی مغربی دیوار پر جہارت ذیل تین پتھر میں کندہ کر کے برسر عراب کے اوپر چسپائی کی گئی، جہارت یہ ہے :

یہ جامع مسجد مع دکانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی، آخری متولی کی سبب ایمانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دو منزلہ مکان بن گیا، مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار شق ہو گئی، دکانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خانگی جائیداد ہونے کا دعویٰ کیا، بالآخر متولی بکھر کپھری تولیت سے خارج کر دیا گیا اور مسجد دکانات کا انتظام کپھری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا، اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر جزو مسجد قرار دیا، اور اس وقت سے مسجد کی زینت و آبادی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی، مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی دہشت شق ہو جانے سے مسجد کے گر جانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے از سر نو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوا ۱۳۴۱ھ میں ختم ہوا، تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نو سو دکانات کے کرایہ سے ملاحظہ رہا، چندہ جمع کیا گیا، ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور والیان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا، دکانات زیریں مسجد مع حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جو مسلمانان معادین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے، ناظرین ارکان کمیٹی و سیکریٹری و دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ سید امیر الدین احمد غفرلہ الخاطب ہر خان بہادر سیکریٹری

کھینچ انتقام جامع مسجد چونکہ اللہ آباد ساکن، اترہ شاہ رفیع الزماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ کھنچی پور
شہر اللہ آباد۔

زید کہتا ہے کہ کچھ وجوہ پر عبادت چسپاں کرنا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے، اول یہ کہ درختوں میں کھاسے کہ مغربی دیوار
پر نقش کرنا درست نہیں ہے،

وهو هذا ولا پاس بنقشہ حلا محرابہ، فانه
یکرة لانه یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق
النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبۃ
قالہ العلیی فی حفظ المجلتہ وقیل یکمرہ
فی المحراب دون السقف والمؤخرات وظاہرہ
ان المراء بالمحراب جدار القبۃ
فلیحفظ بہ

اور وہ یہ ہے (مسجد کو محراب کے علاوہ نقش کرنے میں
کوئی حرج نہیں) کیونکہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہے
وہ نمازی کو مشتعل کر دیتا ہے اور باریک نقش و نگار
کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوار قبلہ میں مکروہ ہے۔
علی نے کہا کہ ایچنے کے باب الخطر میں ہے کہ بعض کے
نزدیک محراب میں نقش و نگار مکروہ، مگر چھت یا پچھلی دیوار
پر مکروہ نہیں۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محراب سے
مرا قبلہ کی دیوار ہے، اسے محفوظ رکھو۔ (دست)

اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو بڑا ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔
دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی خیانت تھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کو دار کو پہنچا
چکے اور پھر ہی نے بھی ان کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو ان کی بڑائی ہمیشہ کے لئے کمزور
رہے گی اور لوگ بڑائی سے ان کو یاد کریں گے، اور یہ حدیث شریفہ میں منع ہے۔
تہم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریاست سے خالی نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے، جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
میں لکھا ہے۔

وعن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بی اللہ مسجد ا
ی مسجد ایستندول مسجد الکفرۃ فیکون
للہ لاخراجه ما منی مسجد الفیر، اللہ قالہ ابن
المسلک والافہر انت یکون المسجد علی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جن نے
اللہ کے لئے مسجد (عبادت گاہ) بنائی، یہ کافروں
کے عبادت خانے کو بھی شامل ہے۔ اب اللہ کی
خاطر سے وہ عبادت گاہ خارج ہو جائے گی جو

بابہ ویكون لله لا خراج ما بنى للرب والسبعة
ولذا قيل من كتب اسمه على بناء لله دل
ذلك منه على عدم اخلاصه قال ابن حجر
وهو ظاهر حاله يقصد بكتابة اسمه نحو
الدعاء والترحم وفيه ان الدعاء والترحم
يحصل مجملًا وصبرًا فلا يحتاج الى تعيين
الاسم.

خیر اللہ کی خاطر ہو۔ یہ ابی الملک کا قول ہے۔ اور اظہری
ہے کہ مسجد کا یہی حکم ہے، اب اللہ کی خاطر سے وہ مسجد
نکل جائے گی جو رہا اور دکھاوے کی خاطر ہو، اسی لئے
کہا گیا ہے کہ جس نے مسجد پر اپنا نام لکھا تو یہ عدم اخلاص
پر دلیل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہی ظاہر ہے جب ملک
نام لکھنے سے مقصد دعا و رحمت ہو اس پر اعتراض یہ
ہے کہ دعا و رحمت بجز ہر جاتی ہے لہذا نام کی تعیین کی
ضرورت نہیں۔ (ت)

چنانچہ یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اس کا اور اس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت
ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضرب ہوگا جیسا کہ تمام اوقاف میں ہو رہا ہے، بہر حال اگر اس
میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اختلافی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں، احتیاط کا یہی منشا ہے کہ یہ پتھر نہ رہے۔ بکر
کہتا ہے کہ یہ پتھر چپا کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کچھ گئے ہوئے ہیں اور نماز میں وہاں نظر سے ہانے
کی ضرورت کیسے اور نام کندہ کرنا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی متعلم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت
ہے، بہر حال تردید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ بینوا تو جروا

الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۴۰ء میں دیا جا چکا ہے اس کی نقی مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں
دیوار قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے، بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس
سے دل بہتے اور ہر تو کپڑے سے چھپا دی جائے۔ احمد و ابو داؤد و عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
ان البیعی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کا
بعث دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت راۃ
قر فی الکبش حین دخلت البیت فخصیت
ان امرک ان تخمرها فخرها فانتہ
لا ینفی ان یکوم فی قسلة البیت شئ
رسالتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دخول کعبہ کے
بعد انھیں ملایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل
ہوا تو میں نے دُشنبہ کے دو سینگ دیکھے مجھے تجھ سے
یہ کہنا یاد رہا کہ انھیں ڈھانپ دے، پس
ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی

یلہی المصلیٰ

شی کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کر دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ پر ایک کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا، ہم نے کعبہ میں شنبے کے سینک کا حفظ فرمائے تھے (ذنبہ کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد یہ ہو اُس کے سینک کعبہ معظمہ کی دیوار غریبی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں قم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سواٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لینتھین قوام یرفعون البصر ہم الی السماء
فی الصلوٰۃ اولتھظیفن انھما رحمہ۔ ۳۵
احمد و مسلم و الترمذی عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اُپک نی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گا نہ مے ہو جائیں گے۔ ۱۔ سے امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نام کندہ کرانا نیت پر ہے، اگر یہ نیت نہ ہو اسے بے شائبہ روا ہے اور مبہم دعا کافی ہونا یا یقین دعا چاہئے کا نافی نہیں، اور اگر مقصود نام سے بیشک حرام ہے، مگر مسلمان پر بدگمانی کس نے جائز کی، یہ امر قلب ہے وہ جانے اور اس کا رب پہلی جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ میں بھی اس کا جواب باچکا تھا، یہی حکم تھا، وہ مجمل یہ تحریر مفصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علاء اللہ از شہرہ و فراتنجن خادم المسلمین مسئلہ گوہر علی حسینی معتقد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سقہ مساجد پر بخیل شوکت اسلام اسلامی میاہ جھنڈا یعنی لو اسے اسلام نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

شوکت اسلام اطاعت اسلام میں ہے، مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے، اور کوئی فراغت ہو تو شبکی و خفت، اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بحیرہ شاہ پور ملک پنجاب دروازہ طباطبائی مسئلہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
بخدمت جناب سلطان العلماء القیومین برہان الفضلہ والمتصدیین کثر الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام
والمسلمین مولانا مفتی العلامہ شاہ احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خواتین مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرثائی وغیرہ اعتراض
کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں، چونکہ مولود بھی راگ ہیں اس لئے یہ قطعاً ناجائز ہیں۔
بیئتہا توجروا۔

الجواب

مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہوا اور اشعار کہ بڑے باتیں مطابق شرع مطہر ہوں اور اہل خانہ سے
پڑھنے والے مرد وغیرہ مرد ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر انہی کے لئے نہیں اور سبھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
ذکر بھی ذکر انہی ہے، حدیث میں ہے رب عز وجل نے کریمہ و دفعت لک ذکرک کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا
تھارے لئے تمہارا ذکر، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فہم مستجاب اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں بھی کر ارشاد فرمایا، اتدري كيف من فعلت لك ذكرك جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیونکر بلند
فرمایا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی، تو غیب جانتا ہے۔ فرمایا، جعلتک ذکراً من ذکری فمن
ذکرک فقد ذکرنی میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ قادری
مرتب ہیں اُن کی بات پر کان نہ لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نقل پڑھنا ہو کوئی سنستیں بیان کرنا چاہئے یا
نہیں؟ یا بعد نماز کے؟

الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز، ایسے وقت بیان کئے جائیں کہ لوگ سننے کے لئے غارغ ہوں، نمازیوں
کی نماز میں خلل نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/۱ کتاب الشفاء الباب الاول فی شفاء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ ترکی
کفسیر درمنثور آیۃ و دفعت لک ذکرک کے تحت مذکورہ خشرنا کلمۃ اللہ فی قمر ایران ۳۶۴/۱
۱۵/۱ کتاب الشفاء الباب الاول فی شفاء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ فی ایالات عثمانیہ ترک

مسئلہ از جاوہر مسئلہ مولوی حافظ مصباح علی صاحب یکم رجب ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منظر جماعت یا خطبہ
 بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر الہی ہوں اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خود امام مسجد کے
 آجائے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بیکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لئے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا
 استاد علم دین کے لئے سر شخص قیام کر سکتا ہے، اور اگر علم دین کا تشریف لایا ہو تو تمام مسجد قیام کرے، ان کی
 تعظیم بعینہ اللہ رسول کی تعظیم ہے بل و علا و صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باقی صورت دنیوی عزت یا فرائض رکھنے
 والے کے لئے بلا ضرورت و مجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ عزہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اس مقام کو پاٹ کر اس
 پر مسجد بنائی جائے اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

سائل منظر ہے کہ قبرستان عام مسلمین کے خاص مواضع قبور پر مٹی ڈال کر چوڑا بنایا اور اس پر عمارت
 قائم کر کے اسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے، نہ وہ مسجد مسجد ہو سکتی ہے فان الوقت لا یصلح
 فلا یوقت صریحاً آخری علی وجہ آخری (کیونکہ وقت کسی کی ملکیت نہیں رہتا لہذا دوبارہ کسی دوسرے
 پر وقت نہیں کیا جاسکتا۔ ت) نہ اس میں نماز مباح لان القبر لا یخرج عن القبریۃ باضافۃ تراب
 علیہ فیہ صلوات علی القبر ثم ہو تصرف فی الوقت بما لیس لہ و تغییر لہ بما لہ کان
 لہ فلا یجوز (کیونکہ قبر پر مٹی زیادہ ڈالنے سے قبر، قبریت سے خارج نہیں ہو سکتی لہذا یہ نماز قبر پر
 ہوگی پھر یہ وقت میں ایسا تصرف و تبدیلی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از میثاق علاقہ جوہر متصل مسجد جامع چوٹھ کی گلی مسئلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل
 کچھامس ۵ ذی الحجہ یوم چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفیدہ ذیل کے جوابات میں،

(۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہباً مسلمان ہے اس قوم میں
 کچھ آدمیوں نے وہ چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیٹے مثلاً پیٹہ بھالی

اور محارمی وغیرہ وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں، یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو طوٹ نہیں رکھتے بھر کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا نہ کریں؟

(۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب کی کشتیہ ترک کر دی ہے ان کے یہاں کہ دعوتِ قبیل کی جلتے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کتنے میں شریعت سے کیا حکم ہے؟

(۴) قرآن یعنی بڑے ٹپے اور طوائف بڑھیا کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا اتو جو دا۔

الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مالِ حلال سے بنائی ہے بیشک مسجدِ شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قریب و غار والوں اہلِ محراب اس کا آباد رکنا واجب ہے، اس میں اذان و اقامت و جماعت و امامت کرنا ضرور ہے، اگر ایسا نہ کریں گے شکار ہوں گے اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں اہلِ ہرگاچی کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ومن اظلم من منہ مسجد اللہ ان ینکرو
فیہا صلوٰۃ و سعی فی خرابہا۔

اس سے بڑھ کر کوئی ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے ان میں خدا کا ذکر ہونے سے سواران کی ویرانی میں کشتش کرے۔

اور ان مائوں کی رحمت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الذی من الذی یمن لا ذنب لہ
وہو اہل بیت ہجرت ہجرت حسن و البیہق

جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسے ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ اسے ابن ماجہ نے بسند حسن، بیہقی نے سنن

لہ اختراعی ۱۱۲/۲

لہ سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ص ۲۲۲
السنن الکبریٰ کتاب الشہادات باب شہادت القاذف دار صادر بیروت ۱/۵۴

فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ
بن مسعود و لحیکم الترمذی عن ابی سعید
الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن
وابتجما کر عن ابن عباس و فی
السنن عن عقبۃ الخولانی والاکستاد
القشیری فی مسالک والدیلوی بن الحجار
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حکم ترمذی نے حضرت ابو سعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، بیہقی نے شعب الایمان
میں، اور ابن عباس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے اور سنن میں عقبہ خولانی سے، اور اکستاد
القشیری نے اپنے رسالہ میں، اور دیلمی اور ابن ہجار نے
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اور ان میں جو لوگ اب تک اس میں عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ سنی اہل سنت حد ابیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے
مسجد میں آتے ہیں تو انہیں ضرور مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو، یوہی قول کہ
بہی اور حدیثیں اگرچہ پارسا اور پرمیا ہوں مسجد سے منع میں ضرور مانا پیشہ فاحشات کہ ان کے باہمی وہ ہوم
ٹھنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے، قول دیگر ہوسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلتا ہو
پھر راستہ ثانی ذکر خیر کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جاسے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
برسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک بریا
بد، اگرچہ اس نے کیوں گناہ کئے ہوں، اسے ابو داؤد،
ابو یعلیٰ اور بیہقی نے سنن حسن صحیح کے ساتھ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معن اسے ابن ماجہ
نے حضرت داؤد بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور
طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابو نعیم نے علیہ میں حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین سے روایت کی ہے۔
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

الصلوة واجبة علیکم علی کل مسلم یوت برا
کان اونی جروان ہوصل الیک ترثہ ص و الا
ابو داؤد وابویعلی والبیہقی بسند حسن صحیح
عن ابی ہریرۃ ومعنہ لا ینت ما جۃ عی
واثلہ بن الاسقع والطبرانی فی مکیر و ابی
نعیم فی الحبیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما اجمعین۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بریلی مسئلہ شیخ العزیز بطلانی

دوم ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسجد میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جو کی نماز کے واسطے دیباں غیرہ

سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الغز مع التاجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۳/۱
السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من لا یمک فعلہ دار صادر بیروت ۱۲۱/۲ و ۱۸۵/۸

ہر باتیں گر کچھ دنوں وہاں جمع ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں، پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

جب دریاں سر و کمر دیں بلکہ مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب ادراك الفريضة (نماز فرض کو پالینے کا بیان)

مسئلہ ۱۱۸۶ از ادبیین ملا قزوینی مرسلہ محمد یعقوب علی حاکم از مکان میر خاں علی صاحب اسماعیل
یکم ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ

چرمی فریاد علمائے دیندار و مفتیان و درجہ شہاد
دریں مسئلہ کہ مرد سے نیت چہار رکعت نماز سنت
خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز با تمام رسانیدہ باوئے
رکعت دوم پر خاست و راں وقت کیے تیسری نماز فرض گفت
ادا کنندہ نفل و سنت بر چہار رکعت تمام نماید یا بر دو
رکعت اکتفا سازد و دو رکعت با قیاد بخواند یا نہ ؟
بیتشوا توجروا۔

علامہ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت
کر کے شروع کیا ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ
نماز فرض کی جماعت کے لئے تکبیر ہو گئی نفل و سنت ادا
کر کے والا چار رکعت پوری کرے یا دو رکعت اکتفا کر کے
باقی دو رکعت ادا کرے یا نہ ؟ بیوا توجرو

الجواب

مصل نفل از آغاز ثنائی انجیم تشہد و ہر چہ کہ باشد
چوں بنوزد ر شفع اولی ست و ہر شفع دوم یعنی رکعت
ثالثہ قیام نہ کر دہ کہ جماعت تشہد ض قائم شد و حرم
بر تہیں دو رکعت پیشیں اکتفا نماید و جماعت در آید
نفل ادا کرنے والا نمازی ثنائی سے تشہد کے آخر تک
پہلی دو رکعت میں سبہ ابھی تیسری رکعت کی طرف اس
نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہو گئی تو
ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انہیں دو رکعت پر اکتفا کرے

باب ادراك الفريضة (نماز فرض کو پالینے کا بیان)

مسئلہ ۱۱۸۶ از ادبیین ملا قزوینی مرسلہ محمد یعقوب علی حاکم از مکان میر خاں علی صاحب اسسٹنٹ
یکم ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ

چرمی فریاد علمائے دیندار و مفتیان و درجہ شہاد
دریں مسئلہ کہ مرد سے نیت چہار رکعت نماز سنت
خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز با تمام رسانیدہ باوئے
رکعت دوم پر خاست و راں وقت کیے تیسری نماز فرض گفت
ادا کنندہ نفل و سنت بر چہار رکعت تمام نماید یا بر دو
رکعت اکتفا سازد و دو رکعت با قیاد بخواند یا نہ ؟
بیتشوا توجروا۔

علامہ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت
کر کے شروع کیا ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ
نماز فرض کی جماعت کے لئے تکبیر ہو گئی نفل و سنت ادا
کر کے والا چار رکعت پوری کرے یا دو رکعت اکتفا کر کے
باقی دو رکعت ادا کرے یا نہ ؟ بیوا توجرو

الجواب

مصل نفل از آغاز شاتما انجیم تشہد و ہر چہ کہ باشد
چوں بنوزد ر شفع اولی ست و ہر شفع دوم یعنی رکعت
ثالثہ قیام نہ کر دہ کہ جماعت تشہد ض قائم شد و جرم
بر تہیں دو رکعت پیشیں اکتفا نماید و جماعت در آید
نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشہد کے آخر تک
پہلی دو رکعت میں سبہ ابھی تیسری رکعت کی طرف اس
نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہو گئی تو
ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انہیں دو رکعت پر اکتفا کرے

اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

در مختار میں ہے نوافل میں شروع ہونے والا انھیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا بلکہ دو رکعات پوری کرے۔ اور جو دو رکعات باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے، جب تک دوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا تا وہ لازم نہیں ہوگا۔ اور جب نہ وہ جب ہی نہیں ہوا تو اسکی قضا کیسے لازم ہوگی۔ در مختار میں ہے قضا لازم نہیں اگرچہ نمازی نے پھر کی نیت کی تھی اور اس نے مقدار تشہد بیٹھ کر نماز توڑ دی اور غیر مکرہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشا کی پہلی سنتیں، ان کا اور جب بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مکرہ جو مثلاً عشاء اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے خالی ہوتا ہے، اس جگہ علما کا بہت زیادہ اختلاف ہے کثرت ای سنن مکرہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر پڑھی ہو گئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں سے وہ دو رکعت پر سلام کہہ دے، یہ روایت ہوادام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ داری میں ہے اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اسی قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سفہی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے لہذا قاضی سبکی سے بھی یہی کہہا جیسا کہ شامی میں ہے نیز سے اور جلبي کی غنیہ کے اوقات مکرہ

فی الدر المختار الشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً ویتسمہ رکعتین لہ و دو رکعت کہ باقی ماند قضا سے انہا ہر دو رکعت نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جدا گانا است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب نشد و چون واجب نشد قضا نیامد۔

فی الدر المختار لا قضا لو نوى امر بعد و قصد قدر التشهد ثم نقص به و چہن ست حکم سنن غیر اتبہ مانند چار رکعت قبلہ عصر و عشا کہ انہم ناقلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رابعہ کہ قبلہ نظر وجہا است و محو ساز و رواتب سکھا وارد فائق برا حکماء نقل مطلق این جا علماء امر کے بغیر بہت بسیاری انہا را نیز در حکم مذکور ہر مکرہ نوافل و اشتہانہ پس اگر جماعت ظہر قائم شد یا امام بخبطہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است چہن بر دو رکعت سلام وہ این سنت روایت تراور از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کما فی الہدایۃ و از امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز کما فی فتح القدیر و بہت قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سفہی کما فیہ ایضا و قاضی سفی نیز کما فی الشامی عن الوحید و فی غنیۃ المحلی من الاوقات المکروہۃ عن قاضی خساں

والہام بھائی رانیز بھی سوسل ست کہ قالہ الکمال
 وشمس الازھر غرضی راہم کہا ذکر ایضا و تبعہ فی
 الغنیۃ فی مراقی الفلاح واقصرہ فی
 مرد المحتار وللعبد الضعیف فیہ وقعتہ
 واللہ تعالیٰ اعلم و ظاہر ہر چہ یہ اختیار اوست کہ
 فی المشامی و ظاہر کافی شرح وافی للہام النفسی نیز
 کہا سہیتہ فیہ و برہین جزم کردہ صحت ظاہر غرضی
 در برہان و مواسب الرحمن و مولی خسرو در درو ملا
 کرکی در فیض و ظاہر علامہ علی مقدسی رانیز ہمیں
 سوسل ست کہما فی مرد المحتار و علامہ ابراہیم علی
 درمن ملتقی ہمیں اعتماد کردہ قول دیگر را بلفظ قیل
 آورد و در غانیہ اعلی الصلوۃ فصل معرفۃ الادوات
 فرمود بہ اخذ المشامی و در فتح انہ اوجہ
 تلمیذ محقق علامہ محمد علی در علیہ پس از نقاشی فرمایہ
 ہو کہما قول در نور الایضاح علامہ شرنبلالی و نیز
 در اوراک الفریضہ از حاشیہ او بر در الحکام است
 ہو لا وجہ خاتمہ لمحققین علامہ شامی نیز ہمیں را
 تائید و تشبیہ کرد بریں قول اس دور کحت کہ گردہ
 است نفل محض گرد و دہ باقی را قضانیست علی
 ما هو ظاہر السروایۃ و ارجحہ التصحیحین
 کہ حقیقہ فی مرد المحتار باز بعد از فرض
 بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کہ حقیقہ
 علی ہامش حاشیہ الشامی پس از سنت بعید
 اس سنی قبلہ را ادا کند تا ہم سنت ادا شود و ہم
 فضل جماعت و استماع خطبہ از دست نرو و

میں قاضی خان سے ہے ، اور امام بھائی نے بھی اسی
 طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا ، اور
 شمس الازھر غرضی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے
 اور اسی کی اتباع ضیہ اور مرآتی لغدح میں ہے ،
 اور رد المحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے ، لیکن اس
 جہ ضعیف کو اس میں توقف ہے ، ظاہر ہدایہ
 نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے ، اور
 کافی شرح وافی للہام نفسی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا
 کہ میں نے اسے دیکھا ہے ، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے
 برہان و مواسب الرحمن میں حرم کیا ، ظاہر و سنہ دہ
 علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہر
 اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے ،
 علامہ ابراہیم علی نے ملتقی کے متن میں اسی پر اعتماد کیا ہے
 اور دوسرے قول کو لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا
 خانیہ نے باب الصلوۃ کی فصل فی معرفۃ الادوات میں
 فرمایا کہ مشامی نے اسی پر عمل کیا ہے ۔ فتح میں ہے کہ
 یہی مختار ہے ، تلمیذ محقق علامہ محمد علی نے علیہ میں
 نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انہوں نے فرمادیا ہے
 نور الایضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے اداکن لغریضہ
 کے حاشیہ میں در الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے
 خاتمہ لمحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید
 کی ہے ، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض
 فضل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروا
 سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح
 ہے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تفصیل ہے ، پھر فرض کے بعد

فی نور الیقین شرح مراقی الفلاح
للعلاصة الشریفة فی التکلیف
سنة الجمعة وخروج الخطیب او
فی سنة الظهور فاقیم الجماعة
سلم علی رأس رکعتین ، و
هو الاوجه لجمعه بین المصلحتین ،
ثم قضی السنة امر بعد الفرض
مع ما بعد وفلا یفوت الاستماع
والاداء علی وجه اکمل
ملخصا .

چار سنتوں کو قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہوا اور ادائیگی بھی واجب کامل پر ہوگی اور تخصیص
قول و کفر آنکہ مصل ایں دو سنت ہر چار
رکعت اتمام کنند اگرچہ ہنوز تحریر بستہ است کہ جماعت
ظہر یا خطبہ جمعہ آغاز نہادند زیر کہ ایں جمعہ رکعات
بچہ نماز و ادرست ہند از رقعۃ اولی درود نخواند
نہ در شروع ثالثہ ثناء و تہود آورد و چوں در شفع الہیں
خبر بید شنود و شفع دوم انتہائی نمود شفع ساقط
نشود و بچان زن مخیرہ را اختیار از دست نرود و
کذلک تا از ہر چار فراغ نیابد غلوت باذن صحیح
لشود و کمال مہر لازم نیاید کل ذلک فی تبدیعین
الحق فوق مشورہ کنوا لدقائق للامام
العلاصة السزلیعی ، عامہ مشائخ بترجیح و تصحیح
ایں قول تصریح نموده اند ، امام ولوالحی و صاحب جنتی

بلکہ میرے نزدیک دو فوی ترجیحات میں سے پہلی ہے
جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے
ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے
تاکہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلت جماعت اور
خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا
نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے
اگر نماز جمعہ کی سنتیں ادا کر دیا ہے اور خطیب آگیا
یا ظہر کی سنتیں ادا کر دیا ہے تو تکبیر جماعت کی گئی
تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصطلحوں کو
جمع کر لینا ہی مختار ہے ، پھر فرض کے بعد ان پہلی
چار سنتوں کو قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہوا اور ادائیگی بھی واجب کامل پر ہوگی اور تخصیص
دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سنتوں (قبل
از ظہر و جمعہ) کی چار چار رکعات پوری کر لے اگرچہ
خطبہ جمعہ یا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جائے کیونکہ یہ تمام
نماز واحد کی طرح ہیں وچر ہے کہ پہلے قسمہ میں
درود اور تیسری رکعت میں ثنا اور ثناء نہیں پڑھا جاتا ،
جب کسی نے پہلی دو رکعات میں خرید و فروخت کی خبر سنی
اور وہ دوسری دو رکعات میں شروع ہو گیا تو اس سے
حق شفع ساقط نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح صاحب اختیار
عشرت کا اختیار بھی ساقط نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب تک وہ چار رکعات سے فارغ
نہیں ہو جاتا عشرت کے ساتھ غلوت صحیح نہیں پائی جائیگا

وصائب محيط وعلامته شئ فرمود هذا الصحيح انه
يتبينها اسبعا كما في البحر من ادراك الفريضة
خود علامته زين ودر بحر فقه شئ فرمود الطاهر ما صح
المشئ بخلافه لا شك ان في التسليم على رأس
الركعتين ابطال وصف النية لالا كما لها
وتقدم انه لا يجوز الخ برأدش علوم عمر بن نجم
در نهرا ورا مقرر واشت كما في سواد المحتسب
در فتاوى صفري فرمود عليه الفتوى علامه شربللي
در بحر غنية ذوى الاحكام فرمايد قوله وان كانت
سنة الجمعة يسد على سراس الركعتين، اقول
الصحيح خلافه وهو انه يتم سنة الجمعة
اسبعا وعليه الفتوى كما في الصفري، و
هو الصحيح كما في البحر من الولو الجمعة
والمستحق لانها بمنزلة مسئلة واحدة
واجبة اه انهم امام فقيه الدين مرفياني در تفسير
فرمود هو الصحيح كما في الفهستان في
والضنية شرح النية من الاوقات
المكروهة وجمعا در سراج وجامع ست كما
في الهندية امام شري فسرمايد هو

مکمل لازم نہ ہوگا۔ یہ تمام گفتگو امام علامہ ذیلی کی
قبیلہ الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ عام مشائخ
نے اسی قول کو ترجیح اور اسی کی تصحیح پر تصریح کی ہے۔
امام دواؤی، صاحب جنتی، صاحب محیط و علامہ مکی
فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات پوری
کرے جیسا کہ بحر کے اور اک الفریضہ میں ہے، خود
علامہ ربیع رحمہ اللہ میں اس جہاد کے نقل کرنے کے بعد
لکھتے ہیں ظاہر یہی ہے جس کی تصحیح مشائخ نے فرمائی
ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دو رکعات کے بعد
مقدم وصعت منیت کے ابطال کس لئے ہے نہ کہ
ان کے اکمال کے لئے، اور صحیح نیز چکا ہے کہ یہ جائز
نہیں الخ، ان کے ثبانی علامہ مکی رحمہ اللہ نے بھی
کو ثابت دکھا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے، فتاویٰ
مصریٰ میں فرمایا "فتویٰ اسی پر ہے" علامہ شرنبلالی
نے غنیۃ ذوی الدلائل کے بعد میں فرمایا ماتن کا
قول دائر نماز جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو دو
رکعتوں پر سلام پھیر لے، میں کہتا ہوں کہ صحیح اس کے
خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار رکعتیں ادا کئے
اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مصریٰ میں ہے اور یہی صحیح ہے

۴۱/۲ باب ادراک الفریضه مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سنة ثمانية ذوى الحجة على الدرر الحكام باب النجدة مطبعة احمد كامل دار سعادت بيروت ١٣١١

سنة عتبة استقرى بوال المصطفى في الشهر الخامس من الوقت مطبوعه سبيل ايكادمي لاجور ص ٢٢٢

شہ فہادی ہندیہ بحوالہ السراج الوہاج الباب الحاشی فی ادراک الغریضہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

الاصح كما فيها ايضا علامه غزنوي
 در متن تنوير الابصار نشر مود على
 المراجعة علامه دمشقي در در مختار
 تقرير شش كرد و گفت خلاف لما
 راجعه الحكماء و در جمعة
 تبعا للبحر نشر مود بيتم في
 الاصح در مجمع الانهر گفت صحاح
 اكثر المشايخ هم در آنست
 الصحيح انه يشهد تا آنكه محرر
 مذهب حضرت امام محمد رحمه الله تعالى
 عليه در بسوط که از کتب ظاهر الرواية
 ست باین معنی ایما نشر مود ناھیک
 به حجة و فتوة محقق علی
 الاطلاق در نسخ فرماید البصر
 اشار في الاصل

جیسے بحر میں دلو الجید اور المتبع سے ہے کیونکہ یہ
 بمنزل ایک نماز واجبہ کے ہے اور امام ظہیر الدین
 مرغینانی ظہیر یہی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے جیسا کہ
 قسستانی اور غفر شریح غفر کے اوقات مکروہہ میں ہے
 اسی طرح سرایج و حاج میں ہے جیسے فتاویٰ ہندیہ
 میں ہے، امام شری فرماتے ہیں کہ یہی اصح ہے اور
 اسی میں بھی ہے نماز غزی نے متن تنوير الابصار
 میں فرمایا کہ رائج یہی ہے، علامہ دمشقي نے در مختار
 میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا یہ مخالف ہے
 اس بات کے جس کو کمال نے ترجیح دی اور باب جمعہ
 میں بحر کی اتباع میں فرمایا اصح قول یہی ہے مجمع النهر
 میں فرمایا اکثر مشائخ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور اس
 میں یہ بھی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات
 ادا کرے، حتیٰ کہ محرر مذهب حضرت امام محمد رحمہ اللہ
 تعالیٰ نے بسوط جو کتب ظاہر الروایہ میں سے ہے میں
 اسی کی طرف اشارہ کیا اور یہی حجت کافی ہے قذوف
 محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا اسی کی طرف
 (امام محمد نے) اصل میں اشارہ فرمایا ہے۔

۱۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب العاشر فی ادراک الفریضہ	سہ فتاویٰ ہندیہ بحر محیط الشرعی
۹۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب ادراک الفریضہ	سہ در مختار
۱۱۳/۱	" "	باب الجمعہ	سہ "
۱۴۱/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ادراک الفریضہ	سہ مجمع الانهر شرح طبعی الابحر
"	"	"	سہ "
۴۱۱/۱	نوریہ دہنویہ سکمر	باب ادراک الفریضہ	سہ فتح القدیر

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے دیکھ لیا کہ

ہر طرف قوت ہے، تو نہایت بلند اور جلیل رحمت و نون
میں ہے پس قول لول پر جو دلیل امام ابی ہمام قدس سرہ
نے ذکر کی ہے وہ اگرچہ دل کو پسند ہے لیکن عام نصیحت
حریک کا جو ہم اس طرف زیادہ ہے کہ جہاں لفظ "لعلیہ" ہے
جو کہ جوہر اندہ کا خاص انداز جس کو دوسرے قول نے
اپنے "میں" سے رکھا ہے اور لفظ "ہو" اوجہ
جو کہ محقق علی الاطلاق کی طرف سے قول اول کے لئے مزید
و زنی ہے حیثیت، مادہ اور مادہ امور، ہر لحاظ سے،
جیسا کہ کلام کے اسلوب سے واقف فقیہ اور ماہر پر
محقق نہیں، اس طرف اگر مشائخ کی پسند ہے جو کہ
بظاہر خود امام قاضی خاں سے مراد ہے تو دوسری
طرف بھی صحیح اکثر المشائخ "اور" صحیحہ المشائخ
کے الفاظ ہیں نیز وہاں علیہ الفتویٰ کے الفاظ بھی
ہیں جو کہ عام الفاظ کی نسبت زیادہ تاکید اور قوت پر
دال ہیں، پھر اگر وہاں (سینے قول) کی طرف فوائد و ثبوت
کے مطابق شیخین (امام اعظم و امام ابو یوسف) رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا مذہب مذکور ہے تو یہاں (دوسرے
قول) کے لئے اصل (بسوط امام محمد) کا اشارہ موجود
ہے جو کہ اصل کا اشارہ کوئی معمولی بات نہیں ہے
مشہور علماء کا قول ہے کہ "متون" کا مفہوم بھی فتاویٰ
کے منطوق (ظاہر عبارت) پر مقدم ہے۔ علامہ سیدی
احمد حنوی نے غزالیوں میں لکھا ہے کہ غنی نہیں کہ

اقول دیدی کہ ہر جانب قوت ہے پس علیہ و

رفعتہ شافعیہ اہل دلیل قول اول کہ امام ابی ہمام قدس
سرہ ذکر فرمود کہ بدلی پسندہ تر باشد لیکن عامہ
تصحیحات حریکہ اسی طرف مجرم آورہ و لفظ "ہو"
الصحیح کہ از جوہر اندہ طراز دامن قول دوم شد بر لفظ
ہو اوجہ کہ از امام محقق علی الاطلاق نصیبہ قول لول
ست گراں سنگیہا و مادہ مجرم اندوختے آورہ و مجرم اندہ
بیست و ہم از بہت زیادہ کہ لا ینحی علی الفقیہ
النبیہ العارف ماسالیب الکلام۔ آں طرف اگر
پر اخذ المشائخ ست کہ بظاہر مراد بایشان مشائخ
خود امام قاضی خاں ست اسی طرف صحیحہ اکثر
المشائخ ست و نیز آنکہ از عامر الفاظ اگر ست
واقوی اعنی لفظ علیہ الفتویٰ باز آں طرف
اگر از حضرات شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما روا
نوادست ایں جانب اشارہ اصل و اشارہ اصل
مذہب ست سہل علماء رسیدہ گفت اند کہ مفہوم متون
بر منطوق فتاویٰ تقدم دارد علامہ سیدی احمد حنوی
در غرر العیون نگارہ غیر خات ان مافی الفتویٰ
و الشروح و لوکان بطریق المفہوم مقدم مصلی
ما فی الفتاویٰ و ان لم یکن ف
جہاں تہ اضطراب و پیداست کہ نسبت
نوادہ اصول پچو نسبت فتاویٰ ست بہتوں و بالآخر
مسئلہ از ان قبیل ست کہ انسان ہر دو قول

برہر حسب خواہد عمل نماید چ جائے طاعت نیست
ومن فقیہ بقول اخیر خود را نال ترمی یتیم ہو جو ہے
کہ شنیدی وہی شنوی۔ فاقول بر دلیل قول اول
می توان گفت کہ سنت چون از وقت خود برگشت نقصان
پذیرفت و سنت بروی سنت ادا نشد و سنن محکومت
فرائض سنت و شک نیست کہ تکمیل کمال اکل از تکمیل
ناقص سنت پس نقصان سنن بنقصان فرائض منجر شد
پس در تسلیم بر رکعتین ہم الطال و صفت سنت است
بلکہ آنکہ بروی سنت انجامد و ہم انعدام تکمیل فرض
سنت علی الوجه الاکل بخلاف تمامہ کہ سنت از نقصان
محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر جتے از اکیلیت فوت
شود جتے دیگر بدست آید ہذا ما وارد علی قلبی و
لعلہ بالحق عندی نہ رہی بکل شوق علیہ۔

متونی اور شروع میں جو بات بطور مفہوم ہے وہ فتاویٰ کے
واضح اقوال پر مقدم ہے، حاصل یہ کہ نوادر کا مقابلہ اصول
سے ایسے ہے جیسا کہ فتاویٰ کا متن سے ہے یعنی اصول
کے اشارہ کو نوادر کی تصریحات پر ترجیح ہے غرضیکہ یہ مسئلہ اس
قبیل سے ہے کہ اس کے دونوں اقوال میں سے جس پر
انسان چاہے عمل کرے تو کوئی اعتراض نہیں ہے، اور
میں خود، دوسرے قول کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہوں
اس کے وجہ کچھ تو آپ نے سن لئے اور کچھ کو سنیں گے
فاقول پہلے قول کی دلیل پر کہا جاسکتا ہے کہ جب سنت
اپنے وقت سے مؤخر ہو جائے تو وہ ناقص ہو جاتی ہے
اور یہ سنت بطریقہ سنت ادا نہ ہوگی جبکہ سنتیں فرائض کو
کامل بناتی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کامل چیز کا مکمل کرنا
زیادہ کامل ہوتا ہے ناقص چیز کی تکمیل کے مقابلہ میں، تو یہ
سنت کا نقصان فرض کے نقصان کا باعث ہوتا ہے، تو جب دو رکعتوں پر سوہ سنت کے وصف میں نقصان ہے جو کہ پورا
نہیں ہوتا، تو اس سے فرض کی تکمیل میں عدم لازم آئے گا کہ فرض اکمل نہ ہونے کے کار خلاف اس بات کے کہ جب سنت
کو تمام کیا جائے تو وہ نقصان سے مطلقاً محفوظ رہے گی تو اس سے اگرچہ فرض کے اکمل ہونے میں فرق آیا مگر دوسری وجہ
(سنتوں کی تکمیل) سے قبائل کمال حاصل ہو جائے گا۔ یہ ہے جو میرے دل میں ڈالا گیا اور حقیقی علم میرے رب کو ہے،
میرا رب ہر چیز کا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸۴ از او جین مکان میر غلام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب

۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر و خرمناز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت
پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں، اس صورت میں سنتیں پڑھے
یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا لہ جبروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و

آگے ہے، جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جائے گا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا۔

فی الدار المعقاة اداخذت صوت من کھتی
المفجر لا اشتغاله بسمتها ترکھا لکون الجی عتہ
اکمل آلا واللہ تعالیٰ اعلم

در مختار میں ہے جب کسی کو یہ خطر ہو کہ اگر غبہ کی
سنتیں ادا کریں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ
سنتیں ترک کر دے کیونکہ جماعت اکمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸۵ ۱۵ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے تو اب اسے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا

الجواب

ظہر وعشا میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا وہیں بیٹھا رہا تو وہ فوں صورت میں مبتلا ہے کراہت و تحت ترک جماعت ہوا اور فجر و عصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول مجہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئے گی اور فجر و عصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور ارشاد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے

قال العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی
نور الايضاح و شرحه مراقي الفلاح ان
خروج بعد صلواته منصرف الا يكره لانه قد
جاءه ان يحل الله صوما فلا تجب عليه
ثانياً لانه يكره خروجه اذا اقيمت الجماعة
قبل خروجه في الظهر وفي العشاء لانه
يحوز العمل فيهما مع الامام فيتهم بمخالفة
الجماعة كالغواص في السباحة وقد قال

مظاہر شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نور الايضاح
اور اس کی شرح مراقي الفلاح میں فرمایا جب تنہا
نماز ادا کر کے کوئی مسجد سے باہر نکلا تو کراہت نہیں کیونکہ
اس نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والے کی
آواز پر لبیک کہا ہے ہذا و بارہ اس پر واجب نہیں
البتہ اس صورت میں کراہت ہوگی بسبب اس کے نکلنے
سے پہلے ظہر اور عشا کی جماعت کے لئے تکبیر کہہ دی گئی
کیونکہ ان میں امام کے ساتھ نوافل ادا کر سکتا ہے تاکہ

صلى الله تعالى عليه وسلم من كان يوم من
يا لله و ليوم اخرجوا يقطن مواضع التهم
فيقتدى فيهم اى الظهور والعشاء متفلا
لدفع التهمة عنه ، ويكره جلوسه من
غير اقتداء لمنفعة الجماعة بخلاف
الصبح والعصر والمغرب تكرهه النفل ،
وامنفعة في المغرب الى آخره قال العلامة
الطحاوى رحمه الله عليه في حاشية
السراى قوله بكرهه النفل اى بعد الصبح
والعصر وفى النهريينبغى ان يجب خروجه
لان كراهة مكثه بلاصلوة اشد والله
تعالى اعلم وعليه سبحانه اتم واحكم .

جماعت کی مخالفت کی تحت اس پر نہ لگے مثلاً خوارج اور شیعہ وغیرہ سے نہ کہا جائے۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تمہارے مقامات پر نہ کھڑا ہو، لہذا وہ شخص ظہر و حشا میں نفل کی نیت سے اُتار کرے تاکہ اس پر تمہارے نہ لگے، اور اقتدار نہ کرتے ہوئے بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ جماعت کی مخالفت ہے بخلاف صبح، عصر اور مغرب کے کیونکہ یہاں نفل مکروہ ہیں اور مغرب میں (امام) کی مخالفت لازم آئے گی لہذا علامہ غلطی سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ المراتبی میں کہا ماتن کا قول نفل مکروہ ہونے کی وجہ سے، یعنی صبح اور عصر کے بعد نہر میں ہے کہ ان اوقات میں مسجد سے چلے جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں ٹھہرنا زیادہ ناپسند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ سجدۃ اتم واصلح (دست)

مسئلہ ۱۹۰ از چمن سرائے سنبل مسئلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ اہلسنت و جماعت کے صبح کی سنت
 اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں؟ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع
 بھی مل جائے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سو رنج نکلنے پر ادا کرے، بعض کا قول ہے قاعدہ اخیر کی شرکت
 بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے، بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکمیل اولیٰ فرضوں کی ہو ترک سنت کرے فرضوں میں
 فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت نہ بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

الجواب

تیسرے شخص کا قول بعض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا اصح ہے اگر تشہد تک
 بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صحت سے دوا داکر کے شامل ہو جائے، اور پورے سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے
 میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ
 سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا کہ نگار ہو گا ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب قضاء القوائت (فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان)

مسئلہ ۲۸ محرم ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترکیبیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ وہی سنتوں کو فرضوں کے بعد شروع تکبیر سے پیشتر پڑھے یا بعد پڑھیں تو جبراً

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں شروع بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو شروع بلند ہونے کے بعد دوسرے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ رد المحتار میں ہے،

اذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس
بالاجماع نكراهة العمل بعد الصبح واما بعد
طلوع الشمس فكذلك عندها، وقال محمد
احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر

جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو بال اتفاق طلوع
آفتاب سے پہلے ادا نہ کی جائیں کیونکہ نماز فجر کے بعد
زائل مکروہ ہیں، رد معاملہ طلوع فجر کے بعد کا، تو
شیخین کے نزدیک قضا نہیں، اور امام محمد نے فرمایا کہ
زوال تک سنتیں قضا کر لینا میرے نزدیک پسندیدہ ہیں
جیسا کہ دور میں ہے۔ (مستد)

اور یہ خیال کہ اس میں قصد وقت قضا کر دینا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھیں گئیں خود ہی قضا ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھیں جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہو گز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجتماع فقد سمعی صلوتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضا (کیا آپ نے ان کے یہ لحاظ نہیں دیکھے کہ بلا تفاق طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں قضا نہ کی جائیں تو انہوں نے فرائض کے بعد طلوع سے پہلے ان کی ادائیگی کو قضا کا نام دیا ہے۔ ت۔ لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد داخل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج ذریعہ الاجارت دی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ گھنٹہ تائب براہ ڈاک خانہ دہلی اسٹریٹ ۳۱ مسٹر رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب جہاد اب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا رہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کر لے سکا۔ ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرف ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی جیسے پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تا ۲۰ تک رفتہ رفتہ دو چار یوم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طرح پڑا کرے یا کیا حکم ہے؟ باقی آداب!

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید پر نہ ای ۵ دن کی قضا میں ترتیب ضروری نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اسے اختیار ہے ای میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے بیچے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم ای میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نمازیں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ لحاظ وقتی کوئی گنجی عوارض نہیں کوئی اگرچہ ادا کرتے کرتے پھر سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب وہ ہی رہ جائیں گی تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتی نماز پڑھ لے، ان میں مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نہ نیت میں معین شخص ہو جائے ہو الا حوط من تصحبہ حیون (دونوں نصیحتوں میں اعطایہ ہے۔ ت) مثلاً دستِ فجر میں قضا میں تو نیت کرے کہ فجر کی نماز اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ نصیحت کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر اگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا نیاں حرج سے خالی نہیں لہذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا چاہیے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اس کی قضا اس پر نہ رہی تو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں اسے کی یونہی اخیر تک نیت کی جلتے، اسی طرح باقی سب نمازوں

میں کے اور جس سے ترتیب ساقط ہو جیسے یہی دسٹس یا پچہ فجر کی قضاء الا پہلی کی جگہ پچھلی بھی کر سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی، رد المحتار میں ہے،

لا يلزم الترتيب بين الفضة والوقتية ولا بين الفوائت ادا كالت الفوائت سنا كذا في المهر.

ترتیب لازم نہیں رہتی، جیسا کہ نہر میں ہے (د ت)۔

رد مختار میں ہے،

ولا يعود لزوم الترتيب بعد سقوطه بغير ترتيب، اي الفوائت يعود الفوائت الى الفضة بسبب التقصير لبعضها على المعتمد، لان الساقط لا يعود.

اگر فوت شدہ نمازوں کو قضا کر لینے پر ترتیب لڑتے نہیں آتی یعنی اگر فوت شدہ نمازیں کثیر تھیں ان میں سے اکثر قضا کر لیں اور باقی تھوڑی رہ گئیں تو معتمد قول کے مطابق ترتیب نہیں لڑتی، کیونکہ ساقط ہونے پر نہیں آتا۔ (د ت)۔

اسی میں ہے،

يعين ظهر يوم كذا على المعتمد والاسهل نيت اول ظهر عليه او آخر ظهره لئلا يكافه في مرد المختار - والله تعالى اعلم.

معتمد قول کے مطابق اس بات کا تعین کیا جائے کہ ظہر دن کی ظہر ہے، اور سب سے آسان یہ ہے کہ قول ظہر یا آخر ظہر کی نیت کر لی جائے۔ اس کی تمام تفصیل رد المحتار میں ہے ۱۰۔ اللہ تعالیٰ اعلم (د ت)۔

مسئلہ ۲۹ ص ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعیتیں اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے، درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو مجروا

الجواب

سبقت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب

۵۳۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر	باب قضاء الفوائت	رد المحتار
۱۰۱/۱	مجتبائی دہلی	" " "	رد مختار
۶۴/۱	" " "	باب شروط الصلوة	" "

پیش از نصف النهار شرعی کرے، طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے، نہ کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے
 بقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے
 لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس لا
 و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ حبیل مجہد اتم و احکم۔
 و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ حبیل مجہد اتم و احکم۔ (مت)

۱۹۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زہد کتابت کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ
 کے جائز ہے، اور عمر و کتابت بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوة و
 لا کلام (اُس وقت نہ نماز ہے نہ گفتگو۔ مت)، ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطالبی حدیث شریف
 کے قائل کرتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جو صاحب ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور
 صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور و زور وقتی بھی نہ ہوگی، ایسے شخص نے اگر ابھی قصائے فجر
 ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اُسے قضا پڑھنے سے مانعت نہیں بلکہ ضرور لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا، ہاں
 بلا عذر شرعی اتنی دیر لگانی کہ خاص خطبہ کے وقت پر مبنی پڑے اُسے بھی جائز نہیں۔

لتأدیه فی ترک الاستماع و ہونی نفسہ مخطور
 و کل ما دی الی مخطور مخطور۔
 کیونکہ اس میں خطبہ کا عدم سماعت لازم آرہا ہے جو
 فی نفسہ ممنوع ہے اور ہر وہ شئی جو ممنوع تکہ پہنچنے
 ممنوع ہوتی ہے۔ (مت)

در مختار میں ہے :

ذا خروجا الاصل فلا صلوة ولا کلام الی تمامہا
 خلا قضا فثبتہ لم یسقط الترتیب بینہما
 و بیب الوقیۃ ف نہا لا تکرر
 جب امام جمعہ آجائے تو امام جمعہ تک نہ نماز ہے
 نہ کلام، البتہ فوت شدہ نماز کی قضا مکروہ نہیں کیونکہ
 فوت شدہ اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب سا قسط
 نہیں ہوتی تھی۔ (مت)

سراج وغیرہ میں ہے، الضرورة صحة الجمعة والا لا (جمہ کی صحت کے پیش نظر ہے ورنہ نہیں)۔
روا المختار میں ہے،

قوله (لا تتركوا) بل يجب فعله قوله والا
لا، اي وان سقط الترتيب تتركوا انتهى
والله تعالى اعلم۔

۱۹۵ھ تک کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی شب بھر کی قضا ہو گئی اب وہ قضا کرے یا نہیں
اور اگر قضا کرے تو کس وقت اور یہ سنتیں پیش کر بھی بہ عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، بیضاوتو جودا

الجواب

سنت فجر لا عبوری و معذرتی بل یجوز ان یسقطت، اور اگر فرض قضا ہوئی ہوں تو ضحوة کبریٰ آنے تک
ان کی قضا ہے اس کے بعد نہیں، اور اگر فرض پڑھ لے سنتیں نہ گئی ہیں تو بعد طہنہ آفتاب ان کا پڑھ لینا مستحب ہے
قبل طلوع روا نہیں۔ ظہیر یہ میں ہے،

سنة الفجر لا يجوز ان يصلها قاعد امه القدر
على القيام ولذا قيل انها قربة من الواجب
كذا في انت تاريخ نية نقلنا عن النافع
ولا يجوز اداءها راكبا من غير عذر كذا
في لسراج الوهاج والسنة اذا فاتت عن
وقتها لم يقضها كما ركعتي الفجر اذا فاتتا
مع العصر من يقضيهما بعد طلوع الشمس
الى وقت الزوال ثم يسقط هكذا في محيط
اسرخصي وهو الصحيح هكذا في البحر
لرافق وادافات بدو الفصول

فجر کی سنتیں قیام پر قدرت کے باوجود ملٹ کر ادا کرنا
جائز نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ واجب کے
قریب ہیں۔ تا آنکہ غایہ میں نافع سے اسی طرح منقول
ہے، بغیر عذر کے سواری کی حالت میں بھی انھیں ادا
کرنا جائز نہیں، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور
سنتیں اگر اپنے وقت سے قضا ہو جائیں تو ان کی
قضا نہیں البتہ اگر فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ رہ جائیں
تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضا کی جائیں
اس کے بعد ساقط ہو جائیں گی، اسی طرح محیط سرخسی
میں ہے کہ یہ صحیح ہے، اسی طرح البحر الرائق میں ہے

لا یقصر عندہما خلافاً للمحمد من حمہ اللہ تعالیٰ حکذا فی المحيط السرخسی - واللہ تعالیٰ اعلم۔
جب یہ سنتیں فرض کے بغیر رہ جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کی قضا نہیں، امام محمد کی رائے اس کے خلاف ہے (کہ قضا کی جائیں) جیسا کہ محیط سرخسی (ت) نے
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۶ شعبان ۱۳۰۶ھ

کی فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہوئیں مثلاً چارعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا، اب بعد از اس کی قضا جائز ہے یا نہیں، علامہ نے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض مالوں نے فتویٰ کیا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت مؤکدہ کی ہے نہ مستحب کی۔ جب اس کا عمل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا اور بعض اہل فضل نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہ ہے، اور اگر لازم سمجھے گا تو بہت مذموم ہو گا، اس سورت میں قول فیصل کیا ہے :
یتنوا تو جبروا۔

الجواب

انہم ہدایۃ الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں، علامہ طائی در مختار میں فرماتے ہیں :
اما ما قبل العشاء فمندیوب لا یقضی
اعلامہ
لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ مانعت بھی نہیں، علامہ طحاوی حاشیہ شرح نوران یفصح میں فرماتے ہیں :
لا مانع من قضاء التی قبل العشاء بعدہا۔
عشا کی پہلی سنتوں کو عشا کے بعد ادا کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)
ہاں اس شخص سے وہ سن مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح

۱۱۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب فی التراخیل	سہ فتاویٰ ہندوستان
۱۰۰/۱	طبع مجبائی دہلی	باب ادراک الفریضہ	سہ در مختار
۲۲۶	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب ادراک الفریضہ	سہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح

ومنہ مغرب و دوست عشاکر ان کی قضا نہیں، پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے
 زینت تراویح نہ شرعاً مکروہ و قبیح۔ علامہ امین الدین محمد رواجی میں انہی سنہی عشا کی نسبت فرماتے ہیں:
 لو قصہا لا تكون مکروہة بل تقع نفلاً مستحباً اگر انہیں قضا کر لیا جائے تو کراہت نہیں بلکہ نفل مستحب
 لایمنہا فی لقی قات عن محلہا کما ہو جائیں گی اور یہ اپنے محل سے فوت ہونے والی
 قالوا فی سنة التراءویع لیس (یہ نئی نماز ہوگی) جیسا کہ فقہاء نے
 تراویح کے بارے میں فرمایا ہے۔ (ت)

تنبیہ: البصار و درمختار کی بحث تراویح میں ہے۔
 لا تقبی اذا قات اصلاً ولا وحده فی الاصل
 فان قضاها کانت نفلاً مستحباً و لیس
 بتراویح کسنة مغرب و عشاء لیس
 جب تراویح فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں
 نہ جماعت سے نہ لیکھ اصح قول کے مطابق۔ اور اگر
 کوئی قضا کر لیتا ہے تو نفل مستحب بن جائیں گی اور یہ
 نماز تراویح نہ ہوگی جیسا کہ مغرب و عشا کی سنتوں کا
 حکم ہے۔ (ت)

اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام و تنقیح مرام
 یہ ہے کہ حقیقتاً قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی۔
 الاداء فی محل اداء السجی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ و سلم احدث فی مطلق السنة فما
 ادى فی غیر المحل لا یكون سنة فلا یكون
 قضاء اذا القضاة مثل الفات بل عینہ
 عند المحققین نعم ما عین له النسبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم محلاً بعد
 فوتہ فیقع سنة یمکون قضاء حقیقہ۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی جگہ کے محل میں ادا مطلق
 سنت میں شامل ہے لہذا جو اس کے علاوہ وقت
 میں ادا ہوں گے وہ سنت ہی نہیں ہوں گے لہذا
 قضا کہاں! کیونکہ قضا فوت شدہ کی مثل بلکہ
 محققین علماء کے ہاں عین نماز ہوتی ہے، ہاں فوت
 ہونے کے بعد جس کا وقت خود رسالت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے معین فرمادیا وہ ادا کی سنت ہوگی اور
 قضا بھی حقیقی ہوگی۔ (ت)

باقی نوافل و سنن اگرچہ موکدہ ہوں مستحق قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذکر پر باقی رہیں۔
 فی الہدایۃ الاصل فی السنۃ ان لا تقضی
 ہدایہ میں ہے سنت میں اصل یہ ہے کہ اس کی قضا
 لاختصاص القضاء بالواجب آجہ و تمام
 نہیں کیونکہ قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے
 تحقیقہ فی الفتاویٰ -
 اور اس پر تمام گفتگو ختم ہے۔ (۱۰)

مگر بعض جگہ رخصۃ قیاس لیں وارد ہو گیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا کرانی نہیں
 جیسے فجر سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں یا عصر کی پہلی چار
 سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو بعد درمی جگہ بہ حسب لزوم پر بعد مست بعدین کے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت نہ گزرتی ہو
 لیں مگر کلہ لک فی غیر ہا کتاب کس و المحتر (اس پر متعدد کتب مثلاً رد المحتار میں تصریح ہے۔ مت۔ ان شرائط
 کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعضہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے
 سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت ثابتہ۔
 بالحدیث یہ کہہ کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر سبھا و جو کہ ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو مکاتبات کی
 قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ مسئلہ حنفی مولوی عبدالوہید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیہ کتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل
 طلوع شمس کے پڑھا بہتر ہے اور عصر کتا ہے بعد کو بہتر ہے۔ اول حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اور عمر و کتا ہے نہ سہرا
 حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد
 بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف خوف ادا فی جگہ ناجائز و گناہ و ممنوع ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما صحاح
 و سنن و مسانید میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 عن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع
 شمس کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے
 بعد غروب آفتاب تک نماز سے

تغریب

منع کیا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیرہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لاصلوة بعد الصبح حتى ترفع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس۔
صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز نہیں۔ (ت)

صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس۔
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے اس شخص کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرة الصلوة في التيسير في شرح الجامع الصغير (اسے امام منادی نے التيسير في شرح الجامع الصغير میں ذکر کیا ہے) در مختار میں ہے،

كراه نقل قصد اولو تحية مسجد و حلال ما كان واجبا لطيفة كمنذ ورو كحتى طواف والذي شيع فيه ثم افسده ولو سنة في جرد بعد صلوة فجر وعصر ثم ملخصا
نماز فجر اور عصر کے بعد وہ تمام نوافل ادا کرنے مکروہ ہیں جو قصد ہوں اگرچہ تحیۃ المسجد ہوں اور ہر وہ نماز جو غیر ک وجہ سے لازم ہو مثلاً نذر طواف کے نفل اور ہر نفل نماز جس میں شروع ہوا پھر اسے توڑ ڈالا اگرچہ وہ فجر اور عصر کے سنتیں ہی کیوں نہ ہوں اور ملخصا

روال مختار میں ہے،

انكراهة هنا تعميمية ايضا كما صرح به في الحلية ولذا عير في الخانيسية و
یہ کراہت تحریمیہ ہے جیسا کہ اس کی تصریح علیہ میں ہے، اسی لئے خانیا اور مختار میں عدم جواز سے تعبیر کیا گیا

۸۲/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب مراقبات الصلوة باب الصلوة بعد الفجر	صحیح البخاری
۸۳/۱	"	"	"
۸۳ و ۸۲/۱	"	"	"
۶۱/۱	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الصلوة	صحیح بخاری

الغلاصة بعد من الجواز والمراد عدم الحث۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ حلال نہیں۔ (ت)
 امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد
 ما تطلع الشمس۔ قال الحاکم صحیح و
 اقروه الذہبی فی التلخیص۔
 دہی حدیث ابو داؤد،

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا ابی نعیم عن
 سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن
 قیس بن عمرو عن رسول اللہ تعالیٰ عنہ قال رأی
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلاً
 یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوۃ
 الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکت
 صلیت الركعتین اللتین قبلہما فصلیتہما
 الان، فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم۔
 ورواہ ابن ماجہ حدیث ابو بکر بن
 ابی شیبۃ ثنا عبد اللہ بن نعیم عن
 یحییٰ بن عمار عن قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم صلوۃ الصبح صریتین۔

اسے ابن ماجہ نے سنداً و متنارایت کیا ہے اور کہا
 میں ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن نعیم سے بیان کیا
 البتہ ان الفاظ کے علاوہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا، کیا صبح کی نماز دو دفعہ ہے؟ (ت)

۲۷۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر	کتاب الصلوۃ	رہ روایت
۵۷/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی اعادة بناء صلوۃ الشمس	لکھ جامع الترمذی
۱۸۰/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب من غاصتہ فی تعصیہا	لکھ سنن ابو داؤد
ص ۸۲	پاک اسلام سعید کمپنی کراچی	باب فی ماجاء فیمن غاصتہ الركعتان	لکھ سنن ابن ماجہ

اور اسی حدیث میں ترمذی کی روایت یوں ہے :

حدثنا محمد بن عمرو السواق تابعنا عبد العزيز بن محمد عن سعد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم عن جده قيس قال خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاقيمت الصلوة فخطبت معه الصبح ثم انصرفوا الى بيوتهم صلى الله تعالى عليه وسلم فوجد في ابيهم فقال املا يا قيس اصلا تان معا، قلت يا رسول الله اني لو اكن ركعت ركعتي الصبح قال فلا ادأله اكلتي بركتي ! عرض كذا، يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ! میں غور کی دو سنستیں ادا نہیں کر سکا۔ فسر بایا : تو اب حرج نہیں۔ (ت)

محمد بن عمرو السواق نے ہم سے بیان کیا کہ عبد العزیز بن محمد نے سعد بن سعید سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے، انھوں نے اپنے دادا حضرت قیس سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے جماعت کے لئے تکبیر کوئی گئی میں نے آپ کی اقتداء میں نماز صبح ادا کر، پھر سالکتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چہرہ اقدس پھیرا تو آپ نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا، فرمایا، اسے قیس ! ٹھہرا، کیا دو نمازیں

جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود بھی قیس تھے ان کا وہ عذر من کر ہی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں، یہ حدیث اسی احادیث جلیلہ محمد کے متقابل لانے کے قابل نہیں،

اولاً اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا،

استاذ هذا الحديث ليس بمتصل محمد بن ابراهيم التميمي لم يسمع من قيس

ثانیاً خود سعد بن سعید پر اس کی سند میں اختلاف کیا گیا، بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا، جامع ترمذی میں ہے :

وروي بعضهم هذا الحديث عن سعد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم التميمي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فقرأ عقيباً

بعض نے یہ حدیث اس سند سے بیان کی ہے سعد بن سعید، محمد بن ابراہیم سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور قیس کو دیکھا۔ (ت)

سند جامع ترمذی ارباب الصلوة باب ما جاز فی من قنوت الرکعتان ثم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۵۵

ثالثاً عامر رواۃ نے اسے مرسل روایت کیا خود انھیں سید کے دونوں بھائی عبد بن سید و یحییٰ بن سید کہ دونوں سید سے اوثق و احفظ ہیں مرسل روایت کرتے، جامع ترمذی میں ہے،
انما یروی ہذا الحدیث مرسل (یہ حدیث مرسل مروی ہے۔ ت)
سنن ابی داؤد میں ہے،

مروی عبد بن یحییٰ ابنا سعید ہذا الحدیث مرسلان جدھم شریذ اصلی مع النسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سعید کے بیٹے عبد ربیع اور یحییٰ دونوں نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزا داکہ کی۔ (ت)
ابن ماجہ اس روایت کا سید پر ہے، جامع ترمذی میں ہے،

حدیث محمد بن ابراہیم لا نعرفہ مثل هذا الا من حدیث سعد بن سعید
ہم محمد بن ابراہیم سے مروی اس حدیث کو سید کے علاوہ کسی سے نہیں جانتے۔ (ت)
پورسود باوصف توین مقال سے خالی نہیں ان کا حافظ ناقص تھا، امام احمد نے انھیں ضعیف کہا، امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں، امام ترمذی نے فرمایا تکلموا فیہ من قبل حفظہ یعنی اگر حدیث نے ان سید میں ان کے حافظ کی طرف سے کلام فرمایا۔ لاجرم تقریب میں ہے، صدوق سنی الحفظ آدمی تھے ہیں حافظ برآج

عند وقع فی نسخ السنن الثلاث التی عندی ان سعد بن زید و هو مشکل فان جد یحییٰ قیس لا زید وقد انکرہ العافظ فی الاصابۃ فقال بعد ذکر الروایۃ ہکذا قرأت ۱۲ منہم
میرے پاس تینوں سنن کے نسخوں میں یہ ہے کہ ان کے جد کا نام زید ہے لیکن یہ محل اشکال ہے کیونکہ یحییٰ کے جد کا نام قیس ہے یہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصحاب میں اس کا انکار کیا اور روایت ذکر کرنے کے بعد کہا میں نے اسی طرح پڑھا ہے ۱۲ منہ (ت)

- ۱/ ۵۷ سنن الترمذی ابواب الصلوۃ باب ما جاز فی من قنوت الرکعتان الا مطبوعہ امین کمپنی دہلی
۱/ ۱۸۰ سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من فاتتہ من یقضیہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۱/ ۵۷ جامع الترمذی ابواب الصلوۃ باب ما جاز فی من قنوت الرکعتان الا مطبوعہ امین کمپنی دہلی
۲/ ۴۱ تہذیب التہذیب ترجمہ سعد بن سعید رحمہ اللہ مطبوعہ دائرۃ المعارف جدید آباد دکن ہند
۱/ ۲۲۲ تقریب التہذیب ۲۲۲۲ حنف السین المملکۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ان وجوہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود ان احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت حائست ہیں اور یہ ناقلاً اجازت، اور قاعدہ مسئلہ ہے کہ جب دلائل حلت و حرمت متعارض ہوں حرمت و محالعت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۰ م صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عذر سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے اُن کی ادا ہے یا نہیں؟ بیوہ ابو حوالہ الکتاب و توجروا عند اللہ الوہابین۔

الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی،

فی الدار المختار بخلاف سنة الظہر و کذا
ورعنا ریم ہے کہ بخلاف ظہر کی سنتوں کے اور اسی طرح
الجمعة فانہ ان خاف فوت رکعة یترکها
جموعہ کی سنتوں کے، اگر ایک رکعت کے فوت ہونے کا خطرہ
ویقتدی، ثم یأتی بها علی انہا سنة فی وقتہ
ہے تو سنتیں چھوڑ کر امام کی اقتداء کرے پھر ان کو
ای الظہر لہ وقت ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لیا قد مننا (صیبا کہ ہم نے پہلے بیان کر لیا۔ ت۔ و اللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۱۳۲۱ م رجب الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سمت اس کی فوت ہوئی پھر ادا کئے فرض کے اب اس سنتوں کو بعد ادا کئے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادا کئے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو اس سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہیے؟

الجواب

جب فجر کے فرض پڑھ لے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو، ہاں بعد بلند آفتاب پڑھے۔ اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استواء سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے، اور اگر وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا

پہلے قراب سنتوں کی قضائیں والمساائل مبسوطۃ فی الدد وغیرہ عاۃ الاسعار الفرائض مسائل کی تفصیل در اور دیگر کتب مبارکہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از حکم بنگال ضلع واکھالی ڈاک خانہ چھدا گج موضع ودایا مسئلہ محمد براہیم ۹ شوال ۱۳۲۶ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص طر بھر نماز کسی نہیں پڑھی اب یہ
شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے! بینا فتوح ورو
الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مز کے لئے اس کی عمر بارہ برس۔ عورت کے لئے ۹ برس کم کریں اور باقی
تمام برسوں کے دن کے ہر دن کی نماز کے لئے آٹھ سو سو تو لے لیں گے کہ سورہ پے بھر کے سیر سے کو کم تو سیر ہونے
یا سورہ سیریں تولد بخیر یا ان کی قیمت ادا کر لیں بل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر تابعی
کر دیں محتاج اپنی طاقت سے پھر ان کو بہ کرشہ یر قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قصہ چھپسہ ان کو
بہ کرشہ یر پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں، یونہی وار کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔ عورت کی عادت حیض
اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن فورس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں مگر
جتنی بار عمل رہا ہو مدت عمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت در بارہ نخاس اگر معلوم
ہو تو ہر عمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کر نخاس کے لئے جانب اقل میں شرعاً کچھ تعدیر نہیں
کھن ہے نہ ایک ہی سنت اگر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اوچینی ملاذ کو ایار مکان میر عام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب
رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

چرمی فریاد علمائے محقق دین و مفتیان مدنی پابند
شرع متین و دین مسئلہ کہ اکثر عوام ان اسس در آخر
جمہ رمضان المبارک نماز قضا کے عمری پختہ مختلف
امام می خوانند درست است یا منوع زیرا کہ نماز
قضا بدو دن او اساقط و دور نمی شود اگر کسے بروز
جمہ آخری رمضان شریف قضا کے نماز تمام عسیر
برنیت قضا کے عمری بخواب کہ ادا شود قحب ستاتہی
و نیز صورت نماز قضا کے روز متفرق چیست یعنی

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے
میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمہ
میں عوام ان اس امام کی اقتدار میں پانچ وقتی نماز
قضا عمری پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا منوع؟ کیونکہ
قضا نماز جب تک ادا نہ کی جائے ساقط نہیں ہو سکتی
اور اگر کوئی شخص رمضان کے آخری جمہ کو تمام عمر کی
قضا نمازوں کی نیت سے قضا عمری پڑھتا ہے اور سمجھتا
ہے کہ تمام عمر کی نمازیں ساقط ہو جائیں گی اس پر

قحب ہے اتنی، مختلف دنوں کی نمازوں کی قضا کی صورت کیا ہے؟ مثلاً ایک آدمی کی منزل کی عصر اور دوسرے کی بدھ کی عصر قضا ہو گئی ہے اگر دونوں عصر کی قضا آپس میں باجماعت ادا کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ دونوں کی نماز ایک دن کی نہیں۔
 علامہ واریں امام صاحب ترتیب ہے لیکن مقتصدی صاحب ترتیب نہیں اس طرح کے امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز سے ان کی قضا نمازیں سا قضا ہو جائیگی یا ان کا حکم کیا ہے یعنی نفل ادا کرنے سے فرض کس طرح سا قضا ہو سکتے ہیں؟ عبارت کتب کے حوا جات سے تفصیلاً بیان فرمائیں تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ (د ت)

الجواب

وقت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقت ہے قضا کے عری، ایجاد کر لیا گیا ہے یہ بدترین بدعت ہے اس بارے میں جو روایت ہے وہ ممنوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ محل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت و اعتقاد باطل و مردود، اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جو شخص نماز بھول گیا تو جب اسے یاد آئے اچھے ادا کرے، اس کا کفارہ سوائے اس کی ادائیگی کے کچھ نہیں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم (ذکرہ الفاظ بھی اسی کے ہیں)، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین نے حضرت

قضا کے عصر کے روز شنبہ نماز قضا کے عصر دوم چار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضا کے عصر جدا گانہ بجا عمت ادا نمایند درست است یا منع چو اگر نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب است و مقتدیان ازین خوبی عاری پس چنین امام نماز قضا کے یقینی مقتدیان کہ اکثر قضا کے نماز ذرا دست فارغ الذمہ میشوند یا حکم آں چو۔ یعنی پس لا اکنت نہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرط بسیط بیان فرمایند بحوالہ عبارت کتب و رحمة الله عليكم اجمعين۔

ایں طریقت کہ بہ تکفیر صلوات فائزہ احدث کردہ اند بدعت شنیعہ در دین نہ سادہ اند حیث شش ممنوع و نقاشش ممنوع و ایں نیست و اعتقاد باطل و مدفع از جامع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ و ضلالت فطیور قائم است حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند:

من فی صلوة فلیصلها ادا و کوف لا کف رقا لها لا ذلک ہر کہ نماز سے فراغت کر دچوں یاد آید آں نماز باز گزارد جز ایں مراد کفارہ نیست اخوجه احمد و البخاری و مسلم و النفاذ و الترمذی

سلف صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوة باب من نسی صلوة الو صلیح مسلم باب قضاء الصلوة الفائتہ
 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴/۱
 نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۴۱/۱

والنفس في وغيرهم عن النبي بن مالك رضي الله عنه .
علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید :
حدیث میں من قصی صلوٰۃ من الفجر نصف في
الجمعة من رمضان كالماء ذلك جابر
لكل صلوٰۃ فائتة في عصر الى سبعين سنة باطل
قطعی ، لانه ما قلنا للاجماع على ان شيئا
من العبادات لا تقوم مقام فائتة سنوآت
امام ابن حجر کی در تحفہ شرح منہاج الامام النووی باز
عن زررقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہ اللہ
تعالی فرماید :

اقبح من ذلك ما اعتيد في بعض البلاد
من صلوٰۃ الخمس في هذه الجمعة عقب
صلوات تراجمینا نہ تکبر صلوات الفجر
العصر مستحکمة وذلك حرام لوجوب
لا تخفى

واقدمائے قاضی عصر مرد بقاضی عصر دیروز
نارواست زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداست
و چنانچہ اقتدائے مغترض بمغترض نیز کہ زہار درست
نہا شد پس بدین صورت ہذا نماز فارغ
نشد .

فی نور الايضاح و شرحہ مراقی الفلاح

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔
علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری موصوت کبیر میں کہتے ہیں :
حدیث میں جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض
نماز ادا کر لی اسی سے اس کی ستر سال کی فوت شدہ
نمازوں کا ازالہ ہو جاتا ہے " یقیناً طہر باطل ہے کیونکہ
اسی اجازت کے خلاف ہے کہ عبادات میں سے کوئی
شئی ساتھ ساتھ رات و دن شدہ عبادات کے قائم مقام
نہیں ہو سکتی البتہ امام ابن حجر کی تحفہ شرح منہاج الامام
النووی میں پھر علامہ زررقانی شرح مواہب امام قسطلانی
رحمہ اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں :

اس سے بھی بدتر وہ طریقہ ہے جو بعض شہروں میں
ایجاد کر لیا گیا ہے کہ جمعہ کے بعد پانچ نمازیں اسی
گمان سے ادا کر لی جائیں کہ اس سے سال یا سبقت
تمام عمر کی نمازوں کا کفارہ ہے اور یہ عمل ایسی وجہ کی
بنیاد پر حرام ہے جو نہایت ہی واضح ہیں ۔

باقی آج کی عصر قضا کرنے والے کی اقتدا میں کل
کی عصر قضا کرنے والا نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اقتدا
کے لئے نماز کا ایک ہونا شرط ہے اور اسی طرح فرض
پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرنا ہرگز
درست نہیں لہذا اس صورت میں نمازوں کا ذکر ساقط
نہیں ہوگا ۔

نور الايضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں

شرط صحۃ الاقتداء ان لا یكون الا صام
محبب فرضاً غیر فرضیہ ای غیر فرض الصوم
کظہر وعصر وظہرین من یومین ۱۰
مخلصہ وفي تنویر الالباس والدار المحتاس
وسر الدار المحتار لا مفترض بمقتضی وبمقتضی
فرض آخر کہ صبی ظہر اُس بمجلس ظہر
الیوم ۱۱ ای اتع والصلواتین شرط انتہت
من غصۃ واللہ تعالی اعلم
نہیں شرط کل کی ظہر پڑھنے والے کی آج کی ظہر پڑھنے والا اقتداء کرے کیونکہ دونوں کی نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے
انتہت تخفیفاً واللہ تعالی اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس سلسلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور
قضا میں کیا کیا نماز پھری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا میں بہت کثیر ہیں جن کی ادا سخت دشوار ہے تو آیا اس
کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت
معلوم نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیستیں رکعتوں کی ہوتی ہے نہ فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار
عشا کے، تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر
جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے، اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی
کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان
ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یا درکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا
پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا ختم کرے اُس وقت رکوع سے سر اٹھائے
اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اُس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اُس وقت سجدہ

مراٹھنے بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں۔ ایک تخفیف کثرت
 قضاء والوں کی یہ ہو سکتی ہے، دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی بجائے سبحان اللہ
 سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیالی یہاں بھی ضرور ہے کہ سید سے کھڑے
 ہو کر سبحان اللہ شروع کریں اور سبحان اللہ پورے کھڑے کھڑے رکوع کے لئے سر جھکا لیں۔ یہ تخفیف فقط
 فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور صمدتہ دونوں ضرور پڑھنی جائیں۔ تیسری
 تخفیف کھپلی القیام کے بعد دونوں درودوں اور دُعا کی مگر صرف اھم صلی علی محمد و آلہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔
 چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دُعا سے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا مین یا ربنا یا غیب ربنا
 کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳ از مولوی عبدالرشید صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضاے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی
 نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

نبی انصاری کی جگہ بھی قضاے عمری پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۰۴ کتاب ترکیب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جاگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سر گیا
 اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے ثواب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب

اُس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعا اوقات معین ہیں۔
 قال اللہ تعالیٰ ان الصلوۃ کلمات علی الوہابین واللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک نماز مسلمانوں پر وقت
 کت یا موقوف تیار
 اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعا جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں،

ان الصلوۃ اولاً و آخراً و ان اول وقت للحجر
 حین یطعم الحجر و انت آخر وقتها
 بیشک ہر نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک نماز
 صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے و اس کا

حين تطلع الشمس - رواه الترمذي والاعمام
الطحاوي بسند صحيح عن الاعمش عن
ابن صالح عن ابی هريرة موطأ وهذا مختصر.

امام بخاری فرماتے ہیں:

هذا اتفاق المسلمين ان اول وقت الفجر حين
يطلع الفجر و آخر وقتها حين تطلع الشمس.

امام عا ذکر فی بعض کتب العقدة مرفوعاً عن
نام عن صلوة اولیہ فیصلہا اذا ذکرہا
فان وثق وقتها فاقول الحدیث فی
الصحیحین بلطف من نسی صلوة فلیصلہا
اذا ذکرہا لا کفارۃ لہ الا ذلک الخرج
عن انس بب عاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وفی لفظ لمسلم عنہ من نسی صلوة او نام
عنها فکفرتہا ان یصلہا اذا ذکرہا وفی آخر
لہ عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا فان اللہ عز و
جل یقول اقم الصلوة لک کریم - ولہ
عن ابی قتادۃ راعی اللہ تعالیٰ عنہ بلطف فیصلہا

آخر طلوع شمس پر ہے۔ اسے امام ترمذی اور امام طحاوی
نے بسند صحیح اکمل سے، انھوں نے ابوصالح سے اور
انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیلاً
روایت کیا ہے اور یہ مختصر ہے۔

یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا
وقت طرباً فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر
جاء رہتا ہے۔

جو بعض کتب فقہ میں مرفوعاً روایت مروی ہے کہ جو
شخص نماز سے سو گیا یا اسے بھولی گیا تو وہ جب یاد آج
اسی وقت نماز ادا کرے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے
فایقول (میں کہتا ہوں)، اس حدیث کو بخاری و مسلم نے
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ
میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا، جو نماز بھول گیا وہ یاد آنے پر ادا کرے اس نماز کا
کفار و سوا اس کے کچھ نہیں۔ مسلم شریعت میں اس سے
یہ روایت ان الفاظ میں ہے، جو شخص نماز ادا کرنا بھول
گیا یا سو گیا نماز رو گئی تو اس کا کفار یہ ہے کہ جب
یاد آئے اسے ادا کرے۔ مسلم کی دوسری روایت جو
اسی صحابی سے مروی ہے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نماز

۱۲/۱	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب منہ	ابواب الصلوة	سہ جامع الترمذی
۱۰۳/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب مراقبت الصلوة		سہ شرح معانی الآثار
۸۴/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرہا		سہ صحیح البخاری
۱۴۱/۱	نور محمد امجد المطابع کراچی	باب قضاء الصلوة الفائتہ		صحیح مسلم
	"	"	"	کچھ دیکھو

حين ينتبه لها فاد اكان العبد فيصليها عند وقتها
وله كاستة الابن خاري والمقرمذي عن
ابن هريقة رضي الله تعالى عنه كاخرا لفاظه
عن انس رضي الله تعالى عنه والمقرمذي و
صحيحه والسنائي في حديث ابن قتادة رضي الله
تعالى عنه فيصليها اذا ذكرها ومثله لابن يعل
والطبراني في الكبير عن ابن حنيفة رضي الله
تعالى عنه ونحوه لهذا في لاوسط عن
ابن سعيد البخاري رضي الله تعالى عنه و
بالح في موطن لا عن فريد بن اسلم
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ادا
وقد احدكم عن الصلاة او نسيها ثم
فزع اليها فيصليها كما كان يصلي لوقتها
والطبراني عن عيسى بن عبيد بن سعد رضي الله
تعالى عنها اذا ذكرها فليصلها وليحسن صلوته
وليتوضأ فليحسن وضوءه فذلك كفارة
وليس في شيء من ذلك فان ذلك وقتها تبيل
قد ارشد صلى الله تعالى عليه وسلم

ياد آئے تو اسے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
نماز میری یاد کے لئے قائم کرو۔ اور مسلم نے حضرت ابو قتادہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ وہ
شخص جب یہ ادا کرے تو ادا کرے اور جب دوسرا دین
آئے تو اسے وقت پر ادا کرے۔ بخاری کے ساتھ اس
سنت میں ایسے ہی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کے آخری الفاظ اس طرح
نقل کئے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی
مروی ہیں۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، پس اسے پڑھنے
جب اسے یاد آئے۔ ترمذی نے اس روایت کو
صحیح کہا ہے، ابویعلیٰ اور الترمذی الکبیر للطبرانی میں یہ حدیث
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے
اسی طرح اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے اور امام مالک کے موطن میں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ
نبی اکرم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز سے سوچا یا اسے
بھول جائے پھر اسے نماز کے (قصا) ہونے کا خوف
ہو تو پورا کرے اسی طرح ادا کرے جس طرح وقتی نماز

سہ صحیح مسلم کتاب المسجد باب قضاء الصلوة الفاتحة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۹/۱
سہ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء في النوم عن الصلوة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۵/۱
سنن النسائي كتاب المراقبة فيمن نام عن صلوة المكتبة السنية لاہور ۴۱/۱
سہ مولانا مالک کتاب وقوت الصلوة باب النوم عن الصلوة میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰
سہ المعجم الکبیر مروی از عمیرہ بنت سعد رضی اللہ عنہا مطبوعہ المكتبة الفیصلیہ بیروت ۲۵/۲۵

فی حدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بقولہ فاداکانت الحد فیصلہ
عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ
والیہ یومی حدیث ترمذی فیصلہ کما کان
یصلیہا لوقتہ نعم للطہراتی فی الاوسط و
البیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ رفعاً من لیس صلوة فوقہ اذا کرخت
وقد نص البیہقی علی تعصیہ فانی تقوم
به الحجة بل ولئن صح لم یفدہ الا بحج
علی انہ یقبل التویل ای انہ یطالب بہ
الان کما یطالب بہا فی وقتہا۔

اداکرتا ہے۔ طہراتی میں حضرت سمیونہ بنت سعد رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب اسے یاد آئے ادا کرنے
اور اچھی طرح وضو کر کے پس بھی اس کا گناہ ہے۔ ان
تمام روایات میں یہ الفاظ کہ یہی اس کا وقت ہے
برگز نہیں ہیں بلکہ رسالہ کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حدیث البرقندہ کے الفاظ ”دوسرے دن کی نماز پڑھنے
وقت پڑا کر سہ“ کے ذریعے یہ رہنمائی عطا فرمادی ہے
کہ آج اس نے جو نماز پڑھی وہ وقت پر نہ تھی۔ حدیث
زید کے الفاظ ”اسے اسی طرح ادا کر سہ جیسے وقتی ادا
کرتا ہے“ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، ہاں
طہراتی نے اوسط اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کیا ہے کہ جو نماز بھول گیا اس کا وقت وہی ہے جب اسے یاد آئے۔ لیکن
امام بیہقی نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کر دی ہے تو یہ روایت دلیل کیسے بن سکتی ہے، بلکہ اگر یہ روایت
صحیح بھی ہو تو اجماع کو توڑ نہیں سکتی، علاوہ ازیں اس کی تاویل کرنا درست ہے کہ جب نماز یاد آئی ہے تو اس سے
اس کی ادائیگی کا اسی طرح مطالبہ ہے جیسے کہ اس کے وقت میں تھا۔ (ت)

وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی ضرورت حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیسے جانگھے قصداً مساد اللہ تصاد کر دی ہو بلکہ
ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس سے عفو کی کوئی وجہ
نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا جواب طہریہ اللہ عز وجل کے اختیار میں
ہے اگر وہ جانے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی قصیر نہ کی صبح تک جانگھے کے قصہ سے بیٹھا تھا اور سبے اختیار
آنکھ لگ گئی تو ضرور اس پر گناہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اما انہ لیس فی التورۃ تعریض انما التعریض علی
من لم یصل الصلوة حتی یجئ وقت
الصلوة الاحمری۔ رواہ مسلم عن
سویانے کی وجہ سے نماز نہ گئی تو گناہ نہیں لیکن جس شخص
نے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت
آگیا تو یقیناً گناہ کا رہوگا۔ اسے مسلم نے حضرت البرقندہ

۱/۲۲۲ باب فمیں نام عن الصلوة مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت
اسنی انکبری کتاب الصلوة باب لا تعریض علی نام عن صلوۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۲۴۹
۱/۲۳۹ کتاب المساجد باب قضاء الصلوة الغائبة۔ نور محمد صبح المطابع کراچی

ابن قتادة رحمه الله تعالى عنه وللشافعي و
والترمذي وصححه عنه رضي الله تعالى
عنه سقط انه ليس في النوم تعريض انما التعريض
في اليقظة به

رضي الله تعالى عنه سے روایت کیا ہے۔ نسائی اور ترمذی
نے اسی صحابی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے سو جانے
کی صورت میں گناہ نہیں البتہ بیداری میں گناہ
ہے۔ (ت)

اور جب اس کی جانب سے کوئی تفسیر نہیں تو امید یہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے
خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا ہرگز نیت پر ہے بلکہ ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے
کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہے کہ جماعت فوت
نہ ہوئی وھذا ظاہر الحد (پر اصل واضح ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مشتمل از تجزیہ آباد ضلع بجنور محلہ حمید پور مدرسہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ
قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت؟ اور مسجد میں یا مکان پر؟ اگر
جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز غار منظر پڑھنا پہلے ہے یا آواز؟ اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر
پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت؟

الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مستحب ہے اور
مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں، اور بھری غاروں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص
کی نماز باقی رہی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ مصیبت کا اظہار بھی مصیبت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو نصیب وقت کچھ نہیں
ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے،

یکرہ قضاء ما فیہ (ای فی المسجد) کلام
التأخیر مصیبة فلا یظہر ما یزایہ
رد المحتار میں ہے،

مسجد میں نماز کی قضا مکروہ ہے کیونکہ تاخیر مصیبت ہے
جس کا اظہار نہیں ہونا چاہئے، بزانیہ۔ (ت)

وفی الامداد انه اذا كان التقویت لا مراعاه
فلا اذان فی المسجد لایکرمه لانقاء الصلوة

امداد میں ہے جب نماز کا فوت ہونا کسی عام امر کی وجہ
سے ہو تو اب مسجد میں قضا کے لئے اذان مکروہ نہیں

سنة سنن النسائی کتاب المواقیت فیہ نام علی صلوۃ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۷۱
جامع الترمذی ابواب الصلوۃ ما جاز فی النوم عن الصلوۃ - امین نجفی دہلی ۱/۲۵
سنة درمختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۹

کفعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیسلۃ
التعریسۃ
کیونکہ وہ علت معدوم ہے جیسے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں کیا تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے،

یجمعہ الامام وجوباً فی الفجر واولی الصائین
اداء وقصائہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام فخر اور مطربہ و عشاء کی پہلی دو رکعات میں جہراً
قراۃ کرے خواہ نماز ادا پڑھائے یا قضا۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۰۶ از جواب گنج ضلیع بریلی مرسلہ امامت علی شاہ ۱۴ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اُس نے دیر سے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پوری ہو جائیں۔

الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا اٹھ کی سات کی، اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں، اور ہر بار نون نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی، جب ایک پڑھ لی پھر نون نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے، قضا ہر روز کی حرکت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۸ دیر انجن نعی نیہ ۱۴ فور ۱۴۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کبھار کیا ہو کبھی کبھار نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی اور کسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہو گیا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اس کو قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو دفع کر دیتا ہے اور کسی کبار و فیر کا بھی وہ جواب دہ نہیں رہتا۔

(۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے بلا اس کی قضا اس پر

۲۸۸/۱	مطبوعہ مطبعۃ البیانی مصر	باب الاذان	لے رد المحتار
۷۹/۱	مطبوعہ مجتہدی دہلی	فصل در مجہر الامام	لے در مختار

فرض ہے گی۔ کافر کا اسلام، اُس کے اگلے کبار کو محو کر دیتا ہے، مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے، جو فرائض ترک کئے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کے صرف زبانی توبہ توہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہو کر فرض ہے اگرچہ کھڑی یا، دلی یا دیوار کے سہارے سے، جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے، جب تک جائے قہم جائے، اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا لاء موت اگنی تو امید ہے کہ موتی تعالیٰ باقی نمازیں صاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۹ جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو نہ اس کی عمر، عیال کی نماز سرسکتی ہے یا نہیں، ۹ بینو تو وجود

الجواب

عید کی تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہوگئی ہوں اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں، اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے جمعہ نہ ہوگا، اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت انتانت تک ہو گیا کہ صبح کی نماز پڑھے تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور جمعہ میں ہونا متوقع نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۸ ازبکالہ ضلع سلسٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ عبد الغنی صاحب

۲۰ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم و صلوٰۃ کا واجب تھا بسبب غربت کے، حیات میں ادا نہ کیا، اب اس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف پڑھ سکین کو دے دیا اس صورت میں کفارہ نہ کوہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں، ۹ بینو تو وجود

الجواب

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بعد اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ بدیر کا تھا تو دو روپے کے گھروں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور رہے، قرآن مجید بیشک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حرف کی برابر ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے برابر نہیں ہو سکتے، مگر ان امر میں اعتبار مالیت کا ہے، قرآن عظیم مال نہیں، ہاں یہ کافس و بطل جو شخص فقر و شس میں یہ مال ہیں انہیں کی قیمت طوطا ہوگی ولس، ورنہ یوں تو جس پر دس کروڑ روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ اللہ پڑھ کر دس دسے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے وھذا کلمہ ہاھو جدا (اور یہ سارا اچھی طرح واضح ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرگیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر کچھتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گیسوں یا جو جوں گئے اور اس قدر مال نہیں تو اس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ بیہوا تو جسد و

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنیٰ مذمت بلوغ کی کمال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچھپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے قدر یہ دو ہزار ایک سو بیس ہونے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا قدر یہ گیسوں سے نصف صاع یعنی بریل کی تولی سے ایک سیر سات چھٹ نمک دو ہاتھ ساڑھے چھرتی اور انگریزی سیر سے کہ اتنی دو پیر بھر کا سونے پونے دو سیر اور چون چٹا نمک اور بیسواں حصہ چٹا نمک کا یعنی ایک سیر تیرہ چٹا نمک پانچواں حصہ چٹا نمک کا کم اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہو اور ۱۷۷۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیسوں ہونے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دے کہ مالک کر دیں قبضہ ولادیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں بہرہ کرے یہ پھر دوبارہ نیت کفارہ اُسے دے کہ قبضہ ولادیں وہ پھر انھیں بہرہ کرے یہ دوبارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ آٹھ پھر اس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہو گا دُور کھٹنے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی قرض لے کر وہ کفارہ سے میں فقیر کو دیں اور یوں ہی آٹھ پھر کریں کہ روپے سے دُور آسان ہو گا، اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔ فتاویٰ بزاز یہ ہیں ہے،

ان لو یکن لہ مال یتقرض نصف صاع
و یعطیہ المسکین علی الوارث ثم الوارث
علی المسکین ثم و ثم حق یتم کل مصلوۃ
نصف صاع کما ذکرنا آہ و تفصیل الکلام فی
فتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر میت کا مال نہیں تو نصف صاع قرض لے کر مسکین کو دیا جائے پھر وہ مسکین اسے وارث پر صدقہ کرے پھر وارث مسکین پر اسی طرح کرے جائیں یہاں تک کہ ہر نماز عوض نصف صاع ہو جائے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور تفصیل گفتگو ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۲۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں و روزہ قضا ہیں

اُس کے ورثان کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی پہل بنو رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو بوجہ قحط سالی انتہا و بوجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقرنی اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا اولیٰ اس میں سے کس گروہ کو ہے، متوفی کی سکونت سے دور مقامات میں طلباء وین کو دینا اولیٰ ہے یا مذکورین سابقین جو اسی آبادی میں اور قریب و جوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز و روزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں، اگر نماز و روزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ یا ناش کر کے نہار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہنود و غیر کم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلہ اجازت نہیں، نہ ان کے دیے ادا ہو۔ مسلمین مساکین ذوالقرنی غیر ہاشمیین کو دینا دونا احسن ہے درست و غیرہ کے طلبہ علم دیں کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی۔ در مختار میں ہے :

مکہ نقلہ الاالی قنابۃ او احوح او اصلح و زکوٰۃ کی رقم کا دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے مگر اس
انفع للمساوین او الی طالب عدوہ صورت میں جب دوسرے مقام پر رشتہ دار یا
زیادہ محتاج یا زیادہ صالح یا مسلمانوں کا زیادہ نفع ہے یا طالب علم ہو۔ (ت)

اقدرب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے اناج و سب یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں و روزوں کا خیر دے سکتا ہے جب تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے، ہاں بدیون ہو تو بقدر دیں ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا متادیر یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو احتیاط اس میں ہے مخرج صحت الخلاف (اختلاف سے بچنے کے لئے۔ ت) در مختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے :

لوادی للفقیر قل من نصف صاع لم یجوز اگر فقیر کو نصف صاع سے کم یا تویر جائز نہیں اور اگر اسے

ولو اعطاه لكل جارية
روا المختار میں ہے،

تمام دسے دیا تو جائز۔ (ت)

هذا في قولين حكاهما في التتارخا نية بدون
توجيه وظاهر الاختراع والاول منها انه يجوز
كساي يجوز في صدقة الفطر
بيان و اقوال میں سے دوسرا ہے جنہیں تترخا نے
بغیر ترجیح کے نقل کیا اور بکر سے کسی پر اعتماد کا اظہار
ہو رہا ہے اور پہلا قول یہ ہے کہ یہ اسی طرح جائز ہے
جس طرح صدقۃ الفطر میں جائز ہے۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ سونمازوں اور پچیس روزوں کا فدیہ ذخیرہ سو سائیس سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۱۳ از موضع بکری جالا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خان مرسلہ بروی شیر محمد صاحب
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غناب میں رواج ہے کہ میت کے جوازہ کے وقت اسقاط
کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز روزہ قضا میں اور اس نے اتنا مال نہ پھڑا جس کے مثلث سے
بحالت وصیت اس کا فدیہ ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثا ادا سے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی ضرورت میں
اُس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے، مثلاً فرض کرو کہ چارم کی قدر ہے تو
مثلث ماں فقیر کو بریت فدیہ دیں فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو بہرہ دے یہ پھر نہایت فدیہ دے فقیر پھر لے کر بہرہ
کو دے اور ہر بار فقیر وارث قبضہ کرتے جاتیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے، یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث
مثلاً ڈیڑھ سیر گہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اُس کا مالٹ پھر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد
تک پہنچے۔

في الدار المختار لو مات وعليه صلوات فائنة
واوصى بالنكفارة، يعطى لكل صلوة فصدقة
صاع من برك الفطرية وكذا حكم الوتسرو
در مختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر
نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کر جاتا ہے تو ہر
نماز کے عوض فطر کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا

الصوم وانت يعطى من ثلث ماله ، ولو لم
يتك مالاً يستقرض وامرته نصف ماله
مثلاً ويدفعه لفقير شرعاً دفعه الفقير لوارث
شرعاً حتى يتم له

و تراور روزے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال
سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو
وراثت نصف ماله قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر
فقیر وارث کو دے ، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ
تمام مالوں کا خرچ ہو جائے (مات)

اس کے سوا یہ جو عام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں
ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بے بہا ہے مگر یہی کلام الہی کہ در قرآن لکھا ہے وہ مال نہیں ، نہ وہ دینے
کی چیز ہے تو جہاں سے یہی کاخدا دے اسے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کی نگراد ہوگا
وہد ، طہر ج ۱ (یہ نہایت ہی واضح ہے ۔ ت ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۱ از حوالہ ضلع احمد آباد کجرات مسئلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محدث ہادی برقی مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام برکات ، اگر ارشاد ہے کہ ہم قصبہ دھولہ کے رہنے
والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے اور صنف راجہ کے تلاش کرنے والے ہیں ، کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں
کوئی تگ و یا تعلق نہیں ، آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن تھکائے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں آرزو کی معمولی بیاقت کے
اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اولیٰ تجارتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علار الدین صاحب
پر آئی ہوئی چھپی ہے ، ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ بیاقت نہیں رکھتے اس لئے حد مت والا میں عرض کرتے
ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھپیں سیر گیسوں فی سیر ۸۰ روپیہ کے حساب سے اور نقد سوارو پیہ اور ایک کلام اللہ
شریعت اسی چیزوں کا عیل اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں جسے
پڑھنے کے عوض فقیروں میں تین دو کر دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام و غیرہ بانٹ لیتے ہیں ، یہ جملہ شریعت کے مطابق
ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف فقہ جواب اہل آسان لغتوں میں ہو گا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی ۔

الجواب

اہم جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ
ہم نے اپنے سر لئے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے اوپر کر ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے ، اور وہ لوگ جن پر
ان چیزوں کا دور کرتا ہے ، فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھپیں سیر گیسوں کی جو قیمت وہاں اس وقت

بازار کے بھاؤ سے ہوا اور اس مصحف شریف کا جرم بدیہ وہاں اُس وقت ہوا اور وہ سوا پیران کے مجبور کو ان دور و
 مختاروں مصروفِ زکوٰۃ کے سرچند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے غازیوں کا کفارہ ہو اُس قدر کا
 ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیسوں تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف
 پر ملے تین روپے بدیہ کا ہو تو یہ اور وہ سوا پیران کر سب سات روپیہ کا مال ہوا اب اگر دور میں اس فقیر میں اور
 اُن پر تین بار دور ہوا تو گویا تین فقیروں کو سات سات روپے دے گئے مجموعہ دو سو دس روپے ہوئے میت
 پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا ناہ تھا باقی
 رہا مثلاً اُس کے نماز روزوں کے حساب سے بت گیسوں کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ
 سے ہزار روپے تھی اور وہ سو دس روپے ہوئے تو سات سو نو روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں
 میں بعض وہ ہوں کہ اگر وہ فقیر بننے میں مگر مالدار ہیں حاجتِ اصلیہ کے علاوہ چھٹے روپے کے مال کے مالک ہیں
 تو اُن کے شامل ہونے سے وہ میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہو گا کہ دور میں اُن کا شمار نہ ہو گا مثلاً دس فقیروں پر
 دو کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا۔ صورتِ مذکورہ میں تینس فقیروں کی جگہ اکیس ہی
 رکے جائیں گے اور دو سو دس روپے کی جگہ ایک سو بیس روپے کا کفارہ ادا ہو گا۔ ہاں اگر اُن میں کوئی
 بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا ہو گا۔ غرض یہ جلد یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر
 مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ ان دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آھر کچھ نہ کچھ
 مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا، ہاں جیسے بہت حرام قدر ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دسے دیا اور کچھ لیے
 کو طبرکہ کا سب کفارہ ادا ہو گیا یہ محض محل و باطل ہے، یہی یہاں جب پورے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے
 بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس جلد کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا، بعض کو کل سمجھ لینا
 اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید تنہا روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو
 یہ اُس کی غلطی ہے، مگر اس غلطی کے سبب وہ تنہا پیران جو ادا کئے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل
 رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ نو سو کا مطالبہ اُس پر رہا، ہر حال اس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلافِ شرع
 بات نہ کہی جاتی ہو، جس کی مثال اوپر گزری، بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلطی پر ہے، البتہ
 مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنِ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے،
 اس کا بیان ہمارے فتویٰ میں مفصل موجود ہے اور اس پر یہ احترام کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے
 جمل و حاققت ہے ورنہ مسکین طالبِ علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو ۱۰ سے صدقہ کہہ کر نہ دے پھر کہہ
 جب بھی تو صدقہ ہی ہو گا جیسا کہ فقہاء تصریح فرماتے ہیں۔ درختار میں ہے ۱

الهيئة للفقير صدقة والصدقة على
الغنى هبة۔
ہمد فقیر کے لئے صدقہ اور صدقہ غنی کے لئے ہمد
ہو جاتا ہے۔ (ت)

اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت مؤثر وان كان الاثر اشد مع الاستقاط (اگرچہ اثر اسقاط کے ساتھ
شد ہے۔ ت) فتح القدير میں ہے :

الذي يعقله ان كلامه المتقرب و
الاستقاط مؤثر۔
ہم یہ سمجھے ہیں کہ تقرب اور اسقاط دونوں ہی
مؤثر ہیں۔ (ت)

تشر قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے، درغنا میں ہے :
وفي الد روقف مصحفاً على اهل مسجد
للقراءة ان يحضرون جائز وان وقف على
المسجد جائز ويقرأ فيه۔
در میں ہے اگر کسی نے برائے تلاوت اہل مسجد
کے لئے قرآن وقف کیا تو وہ اسے محفوظ رکھیں تو
جائز ہے اور اگر مسجد کے لئے وقف کیا تو بھی جائز ہے
اور اس سے تلاوت بھی جائز ہوگی۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله ان يحضرون جائز هذا الشرط مبني
على ما ذكرنا تنص الاثمة من الضابط
وهو انه اذا ذكر للوقف مصرف لابد ان
يكون فيهم تنصيص على الحاجة
حقيقة كالفقراء او استعمال بين الناس
كالايتام والنسوان الغالب فيهم
لفقرهم ولا غنياء والفقراء منهم
ان كانوا يحضرون والا فلفقراء منهم
فقط۔
ما تن کا قول "اگر اسے وہ محفوظ رکھیں" یہ اس ضابطہ
پر مبنی ہے جس کا تذکرہ شمس الائمہ نے کیا کہ جب
واقف وقف کے لئے کوئی معروف بیان کرے تو
ضروری ہے کہ لوگوں میں اس کی حاجت و ضرورت
بیان کرے خواہ وہ ضرورت حقیقت ہو مثلاً ضرورت
فقراء یا لوگوں کے درمیان استعمال ہو مثلاً یتامی
اور بے دست و پا لوگ، کیونکہ ان میں اغلب طور پر
فقر ہوتا ہے پس اغنیاء و فقراء کے لئے یہ صحیح ہوگا جبکہ
وہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں ورنہ فقراء کیلئے ہونا۔ (ت)

۱۹۱/۲	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الحجة	سہ در مختار
۳۸۰/۱	نور یہ رضویہ سکھ	کتاب الوقف	سہ فتح القدير
۲۱۱/۳	مطبوعہ مجتہائی دہلی	-	سہ در مختار
	مطبوعہ البانی مصر	-	سہ رد المحتار

وقف بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ مستروحی کہ اگر خاص چند انبیاء پر موجب بھی اس کا آخر فقراء کے لئے ہونا لازم ، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی :

ان معسر دینی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب امرضا
بخیس فاقی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلو لیتامره ینہا فقال صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلوان شئت حبست اصلہا
وتصدق بہا قال فتصدق بہا امران
لا یباع ولا یوہب ولا یورث وتصدق بہا
فی الفقراء و فی القربی و فی الرقاب و فی
سبیل اللہ و ابن السبیل والضعیف
اسے فقراء ، قریبی رشتہ داروں ، غلاموں کی آزادی ، راہ خدا میں ، مسافروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ
کر دیا ۔ (ت)

یہ حدیث محمد بن اسماعیل نے مسند میں یوں روایت فرمائی :

اخبرنا صفہ بن جویقہ مولیٰ عبد اللہ بن
عمران عنہ عن الخطاب کان لہ امرض
تدعی شفا وکاتب نخلانہما فقال
یا رسول اللہ انی استفدت ما لا ہو
عندی نفیس افا تصدق بہ فقال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تصدق باصلہ لا یباع ولا یوہب
ولا یورث و لکن تنفق ثمرہ فتصدق
بہ عمر بن سبیل اللہ و فی
الرقاب وللضعیف وللشافی و

جیسے صحابہ جویہ جو کہ عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام
تھے نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
پاس ایک کھجنگ نامی زمین کا ٹکڑا تھا اور وہاں نہایت
اچھا کھجوروں کا باغ تھا انھوں نے حضور اکرم کی خدمت
اتھ میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے ایسا مال حاصل کیا ہے
جو میرے نزدیک نہایت ہی قیمتی ہے کیا میں اسے
صدقہ کر دوں ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس کا اصل صدقہ کر دو اس طرح کہ
نہ اسے بیجا جائے نہ ہب کیا جائے اور نہ ہی اس کا
وارث بنایا جائے لیکن اس کا پھل خرچ کیا جائے۔

ابن السبیل ولذی الفریقین ، الحدیث ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے راہِ حسنہ ،

غلاموں کی آزادی ، مہمان نوازی ، مسافر ، ابن سبیل اور قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر دیا ۔ (نت)
صحیح بخاری کے بھی بعض طرق میں بالفاظِ امام محمد ہے ، تصدیق باصلہ ذیل باج ، الحدیث (اس کا اصل صدقہ کر دیا اسے فروخت نہ کیا جائے ، الحدیث ۔ ت)

مائعین کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل غیرِ سنو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا قیام خانے میں بھیجے کہ ان میں غریبوں کے بچے اوریتامی پڑھا کر اس اُس کا یہ فعل حسن و باعثِ ثواب ہے یا حرام و موجبِ عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر ، اور اگر اس نے بددعا کی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دس مصحف شریف فقرا سے مسکین کو دوں گا تو یہ نہ حلال ہے یا حرام و کفر ، اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصاحف سب میرے بعد فقرا سے مسکین کو دے دئے جائیں اور وہ ملک مال سے زائد نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دنیا دہی پر واجب ہے یا حرام ، تحریرِ علم صرف مصحف شریف کے لئے ہے یا کتبِ حدیث و فقہ کے لئے بھی ، فرقہ پرکمائین کے امام اعظم غلغلی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے ،

سوال : غریب قرآن دینا درست ہے یا نہیں ؟
جواب : زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دے دیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے ۔
بات یہ ہے کہ مائعین حقیقتِ امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازخ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف

رجوع کرے وہ اللہ المتوفیق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از ریاست رام پور مسئلہ صیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور ٹیل کالج ، صفحہ ۱۲۳
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ استعاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں ، اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے ، اور فقہیہ معلوم اگر پر منحصر ہے لیکن فدیہ صلوة پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دورانِ قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں برقعہ پرشانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے ،

لما صنف الامام السریانی محمد بن حسن جب امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی نے ہر معاملہ کے الشیب فی کتاب الحیل فی کل باب انکر بارے میں کتاب الحیل لکھی تو اس پر علماء ہند اُٹھنے

۱۹۲/۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان باب کیف یکتب المجلس
۳۸۹/۱ قیدی کتب خانہ کراچی باب الوقف و کیف یکتب

عليه علماء البغد ادبوا تلك القصة الى
 خليفة البغد فقل الخليفة ارسل الى ذلك
 فان كان موافق للاصول فيها والا فخرقه
 فقال ان العلماء احادوا وانكروا احسدا
 فجاء الامام بذلك الكتاب الى الخليفة فخر
 فيه فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا
 فيه بدقة النظر من غير حسد فلما
 رأوا قالوا لقد احسن محمد ضاعت
 الله اجر الى الابد ثم سئل الخليفة عن
 الامام من اي اصل اخبرتك تلك المسائل
 قال اخبرتك من قصة ايوب ويوسف
 وسنة حيلة الرباد والمحمد فقال
 الخليفة للعلماء من انكر الحية فقد انكر
 القرآن والحديث واجماع العلماء
 والتعزيز واجب عليه فلما حول
 ورقة وقع النخر على حيلة الاسقاط
 فقال الامام اسهل طريقته ان
 يبيع انوار على الفقير ممحقا قابض
 القراءة ثم يهب الفقير للوارث ثم
 فثم حتى يتم لعل الله يجعل فدية
 الصوم والعسوة والزكوة وغيرها
 فقل لعلماء قلتم قولنا حسنا بارك الله في
 عمرك فاكذب في كتابك فكتب الامام
 تلك الحيلة في كتابه فشاع في زمان الخليفة
 والدار المعبر للامم الغزالي قال المتأخر السمرقندي

اعراض کیا یہ بات خلیفہ بغداد کو پہنچی تو اس نے کہا وہ
 کتاب مجھے لا کر دو اگر اس کی عبارات اصول کے موافق
 میں تو ٹھیک و درجہ اسے جلا دیں گے اور علماء نے
 اعراض حسد کیا تھا، امام نے کتاب خلیفہ وقت کو
 دی اس نے جب اسے پڑھا تو بہت متعجب ہوا، علماء
 کو طلب کیا اور کہا حسد سے بالاتر ہو کر وقت نظر سے
 اس کا مطالعہ کرو، حسب انھوں نے اس کتاب کو پڑھا
 تو سب کھنکھنے لگے کہ امام محمد نے بہت خوب کام کیا ہے
 اللہ تعالیٰ تاقیامت ان کو اجر عطا فرمائے، پھر خلیفہ نے
 امام سے پوچھا ان مسائل کا استنباط کون سے وقت کرنسی
 اصل آپ کے پیش نظر تھی، تو انھوں نے فرمایا میں نے
 حضرت ایوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات
 اور جبریل ربانی سنت احمد سے انھیں مستنبط کیا ہے خلیفہ
 نے علماء سے کہا جو شخص حیلہ کا انکار کرتا ہے اس نے تو
 قرآن، حدیث اور اجماع کا انکار کیا تو اس پر تعزیر لازم
 ہے، جب خلیفہ نے کتاب کا ایک ورق اٹھایا تو اس کا
 نظر میلہ اسطفا پر پڑی، امام نے کہا کہ حیلہ کا آسان طریقہ
 یہ ہے کہ وارث محتاج کو قابل قرأت قرآن پچ دے
 پھر وہ فقیر اس وارث کو بیہ کر دے، پھر اسی طرح
 مسلسل کیا جائے حتیٰ کہ پورا جو جائے شاید اللہ تعالیٰ
 اسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا خیر بنا دے، میں
 نے کہا کہ آپ نے بہت خوب بات فرمائی ہے اللہ تعالیٰ
 تمہاری عمر میں برکت دے پس اسے اپنی کتاب میں
 تحریر فرما دو اور یہ طریقہ خلیفہ کے دور میں مروج رہا اللہ
 البیہ امام غزالی، شارح سمرقندی نے فرمایا، ہمیں

حدثنا عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن
ابن عوف عن محمد بن عبد الله قال
قال عمر ايها المؤمنون اجعلوا القرآن
وسيلة لجماعة الموقى فخلقوا وقولوا
اللهم اعقر لهذا الميت بعزة القرآن
وتنادلوا بايديكم وفعل عمر في اخير
خلافته في وفاة امرأة مملوكة الحبشية
بنت عمر بذا زوجة مملوكة لجزء من
القرآن فما لوالى عمر ولم يشتهر
في خلافة عثمان ثم اشتهر في
خلافة هارون الرشيد من غير انكار
دوران القرآن بحيلة الاسقاط فاحسله
ثابت عن عمر وهذا وان لم يذكر
في كتب المشهورة من الاحاديث ولكنه
مشهور في بعض الكتب من التواريخ بسند
قوي كما قال المورخ اللبيب صاحب الفتوح
احبنا ابو عمرو عن ابن جريج عن ابن شهاب
عن ابن سمية عن ابن موهي قال فعل عمر
دوران القرآن لجزء منه بحلقة عشر من
من جلا بعد صدوة الجنان لا امرأة مملوكة
بحبشية بنت عمر بذا زوجة مملوكة لوجده
من الانبياء ما حفظنا اسمها فانكار مطلقة
الحيلة كفر وعن حيلة الاسقاط فسق لانه ثبت
عن عمر، اخبر سعيد بن ابي ربيعة عن جهم بن
عبد الله بن ابي بكر انه وجد عمر يدور القرآن

عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن
ابن عوف عن محمد بن عبد الله بن عمر
رضي الله تعالى عنه في رواية: انه اهل ايمان القرآن
كفر دوني كنجاة كمن وسيله بناء واور حلقه بناكر
يرون عرض كمن الله! اس ميت كمن عزت قرآن كمن
بركت من بخش دس اور اس سايك دوسرے كمن هاتھ
میں دس۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت
كے آخری دور میں جمیع بنت عمر بذا زوجہ مملوكة كی
وفات كے موقع پر قرآن كے ایک حصے سے ایسا کیا،
لیکن یہ عمل خلافت عثمان میں مشہور نہ ہوا پھر ہارون الرشید
كے زمانہ میں قرآن كا دور حیلہ اسقاط كے لئے بغیر کسی
اقتراض كے مشہور ہوا تو اس حیلہ كی اصل حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت اور یہ بات اگرچہ مشہور
كتب احادیث میں نہیں لیكن كتب تاریخ میں سند قوی
كے ساتھ مشہور ہے جب كہ عظیم مورخ صاحب الفتوح
نے بیان كیا كہ ہمیں ابو حاتم نے ابن جریر كے سے انھوں نے
ابن شهاب، انھوں نے ابن سلمہ، انھوں نے ابن عوف
سے بتایا كہ حضرت عمر نے جس آدمیوں كے حلقہ میں قرآن
كے ایک جزء كو لیا دیا اور یہ اس خاتون كے جنازہ
كے بعد كیا تو طلب انصاری كی بیوی اور جمیع بنت عمر
كے عقبہ سے مشہور تھی اس كا نام حفصہ نہیں، تو مطلقاً
حیلہ كا انكار كرا اور حیلہ اسقاط كا انكار قس سے كیونكر یہ
حضرت عمر سے ثابت ہے ہمیں سعید نے ایوب سے
انھوں نے جمیع سے انھوں نے عبد اللہ بن ابی بكر سے
بتایا كہ نماز جنازہ كے بعد قرآن كا دور حضرت عمر رضی اللہ

بعد مصلوۃ البحت ثمرۃ انتہی فتاویٰ
سمرقندی من عتبۃ۔
تعالیٰ عند نے ایجاد کیا انتہی، فتاویٰ سمرقندی میں عتبۃ
کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

نیز اس میں دوران قرآن کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند
کیسی ہے؟

الجواب

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سرو پا اس
جہارت میں مذکور ہیں سب باطل و اقتراس ہیں نیز جہارت قدوسی سمرقندی میں ہے اُس پر بھی اقتراس ہے، اور سب چارہ
اقتراس کرنے والے عربی جہارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا
مسند دور عام کتب متداولہ مذہب میں مصدوع ہے خود مصحف شریف سے جو یا کسی مال سے مگر ہر بار کے مینے
میں اتنا ہی مجرا ہو گا کہ بازاری نرخ سے وہ مصحف شریف جتنے دیر کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہہ ہے ایک
ہی وفد میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفار سے ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کہ بیتا
فی فتاویٰ تاجا کلا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے جس پر اضافہ
نہیں کیا جاسکتا۔ ت) قدیر مصلوۃ پر اگرچہ نص شارح علیہ افضل المصلوۃ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے
وکنفی بہ حجة (یہ دلیل کے لئے کافی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

باب سُجُود السهو

(سجود سہو کا بیان)

مسئلہ ۲۱۶

۴ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد للہ شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کوئی سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجہ دو!

الجواب

اگر تقدیر اُسے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ (یعنی سنت کے مطابق جیسے فقہ میں ہے۔ ت۔) یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجود سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔
روا المختار میں ہے:

التفکر الموجب للسهو ما لزہ منه تاخیر الواجب أو الرکن عن محلہ یا قطع الاشتغال بالرکن أو الواجب قد راد، رکن وهو لا حیوٰیہ مبدعہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایسا سوچنا جو سہو کا سبب ہے وہ ہوگا جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے متحرک کر دے مثلاً اواز رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے یہی معنی ہے احفظاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت۔)

مسئلہ ۱۲۱۷

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذا کسرت فی لکتاب موئی سے دو دھبنا نہ تک کہ تین آیات قصار ہو گئیں پڑھ کر بند ہوگی کسی قدر تامل کر کے پھر دوبارہ واذا کسرت سے دو دھبنا نہ تک پڑھا پھر دوبارہ یہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب اس کے گونہ چلا رکوع کر دیا اس صورت میں امام پر سجدہ سہو آیا یا نہیں؟ اگر آیا اور نہ کیا تو قافہ سجدہ ہوئی یا کسی، بینوا تو جروا

الجواب

اگر ایک بار بھی بعد ادا سے رکن مع سنت یعنی تین بار سہواً اللہ بخذک مقدار تک تامل کیا سجدہ سہو واجب ہوا، رد المحتار میں ہے۔

امتنعوا الموجب للسہو ما لزم منه تاخیر الواجب او الزیون من بعدہ بان قطع الاشتغال بالوکیل او الواجب قد راداً رکعت و هو الاصح۔
ہر وہ تعین کہ سہو کا موجب ہے جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے منحرف کر دے مثلاً ادا رکعت کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے، یہی اصح ہے۔ (دست)

اگر نہ کیا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب، در مختار میں ہے۔
تعاود و هو باقی العمد و السہوان لم یسجد لہ۔
دانستہ یا نادانستہ سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا لوٹنا واجب ہے۔ (دست)

اصل حکم یہ ہے محقق علمائے جمعہ و حیدرین میں جبکہ جمیع عظیم کے ساتھ ادا کئے جائیں بخلاف فقہ سجدہ سہو کا ترک ادلی رکھا ہے۔ در مختار میں ہے۔

السہو فی صلوة العید و الجمعة و المكتوبة و التطوع سواء و المختار عند المتأخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البعہ و اقراء المصنف و یہ جزم فی الدرر۔
سہو نماز عید، جمعہ، فرض اور نوافل میں برابر ہے۔
متأخرین کے نزدیک پہلی دو (نماز عید و جمعہ) میں دفع فتنہ کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا قہار ہے، جیسا کہ بحر کے باب الجہد میں ہے۔ مصنف نے اسے ثابت رکھا اور در میں اسی پر حزم ہے۔ (دست)

۵۵۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب سجود السہو	ملہ رد المحتار
۶۱/۱	مجتبائی دہلی	باب صلوۃ السہو	ملہ در مختار
۱۰۳/۱	" "	باب سجود السہو	ملہ در مختار

رد المحتار میں ہے :

فی جمعة عاشية إلى السجود عن العزمية
انہ لیس الہر اعدہ رجواۃ بل الاولیٰ
ترکہ لشداید الناس فی فتنۃ
بس جہاں جمعہ بھی جماعت عظیم سے نہ ہوتا ہو بلا شبہ سجدہ کرے ، اگر نہ کیا اعادہ کرے ، اگر وقت نکل گیا ظہر
پڑھ لیں ۔ رد المحتار میں ہے :

قیدہ الموائی بما داحصہ ورجعہ کثیر والا فہ
داعی الی الترتیب
راقی نے اس بات کے ساتھ مقید کر دیا ہے کہ یہ اس
وقت ہے جب حاضرین کثرت کے ساتھ ہوں اور
اگر اتنا کثیر اجتماع نہیں تو پھر سجدہ سہو کے ترک کی
ضرورت نہیں ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

اسرجع وحب الامدادہ فی الوقت وبعدها
واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علما نے دیں و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر
یا مجوز ہر اصلۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا
تم نے سجدہ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کیا ، آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط اور
وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص ؟ بیسوا تو جودا

الجواب

_____ ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہو لازم ہے ، اصل حکم یہی ہے
رد المحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ بجوم نمازیں کثیر ہو سجدہ سہو سا قتل کر دیا گیا ہے کما
فی رد المحتار ایضاً (جیسا کہ رد المحتار میں بھی ہے) ۔ ت۔ پس اس نماز میں بجوم کثیر تھا تو زید نے سجدہ سہو کا

۵۵۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب سجود السہو	رد المحتار
"	"	"	رد المحتار
۵۳۶/۱	"	باب صغۃ الصلوۃ	رد المحتار

ترک کیا اور اگر قعدے آدمی تھے تو پہلے جا اور سخت پہنچا، اور وہ ناقص نماز نہ پڑھ کر عبادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام جل مجدہ اتمم واکرم۔

مسئلہ ۱۲۱ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ مجہول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز نہ پڑھائی یا نہیں؟ اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں؟ اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجہ روا۔

الجواب

ضرورت اولیٰ میں مذہب صحیح پر نماز نہ پڑھائی، اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے، رد المحتار میں ہے اگر کسی نے تین نوافل ایک قعدہ کے ساتھ ادا کئے تو مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے ان کو جائز کہنا چاہئے مگر اس سے یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ رکعت (آخری) داخل ہو جائے گی جس کے ساتھ قعدہ نہیں کیونکہ ایک فعل مشروع نہیں لہذا پہلے بھی فاسد ہوں گے۔ (د)

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بر پر چاروں دو رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کما صرح بہ فی رد المحتار عن النہو الفی عن الزاہدی (جیسا کہ رد المحتار میں نہر الحاق سے نہدی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کے تر قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں و لا کرہۃ ایضا کما فی فیضان التعلین السمذ کو رد فی رد المحتار نعم الا فصل فیہا مثنیٰ مثنیٰ کما لا یخفی (اب بھی کراہت نہیں جیسے کہ رد المحتار میں مذکور علت اسی کا فائدہ دیتی ہے البتہ دو رکعات افضل ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم **مسئلہ ۱۲۲** اگر امام پر سوہرا امدہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور ان پر سے سجدہ سوہر ساقط ہو جائیگا یا نہیں؟ بینوا توجہ روا

الجواب

بیشک۔ فی التنبیہ یجب (ای سجدہ السہو) تنویر میں ہے (سجدہ سوہر) تنہا نماز والے پر بھی واجب اور امام کی سوہر کی وجہ سے مقتدی پر بھی

لازم ہوتا ہے بشرطیکہ امام سجدہ کو اسے اعتناء میں
کتابوں پر شرط بتا رہی ہے کہ اگر امام نے سجدہ نہیں کیا
تو مقتدی پر لازم نہ ہوگا، بجز اراتق میں اس کے ساقط
ہونے کی تصریح ہے، ہاں نقص باقی رہ جائے گا۔
اور اگر امام کی غلطی پر مطلع ہو جائے تو کسی کے اڑانے کی
خاطر نماز ٹوٹا لی جائے، لیکن یہ صحت کے منافی نہیں
کیونکہ صحیح فاسد کے مقابل ہوتا ہے اور عبادات میں
فاسد باطل ہی ہوتا ہے جیسا کہ مختلف کتب میں ہمارے
اگر نے تصریح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

سجدہ امامتہ، مستقطا قلت فالشرط یعیید
انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی
و بالسقوط مبرور فی البحر الرائق نعم
بقی نقصان یظهر ان یعیید لا تجب اراتق
اطلع علیہ و ہذا لای فی الصحۃ اذا الصحیح
یقابل المفسد هو الباطل فی العبادات کہ
مبرور بہ اثبتنا فی غیر ما کتاب . و اللہ
تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ ٹھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا
ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے، اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد
لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں؟ بینوا قوجہ و

الجواب

اگر ابھی قعدہ سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن جنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور
مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی مدی کا نصف زیریں سیدھا اور طبع میں خم
باقی ہے تو بھی مذہب اصح و ارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا
تو پلٹنے کا اعتدال حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدہ سہو کو ملے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت بُرا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے
کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں
آئے، مگر مذہب اصح میں نمازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار و رد المحتار
(سہو عن القعود الاول من الفرض) ولو
عملی اب الفضل فیہود مالم یقید بالسجدۃ
تخیر الامام، رد المحتار اور رد مختار میں ہے کہ (اگر فرض کا
قعدہ اولیٰ ٹھول گیا، اگرچہ وہ فرض علی ہو، رہا معاند
نفل کا تو لوٹ آئے جب تک کہ کھت کا سجدہ نہیں کیا

(ثم تذكرة عاد اليه) وتشهد ولا سهو عليه
 في الاصل (مالو يستقيم قائما) في هذا هو
 المذهب وهو الاصل متفق يعني اذا عباد
 قبل ان يستقيم قائما وكان المبالغة في القعود
 اقرب فانه لا يسجد عليه في الاصل وعليه
 الاكثر اما اذا عاده وهو الى القيام اقرب
 فعليه سجود السهو كما في نور الايضاح و
 شرحه بلا حكاية خلاف فيه وصححه
 اعتبار ذلك في الفتح بما في المكافاة ان
 استوى لصف الاسفل وظهور بعد المحن
 فهو اقرب الى القيام وان لم يستو
 فهو اقرب الى القعود وان استقام قائما
 لا يسجد وسجد للسهو فربما الى القعود
 لا تفسد لكنه يكون ميتا اي ياتم كما في
 الفتاوى ولو كان اما لا يسجد معه المقوم تحقيقا
 للمصلحة ويلزمه القيام للحال شرح
 المنية عن القية ويسجد لتأخير
 الواجب وهو الحق بحرامه منحصرا والله
 تعالى اعلم

(پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشهد
 پڑھے اور اصل قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب
 تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق،
 اور یہی اصل ہے فتح یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے
 لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا تو اب اصل قول کے مطابق
 اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے،
 اور اگر وہ ایسے قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو
 لازم ہو جائے گا جیسا کہ نور الايضاح اور شرح میں
 ایسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کہ
 فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف اسفل سیدھا
 مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب اور
 اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہو گا، اور اگر
 کھڑا ہو گیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی
 واپس لوٹ آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ ٹیڑھا
 ہو گا جیسا کہ فتح میں ہے، اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہو کر
 واپس لوٹے تو مقتدی اس کی مرافقت میں واپس
 زلزمیں تاکہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت
 قیام لازم ہے، شرح المنیہ میں قید سے ہے اور تاخیر
 واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے اور یہی حق ہے بحر
 التحفصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

سہ در مختار	باب سجود السهو	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۰۲/۱
سہ رد المحتار	"	مطبوعہ ابائی مصر	۵۵۰/۱
سہ در مختار	"	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۱۰۲/۱
سہ رد المحتار	"	مطبوعہ ابائی مصر	۵۵۰/۱
سہ در مختار	"	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۱۰۲/۱

مسئلہ ۱۲۲۲

مہ ربیع الآخر شریعت ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولیٰ تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آگیا تو اب عود کر کے دوبارہ انہیات پڑھ کر سجدہ سہویں جاسے یا ویسے ہی سجدہ کو چلا جائے، بینوا توجروا

الجواب

عود کر کے بیٹھنا چاہئے اور محاسبہ سہویں چلا جائے دوبارہ انہیات نہ پڑھے۔

فی الدار ابحت رد ای قعد فی الراجعة شلا قدر
التشہد ثوقام عاد وسلم ولوسم ق شب
ہجرت

در مختار میں ہے کہ اگر چوتھی رکعت میں مثلاً تشہد کی مقدار بیٹھا گیا پھر کھڑا ہو کر اتر لڑا آئے اور سلام پھیر دے اگر کھڑے کھڑے سلام پھیرے تب بھی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله ثم قام ای وسلم یسجد قوله عاد و
سلم ای عاد للجلوس ، وفيه اشارة
لی انه لا یعید التشہد ، وبہ مصرح فی
بہرہ ، قال فی الامداد ، والعود للتسبیح
جاء السنة لان السنة لتسليم جالساً بالرجوع
والله تعالی اعلم

ما تن کا قول "پھر کھڑا ہوا" یعنی پھر سجدہ نہ کیا، ماتن کا
قول "لوٹے اور سلام کے" یعنی بیٹھنے کے لئے لوٹے۔
پس اس میں اشارہ ہے کہ تشہد نہ لوٹا ہے۔ اور پھر میں
اس کی تصریح ہے۔ امداد میں ہے سلام بیٹھ کر پھیرنے
کے لئے لوٹنا سنت ہے کیونکہ سنت یہی ہے کہ سلام
بیٹھ کر پھیرا جائے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

مسئلہ ۱۲۲۳ از شہر کشنہ بریلی

چوتھی فرمائیے علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آورد
قعدہ اولیٰ را لیکن با ستادین نزدیک ترشد آن
گاہ نشست باز باقی نماز گزار و دریں حال نماز او
جائز است یا نہ ، بینوا توجروا

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ نمازی نے
پہلا قعدہ ترک کر دیا وہ سیدھا کھڑا ہو سنے کے
قریب تھا وہاں سے ٹوٹ آیا اور باقی نماز ادا کی اس
صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر کہ در شدن یا در قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ
جو شخص فرض یا وتر کا قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو جائے

تا تمام راستہ نشو و نسوئے قعود و جوشن باید پس
اگر هنوز بقعود اقرب بود سجده سہو نیست و
اگر بقیم نزدیک تر شدہ باشد سجده سہو لازم
آید تا نیمہ زیریں از بدن انسان راست نشو و نسو
پیشستن نزدیک است و چون این نصف راست
شد و پشت هنوز خمیدہ است با ستاد اقرب است
و اگر تمام راست ایستاد و آنگاہ نشستن زانیت
اگر بقعدہ اولی باز میگرد و گنہگار شود اما راجع آنست
کہ نماز درین صورت جم از دست نرود و سجده سہو
واجب شود۔

فی الدر المختار مع القواعد الاول ولو
عملیائے تذکرۃ عاد الیہ ولا سہو
علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائم فی
ظاهر المنہب و هو الاصح فتح و ان
استقام قائما لا یعود فلو عاد لا تفسد
لکنہ یکون حیثا ویسعد لتاخیر
الواجب و هو الاشبہ کما حققہ الکمال
و هو الحق بحسب ما مختصرا و ف
مرد المحتار قولہ ولا سہو علیہ فی
الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستقم
قائما و کان الی القعود اقرب فانه لا یجوز
علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر اما
ذاعاد و هو الی القیم اقرب فعلیہ

اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا تو اسے قعدہ کی طرف لوٹ آنا
چاہئے اب اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو اس پر سجده سہو
لازم نہیں اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجده لازم ہوگا۔
جب بدن کا پچھلا حصہ سیدھا نہیں ہوا تو وہ بیٹھنے کے
قریب ہوگا اور اگر نصف حصہ سیدھا ہو گیا مگر پشت
ابھی ڈیرھی تھی تو وہ کھڑے ہونے کے قریب ہے اور
اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس وقت بیٹھا ہوا نہیں اب
اگر قعدہ اولی کی طرف لوٹا ہے تو گنہگار ہوگا لیکن
راجع یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نماز باطل نہ ہوگی سجده
سہو لازم ہوگا۔

در مختار میں ہے اگر نماز فرض کے قعدہ اولی
میں بٹول گیا، اگرچہ فرض علی ہر پھر یاد آگئی تو اس کی
طرف لوٹ آئے اور اجماع قول کے مطابق سجده سہو ہوگا
جب تک وہ سیدھا کھڑا نہ ہو جائے، ظاہر مذہب
یہی ہے اور یہی اجماع ہے فتح، اور اگر سیدھا کھڑا
ہو گیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ
گناہگار ہوگا، تاخیر واجب کی وجہ سے سجده سہو کرے
یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی اور یہی
حق ہے بحراہ انتصاراً، رد المحتار میں ہے کہ مان کا
قول کہ اس پر اجماع قول کے سجدہ نہیں یعنی جب وہ سیدھا
کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا اور وہ بیٹھنے کے قریب تھا
تو اب اس پر سجده نہیں، یہی اجماع ہے اور اکثر کا قول ہے
اور جب وہ لوٹا حالانکہ قیام کے قریب تھا تو اب اس پر

سجود السہو کما فی تور الايضاح و شرحه
بلا حکایۃ لخلاف قیہ و صحیح اعتبار ذلك
فی الفتح بد فی الکافی ان استوی النصف
الاسفل و ظهره بعد منحن فهو اقرب الی
لقيام، وان لم یستوف فهو اقرب الی القعود،
قوله لکنہ یکون مسیئاً ای و یاثم کما
فی الفتح فلو کان اما ما لا یعود معه القوم
تحقیق للمخالفة ویلزمه القيام للحال
شرح المنیۃ عن القنیۃ انه ملقطا - والله
سبحانه و تعالی اعلم

سجدہ سہو لازم ہوگا جیسا کہ تور الايضاح اور اس کی
شرح میں اس مسئلہ کو بغیر کسی اختلاف کے ذکر کیا ہے
اور کافی کی عبارت کو فتح میں صحیح کہا ہے کہ اگر نمازی کا
نصف سیدھا ہو گیا حالانکہ پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو
یہ قیام کے قریب ہوگا اور اگر نصف اسفل سیدھا نہیں
تو وہ قعود کے قریب ہے۔ مانتے کے قول یہ کہ
مسیئاً کا معنی یہ ہے کہ وہ گناہگار ہے کج، اور اگر
وہ امام ہے تو وہ نہ ٹوٹے اور ٹوٹ گیا تو نماز خاصہ نہ ہوگی
لیکن گناہگار ہوگا۔ اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ
سہو کرے، یہی اسطرح بالحق ہے جیسا کہ کمال نے اس
کی تحقیق کی، اور یہی حق ہے بحراہ مختصراً۔ اس پر انہی
قیام لازم ہے شرح غیر میں قنید کے حوالے سے کہ ملقط
والله سبحانه و تعالی اعلم

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھولی کسجدہ سہو کر لے تو اس صورت میں نماز امام و
مقتدیان اور بعد سجدہ سہو کے جو مقتدی ملے اس سب کی نماز کبھی ہوگی، اور حقیقت میں سہو نہیں تھا بیوہ تو جہودا
الجواب

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہو گئی جو مقتدی اس سجدہ سہو میں جانے کے بعد ملے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ
جب واقع میں سہو نہ تھا و ہنا سلام کہ امام نے پھر ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریک
نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی چیز امام میں شرکت امام نہ ملی لہذا ان کی نماز نہ ہوئی و لہذا اگر سجدہ سہو
میں مسبوق اتباع امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ بلا سبب تھا اس کی نماز خاصہ ہو جائے گی کہ ظاہر ہوا کہ عمل
انفرادی میں اکتفا کیا تھا، ہاں اگر معلوم نہ ہو تو اس کے لئے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر عمل کرنا
ہی چاہئے۔ درمختار میں ہے،

سلام من علیہ سجود سہو یہ خرچہ من
انصلوۃ خروجی موقوفان سجد عاد الیہا
والاکلاۃ

روا مختار میں ہے :

نه اذا سجد وقع لعماء فکانہ لسجد غلط
یعد الی حرمة الصلوۃ

فرائز المغتفرین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے :

ذا ظن لا مامر علیہ سہو فیسجد للہو وتابعہ المسبوق
فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیہ
سہو الا شہر ان ہدوتہ تفسد وان لم
یعلم نہ لم یکن علی الامام سہو لہو
تفسد صلوۃ المسبوق

خطاوی علی مرقا الفلاح میں ہے : هو المختار کذا فی المعیض (یہ مختار ہے جیسا کہ محیط میں

ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از امپور سرور شتہ پولیس مرسلہ سیدہ جعفر حسین صاحبہ مورخہ شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ
زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں آکر جماعت میں شریک ہوا، خاتمہ جوامع امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو
میں چلا گیا اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں باسنے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے ؟ بعض علماء کہتے
ہیں کہ اگر اس نے بھی قصد اسلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی ورنہ نہیں، اور شامی اور بحر الرائق وغیرہا میں جو

۱۰۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب سجود السہو	سلہ در مختار
۵۵۵/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	سلہ رد المختار
۴۸/۱	ترک شوریہ کتبتو	فصل فی المسبوق	سلہ فتاویٰ قاضی خاں
ص ۲۵۲	نور محمد کارخانہ تجدید کتب کراچی	باب سجود السہو	سلہ خطاوی علی مرقا الفلاح

روایت لکھی ہے کہ در باب اخیر سلام سے نہ در باب سلام سہوہ اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہئے، راہپور کے علما سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نہ ہو سکا۔ بینوا توجہ روا

الجواب

حکم مسئلہ میں قرنی اولیٰ صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کر لے امام سجدہ سہو سے قبل یا بعد سلام پھیرتا ہے اُس میں اگر قصد اُس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا یا اگر سہو پھیرا تو نماز نہ جائے گی

نكونه ذكرا من وجه فلا يجعل كلاما من غير قصد وان كان العمد والخطا والسهو كل دلت في الكلام سواء كما حققه علمائنا رحمهم الله تعالى۔
کیونکہ یہ من وجہ ذکر ہے لہذا اسے بغیر قصد کے کلام قرار نہ دیا جائے اور اگرچہ عمد، خطا اور سہو کلام میں برابر ہیں جیسا کہ ہمارے علماء و رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (دست)

بلکہ وہ سلام اگر امام نے سجدہ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہو امام سے پہلے یا معا بلا وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں، ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا۔ اس لئے اب یہ مفروضہ ہو چکا تھا۔ خزانة المفتین میں شرح فقہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے:

عليه سجدة من صلب الصلوة سلم وهو ناس بها ثم تدكر بعد ذلك فانه بهذا السلام لا يخرج عن حرمة الصلوة بالاجماع حتى صرح الاقصداء وان عاد الا ماهر وسجد يسجد هذا المقتدى معه على طريق التبعة ولا يستد بهذه السجدة لانه لم يدرك الركوع ويتشهد مع الامام ولا يسلم اذا سلم الاماه وليسجد سجدة في السهو مع الاماه فاذا سلم الاماه ثانيا لا يسلم هو ايضا بل يقوم الى قراء ما سبق له باقتضا
اگر کسی شخص پر نماز کا سجدہ تھا اس نے قبول کر سلام پھیر دیا اسے پھر سجدہ یاد آگیا تو وہ اس سلام کی وجہ سے بالاتفاق حرمت نماز سے خارج نہیں ہوا حتیٰ کہ اس کی اقتداء درست ہے اور اگر امام لوٹا اور سجدہ کیا اور مقتدی نے امام کی متابعت میں سجدہ کر لیا تو یہ اس کا یہ سجدہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس نے امام کو رکوع میں نہیں پایا، امام کے ساتھ تشهد پڑھے لیکن جب امام سلام کے تو یہ سلام نہ کہے البتہ امام کے ساتھ دونوں سجدہ سہو کرے جب امام دوبارہ سلام پھیرے تو وہ اب بھی سلام نہ کہے بلکہ گزشتہ رکعت کی قضا کیلئے کھڑا ہو جائے (اختصار اذات)

دیکھو مسبوق کو سجدہ سہو سے قبل وجہ دونوں وقت سلام سے منع فرمایا، علیہ شرح نیز لفظ امام ابن امیر الحاج

میں ہے :

موافقة المقتدى المدا رك للاصا رف
سجود السهو ظل هى واما المسبوق فلا
يتابعه بالسلام للخروج عن الصلوة وقد
بقى عليه اركان الصلوة ويتابعه فى سجود
سهو وعمن ابراهيم النخعي انه لا يسجد
بسهوة اصل لان محل السهو بعد
السلام وانه لا يتابعه فيه فلا يتصور المتابعة
فى السهو ولنا ان سجود السهو يؤدى
فى تحريمه الصلوة فكات الصلوة باقية
واذا بقيت الطبيعية فيتابعه فيما يؤدى
من الاعمال

بلکہ مقتدی کی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں موافقت
واضح ہے۔ وہاں مسبوق کا صراط تو وہ امام کے اس
سلام میں اتباع نہ کرے جو نماز سے خارج ہونے
کے لئے تھا کیونکہ اس پر نماز کے ارکان کی ادائیگی
رہتی ہے البتہ سجدہ سہو میں اتباع کرے۔ امام
ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ مسبوق امام کے سہو کی
وجہ سے ہرگز سجدہ نہ کرے کیونکہ سجدہ سہو سلام کے
بعد ہوتا ہے اور جب وہ سلام میں امام کی اتباع
نہیں کر رہا تو سجدہ میں متابعت کیسے متصور ہو سکتی
ہے ہمدی راستے یہ ہے کہ سجدہ سہو نماز کی حرمت
میں ادا ہوتا ہے تو ابھی نماز باقی ہے اور جب
تابیعت امام باقی ہے تو ان افعال میں امام کی اتباع
کی جائے بولوا جو یہ ہیں (ت)

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

لو سبق الامام المصطفى الحدث بعد سلامه
استخف يسجد الخليفة كما هو بقى
عليه التسليم وليس للمسبوق ان يتقدم
فى هذا لا مستحلف لانه لا يقدر عليه
اذا محله بعد السلام وهو غير قادر على
السلام وانما يسجد قبل السلام حاله
الاقتداء بمن يسجد قبله وهو هنا

اگر بمجول جانے والے امام کو حدث لاحق ہو گیا اور اس نے
کسی کو خلیفہ بنایا تاکہ وہ سجدہ سہو کر اسے جیسا کہ امام
پر رسوم گنا باقی ہو تو حدث لاحق ہو جائے تو خلیفہ
پر کام سرانجام دے اور مسبوق کے لئے جائز نہیں
کہ وہ ایسی صورت میں خلیفہ بنے کیونکہ وہ سجدہ سہو پر
قادر نہیں ہوتا کیونکہ یہ سجدہ سلام کے بعد ہو گا اور
مسبوق سلام پر قادر نہیں البتہ وہ شافعی کی اقتدا میں

قد صار اماماً المستخلف ومع هذا لو
تقدم لم تفسد لانه يقدر على الاتمام
في الجملة يات يتاخر و
يقدر مصلحتك ليسلم بهم و
يسجد ويسجد الخليفة المسبوق
معهم لانه الاتم مقتدر ثم يقوم
القبضاء حاصق به ۱۰

سلام سے پہلے امام کی سجدہ سہو میں اقتدا کر سکتا ہے
اور نہ کوہ صورت میں تو مسبوق امام کا امام بن چکا
اس کے باوجود اگر مسبوق آگے ہوگی تو نماز فاسد
نہ ہوگی کیونکہ نماز کے اتمام پر قادر تو ہے ہی مثلاً
ٹوٹ کر خود پہلے ہٹ جائے اور کسی حد تک مقتدی کو
آگے کرے جو نمازوں کو سلام پھیرے اور سجدہ سہو
کرائے اور خلیفہ مسبوق بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے
کیونکہ اب یہ مقتدی ہے پھر گزشتہ نماز کیلئے قیام کرتا

رہی جہارت بکرا لائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا، فرمایا
پھر مسبوق امام کی سجدہ سہو میں اتباع کرے مگر سلام
میں نہیں، پس مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے تشہد
پڑھے اور جب امام سلام پھیرے تو یہ گزشتہ نماز کیلئے
کھڑا ہو جائے۔ اور اگر مسبوق سلام پھیرتا ہے تو
اگر عہد کیا تو نماز فاسد دینہ نہیں۔ اگر مسبوق نے امام
سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام سہو پھیر دیا تو اب اس پر
سجدہ سہو نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب
سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ اب وہ منفرد ہے (مت)

ثم المسبوق انما يتابع الامام في السهو
لا في السلام فيسجد معه ويتشهد فسادا
سلام الامام قاهر الى القضاء فان سلم
فان كان عامدا فسدت والا فلا ولا سجود
عليه ان سلم قبل الامام او معه وان
سلم بعده لزمه لكونه منفردا حينئذ

اسی طرح اُس سے رد التار میں ہے،

حيث قل قوله والمسبوق يسجد مع امامه
قيدا بسجود لانه لا يتابعه في السلام بل
يسجد معه ويتشهد الخ

اتن کا قول "مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے"
یہاں سجدہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ سلام میں اتباع
نہیں بلکہ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے (مت)

۲۴۴/۱

مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

باب سجود السهو

سنة فتح القدير

۱۰۰/۲

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲

سنة بکرا لائق

۵۴۹/۱

مصطفیٰ البانی مصر

۲

سنة رد المحتار

اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلو بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت۔) سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد کچھ نہیں کہ اس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا اگر مسبوق سہو امام کے بعد بھی پھیرے گا اس پر سہو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ بھی مقتدی ہے تو لکھو نہ منہر و حیثیت (کیونکہ اب وہ مسفر ہے۔ ت۔) وہاں صادق نہیں اور قول بحر لافى السلام (سلام میں نہیں۔ ت۔) و قول شافعی قیید بالوجود لانه لا یتبعہ فی السلام (ماتن نے سجدہ کی قید لگائی ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں کی جائیگی۔ ت۔) میں یا تو نظر یا طلاق لفظ و مکرر حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سہو سے پہلے ہو یا بعد یا بقریۃ تمام سلام قبل سجدہ سہو مراد لیجئے یعنی سجدہ سہو میں مسبوق بھی اگرچہ متاہل امام کرے گا مگر فقط سجدہ سے میں شریک ہو گا و لہذا متابعت میں سجدہ کی قید لگا دی کہ پروردی اسی پر مضمون ہے سلام میں مسبوق متابعت نہیں کر سکتا۔

وہذا معنی واضح جلی یسبق لی الذہن
یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ مذکورہ کلام سنتے ہی انسان
اوں مایسمع هذا الکلام اذا صدقت القرینۃ
کا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے بشرطیکہ وہ امام کی تائید کرے
عن ظلام الا وھاہ
سے ذہن صاف ہو۔ (ت۔)

اور اسے خاص سلام اخیر بعد سجدہ سہو پر عمل کرنا محض بے دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں مگر ظاہراً قرینہ اس کے خلاف کی طرف مشیر کہ لایخفی علی العارف البصیر (جیسا کہ عارف بصیر پر معنی نہیں۔ ت۔) باقی دو جگہ جو لفظ ان سلو (اگر سلام پھیرا۔ ت۔) واقع ہے اگر سیاق معنی و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلو بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت۔) سلام اخیر بعد سجدہ سہو میں ہیں کہ اذا سلو (اذا صلاہ) (جب امام نے سلام پھیرا۔ ت۔) سے یقیناً یہی سلام اخیر مراد ہے جو فیجود معہ و یتشہد (امام کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے۔ ت۔) کے بعد اور قہ الی القضا (ختم شدہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ ت۔) اس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہر نماز یا وہ قیادہ ہے جسے نماز ان تحقیقوں میں ایک شئی ان سلو بعدہ (اگر امام کے بعد سلام پھیرے۔ ت۔) یا شبہ محض سلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو وہ دونوں ان سلو (اگر سلام پھیرے۔ ت۔) متوسط ہیں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ (دونوں کو عام ہے کہ اشارت الی کل ذلک (جیسا کہ ہم نے ان تمام شقوں کی طرف اشارہ کیا۔ ت۔) علامہ سیوطی و محمد اتہ تعالیٰ نے حاشیہ مراقی اصلاح میں قول شارح،

ان سلو مع الا صلاہ مقارنا لہ و قبلہ ساہب
اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا پہلے بھول کر سجدہ کر لیا تو
فلا سہو عنیہ لانه فی حال اقتدائہ و ان
اب اس پر سجدہ سہو نہیں کیونکہ وہ حالت اقتداء میں ہے
سلو بعدہ یلزمہ السہو لانه
اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اس پر سجدہ سہو
منہر دہ
لازم ہو گا کیونکہ وہ اب تنہا نماز ادا کر رہا ہے۔ (ت۔)

لہ مراقی اصلاح مع حاشیۃ الخطاوی باب سجود السہو مطبوعہ فور مجلہ کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

کی یہی شرح رہائی؛

ان کے الفاظ یہ ہیں قول اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہا "الو" میں نماز سے فارغ ہونے کے لئے سلام یا سجدہ سہو کے لئے سلام دونوں برابر ہیں کیونکہ علت ایک ہے قولہ اگر مسبوق نے اس کے بعد سلام پھیرا یعنی امام کے فقط سجود سہو کے سلام کے بعد پھیرا اگر امام کے پہلے سلام کے بعد پھیرا تو بھی مسبوق پر سجدہ سہو نہیں کیونکہ جب وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا تو وہ اقتدار کی طرف لوٹ آیا اور مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا، اس تمام گفتگو میں خوب غور و فکر سے کام لو اور دست

حدیث قال قوله وان سلم مع الامام الخ سواء في ذلك تسليمة التحليل الاولى وتسليم سجود السهو وظهور العلة في ذلك وقوله وان سلم بعد اى بعد سلام الامام من سجود السهو فقط اما سلامه بعد سلام الامام لاول من الصلوة فلا يلزم منه السهو لانه لما سجد للسهو مع عاد الف لاقتدار ولا سهو على المقتدى فتأمل فيه كله آم

بالجملہ بخبر و شامی کی ان عبارات سے فرق ثانی کا مسئلہ نزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فرق اول کا ان سے استناد بوجہ تطرق احتمال گزرنے کا ناگاہ اور حکم مسئلہ میں حق فرق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبیلہ وتعالیٰ اعلم
۱۲۲۹ھ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کی فرماتے ہیں علامتے دین ان مسائل میں کہ

(۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قدر سے میں تشہد کے بعد سہو ہے اللہم اصل کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو واجب ہو جائے۔

(۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے، چاہئے یا نہیں،

الجواب

(۱) اللہم اصل علی محمد و بہ یفلق (اللہم اصل علی محمد اور اسی پر ہی قوی ہے۔ ت۔) واللہ سبیلہ وتعالیٰ اعلم

(۲) جائز نہیں، اور اگر قصد پھیرے گا تو نماز باقی رہے گی لوقوعہ خلال صلوٰۃ (کیونکہ یہ سلام

نماز کے درمیان سے رتخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدۂ اول میں شک ہو اگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا واجب نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجہروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹ ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چوٹی سورت پڑھ لیتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو غیب تر تلی سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چوٹی پڑھنے کی ضرورت ہو جائے گی مگر اس میں عرج نہیں بلکہ یہ سب باتیں مطابق سنت ہیں، ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر بنائے نظر تاکہ سوچتا ہو یا کہ پڑھوں، تو سجدہ سہو واجب ہے، اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے، اور اگر وہ سکوت عمدًا بنا دیتا ہے بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت (کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں)۔ کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہو پچھل دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعد سلام پھیرا اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا کہ دیسا ہی اقام فرمائیے، اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو کیا اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟ بینوا توجہروا

الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا، نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھل رکعتوں میں صورت ملانی تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلافِ اولیٰ ہے، بلکہ بعض ائمہ نے اس کے استحباب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہر ہے استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لئے ضرور مکروہ ہے بلکہ مقہورین پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

فرض کی پہلی دو رکعات میں سُورت کا ملانا، کیا آخری دو رکعتوں میں سُورت ملانا مکروہ ہے؟ مختار قرنی کے مطابق مکروہ نہیں۔ مطلقاً (ت)

ضمومسورة في لاوليين من انهم وهل يكره في الاخيرين المختاراً. ملخصاً

رد المحتار میں ہے،

ای لایکرا تحریم اہل تنزیہ لانه خلاف السدة قال فی المنیة وشروحها فان ضم السورة الى الف تامة ساهيا يجب عليه تعجلاً تايسهوفی قول ابی یوسف فاما خیر الرکوع عن محله وفي اظهار الروایات لا یجب لان القراءة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والاقتباس علی الفاتحة مسنون لا واجب وفي البحر عرفت فخر الاسلام ان السورة مشروعة فی الاخيرین فضلاً وفي الذخیر انه المختار وفي المحيط وهو الاصح اه والفظهزان المراد بقوله لفظاً الجوار والمشرعية بمعنى عدم الحرمة فضلاً ینافی کونه خلاف الاول كما افاده فی الحلیة اه ما فی مراد المختار .

اقول لقد الحلیة ثم الطاهر ابا حنہ کیف لا وقد تقد من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ فی صحیح مسلم وغیرہ انہ

یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ خلاف سنت ہے۔ فخر اور اسس کی شرح میں ہے اگر بھول رہا تھو کہ رات کو سورۃ طائی تو امام ابو یوسف کے قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو ہوگا کیونکہ رکوع اپنے مقام سے منحرف ہو گیا ہے، اور اظہر روایات کے مطابق اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ان آخری رکعتوں میں بغیر مقرر کرنے کے قرأت مشروع ہے اور فاتحہ برکتاً سنت ہے واجب نہیں اور اگر میں فخر الاسلام سے ہے کہ، خضری رکعات میں سورۃ ملانا نفل طور پر مشروع ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ مختار ہے۔ اور محیط میں اسی کو اصح کہا ہے اور نفل سے واضح طور پر یہاں مراد جواز و مشروعیت بمعنی عدم حرمت ہے پس یہ اس کے خلاف اولی ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ علیہ میں ہے رد المحتار کی عبارت ختم ہو گئی۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ علیہ کے الفاظ کو پھر ظاہر سورت کا مباح ہونا ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ پیچھے صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے گزرا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی
صلوۃ الظهر فی الركعتین الاولین قدر
ثلاثین آية وفي الاخيرین قدر خمسة عشرة
آية او قال نصف ذلك فلا جرعات قال فخر
الاسلام فی شرح المجہد الصغير واما السورة
فما مشروعة ففلا فی الاخيرین حتی
قلنا فی من قرأ فی الاخيرین لم يلزمه سجدة
سهوا انتهى ثم یکن ان یقال الاولی عدم الزيادة
ویحصل علی الخروج مخرج البیان لحدیث
حدیث ابی قتادة سأل عن الله تعالیٰ عنه (یرید
ما قدم بروایة الصحیحین ان النبی صلی
الله تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر فی
الاولیین بام القرآن وسورتین وفي الركعتین
الاخیرین بام الکتاب الحدیث) وقول احمد بن
المنذکوری (ی ولا یرید علیہا شیئا) وقول
غیر واحد من المشائخ کما فی کافی وغیره
ویقرأ فیہم بعد الاولیین الف تحة فقط ویحصل
علی بیان مجرء الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وقول فخر الاسلام ان النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل الجہیز فقط فی بعض
الاحیان تعلیم الجوار وعینه من غیر کراهة فی حق
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما یفعل الجہیز الاولی
فی غالب الاحوال والفعل لا یتکفی
عدم الاولیة فیسند فہذا ما عساه یحصل
من المخالفة بین الحدیثین المنذکورین و

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں
تیس آیات اور آخری دو میں پندرہ آیات (یا نصف
تکادہ فرماتے۔ فخر الاسلام نے شرح الجامع الصغير
میں فرمایا آخری دو رکعات میں سورت بطور تفصل
م شروع ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے سورت پڑھی تو ہم کہتے
ہیں کہ اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوگا انتہی، پھر یہ
کہ نہ ممکن ہے کہ ہم غلط (سورت) اولیٰ ہے اور
اس پر دلیل حدیث ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے
(اس سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے
سے گزری کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی
دو رکعات میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور
آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔ الحدیث) اور
مصنف کا قول مذکورہ (یعنی اس و فاتحہ) پر اضافہ
ذکیا جائے، اور متعدد مشائخ کا قول جس طرح کافی
وغیرہ میں ہے کہ پہلی دو رکعات کے بعد صرف فاتحہ
پڑھی جائے اور حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ
محض جواز بیان پر محسوس کیا جائے، اور فخر الاسلام کا قول
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض جائز افعال
کو تسلیم جواز غیر کیلئے کیا تاکہ آپ کے حق میں مکروہ نہیں جس طرح
آپ جائز کرتے غالب اوقات پڑھتے تھے اور فعل عدم ادائی کے
منافی نہیں ہوتا، اس گفتگو سے وہ تمام معاملہ
ختم ہو جاتا ہے جو خیال کیا گیا تھا کہ ان مذکورہ دونوں
احادیث اور اقوال مشائخ میں مخالفت ہے اور شاید
آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہی کہ نفل مشروع کو مکروہ تنزیہی
پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے اور، جو رکعتوں

وبين اقوال المشايخ والله سبحانه اعلم
 وعلك لا يخفى عليك ان حمل المشرع نظرا
 على المكروه تنزيها مستبعد جدا وقسوة
 سورة في الاخرين ليست فعلا مستحبا
 مستقلا يقتريه عدم الاولوية بعارض
 كصلوة نافلة مع بعض المكروهات وانما
 المستفاد من القلة ههنا هو استحباب
 فعلها فكيف يحال مع عدم الاولوية والذي
 يظهر للبعد الضعيف ان سنية الاقتصار
 على الفاتحة انما تثبت عن المعظم صلى
 الله تعالى عليه وسلم في الامامة فانه لم
 يعهد منه صلى الله تعالى عليه وسلم
 صلوة مكتوبة الا اما بالاناء في غاية
 الندرة فيكون الامام الزيادة عينا لا طائفة
 من المقتديين فوق السنة بل لو اطل
 الى حد الاستشغال كره تحريما اما المنفرد
 فقد قال فيه النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم في طول ما شاء وريادة خير ولو يعرضه
 ما يعارضه خيره فلا يبعد ان يكون
 نظرا في حقه فان حمل كلام المشايخ على
 الامام وكلام الامام فخر الاسلام وتصحيح
 الخير والحيث على المنفرد حصل
 التوفيق وبالله التوفيق هذا ما عندي
 والله سبحانه وتعالى اعلم

سنة مكية لعل شرع نية العمل

میں سورت کا پڑھنا مستقل فعل مستحب نہیں کہ اسے
 کسی عارضہ کی وجہ سے عدم اولویت لاحق ہو جیسے کہ فعل
 نماز کسی مکروہ پر مشتمل ہو اور یہاں علت سے قرأت سورت
 کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو اب یہ عدم اولویت کے
 ساتھ کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ اس صبر ضعیف پر
 یہ چسپاں واضح ہوتی ہے کہ فائقہ پر اکتفا کرنا نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امامت کی صورت میں منقول
 ہے کیونکہ آپ کی فرض نماز جو بھی منقول ہے وہ امام
 ہونے کی صورت میں ہی ہے البتہ شاد و نادری کوئی فرض
 نماز اس کے علاوہ ہوگی لہذا امام کے لئے فائقہ پر
 اضطرار مکروہ ہوگا کیونکہ یہاں مقتدیوں پر سنت سے
 بڑھ کر طوالت ہو جاتی ہے بلکہ اگر اتنی طوالت کی کہ
 مقتدیوں پر گراں گزری تو یہ کراہت تحریمی ہوگی۔ اگر آدمی
 تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اس میں رسالت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کا یہ ارشاد و گرامی ہے کہ عارضہ جسے ہی کرنا چاہے
 کرے اور فائقہ پر انصاف ہو رہا ہے اور اس کے خیر ہونے کے
 علامات کوئی دلیل بھی نہیں تو منفرد کے حق میں اس اسباب
 کا نفل ہونا بعید نہیں، اگر ہم کلام مشایخ کو امام پر اور
 امام فخر الاسلام اور صحیح ذخیرہ اور محیط کو منحصر و پر
 محمول کر لیں تو عواضعت پیدا ہو جائے گی اور توفیق دینے
 والا اللہ ہی ہے اور یہ میرے نزدیک ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی خوب جانتے والا ہے۔

مسئلہ ۱۲۳۱ از ترویج ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالکیم صاحب درس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ یا اکیلا بعد التیات کے سجدہ سہو کا ایک سلام بعد
کرنا چاہئے یا کہ دونوں طرف سلام پھیر کے؟

الجواب

ایک سلام کے بعد چاہئے، دوسرا سلام پھیرنا منع ہے، یہاں تک کہ اگر دونوں قصد پھیر دے گا سجدہ سہو
نہ ہو سکے گا اور نماز پھیرنا واجب نہ ہے گا، درختائیں ہے۔

بجب بعد سلام واحد عن یمنہ فقط
وهو لا یجوز یحذر علیہ لوقایۃ تسلیمتین
سقط عنہ المسحود الخ۔
فقط وائیں جانب سلام کے بعد واجب ہے اور یہی
اصح ہے بجز۔ اور اگر سجدہ سہو لازم تھا اور اس نے
دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجدہ ساقط ہو جائیگا اگر

رد المحتار میں ہے،

وعلیہ فیجب ترک التسلیۃ الثانیۃ الخ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل محبتہ اتم
واحکم۔
اگر سجدہ سہو لازم ہو تو دوسرے سلام کا ترک ضروری
ہوتا ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل محبتہ اتم
احکم دت۔

مسئلہ ۱۲۳۲ مدرسہ حافظ عبد اللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ء

نماز کسی رکعت میں مرتب الحمد پڑھے اور سہو شورٹ دلائے اور پھر سہو کا سجدہ کرے تو نماز ہو جائیگی
یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

جو شورٹ ملنا بھول گیا اگر اسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر
نماز تمام کر کے سجدہ سہو کرے اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی اور
پھیرنی نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۳ از توفیق شریف ضلع ڈیرہ غازی خان مسئول مولن مولوی احمد بخش ساکن ڈیرہ غازی خان مستم مدرسہ محمود
محمودید، ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ء

سیدی سیدی احتضادی وعلیہ اعتمادی الجرا البحر الملامۃ الفہامۃ الامسی اللہمی حضرت مجدد المائۃ المفاضرہ

۱۰۱/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	باب سجود السہو	۱۰۱/۱
۷۸/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۷۸/۲	۷۸/۲

ادام اللہ برکاتہم والقیہم الی یوم الدین آداب عجز و نیاز ہے و نیاز بجا نہ کر عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریفہ
تقصائے حاجات ذات صلیح الصفات اہم مآرب و اعظم مطلب ہے ان آیات میں ایک و اقدس پیش آیا جس میں بعض ابناء ازل
مخالفت میں اور منفعل طور پر میری اس تحریر ناقص سے جو بضرقت و استغواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہو گا چونکہ جانا
کے بغیر خاکسار کا کوئی محل اعتماد نہیں اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ براہ بندہ نوازی جواب یا صواب سے جو مدلل و معصل ہو
خاکسار کو معزز و ممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں اپنی رائے صاحب سے آگاہ فرما کر بدستخط
خاص مزین فرمادیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یا رب بلد الاعتصام و هنك التوفیق

و یا شفیق یا رفیق نجی من حصل صیق

(اے میرے رب کریم! تو ہی میرا آسرا ہے اور تجھ ہی سے توفیق ہے۔ اے شفیق و رفیق! مجھے
ہر تکلیف سے نجات عطا فرما)

مسئلہ: اگر عزم سے سہو تر اعادہ صلوٰۃ اُس پر واجب نہیں کیونکہ جمیع فقہاء نے متون اور شروح میں تصریح فرمائی ہے
کہ عزم پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وہ ایک سجدہ سہو ادا کرے تو مخالفت امام لازم ہے اور اگر امام
بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے یعنی اصل تابع اور تابع اصل بن جاتا ہے اس بیان سے
یہ مستفاد کیا جائے گا کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا یا کراہت جس کے جبر کے لئے سجدہ سہو واجب
ہو، پس اس بناء پر اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر مستقر ہے و اذلیس فلیس (جب کراہت نہیں تو
اعادہ نہیں۔ ت)

سوال: علامہ شامی نے نہر فائق سے نقل کیا ہے کہ:

ثم مقتضى كلامهم انه يعيد هابثا بسوء
الكرامة مع تعذر المجاوزة انتهى۔
کلام فقہار سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز شربت کراہت کی
وجہ سے نہ ٹائی جائے گی جبکہ نقصان کو پورا کرنا دشوار ہو نہی ثبوت

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو اس امر پر مبنی ہے کہ اس کا ادا کرنا ممکن ہے نہ یہ کہ اُس کی نماز میں
کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ نماز مکروہ ہے اور حسب کلیہ مسئلہ فقہار کہ جو نماز کراہت سے ادا ہو اُس کا اعادہ
لازم ہے اعادہ لازم ہے۔

من المومنین وکذبت کان یقول صلی اللہ
تعلی علیہ وسلم عن سہا خلف الا سہا
فلیس علیہ سہو واما ما کافیه فان سہا
لاہام علیہ وعلی من خلفہ السہو انتہی
اٹھایا ہے اور اسی طرح رسالتکتاب صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے بھول گیا اس پر (بجھڑ
سہو نہیں اور اس کا امام کافی ہے اور اگر امام بھول گیا
تو امام اور اس کے مقتدی دونوں پر سجدہ سہو لازم
ہوگا انتہی (ت)

جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان مبارک واما ما کافیه (اور اس کا امام کافی ہے۔ ت)
اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم مخالفت کے بخلاف کافی جو ہے اگرچہ بعض اہل احادیث متذکرہ بالا کے
متعلق کے کوسوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور مذکور کی منہ ذکر کی گئی ہے
اور ان کے ناقلین حضرت قطب شہرانی رضی اللہ تعالی عنہ اور خطاوی اور صاحب مراۃ المفاتیح اور صاحب معراج النبی
نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں، تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے
کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالی عنہ اور علامہ مینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اگر تمام حجت
کے لئے کافی ہے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور خطا مراتب کے لئے ملاحظہ سے چند ان کوئی حاصل نظر
نہیں آتا دوسرے یہ کہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس
میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلان وفلان سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں، تیسرے یہ کہ ایسے حضرات اہل تحقیق
کے نزدیک قابل وقعت نہیں،

قال بعض لا ickاء فاصحاح عندی جوار
فقل الحدیث من الکتب الصحاح والحصان
بلا شرط ومن غیرہا بشرط التقیہ علی
ہل العلم ومؤلفاتہم ذوی الاشباہ من انفقہ
الصحفی نقل المیوطی عن ابی اسحق الاسمرانی
الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدہ
ولایشترط اتصال السند الی مصنفہا انتہی
بعض اذیکار نے فرمایا کہ میرے نزدیک کتب صحاح اور حصان
سے حدیث کا بلا شرط نقل کرنا جائز ہے اور ان کے
علاوہ دیگر کتب سے اہل علم اور ان کی تصانیف سے
بشرط تحقیق نقل کرنا جائز ہے، فقہ حنفی کی اشباہ میں ہے
کہ امام سیوطی نے ابو اسحاق اسمرانی سے نقل کیا ہے
کہ معتبر کتب سے ان کے مصنفین تک اتصال سند کے
غیر بھی نقل حدیث کے جواز پر اجماع ہے انتہی (ت)

الفرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہاء کے اس قول سے کہ سجدہ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہاء پر عمل کرنے کے علاوہ عمر آ ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو۔

سوال : صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے، پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جائے کہ کلام فقہاء کا مقتضی نہ کراہت ہے اور نہ اعادہ۔

جواب : من بتلی ببیتین فلیختر اھونھما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) صرف صاحب نہر فائق کا خلاف بقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (شاید اس کے بعد اللہ کوئی امر پیدا فرما دے۔ ت) اس کے بعد میں ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھا ہوں جس سے صاف ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں۔

(۱) سجدہ تلاوت کے باب میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر تو نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ تو تم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر، اور اس کی دلیل صاحب شرح غیہ وغیرہ نے بیحد وہی لکھی ہے جو سجدہ سہو کے لازم ہونے کی ہے، یعنی اھ مسجد الاھام یلزم انقلاب المتبوع تابع والا لزم مخالفتم لہ متقی (اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ قریہ قریح کا تابع ہو تا لازم آئے گا ورنہ اس کی مخالفت لازم آتی ہے انتھی۔ ت) اگر اس دلیل کا مقتضی ثبوت کراہت اور اعادہ صلوٰۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ سجدہ تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ۔

(۲) فتاویٰ قانڈی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے :

اذا صلا المقتدی بایلزمہ سجدۃ السہو اما یجب	جب کوئی مقتدی بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم
بامسہود والسبب انما یخل عہد اھلک اعتبارا فی حق حکم	نہیں ہوتا کیونکہ سجدہ سہو اس وقت لازم ہوتا ہے
فاما اذا لم یسکن اعتبارا فی حق الحکوکان	جب حق حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن ہو اور جب حق حکم
مدحقا ب لعدم کما قال ابو حنیفۃ وابو یوسف	میں نمازی کا اعتبار ممکن نہ ہو تو سجدہ سہو کا عدم
فی تلاوة المقتدی وکما فی بیع المحجود	قصور ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

وشرائہ وہفت لایمکن اعتبار سہو المقدی فی حق الحکر وہو وجوب سجدة السہو انتہی
نے مقتدی کی تلاوت کے بارے میں فرمایا، اور مجبور کی بیس و شرار میں ہے اور یہاں حق حکم یعنی وجوب سہو میں مقتدی کی سہو کا اعتبار ممکن ہی نہیں انتہی (ت)

(۳) علامہ شامی صفحہ ۲۹۶ میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجود ساقط ہو جائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں

ویدی ینبغی انہ ان سقط بعینہ کحدث عمد مشلا ینزہر والا فلا تمام انتہی
اور وہ صورت جس میں نماز سے خروج بالارادہ ہوا مثلاً عذر یا توڑ یا توڑ پ سجدہ سہو ساقط مگر عادیۃ نماز لازم، اور اگر ایسی صورت نہیں تو اعادہ لازم نہ ہوگا، غور کیجئے، انتہی (ت)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں اس لئے کہ سقوط سجدہ سہو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ نام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل اسلام نہ بعد السلام، اعادہ واجب نہیں۔
(۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۰۶ پر فرماتے ہیں و

وینبغی تفتید وجوب الاعادة بما اذا لم یسکن القول لہذا لا لای اومن اسلام فی اخر الوقت فصلی قبل ان یتعلم الفاتحة فلا تلزم الاعادة انتہی
وجوب اعادہ کو اس قید کے ساتھ مقید کیا جانا چاہئے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ترک (واجب) کسی عذر کی بنا پر نہ ہو مثلاً اُتی کا ترک فاتحہ یا وہ شخص جو نماز کے آخری وقت میں اسلام لایا اور اس نے فاتحہ سیکھنے سے پہلے نماز ادا کی تو اب اعادہ نماز لازم نہیں ہوگا (ت)
جس سے حیاں ہے مانحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ عذر ہوا کل صرح بہ العقب (ان تمام کی فقہانہ تھریک کی ہے۔ ت۔ اعادہ لازم نہیں۔

(۵) فی البداء والمختار یجب علی مسفر و مقتدی سہو اعادہ ان سجد اصنام لوجوب المتابعة انتہی فی مراد المختار
در مختار میں ہے کہ تنہا نمازی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اور امام کی تحول کی وجہ سے مقتدی پر بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے فتاویٰ قادی

۴۹/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب السجود والسہو	لکھ در المختار
۴۵۹/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب صفۃ الصلوۃ	لکھ در المختار
۱۰۲/۱	مطبع مجتہد فی دینی بھارت	باب سجود السہو	لکھ در مختار

قوله ان يمين امامه اما لو سقط عن الامام
بسبب من لا سبب بان تكلوا واحدا
معتمد او خرج من المسجد فانه يسقط
عن المقتدى بخروا الفهر ان المقتدى
يجب عليه الاعادة كالا مرامت كانت
السقوط بفعله العمد لتقرر النقصان
بلا جابر من غير عذر شامل انهمي.

سے انتہی، قولہ "اگر امام نے سجدہ کیا" اور اگر امام
کے کسی وجہ سے سجدہ ساقط ہو گیا مثلاً اس نے کلام کیا
یا جان بوجہ کو عادت ہو گیا یا سجدہ سے نکل گیا تو اس
مقتدی سے بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا بجز اور
ظاہر یہی ہے کہ اگر سقوط سجدہ عمداً ہو تو امام کی تصریح
مقتدی پر بھی اعادہ لازم ہو گا کیونکہ اب بغیر کسی عذر کے
ایسے نقصان کا ثبوت ہوا جس کا کوئی ازاد نہ ہوا غور
کو، انتہی (ت)

مانجی فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سہو ہے نہ کہ سہو امام، لیکن جبکہ سجدہ سہو کے ساقط ہونے میں عذر کو دخل نہیں
لہذا اعادہ بھی واجب نہیں۔

(۶) آج تک اعادہ صلوٰۃ کا عمل نامکوث ہے اگر وہ جب اعادہ سے حکم کیا جائے لکھو کھانا نمازیں کی نمازیں
ناجا کر و تباہ ہو جاتی ہیں اور نمازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں، الدین یسر (دین میں آسانی ہے۔ ت) ویزفرماتے ہیں، یسروا ولا تعسروا انکروا
ولا تنفروا (آسانی کرو، تنگی نہ کرو اور اچھی خبر دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک
مختار یہ ہے کہ صلوٰۃ عید و جمعہ میں جو سہو ادا نہ کئے جائیں دفعا للفتنة (فتنہ کے دفع کے لئے۔ ت) واللہ
تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخشن عفی عنہ۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق مؤید السائل الفاضل دام بالفاضل (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سائل فاضل
جن کے فضائل ہمیشہ رہیں) کی تائید کرتے ہوئے میں کہتا ہوں:

(۱) بزار مسند اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین عسمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

۸۲/۲	مطبوعہ راج ایچ سعید کمپنی کراچی	باب سجود السہو	سہ رو الخمار
۱۰/۱	تحریکی کتب خانہ کراچی	باب الدین یسر	سہ صحیح بخاری
۱۶/۱	"	باب کان النبی یخولم بالروح	سہ "

لیس علی من خلف الامام سہو قانت سہا
الامام عقیب و علی من خلفہ ؟

امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر سہو نہیں، اگر امام
بجورل گیا تو اس پر اور اس کے مقتدیوں پر سجدہ

سہو ہے۔ (ت)

مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی (جیسا کہ اس پر علیؑ کا حکم دلالت کر رہا ہے۔ ت) تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا۔

(۲) خبرانی عجم گیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
لا یؤم عبد قوما الا قوتی ما کان علیہم کوئی آدمی کسی قوم کی امامت نہیں کرتا مگر وہ ہر اس شے
فی صنوتہم۔ کا ذمہ دار ہوتا ہے جو قوم کی نماز میں ہوتا ہے (ت)

پر قائل ہر کوئی صاعیہ یونہی ہے کہ عیدہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سہو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے اس کے
تخل میں بلکہ ان پر اتقل کی تکمیل کہ بے اس کے وہ سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑے۔

(۳) بذائع امام ملک الصغار جلد اول صفحہ ۵۷۱ میں ہے، المقتدی اذا سہا فی صنوتہ فلا سہو علیہ
(اگر مقتدی نماز میں تجمل جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔ ت)

(۴) محیط پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ مصری میں ہے، لو ترک الامام متخوذاً لسہو فلا سہو علی
الباکون (اگر امام نے سجدہ سہو ترک کر دیا تو مقتدی پر سجدہ سہو نہیں۔ ت)

(۵) تبیین الحقائق امام زبیدی جلد اول صفحہ ۱۹۵،
لو سہو المسبوق مع الامام ینظف فان سہو مقاسرنا لسلام الامام او قبلہ فلا سہو علیہ
لانہ مقتدیہ و انت سلم بعدہ ینزہہ السہو لانہ منفرد۔

اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہہ دیا تو اب دیکھیں گے
اگر اس نے امام کے ساتھ یا اس سے پہلے سلام کہہ دیا
تو اب مقتدی ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا،
اور اگر امام کے بعد سلام کیا تو اب منفرد ہونے کی وجہ سے

سجدہ سہو لازم ہوگا۔ (ت)

۳۵۲/۶	درماد، میرات	باب من سہا خلفہ	سنہ سنہ انکبری السبق
۳۲۹/۱۵	مطہر مکتبہ نجیہ بیروت	مسند عقبہ بن عامر	سنہ المم انکبری للخرانی
۱۴۵/۱	ایک ایم سیہ کچی کراچی	صلی من عیب جرد السہو	سنہ راجع الصانع
۱۲۰/۱	خبرانی کتب خانہ پشاور	الاباب الثانی مشرانی السہو	سنہ فی دیہ شنیہ
۱۹۵/۱	الطبعة انکبری الامیرہ علاق مصر	باب السہو	سنہ تبیین الحقائق

ف من سہو کبری کے الفاظ میں ہیں، ایسا امام کیلئے من ورائہ فان سہا الامام علیہ سجدتا السہو و علی من
وراءہ ان یسجدوا، معہ وان سہا احد من خلفہ فلیس علیہ ان یسجدوا الامام کیلئے۔

(۶) بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۰۸

المستوفى فيما يقضيه كالمنفرد كما تقدم و عليه يصح ما اذا سلم ساهيا فان كانت قبل الامام او معه فلا سهو وان كانت بعده فعليه كما ذكرناه

مستوفى باقى رکعات ادا کرنے میں منفرد کی طرح ہوتا ہے جیسے گزرا۔ اس پر یہ صورت متفرع ہے کہ جب مقتدی نے تجہول کر سلام کہہ دیا تو اگر امام سے پہلے یا ساتھ ہے تو سجدہ سہولاً لازم نہیں، اور اگر بعد میں ہے تو اس پر سجدہ ہضم ہوگا جیسا کہ ویچے لکھا۔ (ت)

ابن چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہولت تہی کی طائفتا نقلی ذرا الی ہے یعنی اس کے لئے کوئی حکم نہیں کما قدس ناہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کر دی ہے۔ ت)

(۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح مسانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۳ مقتدی مفتضض بمقتضی (فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کرے۔ ت) میں فرماتے ہیں:

اما حکمہ بطریق النظر فانما قدس آیتنا حسنة المؤمنین مصححة بصلوة اما مصححة بصحتها وفسادها يوجب ذلك النظر الصحيح من ذلك انما آیت لا امام اذا سها وجب على من خلفه سهو ما وجب عليه ولو سهو هم ولو ليس هو لو لم يجب عليه ما يجب على الامام اذا سها۔

لیکن اس کا حکم بطریق نظر ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدیوں کی نماز صحت و قیاد کے اعتبار سے امام کی نماز کے تابع ہے، یہ نظر صحیح لازم کرتی ہے کہ جب امام تجہول گیا تو اس کی تجہول کی بنا پر جو کچھ امام پر لازم ہو اور اس کے پیچھے والوں پر بھی لازم ہوگا، اور اگر مقتدی بھول جائیں اور امام نہ تجہولے تو مقتدیوں پر وہ چیز لازم نہیں ہوتی جو امام کے تجہولنے پر اس پر لازم ہوتی ہے۔ (ت)

امام (طحاوی) نے نہ لہر یجب علیہم السجود (مقتدیوں پر سجدہ واجب نہیں۔ ت) نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الکافر (جو امام پر لازم (وہ مقتدیوں پر لازم ہے)۔ ت) کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل۔

(۸) ذخیرہ پھر ہندیر جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

لو سها الاول بعد الاستحلاب لا یوجب سهو شیئا

اگر پہلا امام غلیظ بنا لے کے بعد تجہولتا ہے تو اس کی تجہول کوئی شئی لازم نہیں کرتی۔ (ت)

۱۰۰/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب سجود السهو	سکھ بحر الرائق
۲۸۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الرسل علی النبیذ مختلف من یسلی نطقاً	سکھ الطحاوی شرح مسانی الآثار
۱۳۰/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی عشر فی سجود السهو	سکھ فتاویٰ ہندیہ

(۹) کافی امام اجل حاکم شہید جس میں مجید کتب ظاہر ارادہ کو جمع فرمایا ہے مختار شرح امام سرخسی جلد اول

صفحہ ۲۲۵ میں ہے،

اذا احدث الامام في خلال صلوته و قد
سها فاستحب ما جلا فيجد حليفته لسهو
بعد السلام وان لو يكن لا صلا الاول سها
لزمه سجود السهو لسهوات في ولو سها الاول
بعد الاستخلاف لا يوجب سهونا ثانياً
اگر مجہول نے جوئے امام نے دوران نماز کسی کو اپنا خلیفہ
بنایا تو سہو کے بعد خلیفہ سجدہ سو کرے، اور اگر
پہلا امام مجہول نہیں تھا اور دوسرا امام (خلیفہ) مجہول گیا
تو پہلا امام واپس آیا تو وہ بھی خلیفہ کی قبول کی وجہ سے
سجدہ کرے۔ اور اگر پہلا امام اپنا خلیفہ بنانے کے
بعد مجہول تو اس قبول سے سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔

امام سرخسی نے فرمایا: لانہ صار فی حکم المقتدی (کیونکہ وہ مقتدی کے حکم میں ہو گیا ہے۔ ت)
یہ خود محمد بن ابی امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص مل ہے جو جوہر عدم ذکر خلاف خود امام عظیم و امام ابو یوسف
سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ان عبارات سے روشن ہیں سالیہ کلید ہے کہ مقتدی کا سہو اصل
کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے تو خود نص انہ ثلث ابو خلیفہ و
ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے سبب برگزیدہ سجدہ ہے نہ اعادہ۔

(۱۰) لا یؤم امام اجل طحاوی نے بعد جہارت ذکرہ صریحاً فرمایا،

ثبت ان المأمومین یجب علیہم حکم
السهو لسهو الامام وینتفی عنهم حکم
السهو بانقضاء عن الامام
یہ بات ثابت ہوئی کہ امام کے سہو کی وجہ سے مقتدیوں
پر سجدہ سہو واجب ہے اور امام سے نفی کی صورت
میں مقتدیوں سے بھی اس کی نفی ہوگی۔ (ت)

(۱۱) امام جلیل شمس الدین سرخسی مسوط جلد اول صفحہ ۲۱۹ میں فرماتے ہیں،

اللاحق فی حکم المقتدی فیما یتم و سہو
المقتدی متعطل
لاحق اپنی بقیہ رکعتوں میں مقتدی کے حکم میں ہوتا اور
مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ (ت)

(۱۲) امام ملک العلما ابو بکر مسعود بالذات الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ ۱۷۲ میں فرماتے ہیں،

۲۲۵/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب سجود السهو	۲۲۵/۱	۲۲۵/۱	۲۲۵/۱
۲۸۰/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب الرجل یصل الفریضۃ خلف من یصل تطہاراً	باب الرجل یصل الفریضۃ خلف من یصل تطہاراً	باب الرجل یصل الفریضۃ خلف من یصل تطہاراً	باب الرجل یصل الفریضۃ خلف من یصل تطہاراً
۲۲۹/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب سجود السهو	باب سجود السهو	باب سجود السهو	باب سجود السهو

المسبوق انما يتابع الامام في سجود السهو
لا في سلامه وان سلم فان كان عامداً فقد
هملونه وان كان سهواً لا تقصد ولا سهو
عليه لا نه مقتد وسهو المقتدى باطل
مسبوق سجدہ سہو میں امام کی اتباع کو ہے لیکن سلام میں
ذکر سے اور اگر اس سے سلام پھیر دیا تو اگر دانستہ تھا
تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر تھا تو
نماز فاسد نہ ہوگی اور اس پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ
وہ مقتدی ہے اور مقتدی کا سہو باطل ہوتا ہے۔ (ت)

وہیں فرمایا

ان مسلم قبل تسليم الامام او سلموا حصوا
لا ينزعه لاني سهوة سهو المقتدى و
وسهو المقتدى متعطل
جو مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے سلام کیا یا دونوں
نے اکٹھے سلام کیا تو مسبوق پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ
اس کا سہو مقتدی کا سہو ہے اور مقتدی کا سہو
قابل اعتنا نہیں۔ (ت)

کیسے ضروری ہے کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اس کا کچھ حکم نہیں اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی باطل
معطل ہوں گے ذکر اس کا سہو۔

(۱۴) اقول مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا یہ تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر
سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اس پر سجدہ سہو نہیں اگر سہو مقتدی کچھ ٹوڑا ہو تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب
ہو تاکہ اپنی فائت رکعت یا رکعات پوری کر کے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع، مگر
تصریح کرتے ہیں کہ اس پر سہو پر سجدہ اقتداء ساقط ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ
باوصف مکان یا برقصاً ترک جا کر ان میں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ حال ہے کہ جب مذریع ترک یا رکعنا ہے
متمون میں ہے، تجنب مسجدتان (دو مسجد سے واجب ہیں۔ ت) اور شریعت گزار کا حکم نہیں دیتی۔

فان قلت انما يسجد بعد قضاء ما فاته
لانها صدوتان حکما وان اتحدت التخميمة
وسهو مسبوته لا يسجد له في اخرى قل في
البداية صفحہ ۱۷۶ فان قيل
ينبغي ان لا يسجد المسبوق مع الامام
اگر آپ سے سوال کریں کہ فوت شدہ رکعات کے بعد
سجدہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب اگرچہ تحریر کی وجہ
نماز ایک ہے مگر علماً دو نمازی ہیں اور ایک نماز کا سجدہ
دوسری نماز میں نہیں کیا جاتا، بدائع ص ۷۶ میں فرمایا
اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ نہیں

لا به سبب يسهو فيما يقضي قبل نزول السجود ايضاً
فيؤدي الى التكرار وانه غير مشروع ، فالجواب
ان التكرار في صلوة واحدة غير مشروع
وهما صلواتان حكما وان كانت التحريم
واحدة لان المبرق فيما يقضي كالمنفرد
وتغيره المقيم اذا اقتدى بالمسافر فسها
الامام يثبت به التقييم في السجود وان كانت
المقتدى سببا يسهو فاما صلواتها
وفي الكافي شرح الوافي للامام النصف
الورقة ۸۵ فيمن قعد للرباعية
ثم صلح خاصة ما هي
فضم سادسة مانعه لا يسجد
للهو قيا سالان هذا سهو
وقد في الفرائض و قد
انتقل منه الى النفل من
سها عن صلوة لا يسجد له
في صلوة اخرى اهـ

اقول هما كصلوة واحدة في حق
الجبير لا تحاد التحريمه الا شرب
الى ما قاله في الكافي متصلا بالعبارة
المنكورة وليسجد لله
استحسانا لامت النقصات دخل

کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات بقیہ رکعتوں میں مسبوق
بجول جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہولاً لازم
آجاتا ہے تو اب سجدہ سہو میں تکرار ہو جائے گا اور یہ مشروع
نہیں تو جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو کا تکرار یک نمازیں
نامشروع ہے اور اس صورت میں نماز اگر تحریر کے
لحاظ سے ایک ہے مگر حکم کے اعتبار سے دو نمازیں ہیں کیونکہ
مسبوق بیہ رکعات میں منفرد کی طرح ہوتا ہے اس کی
تفسیر یہ ہے کہ تہتم جب مسافر کی اقتداء کرے اور امام
بجول جائے تو سجدہ سہو میں مقيم امام کی اتباع کرے گا
اگرچہ بعض اوقات مقتدی بقیہ رکعتوں میں بجول جاتا ہے
اور امام نسفی کی کافی شرح الوافی ص ۸۵ پر ہے ایسا شخص
جس نے تہتمی رکعت کا قعدہ کیا پھر بجول کر پانچویں رکعت
ادا کی تو وہ پچھٹی رکعت بھی ساتھ طالع کے بارے میں اتفاق
ہی کہ وہ قیاساً سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ یہ ایک سہو تھا جو
فرائض میں واقع ہوا حالانکہ اب وہ نمازی نوافل کی طرف
منتقل ہو چکا ہے اور چونکہ ایک نمازیں سہولاً وہ اس کا
سجدہ دوسری نمازیں میں نہیں کر سکتا اہ

اقول اتحاد تحریر کی وجہ سے نقصان کو پورا کرنے
کے لئے یہ دونوں ایک نماز کی طرح ہیں آپ نے کافی کی
وہ عبارت نہیں دیکھی جو مذکورہ عبارت کے متصل ہے کہ
(قیاساً تو نہیں) مگر بطور استحسان سجدہ کرے کیونکہ
امام محمد کے نزدیک نقصان فرائض میں ہوا ہے کیونکہ

فی فرضہ عند محمد بن ترکہ السلام الذی
 ہو واجب و هذا افضل بناء على التحريم
 لا ولى في جعل في حق وجوب السهو كما هو
 واحدة كمن صلى ست ركعات تطوعا
 بتسليمه و سها في الشفع الاول يسجد
 للسهو في اخر الصلوة و امنه كانت
 كل شفع صلوة على حد الله فاد ا كانت هذا
 في صورتين مستقلتين بل مختلفتين فرضية و
 تنعلا لان يكون في اجراء صلوة واحدة اولى
 و في اختلاف اقتداء و انفراد و يقطع النزاع
 ما فصولا عليه ان المسبق ان لم يسجد السهو
 الامام مع الامم يجب عليه ان يسجد له في
 اخره يقضيه قال في البدائع ص ۱۷۰ و
 بوقم المسبق الى قصه ما سبق به و لم
 يتبع الامام في السهو يسجد في اخر صلوته
 فان المسبق يبي ما يقضي على حد التحريم
 فبعد الكل كاه صلوة واحدة لا تعدا للقرينة
 و اكان الكل صلوة واحدة و قد تمكن فيها
 التقصان بسهو الامام لم يجز ان يسجد بالحدتين
 فوجب سجدة الله فاد ا كانت هذا عليه
 لسهو امامه فلو كانت لسهو
 نفسه حالة الاقتداء حكم

نمازی نے واجب سلام کو ترک کر دیا ہے اور یہ (دو
 رکعتیں) پہلی تحریر کی ہی وجہ سے نقل میں رہی ہیں لہذا
 وجوب سجدہ سو میں یہ دونوں ایک ہی نماز میں جس طرح
 کہ وہ شخص جس نے چہ زائل ایک سلام سے پڑھے اور
 پہلی دو رکعات میں قبول کیا تو اب اگرچہ یہاں برفیض مستقل
 نماز ہے مگر سجدہ سو آخر میں کرے گا اور جب دو
 انگ انگ نمازوں بلکہ وہ فرض و نقل کے اعتبار سے
 مختلف بھی ہیں کا حال یہ ہے تو ایک ہی نماز کے اجزاء میں
 بطریق اولی ہونا چاہئے اگرچہ وہ اقتداء و انفراد کے لحاظ
 سے مختلف ہیں اور اب نزاع ختم ہو گیا جس پر فقہاء نے
 تصریح کی ہے کہ مسبق نے سو امام کی وجہ سے اگر
 امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا تو اپنی نماز کے آخر میں
 سجدہ کرنا واجب ہو گا بدائع کے ص ۱۷۰ پر منسبایا کہ
 اگر مسبق اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو گیا
 اور سو میں امام کی اتباع نہ کی تو اپنی نماز کے آخر
 میں سجدہ سو کرے کیونکہ مسبق نے فقیر نماز کی بنا اسی
 سابقہ تحریر پر کی ہے تو اب اتحاد تحریر کی وجہ سے مسبق
 نے نماز کو ایک بنالیا ہے اور جب یہ تمام نماز ایک ہے
 اور اس میں سو امام کی وجہ سے ایسا نقصان ہو چکا ہے
 جس کا ان رد و سجدوں سے نہیں ہو سکتا تو اس کا ازالہ
 واجب ہو گا اور جب یہ بات امام کے سہو کی وجہ سے
 ہے تو اب اگر حالت اقتداء میں خود اس سے غلطی

لے کافی شرح وافی ص ۵۵

لے بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجدہ السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کیشنز ۱۴۴/۱

نوجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر صلوٰتہ
 لکن نصوا قاطبہ انہ لیس علیہ قیث باجماعہم
 ان سہوا مقتدی لا حکم لہ۔
 ہوجانے پر حکم لاگو ہو تو اس نماز کے آخر میں
 لازم ہوجانا چاہئے لیکن فقہانے تقاضی تصریح کی ہے کہ
 اس پر اس صحت میں سجدہ سہو نہیں کیونکہ فقہار کا اس
 پر اجماع ہے کہ مقتدی کی سہو پر کوئی حکم نافذ نہیں
 ہو سکتا۔ (ت)

(۱۵) یہیں سے روٹن ہوا کہ بحث تہراصل قابل التفات نہیں مگر پرستید ابو السعد نے اس کا تہماع کیا اور علامہ
 شامی نے رد المحتار و فتاویٰ میں اسے مقررہ حدیث ہی کے مقابل ان کی بحث معتبر نہ ہوتی۔ طحاوی علی الدر المختار
 جلد اول صفحہ ۸۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے۔

فی البخاری، نہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 قال صلوا قبل المغرب سکتین وھو اصو
 ندب و منہ صاحب الھو لا یتھر لوجود
 الدلیل المروی فی الصحیحین
 بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 فرمایا، مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرو۔ اور یہ حکم
 براۓ ندب ہے، صاحب تہر نے اس سے منع کیا
 لیکن یہ (منع) واضح نہیں کیونکہ اگر ندب صحیح حدیث سے
 ثابت ہے۔ (ت)

سی طرف علامہ نے حاشیہ مرقا الفذاع میں اس مسئلہ دائرہ صفحہ ۲۰۲ میں اشارہ کیا ہے کلام تہر نقل کر کے فرمایا،
 وقد علمت مفاد الحدیث افادۃ بعض
 الافاضلین
 آپ حدیث کا وہ معنی جان چکے جو بعض افاضل
 نے بیان کیا۔ (ت)

بلکہ جم ثمانت کرچے کہ نص صریح امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و الطباق جملہ کتب مذہب کے خلاف
 ہے تو مقتضی کلام ہم ہیں بلکہ لقیض کلام ہم ہے ہکذا ینفی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ
 رب العالمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ حل مجدد (تم واحکم)۔

مسئلہ از رام پور مسئلہ محمد سعید صاحب

اگر امام پر سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ لائق کو سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں اور جو مصنی بعد اس سجدہ سہو امام
 کے ساتھ شریک ہووے ان کی نماز کا بتا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

امام کے سہو سے لائق پر بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ ذکر سے بلکہ نماز پوری کر کے، ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے سجدہ سہو کر لے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلافتِ حکم کا متکب ہو گا اور بعد اتمام پھر سجدہ سہو کرنا ہو گا، درمختار میں ہے۔

اللاحق یسجد فی آخر صلوٰتہ ولو سجد مع
اصامہ اعاد ^۱۲۱۱
لاحق اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے اور اس کے
امام کے ساتھ سجدہ کر لیا تو پھر دوبارہ لوٹنا ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے۔

لانه فی غیادوانہ ولا تفسد صلوٰتہ لانه
ما مراد الا سجدتین ^۱۲۱۱
کیونکہ یہ اپنے وقت پر نہیں، البتہ نماز فاسد نہ ہوگی
کیونکہ اس نے دو سجدوں کے علاوہ کسی شئی کا اضافہ
نہیں کیا۔ (ت)

جو فصل سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے ان کی بنا صحیح ہے یا تفاقِ ائمہ۔
و اما الخلاف فی البصیحة والذہب فیہ
ایضا الصحیحة۔
اختلاف فقط جمع میں ہے اور اس میں بھی مذہب یہی
سہو کر یہ صحیح ہے۔ (ت)

رد مختار میں ہے۔

و مرکب فی تشہد او موجود سہو (و لوق
تشہد لا ش عن ط، یتبہا جمعة خلاف
لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی
عید العترة ^۱۲۱۱ و الله تعالى اعلم
اگر کسی نے امام کو تشہد یا سجدہ سہو میں پایا (اگر چہ
تشہد جمع ہوا ش ازل تو جمعہ لوائے البتہ امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے جیسا کہ عید کو اگر تشہد
میں پایا ہے تو بالاتفاق عید ہی ادا کرے (فتح القدیر،
باب العید) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰۲/۱

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

باب سجود السہو

سہو در مختار

۵۴۹/۱

مصطفیٰ البانی مصر

باب الجمعة

سہو در مختار

۱۱۳/۱

مطبوعہ مجتہدانی دہلی

باب الجمعة

سہو در مختار

مسئلہ ۱۲۳۵ از چہرہ کوٹ بارکھان تک بلوچستان مسئلہ قادری بخش صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ
چوٹی فرمایند علامتے دین دین مسئلہ کو درجہ سہو
سلام بہرہ جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد
یا مفرد بکدر لم روایت فتویٰ است۔
مسئلہ ۱۲۳۶ از چہرہ کوٹ بارکھان تک بلوچستان مسئلہ قادری بخش صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ
علامتے دین دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو
کے لئے دونوں جانب سلام کہنا ہوتا ہے یا فقط
ایک جانب امام ہو یا مفرد، کس روایت پر فتویٰ ہے

الجواب

سلام بھیجیں جانب راست و بد امام باشد خواہ منحصر
نہا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہ سجدہ سہو ساقط
شو و بڑہ کارگرد۔
فقط دائیں جانب سلام کہنا ہوتا ہے خواہ امام ہو یا
مفرد، نئی کہ فقہائے فرمایا ہے کہ اگر دوسری
جانب سلام کہتا ہے تو سجدہ سہو ساقط اور ایسے

عمل سے گنہگار ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۷ از چہرہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

چار رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور اقیات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی
کو معلوم ہو گیا ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح ہے؟

الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا، یاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے
سُنی کہ اقیات کے بعد اُس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللھم صلّ علیّ سے آگے نہیں پڑھا
ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللھم صلّ علیّ سید مایا صلّ علیّ محمد کہہ دیا ہے تو اب بتانا
جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے جبکہ اگر سلام پھیرنے لگے تو اُس وقت
بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی غارتجائی رہے گی اور اس کے بتانے کو امام لے گا تو اُس
کی اور سب کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۸ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی احسان علی صاحب طابعلم ۱۱ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علامتے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سہوار کو سج کیا اور دو ایک
تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیالی ہو اکھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اُسے قنوت پڑھنے کے لئے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں
اگر قنوت کے لئے قیام کی طرف غور کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درحتمار میں ہے،

ولونسيه القنوت ثم تذكره في الركوع لا يقنت فيه لغوات محله ولا يعود الى القيام ، قامت عاد اليه وقت ولو بعد الركوع لو تفسد صلاته ، ومجلد للسهو وقت ادلا لرواياه عن مجده ^{لله} (مختصاً) اقول وقوله ولو بعد الركوع اي ولو برتفض بالعود للقنوت لا ان لو اعاده فسدت كان سيادته ما دون ركعة لا تفسد نعم لا يكفيه اذن سجود السهو لانه اخر السجدة بهذا الركوع عند افضيه الا عاده مجلد للسهو ولو لم يجز - والله تعالى اعلم.

اگر نماز قنوت پڑھنا بھول گیا پھر اسے رکوع میں یاد آیا تو اب قنوت نہ پڑھے کیونکہ اپنے عمل سے فوت ہو گئی ہے اور زاب قیام کی طرف لوٹے ، اگر دُعا کر قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو اس کی نماز قاضی شدہ ہوگی وہ سجدہ سو کر سے خواہ اس نے قنوت پڑھی یا نہ پڑھی کیونکہ قنوت اپنے مقام سے ہٹ گئی اور (مختصاً) اقول ، تو اور اس نے رکوع دوبارہ نہ کیا یعنی اس نے قنوت کی خاطر نوٹنے میں رکوع ترک نہ کیا ہو ، یہ معنی نہیں کہ اگر اس نے رکوع ٹوٹا لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ رکعت سے کم کا ، فساد نماز فاسد نہیں کرتا ، ہاں اب سجدہ سو کا فی نہیں کیونکہ اسی نے عداً سجدہ کر

رکوع کی وجہ سے فراموش کیا ، پس اب اس نماز کا اعادہ لازم ہے خواہ اس نے سجدہ سو کیا یا نہ کیا ۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (ت) ۱۲۳۸ھ ازمانیہ والا ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع جینور مرسلہ سید کفایت علی صاحب

۲ بیچ الاولی شریعت ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین این مسائل میں کہ :

(۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولی ختم کر چکا تھا بیچ میں التیات بھول گیا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا ، بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا التیات پڑھی اور آخر میں سجدہ سو کیا ، آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سو کیا پھر دوبارہ وتر پڑھے پھر وہیں آکر اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعائے قنوت پڑھی سجدہ سو کیا آیا پورا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی

اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اُسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام ٹوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی، اور اگر مقتدی نے اُس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اسے میں پورا سیدھا ہو گیا اُس کے بعد ٹوٹا تو مذہب اجماع میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفت حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے ٹوٹنا جائز نہیں نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام زکریٰ نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔

وما یبحث المحقق فی الہتاج و تبعہ فی الجہد عوتی نے فتح میں بحث کی ہے بحر میں اسی کی اتباع ہے
ففیہ بحث بیانا فیما علقنا علیہ اور اس میں بحث ہے جو ہم نے رد المحتار ص ۹۷
رد المحتار ص ۹۷۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پر حاشیہ میں تحریر کی ہے۔ (دست) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پہلے بارکہ دعا قوت پڑھنا قبول کیا تھا اور سجدہ سہو کر لیا دتر ہو گئے، دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا، حدیث میں ہے: لا وتوان فی لیلة ایک ذات میں دو وتر نہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ زیلع الاولیٰ شریف ص ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علما سے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا یعنی کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے۔ تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سُبْحَانَ اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نماز میں اُس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آئے گی اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہیے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر! یعنی جو نماز کن کرنا ہے اُس میں لا پہلا لفظ کہنا چاہیے، صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

نماز میں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں، اور سنت سُبْحَانَ اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۳ لا یرتدول بزرگ ڈاک خانہ راستے پر ضلع مظفر پور مستول نعمت شاہ خاک پورا
محرم الحرام ۱۳۴۹ھ

کیا حکم ہے علما سے دین شرع میں کثر جم اللہ بقا ہم اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لئے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضاء کو دس دس مرتبہ دھو تا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ وہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے، نماز کے لئے

کھڑا ہوا تو تکبیر تحریر یا پنج یا پنج مرتبہ چار رکعت پڑھیں وہ رکعت خیال کیس علی ہذا القیاس تسبیح رکعت و سجدہ میں غرضیکہ
دُوبی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دی یا کسی کو دے دی پھر خیال ہو کیا اس کے خلاف ہوا ایسی حالت میں
اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لئے مقرر کیا تا کہ وہ گن کر بتا دے آیا یہ جائز
ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص ایسے سہو و نسیان کی حالت میں ان سب باروں میں کیا کرے؟

الجواب

آدمی معتذر رکنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ ۱۔ محرم الحرام ۱۹۳۹ء

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سو سے تین سجدہ سے گئے اور اس کو ظن غالب دُوبسجدوں کا تھا تا خروج عن الصلوۃ
امام کو بالکل یاد نہ ہوا، مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف میں ۲۶، ۲۵ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی
سے یاد کرایا نہیں، اب نماز امام و قوم کی صحت و عدم صحت کی وجہ کیا ہے؟

الجواب

فرض ادا ہو گیا، واجب ترک ہوا، سجدہ سہو لازم تھا، نمازیں پھیریں اُتے آدمی، ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے
سبب سجدہ سہو ساقط ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۴۳ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھکر کی ڈاکخانہ خیر پور ڈھکر کی خاص دربار مسلٰی قادریہ چوڑے سے شریف
از طرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۷ جمادی الآخر

ما قولکم من حکموا اللہ تعالیٰ کہ شخصے را در نماز مغرب
سجدہ سہو لازم بود نہ واجب نقصان گزاید یا نہ، اگر
گزارد چگونہ نیت بندہ و چند رکعت گزارد و ہمیں جبر
نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض؟
اس بار سے میں آپ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل
فرمائے) کا کیا فرمان سے کہ ایک شخص پر نماز مغرب
میں سجدہ سہو لازم ہو گیا مگر اس نے نہ کیا اب نقصان
کا ازالہ کسے یا نہ؟ اگر کرنا ہے تو کس نیت سے؟
کتنی رکعات ادا کرے اور یہ از اذ نفل کا حکم رکھتا ہے یا
واجب و فرض کا؟ (ت)

الجواب

جبر نقصان واجب است ہر رکعت پر نیت اعادہ ہاں
نماز مغرب پر اسے تلا فی ما فات کند۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔
نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس
نیت سے ادا کرے کہ میں کی کا ازالہ کر رہا ہوں۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسؤل مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۹۳۹ء
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا ذکر میں سہواً ایک بار مٹبہ جان دبی الا علیٰ کہہ دیا، اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی سبہ سبحانک کے بعد اعوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟

(۲) جماعت میں امام نے سمعہ اللہ لمن حمد ہ کی جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو نہیں کیا، کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد انتمیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ بیضا تو جروا

الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۳) جبکہ قعدہ اخیرہ بھول کر زائد رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائد کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور انتمیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، اور اگر اس نے رکعت زائد کا سجدہ کر لیا تو اب مسترض باطل ہو گئے پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از پندول برنگ ڈاک خانہ راستہ پور ضلع مظفر پور مسؤل نعمت شاہ خاکی بورا

۱۱ محرم الحرام ۱۹۳۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو و تکبیر و رکوع و سجدہ و قیام بلکہ ہر رکعت نماز پنجوقتہ میں بھول کے خوف سے بلند قرات کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں، کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال دھور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس عرض سے بھجاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتواتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں، پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں، اور وہ شخص بہت تندہ است و مستعل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیضا تو جروا

الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھالنا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا، فجر و مغرب و عشاء میں متغیر ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں، چارہ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قراست کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اُسے بتاتے اور یاد دلانے والے ہوں گے، جماعت ویسے بھی واجب ہے، اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اُس کے اس کی نماز ٹھیک ہی نہیں، سنتیں اور نفل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کہے کہ نفل محض میں تین تک جماعت جائز ہے، اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے، اپنی یاد پر پڑھے، اگر کھڑے میں اگر شبہ ہو تو کم کہے، مثلاً ایک اور دو میں شبہ ہو تو ایک کہے اور دو اور تین میں ہو تو دو، اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہ ہو تو دو ہی سمجھنا جائے اور اخیر میں مجدد صحت رکھنے، اور اگر کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو معاف ہے، درختار میں ہے،

اگر کسی مریض پر سبب اوٹھ کے جو اسے لاحق ہوتی ہے رکعات و سجدوں کی تعداد میں اشتباہ پیدا ہو گیا تو اس پر ادا اسے نماز لازم نہیں، اور اگر غیر کی تلقین کی بنا پر انھیں ادا کر لیا تو چاہئے کہ یہ اسے کافی ہو جیسے کہ قنویہ میں ہے۔ علامہ عطاء دی نے فرمایا اس پر یہی اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے جو کہ مصدق نماز ہوتا ہے جیسے کہ کسی آدمی نے صحیفہ سے پڑھا یا اسے دوسرے آدمی نے قرات سکھا دی حالانکہ وہ نماز میں تھا، علامہ شامی نے فرمایا میں کتابوں کو کما گیا ہے کہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دلانا اور اطلاع کرنا ہے، پس یہ اسی طرح ہے جس طرح بڑے مجمع میں امام کے استقالات کی اطلاع دینے والا ہوتا ہے فتاویٰ احمد میں نے وہاں یہ حاشیہ

(و لو اشتبه على مريض اعداد الركعات و السجودات (فمن يلحقه لا يلزمه الاداء) و نوادھا شلقیب غیہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ قال العلامة ط قد یقال انه تعیم و تعلم و هو مفسد کما اذا قرأ من المصحف او عليه ان من القراءۃ و هو فی الصلۃ قال العلامة ش قلت وقد یقال انه لیس بتعلیم و تعلم بل هو تذکیر او اعلام فهو کا اعلام، لم یعلم، استقامت الاوام فتأمل، و ہا یتفق کتب علیہ مانعہ اقول فیہ امن الفتحة

۱۰۴/۱

مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی

باب صلوۃ المریض

سہ درختار

۳۱۹/۱

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

باب صلوۃ المریض

باب صلوۃ المریض

سہ حاشیۃ الخطاوی علی الدہ الختار

۵۶۲/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

باب صلوۃ المریض

سہ رد الختار

لا یزید علی التذکیر بشئ وقد قال
قوم و صحیح ان المقتدی اذا اقتصر عینی
امامہ بعد ما قرأ قدر الواجب فقد صلوتہ
لانہ تعلیم من دون ضرورة فان احذ یہ
الامام فسدت صلوة الكل لانہ تعلم من
دون ضرورة والقائلون بالمجواز (و هو
المعتد) انما اعتمدوا علی انہ للعاجلة کما
بیہ فی الحلیۃ مع الاعتراف بانہ تعلیم
وتعلم فی استشهد بخلافہ ایسوا قد
اجمعوا ان لو فتن علی المعملی غیرہ
لا حد فسدت صلوتہ او قد مر التنصیص
علی کل ذلك والامتنع بالامسک
لویحد دون محله فانهم جميعا حیث ان
فی صلوة واحدة فالصواب عندی الجواب
بالاخذ بالضرورة وھو تبطل التیسیر
وبعد فیہ بعد کیف ولوجہ (ھذا)
کانت یبطل المت یلزمہ الا اذا کما
یلزمہ التوجہ اذا وجد من یوجہہ
فقی تجوز بطل اصل المسئلة المنقولة
فلا عبرة ببحت القنیۃ وقد یقال عنی
ھذا الاحیاء قادر بقدرۃ غیر فلا یلزمہ
وان فعل صبر فلیست اصل حق التأمل -
واللہ تعالی اعلم۔

تحریر کیا ہے اقول اس میں فقر دینا یا دولانے سے زائد
نہیں ہو گا اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ ہے کہ مقتدی
جب اپنے امام کو قدر واجب قراءت کے بعد فقر دے
تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ
بغیر ضرورت کے تعلیم ہے ایسی صورت میں اگر امام نے
فقر دے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بغیر
ضرورت کے قلم ہے اور مجوز (اور معتد بھی یہی ہے)
سے قائل ہیں انھوں نے اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ یہ
ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا کہ حلیہ میں بیان کیا گیا ہے
باد جو اس اعتراف کے کہ یہ تعلیم و قلم ہے، میں اس
کے خلاف شہادت پیش کرتا ہوں ۔

کیا فقہار کا اس پر اجماع نہیں کہ اگر غیر نمازی نے غائی
کو فقر دیا اور اس نے قبول کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی
اور اس تمام گفتگو پر پچھلے تصریحات گزر چکی ہیں اور مقتدی
مکتبہ کو بظہر استشہاد پیش کرنا اپنے عمل پر نہیں
کیونکہ مذکورہ صورت میں تمام کی نماز ایک ہے لہذا میرے
نزدیک دست جواب مجھے کہ یہ ضرورت ہے جو آسانی کا
تقاضا کرتی ہے اور ابھی اس میں بعد ہے، کیسے ہو سکتا
ہے حالانکہ یہ جائز ہو تو مناسب تھا کہ اس پر اذکار لازم ہو
جس طرح توجہ دلانے والے کی موجودگی میں توجہ کرنا لازم
ہے لہذا اس کے جواز میں اصل منقول مسئلہ کا ابطال
لازم آتا ہے اس لئے قصیدہ کی بحث کا اعتبار نہیں ہوگا
اور اس آخری مسئلہ (جو اپنے آپ نماز درست نہیں

کر سکتا) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دوسرے کی قدرت سے قائل ہوتا ہے اس لئے اس پر نماز کی صحت
لازم نہیں اور اگر اس نے غیر سے اصطلاح لے لی تو صحیح ہے اس میں مکمل غور کرو۔ (ت) واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۲۴۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں میں رکعت ثلث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیہ کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور بعد سو گیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا تکبیر کیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی بینوا اتوجروا

الجواب

بوجھ قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سو کہے پھر اگر کسی نے اس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ بڑا کیا گندہ گار ہوا اگر نماز نہ جائے گی، رد المحتار میں بتی سے ہے۔

لو سها عن القنوت فركه فانه لو عاد وقنوت لا تقصد على الاصل اه وفيه عن الفتحة في مسند العود الى التشهد بعد النية الثالثة لا يحل ولكن به بالحق لا يخل

صحت نماز میں غل نہیں (۱۰۰)

بہر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اسے اس عود نا جائز کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی ان کی نماز فاسد ہوئی امام ان کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا۔ ان کے بتانے سے اسے یاد آتا بلکہ اسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی یعنی واجب اتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا ہے کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پہلے اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی کا نہ اعتنا اور ہم اوتنا کہہ سکتے ہیں ہم فعاد برای نفسہ فقد تعلم ممن هو خارج المصلاة كما افاده فی البحر (کیونکہ اس نے ان کی بات مانی یا اسے ان کی تکبیر سے یاد دہانی ہوئی اور وہ اپنی رائے سے لوٹا تو اب اس نے نماز سے خارج آدمی سے سیکھا یا جانا ہے، جیسا کہ بحر میں اس کا افادہ کیا۔) تنویر المصابین

مسئلہ ۱۲۴۸ از شہر کلمہ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

ترک آرد قعدہ اولیٰ لیکن با ستادی نزدیک تر شدہ آنگاہ اگر پہلے قعدہ ترک کر کے تیسری رکعت کے لئے نمازی

نشست باز باقی نماز گزار دریں حال نماز او جایز است
یا نے؟ بینوا تو جبر و
سیدھا کھڑا ہو گیا پھر واپس لوٹا اور باقی نماز ادا کی اس کی
نماز جوئی یا نہیں؟ بینوا تو جبر و

الجواب

ہرگز در فرض یا وتر قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استاد تمام
استاد نشود پس سنے قعدہ جو پیش باید پس اگر بنو بقعود
اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شد
سجدہ سہو لازم آید تا نیم زیریں از بدلی انسان راست
نشہ است بہر شستن نزدیک است و چون باین نصف
راست شد و پشت بنو زخمیدہ است بہر استادان قریب
ست اگر تمامہ راست استاد اسکا نشستن روا نیست
اگر قعدہ اولیٰ باز میگردد گناہ بگراشد و مراجع آنست
کہ نماز دریں صورت ہم از دست رود سجدہ سہو واجب شود
فی الدار المختار ص ۱۱۱ الفقود الاول من
الفرض ولو علیہ ثم تذکرہ عادیہ ولا سہو
عادیہ فی لاصح ما لم یستقم قائما فی خلف ہر
المذہب وهو لاصح تمام وان استقام قائما
لا یعود علو عادیہ لا یفسد لکنہ یکون مسیئا
ویسجد بآخیر الواجب وهو الاشبہ کما حقیقہ
الحکمال وهو الحق بحر آراء مختصرا
وفی رد المحتار قولہ ولا سہو
علیہ فی الاصل یعنی ۱۵۱ عادیہ
قبل امت یستقم قائما و کانت

جو شخص فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بٹول کر کھڑا ہونے لگے
اگر وہ سیدھا کھڑا نہیں ہو تو واپس لوٹ آئے اب
اگر وہ قعدہ کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور
اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا جب تک
انسان کا نیچے والا حصہ سیدھا نہ ہو وہ بیٹھنے کے قریب
ہوتا ہے اور اگر نیچے والا نصف حصہ سیدھا ہو جائے
خواہ ابھی پشت ٹیڑھی ہو وہ کھڑا ہونے کے قریب ہوگا
اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب بیٹھنا جائز نہیں، سب اگر
پہلے قعدہ کے طرف لوٹ آتا ہے تو گناہ گار ہوگا اور
راجع یہ ہے کہ اس کی نماز ختم نہ ہوئی اس پر سجدہ سہو
وزیم ہوگا۔ رد المحتار میں ہے اگر فرض (اگرچہ عملی ہوں) کے
پہلے قعدہ کے کو بٹول گیا پھر اسے یاد آیا اور لوٹ آیا
تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں بشرطیکہ
وہ سیدھا کھڑا نہ ہو ابھی ظاہر مذہب ہے اور یہی
اصح ہے قبح۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ ٹوٹے
اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور
تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ کرے اور یہی مختار ہے
جیسا کہ اس کی تحقیق کمال سننے کی ہے اور یہی حق ہے
بحر اح مختصرا۔ رد المحتار میں ہے قولہ اصح

انی، تقوٰداقرب فانہ لاسجود علیہ
 فی لاصحہ وعلیہ الاکثرۃ و اللہ
 تعالیٰ اعلم۔

قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں یعنی جب کوہ سجدہ
 کھڑے ہونے سے پہلے دُعا حالانکہ وہ تقوٰد کے قریب
 تھا تو اس پر اس پر اجماع قول کے مطابق سجدہ نہیں
 اور اکثر فقہار کی یہی رائے ہے۔ (ت)
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب سجود التلاوة

(سجدة تلاوت کا بیان)

مسئلہ ۱۲۴۹ از ماہرہ مطہرہ بارت پختہ مرسلہ جناب سید محمد براہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں ان کا کیا حکم ہے
 آیا سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں، جیسے سبقت میں جناب مولوی عبد القادر صاحب خصوصاً اللہ بالحواسب کا شعر ہے دس
 راہ حق میں کر دیا سجدہ میں قرباں اپنا سر
 ایسی واسیجہ واقرب کی کس نے کی تفسیر ہے
 بیچنا تو جسدوا۔

الجواب

وجوب سجدہ تلاوت، تکرار کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے۔ وہ کلمات جب تلاوت کئے جائیں گے سجدہ
 ثانی و سابع پر واجب ہو گا کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارتہ مذکور ہوتی جیسے
 ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا، نہ یہ کہ مکمل سجدہ کی رافع و منزل ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات
 تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ تلاوت واجب کا، ایسے ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم و وجوب یکساں ہے وہ
 نظریے ساقط اور حکم سکوت میں ہے و ہذا اظہار وجد (اور یہ نہایت واضح ہے۔ مت) ہاں قابلِ تخریر عبارت ہے
 کہ سجدہ تلاوت کسی قدر قرات سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت تمامہا اس کا
 سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر ج میں العثران اللہ سے ان اللہ

یہ عمل صائب تک پہنچ گیا سجدہ نہ ہوا جب تک پشاور نہ پہنچے ، اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہ ائمہ کا ارشاد ملکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصل احکامات معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کے نقل مذہب کے لئے مرموع ہیں قابلہ اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامہ شروع نہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں و نقایہ و نقایہ و طبعی الابرار میں ہے ، تعجب علی من تلا آیت (سجدہ آیت کی تلاوت کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ ت) گزشتہ آئی میں ہے : تعجب یا رب بعد عشر آیت (سجدہ تلاوت چودہ آیات کی وجہ سے لازم ہوتا ہے ۔ ت) تنویر میں ہے ، تعجب سبب تلاوت آیت (سجدہ آیت کی تلاوت کی وجہ سے واجب ہوجاتا ہے ۔ ت) خیر میں ہے ،

و قرأ آية السجدة يجب عليه ان يسجد
جب کسی نے آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا لازم ہے (مختصا) (ت)

نقارہ میں ہے ،

سجدة التلاوة تعجب علی من تجب علیہ
الصلوة فاقرأ آية السجدة او سمعها
برجندی شرح نقایہ فتاویٰ ظہیر الامام ظہیر اللہ والدین مرغینانی سے ہے ،

المعراة بالآية ية تامة حتى لو قرأ آية السجدة
عكها الا المحرف الذي في اخرها لا يسجد
آیت سے مراد پوری آیت ہے حتیٰ کہ کسی نے آیت پڑھی مگر اس کا آخری حرف نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہیں (ت)

موضع السجدة في حرم المسجد عند قوله
تعالى لا يسأمون في قول عمر رضي الله تعالى
عم السجدة میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق لا یسأمون پر سجدہ ہے ، احتیاط کی

۲۲۹/۱	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	باب سجدہ التلاوة	مذہب شریعہ نقایہ
۴۵/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	-	مذہب کفر القاتل
۱۰۴/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	-	مذہب درمختار
۳۹۸ ص	سہیل اکسپریس لاہور	-	مذہب غنیہ المستطی شرح مینہ اصلی
۷۵/۱	نوکلشور کھنٹو	فصل فی قرآۃ القرآن خطا	مذہب فتاویٰ قاضی خاں
۱۵۵/۱	-	فصل فی سجدۃ التلاوة	مذہب شریعہ نقایہ برجندی

عنه وهو الماخوذ للاحتياط
فتح القدير میں ہے،

بتا پر اسی پر عمل ہے۔ (ت)

وجہ انا ان كان السجود عند تعبد وقت
لا يضرب الا خيرا الى الآية بعدا وان كان
عند لا يأمون ۵ لو يكن السجود قبل
ميجزنا۔

کافی میں ہے،

موضع السجدة في حكم عند قوله لا يأمون ۵
وهو مذهب ابن عباس و قال الشافعي عند
قوله لا يأمون ۵ تعبدون ۵ وهو مذهب
علي رضي الله تعالى عنهم لان الامور بالسجود
فيها والاحتياط فيساقط ليخرج عن
الواجب بيقين فانها ان كانت عند كائنة
ثانية والسجود قبلها غير جائز فلو سجد
عند تعبدون ۵ لا يخرج عن العهدة التي

اس کی وجہ یہ ہے اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو جائے
ہے تو اس کے بعد آیت اسے نقصان دہ نہیں
اور اگر سجدہ لا یأمنون پر ہو تو اب پہلے ہونے کی وجہ
سے کافی نہ ہوگا۔ (ت)

سورہ حم میں سجدہ لا یأمنون کے الفاظ پر ہے اور یہ
حضرت ابن عباس کا مذہب ہے، امام شافعی
کے مطابق سجدہ ان کے ستم یہ تعبدون کے
الفاظ پر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب
ہے کیونکہ سجدہ کا حکم اسی میں ہے، اور احتیاط ہمارے
قول میں ہے تاکہ مشکلف سے واجب کی ادائیگی
بالیقین ہو جائے کیونکہ اگر سجدہ دوسری آیت پر ہے
تو اس سے پہلے سجدہ جائز نہیں لہذا اگر سجدہ تعبدون
پر کیا تو مشکلف اپنی درواری سے عذرہ برآہ ہوگا (ت)

کا مختار میں ادا الفتح اُس میں بحر الرائق اُس میں بدائع سے ہے،

رجعها الاول للاحتياط عند اختلاف
مذاهيب الصحابة لانها لو وجدت
عند تعبد وقت ۵ قالت خيرا الى
لا يأمون ۵ لا يضرب محلات العكس

ہم نے صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے احتیاط پہلے کو
ترجیح دی ہے کیونکہ اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو
تو لا یأمنون تک تاخیر نقصان دہ نہیں اور اس کے
عکس میں نقصان ہے کیونکہ ایسی صورت میں وجوب

سہ اہدایہ فصل فی سجدۃ التلاوة
سہ فتح القدير
سہ کافی شرح وافی

مطبوعہ ذککھور کھنؤ
فورید رضویہ سکھر

۱۴۲/۱
۲۶۵/۱

لانہا تکتون قبل وجود سبب الوجوب الخ
اسی طرح شرح وقایہ و مجمع الانہر و مستخلص وغیرہ میں ہے ،
سبب سے پہلے ہو گا (د)

فقد نھوا علی ان سبب الوجوب الایۃ بتسامحها
حق جملوا التقدیر علیہا کتقدیر الصلوۃ
علی وقتہا ۔
علیہ میں ہے ،

متجددۃ التلاوة واجبة فی الامرات عقب
آخرہ وفي السرد عقب قوله وظلالہم
بالعدو والأصل ۵ وفي النحل عقب قوله
ويفعلون مایؤمرون ۵ وفي نئی اسرائیل
عقب قوله ویزیدہم خشوعا ۵ وفي مریم
عقب قوله خروا سجدا وبکیا ۵ وفي الحج
عقب قوله ان الله يفعل ما یشاء ۵ وفي
الفرقان عقب قوله وشرہم نفورا ۵ وفي
النمل عقب قوله ویعلم ما تخفون وما تعلنون
۵ وهو معن والی اکثر الفقہاء وقال
مائد عند قوله رب العرش العظیم و
وذكر المروئی انه الصواب وانه مذهب
الشافعی كما صرح بہ اصحابہ وفي السورۃ
السجدۃ عقب قوله وهم لا یتکبرون ۵
وفي ص عقب قوله واتاب ۵ وفي قول عند
الباکیۃ وهو رواۃ عن مائد عقب

سجدۃ تلاوت اعراف میں آخری آیت کے بعد ہے بعد
میں فلا ینہم بالعدو والأصل کے بعد ہے ، کل
میں ویفعلون مایؤمرون پر ، بنی اسرائیل میں
ویزیدہم خشوعا پر ، مریم میں خروا سجدا
وبکیا پر ، نئی میں ان الله يفعل ما یشاء
پر ، الفرقان میں وشرہم نفورا کے بعد ،
النمل میں ویعلم ما تخفون وما تعلنون
پر ۔ اور یہ اکثر فقہاء کی طرف منسوب ہے امام مالک
رب العرش العظیم پر سجدہ کے قائل
ہیں امام نووی نے کہا یہی صواب اور مذہب شافعی
سے جیسا کہ ان کے اصحاب نے تصریح
کی ہے ۔ السورۃ السجدۃ میں وہم
لا یتکبرون پر ، ص میں
واتاب کے بعد ، اور مالکیہ کے
نزدیک صائب کے بعد ، اور یہی
امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے

حمہ السجدة میں ولایا مومن کے بعد ، اور مذہب مالک میں مشہور تعبدون کے بعد ہے ۔ النجم میں آخری آیت کے بعد الشقاق میں لا یسجدون کے بعد اور مذہب مالک مشہور السس کی آخری آیت پر ، علق میں آخری آیت کے بعد لازم ہے ، ان چار مقامات میں کوئی اختلاف مروی نہیں ماسوائے ان چار مقامات کے جن میں اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے ان ذخیرہ میں ہے کہ الرقیات میں ہے الخ اور وہاں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت عنسیر یہ ذکر کی گئی ہے اور مستغنی (دت)

اقول آپ نے دیکھے غلط فہم کے بعد ، خود کہیں واجب ہے خطہ کئے ، لفظ عقب واجب کے لئے بلکہ کابیان ہے پس تمام آیت سے پہلے سجدہ کا وجوب دہرگا ، مالک اور شافعی جو اقوال ذکر کرتے ہیں انہیں دیکھیں یہی سے مستغنی ذکر اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں پھر یہ الفاظ دیکھو کہ کسی سے اختلاف مروی نہیں الخ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ اندلس کے اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر وہ روایت جو ہمارے تیسرے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے ۔ (دت)

اسی طرح سہانی آثار امام طحاوی میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجدہ ہے اور ہم المسجدہ میں اختلاف محل یوں نقل کیا ،

ماہ ہ وق حم السجدة عقب قوله ولایا مومن ہ مشہور مذہب مالک عقب تعبدون ہ وق النجم عقب آخرها وق الشقاق عقب قوله لا یسجدون ہ مشہور مذہب مالک عقب آخرها وق العلق عقب آخرها ثم لم یحک عن احد من ائمة قال بالسجود فی هذه المواضع الا سبعة عشر خلافاً فی شی من محلها السنن کبریٰ فیما عدا المواضع الاربعۃ السی بینت الخلاف فیہا نعم فی لذر خیرہ ذکر فی الرقیات الخ و ذکر ہما سوا یۃ غریبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اندر ملقط

اقول مانتظر الی قوله واجبة عقب کذا وعقب کذا فانہ عقب طرف ہو وجوب فلا وجوب قبل تمام الایۃ وانظر ما ذکر من اقوال المالکیۃ والشافعیۃ تفسیر یہاں انہم ایضا معنا فی ذلک ثم انظر الی قوله لم یحک عن احد الخ تفسیر یہ ان لا خلاف فیہ لائمة السلف اللهم الا روایۃ نادۃ عن امامنا الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

لان وقتہ، غاید حل تمام ہوا۔
توضیح: ہوگا کیونکہ اس کا وقت تمام آیت پر شروع ہوتا ہے۔

اس مذہب جلیل الشان شیعہ ائمہ کا کہنا ہے کہ پڑھنے سے پہلے سے سجدہ نہیں آسکتا کہ اس میں آیت سجدہ
بتماہا نہیں اسی طرح سجدہ نظم جس میں پوری آیت سجدہ نہ ہو۔ اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ قرأت وساعت نظم مطلقاً
موجب سجدہ نہیں کہ آیات چارہ گانہ سے کوئی آیت وزنی عروضی کی مساحت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیے گے
یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہر حال آیت بکاہا باقی نہ رہے گی۔

اللهم لا ایتی النجم و لدق فلفل الوزن
یسعہما فی بعض الشطوس التوسعة والزدة
البعیدة او الا بنیة الغریبة ولو بصح
بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیعمل
الفکر۔
ہاں صرف سورہ نجم اور حق کی دہ آیتوں میں وزن شعری
کی گنجائش شاید بعض نادر وجوہ اور بعید تبدیلیوں اور
اجنبی وزنوں میں وہ بھی اول یا آخر میں بعض کلمات
ملانے کی وجہ سے پیدا ہو جائے، لہذا غور و فکر کو
عمل میں لانا چاہیے۔ (ت)

ہاں بعض علما سے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجدہ سے پہلے دو کلمے پڑھنا موجب سجدہ ہے جن میں ایک
وہ لفظ جس میں ذکر ہو رہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں
واقتراب۔ یہ مذہب اگرچہ ظاہر اور ایہ فکر و آیات زور سے بھی مجہد اہل مسلک ائمہ سلف و تفسیر و تلوک متونی
شروع کے باطل خلاف ہے مگر سرائے و باغ و جہان نیو و مرانی الفلاح میں اس کی تصحیح واقع ہوئی، تشریح
نور الایضاح میں ہے۔

قرءة حرف السجدة مع کلمة قبلہ او بعدہ
من آیتہ توجب السجود کالایة المقدومة
تتضمن فی لہجہ۔
صحیح قول کے مطابق اگر آیت سجدہ میں حرف سجدہ سجدہ کو
اس کے قبل یا بعد کلمہ کے ساتھ پڑھ لیا تو سجدہ
لازم ہو جائے گا جیسے کہ تمام آیت کی تلاوت سے لازم
ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ خطاوی اُس کے ماسخ میں فرماتے ہیں،
فی الجوہرۃ الصحیحۃ افادۃ اہل اقدار احرار
السجدة وقبلة کلمة وبعده کلمة
جوہرہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب حرف سجدہ پڑھا
اور اس کے ساتھ اس سے پہلے یا بعد کا کلمہ بھی پڑھا

وجوب السجود والا فلا

توسجد سہولت لازم ہوگا اور اگر پہلے یا بعد کا کلمہ نہ پڑھا تو
سجدہ لازم نہ ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

في السراج وهل تجب السجدة بشروط قسادة
جميع الآية امر بفضله فيه اختلاف والصحيح
انه اذا قرأ حرف السجدة وقبده كلمة او
بعده كلمة وجب السجود والا فلا.

سراج میں ہے کہ کیا سجدہ لازم ہونے کے لئے تمام
آیت کی تلاوت ضروری ہے یا بعض کی، اس میں
اختلاف ہے، اور صحیح یہی ہے کہ جب کسی نے حرف
سجدہ کو اس سے پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ پڑھا تو
سجدہ سہولت لازم ہو جائے گا اور نہ نہیں۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرما کر روایت نادۃ رقیات ذکر کی جس کی نسبت
فسر فرمایا :

قادی صغریٰ کے ترمیم ہے کہ فقیر ابو جعفر نے امام محمد
سے ایک حشر یہ روایت کے حوالے سے ذکر
کیا ہے۔ (ت)

ذكر في تهمة الفتاوى العنصرية ان الفقيه
ابو جعفر ذكر في غريب الرواية عن
محمد

پھر فرمایا :

فقیر ابو جعفر نے فرمایا اگر کسی نے حرف سجدہ کو پڑھا
اور غیر یعنی ماقبل اور مابعد کو بھی پڑھا تو اسے سجدہ
کا حکم دیا جائے گا اور وہ سجدہ کرے اور اس کے
بغیر پڑھا تو سجدہ تلاوت لازم نہ ہوگا (ت)

وقال الفقيه ابو جعفر اذا قرأ حرف السجدة
ومعها غيرها قبلها او بعدها امر
بالسجود وسجد وان كان دون ذلك
لا يسجد.

اس سے ظاہر کہ یہ مذہب صرف فقیر ابو جعفر ہمدانی کا ہے ائمہ سے نوادر میں بھی منقول نہیں۔ اقول رہیں
تصحیحیں وہ فقہ و کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جسے منصب اجتہاد فتویٰ نہیں اس کا ہوا الصحیحہ (یہ صحیح
ہے۔ ت) کہنا نقل محض و تصدیق مجرب ہے، پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ

لے حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب سجود التلاوة مطبوعہ نورد محمد کاخانہ تہذیب کتب کراچی ص ۲۶۱

۵۶۵/۱ مصطفیٰ البانی مصر

تک و تک حلیۃ الخیر شرح غیۃ المصلی

جہاں ہر شراح و کبریٰ اہل فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صحیح تصدیق کو اسی وجہ سے دیمانگیا کہ مخالف متون میں کما بیناۃ فی کتاب النکاح من العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ عن التخصوص (جیدکہ ہم نے اس کا تفصیل بیان العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ کے کتاب النکاح میں خصوصی طور پر کیا ہے۔ ت) جبکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں ہون بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے، ایسی حالت میں اس قصص پر تعمیل و اعتماد ضروری ہونا بغایت یسر منہ و انکار میں ہے، لاجرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد حم السجدہ میں قید و ن ۵ و کایسا مون ۵ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علماء کا استدلال مذکور عن الامام عن البحر عن ابدائع نقل کر کے فرمایا،

ظاہر یہی ہے کہ اس اختلاف کی بنیاد اسی پر ہے کہ سجدہ کا سبب پوری آیت کی قنوت ہے جیسا کہ متون کے اطلاق سے ظاہر ہے اور آیت سے مراد وہ حصہ ہے جو ایک آیت یا دو آیات پر مشتمل ہو جبکہ دوسری آیت اس پہلی سے متعلق ہو جس میں حرف سجدہ ہے لیکن یہ بات سراج کی اس سابقہ تصریح کے منافی ہے کہ حرف سجدہ کو پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ظاہر پڑھنے سے سجدہ لازم ہو جاتا ہے (جواباً) یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سراج میں اصل وجوب کے مقام کا بیان ہے اور ادا کے حوالے سے جو گڑھا اس سے مراد وجوب ادا کے مقام یا اس میں منت طریقے کا بیان تصور ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ادا، قنوت پر فی الفور لازم نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے، ہمارے مذہب کی ترجیح میں تھا کہ جو قول گوارا کہ اختتام آیت قبل سجدہ سبب وجوب پہلے ہونا لازم آئے گا اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ ہمارے اور خواجہ کے درمیان اصل وجوب کے مقام میں اختلاف ہے

الظاهر ان هذا الاختلاف مبني على ان السبب تلاوة آية تامة كما هو ظاهر اطلاق المتن وان المراد بالآية ما يشمل الآية واليتين اذا كانت التنية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة وهذا ينافي ما صرح به السراج من تعميم وجوب السجود بقراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده ، لا يقال ما في السراج بيان لموضع اعمل الوجوب وما صرح به الامداد ببيان لموضع وجوب الاداء او بيان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سيأتي ، وما صرف في ترجيح مذهبنا من قولهم لا نهى تكون قبل وجود سبب الوجوب ، وقد ذكرته ايضا في الفتحة وغيره يدل على ان الاختلاف بيننا وبينهم في الثاق في موضع اعمل الوجوب

وانه لا يجب السجود في سورة حم السجدة
الا بعد انتهاء الآية الثانية احتياطا كما
صرح به في الهداية وغيرها، لان الوجوب
لا يكون الا بعد وجود سببه فلو سجد بعد
بعد الآية الاولى لا يكفي لانه يكون قبيل
سببه وبه يظهر ان ما في السراج خلاف
المذهب الذي مشى عليه الشراح والمتون
تماما انتهى اقول تامنا فوجدناه حقا و
اما قولكم الظاهر ان هذا الاختلاف لم يمس
هذا المحل الظاهر بل هو امتنعين قطعا حكما
لا يخفى ثم العجب من علامة الشربلا في حيث جزم
في معتد بما صححه السراج وطول في شرحه عن
كلام البدائع مع تناقضها صريح والبدائع ضعيف
فصر الله تعالى له في تحقيق هذا السلام من مسألة
مستقلة لفتها بعد ورود هذا السؤال و
اوضححت فيها السلام بتوفيق الملك
المستعمل.

اور سورہ حم السجدة میں وہ سجدہ احتیاط کے پیش نظر دوسری
آیت کے اختتام پر لازم کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں
تصریح ہے کیونکہ وجوب اپنے سبب کے بعد ہوتا ہے،
اگر کسی نے پہلی آیت کے بعد سجدہ کر لیا تو کافی نہیں ہوگا
کیونکہ یہ اسی کے سبب سے پہلے ہوگا اور اسی سے ظاہر
ہو گیا کہ سراج میں جو کچھ ہے وہ اس مذہب کے خلاف
ہے جس پر متون اور شروحات ہیں انتہی اقول ہم نے
اس پر غور کیا تو اسے حق پایا، باقی رہا معاملہ تمہارے
اس قول کا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف التوہید محل ظاہر
ہی نہیں بلکہ قطعی طور پر متعین ہے جیسا کہ واضح ہے،
پھر علامہ شربلا کی پر تعجب ہے کہ انہوں نے متن میں اس
پر جزم کیا ہے جسے سراج نے صحیح قرار دیا اور شرح میں سلام
بدائع پر اعتماد کیا حالانکہ ان دونوں کے درمیان صراحت
مناکات ہے جہد ضعیف (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت
فرمائے) نے اس سوال کے بعد اس مسئلہ کی تحقیق پر
مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے
مقصد کو واضح کیا ہے۔ (د ت)

الحمد اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ جو دین ضرر نہیں اور بر تقدیر وجوب ترک محبوب اور مسیر
تصحیح یا ذب توہم، لہذا النسب بھی ہے کہ اسی مذہب صحیح پر کار بند ہو کہ شریعت کو کی سماعت و قرائت پر سجدہ
کر لیں اسی طرح ہر نظم و شعر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلمہ مقارنہ پڑھا جائے سجدہ واجب لائیں،
واللہ الموفق واعلم ان فی المسألة ثلثة
مذاهب اخراجلها ما فی الرقیات وهو
الوجوب باكثر الآیة مع حرف السجدة

مشی علیہ ماتون کالتبیین والخلاصة و
 الدار المختار و غیرها و لکن لیس یبدل
 بالتصحیح والباقیات اتزل درجۃ فلا یصرح
 علی شیئ منها فی مخالفة المتون و عامۃ
 المشروح وقد ذکرنا لکلام علی کل ذلک فی
 رسالت المدکوۃ بتوفیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجدہ اکثر آیت کے ساتھ پڑھ لیا تو اس پر سجدہ واجب
 ہو جائے گا اور اسی کو بعض مفسرین نے اختیار کیا
 مثلاً صاحب تبیین، خلاصہ اور در مختار وغیرہ، یہی
 اس کی تصریح نہیں کی اور بقید و درجہ کے لحاظ سے اتنے
 نیچے ہیں کہ وہ متون اور اکثر شروعات کے مقابل نہیں
 آسکتے، ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر اپنے
 مذکورہ رسالے میں تفسیر لکھ کر ہے۔ (ت) و اللہ
 تعالیٰ اعلم۔

منہ ۲۵ الملک انما ہر منورہ بارخ پختہ مر۔ صاحب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریفیت وقت تلاوت معاذ ادا کرے یا جس
 وقت پاس ہے؟ جینا تو جہد۱۔

الجواب

سجدہ مطلوبہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہوا۔ کا وجوب علی الفور ہے، یہاں تک کہ دو تہی آیت سے
 زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر مطلوبہ میں بھی الفصل و السلام ہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اٹھا رکھنے میں
 بھول پڑتی ہے وہی تاخیر اوقات (دیگر کئے میں آفات ہیں۔ ت) و لہذا علماء نے اس کی تاخیر کو مکروہ
 تنزیہی فرمایا مگر ناجائز نہیں،

فی الدار المختار میں ہی علی التراخی علی
 استخسار ویکرہ تاخیرھا تنزیہا، انت لم
 تکی صلوۃ فعلی الفور بصیرورتھا جزء منها
 فیما ثم بتاخیرها اہ صلیھا

در مختار میں ہے مختاریہ ہے کہ سجدہ تلاوت فی الفور
 لازم نہیں ہوتا اور اس کا موخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے
 بشرطیکہ وہ نماز میں لازم نہ ہوا ہو، اور اگر نماز میں
 لازم ہوا تو فی الفور لازم ہوگا کیونکہ اب وہ نماز کا حصہ
 بن جائیگا اب اس کی تاخیر سے گناہ ہوگا اہ مخلصات،

رد المحتار میں ہے،

تفسیر الفور عند مرطول المدۃ بیعت
 فی الفور کی تفسیر یہ ہے کہ تلاوت اور سجدہ کے درمیان

التلاوة والسجدة بقراءة اکثر من آيتين
او ثلاث عن ماسیاتی حنیة انتھی ، والله
دو پاتین آیات کی قرات کی مقدار کا فائدہ ہر جائے
جیسا کہ مختصر سب آرٹا ہے علیہ انتھی ، و اللہ
تعالی اعلم

مسئلہ از بریل محلہ ٹوکپور مسئلہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ الکبریہ
۲ جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرآن پڑھے فرضوں میں ، اور ضم و سورتوں کا پڑھا نہیں ،
اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے ، اور امام ہے اگر کو کوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا آیا
یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کر کے سجدہ کرے ؟ پھر کھڑا ہو کر رکوع کو سجدہ یا تین سجدہ کرے ؟ مطلع فرمائیے ۔
بینوا فوجروا ۔

الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فرار رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ تو
ادا ہو گیا مگر جو مقتدیوں نے نیت نہ کی اُن کا سجدہ ایک مذہب علماء پر لازم ہوگا۔
اعنی عند من لا یتجسروا فیما ہوہ بدیۃ میری مراد وہ علماء ہیں جو امام کی نیت کو مقتدی کے لئے
الامام و ہما قولان حکما ہما القہستانی ۔ کافی نہیں سمجھتے ، اور یہ دو قول ہیں جنہیں قہستانی نے
نقل کیا ہے (ت)

نزدہ آپ جہاں سجدہ کر سکیں گے التمام خلاف الامام (کیونکہ اس میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہے ۔ ت) نہ
سجدہ نماز انہیں سجدہ تلاوت ہے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لکن لہذا نواھا الامام
فی رکوعہ تعین لہا افاقۃ قالہ ش (کیونکہ جب امام نے اس کی ادائیگی کی رکوع میں نیت کی تو وہی اس کے لئے
متعین ہو گیا اسے) نے بیان کیا اور ش نے نقل کیا ۔ ت) بلکہ اس کی سبیل ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت
کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما تقرہ فی حقہ (جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شد ہے) تو فرض ہوگا کہ قعدہ
کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی۔

فی السدر المختار عن القنیۃ لو خواھا فہ
مکونہ ولہینہا المؤمن لہ تجسزہ و درختار میں قنیہ سے ہے اگر امام نے سجدہ تلاوت کی
نیت رکوع میں کر لی اور مقتدی نے نیت نہیں کی تو

یسجد اذا سجد الامام ولعیید القعدة ولو
تذکرها فسدت صلوته۔

مقتدی کے لئے کافی نہ ہوگا، لہذا جب امام سلام کہے
تو مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کو ٹھاسے، اور اگر
مقتدی نے سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کی نماز غاسقہ
ہو جائے گی۔ (ت)

جب یہ وقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ نہایت میں رکوع نماز سے سجدہ تکوین ادا کر لینا مقتدیوں کو
فقتے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہئے۔

فی رد المحتار ینبغی للامام ان لا یسویہ فی
الركوع۔

اور اگر یہ کہ سجدت ختم کر کے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معارف رکوع میں چلا جائے تو
سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجدہ تلاوت و رکوع میں فصل نہ کیا۔

فی مرقا الفلاح لو رکع بموجود قیامہ
منہا کس۔

پس اگر تلاوت کے لئے سجدہ مستعد ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت
مستفسر میں سورۃ قدر یا تلاوت و النجم میں سورۃ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں
اگرچہ ایک رکعت میں دو سورتوں سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک ادنیٰ، مگر سورتوں میں فصل نہ ہونا مکروہ نہیں،
شروع صغیر میں ہے،

لو جمع بین السورتین فی رکعة واحدة الاولى
ان لا یفعل فی الفرض ولو فعل لا یکرہ الا ان
یتزلزل بینہما سورۃ ادا حکش۔

اگر دو سورتیں ایک رکعت میں جمع کر لیں اور بہتر یہ ہے
کہ فرائض میں ایسا نہ کیا جائے اور اگر ایسا کر بھی لیا تو
کراہت نہیں مگر اس صورت میں جب ان کے درمیان
ایک سورۃ یا اکثر سورت ہوں۔ (ت)

۱۰۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب سجود التلاوة	سہ در مختار
۵۴۰/۱	مصطفیٰ البانی مصر	۔	سہ رد المحتار
۲۶۳	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تہجدت کتب کراچی	باب سجود التلاوة	سہ مرقا الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی
۲۵۶	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	تتمات قیامہ فصل	سہ صغیر شرح غنیہ لمصل

بخلاف بعد جود تلاوت جو فصل رکعت میں جانے کے کر یہ مجروح ہے کما قد هنا (جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کر دیا۔ ت) تو اس کے دفع کو اسے گوارا کیا جائے گا۔ مراقی العلام میں ہے،

اذا كانت آخر تلاوته ینبغی ان یقرأ دو ایتین جب یہ آخری تلاوت ہو تو سجدہ تلاوت سے قیام کے من سورۃ احقری بعد قیامہ عنہا حتی بعد قرائت مناسب ہے اگرچہ وہ کسی دوسری سورت لا ینصیر بانیا للركوع علی السجود کی آیات ہوں تاکہ رکعت کی سجدہ پر بنا رکھے والا نہ ہو جائے۔

ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سب سے بہتر و خوشتر اور ہر خدشہ سے سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستفسر میں تلاوت کے لئے مستقل سجدہ اصلہ کرے بعد آیتہ بدہ پڑھ لے متاخر کارکوع بجالائے اور اس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر قمر کے بعد فرما کر کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اس میں نیت سجدہ کرے اب۔ کوئی قباحت یا کراہت یا تغیر فیضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ وقت آئی اگرچہ انہوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی ہو سجدہ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اس سے سجدہ تادم خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔

فی سجدۃ المحتد ولو رکع وسجد لہا افسد روا لہما میں ہے اگر امام نے نماز کا رکوع اور سجدہ فوراً کر لیا تو مقتدی کا سجدہ تلاوت بلا نیت امام کی اتباع میں سجدہ کے ساتھ ادا ہو جائے گا جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا کہ سجدہ تلاوت فوراً سجدہ نماز سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ وان لم یمنو

و رہیں سے طارکہ اس محمود و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا، اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اظفان قرائت اسی طریقہ کو مطلقاً فصل نمہ اتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع و سجود کر لے تاکہ تلاوت کے لئے بعد اسجد سے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہاں کو اکثر القیاس ہو جاتا ہے۔ مراقی العلام میں ہے،

ینبغی ذلك للامام مع کثرة القوم او حسان کوئی کثرت اور مخالفت حال میں امام کے لئے یہی المنہ لہذا حتی لا یؤدی الی المتخلیط۔ مناسب ہے تاکہ اختلاط کا سبب نہ بنے۔ (ت)

لہ مراقی العلام مع حاشیۃ الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۲
لہ رد المحتار "مصلحہ البانی مصر" ۵۷۱/۱
لہ مراقی العلام مع حاشیۃ الطحاوی "نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی" ص ۲۶۲

علامہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

ای ولا یجعل لہا ذکوعا وسجودا مستقلا
یعنی امام سجدہ تلاوت کے لئے مستقل رکوع و سجود
نحوہ الفساد من غیرہ

میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی مضور ہوں گے ، اب ہمارے
زمانہ میں کہ عوام لوگ حرام ہی حرام ہیں کثرت و قلت سب یکساں تو سجدہ مستقل سے مطلقاً یہی صورت انفسہ
اولیٰ ، مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے جوت وہی لوگ ہیں جو اپنی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس
قدر ضروری اور کھنچا ہے کہ یہ صورت اسی حالت میں ہی پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نمازیں ویرانگی
فرما جائیں ، ورنہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہرگز نہ خاص مستقل سجدہ سے
ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ ، درغبار میں ہے ،

ان لم تکن صلویۃ فعلی الفور لصیور رہا
جزا منہ فیما نہ بت خیر ہائے
نماز میں لازم آئے والا سجدہ اگر علیہ نہ کی تو فی الفور
رکوع و سجدہ کرے کیونکہ یہ سجدہ نماز ہونے کی وجہ
سے فی الفور واجب ہوتا ہے تاخیر کے وجہ سے آدمی گنہگار ہوتا ہے (ت)
روا مختار میں ہے :

فلو انقطع الفور لاید لہ من سجود غص
یہ امام فی حرمة الصلوۃ وحلہ فی
بہدائم باہر صارت دینا والدین یقصی
بمالہ لا ید علیہ والکوع والسجود علیہ
فلو یثادی بہ الدین کم

اگر فی الفور نہ ہوا تو انگ سجدہ تلاوت کرنا لازم ہوگا
جب تک نماز حرمت نماز میں ہے اور اس کی
علت بدلنے میں یہ بیان ہوتی ہے سجدہ تلاوت
قرض ہے اور قرض اس سے ادا ہوگا تا اس کا
اپنا حق ہے نہ کہ اس سے جس پر خود لازم ہے اور
رکوع و سجود تو نماز پر لازم ہیں ہذا ان سے دین کیسے
ادا ہو سکتا ہے (ت)

اُسی میں ہے :

ان فالتو لا یصح ان یرکع لہ ولو
عن حاشیۃ الطحاوی علی مرقاۃ الفلاح باب سجود التلاوة
مطبوعہ فورمخبر کاخانہ تجارت کتب کراچی ۲۶۲
مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۵/۱
مطبوعہ ابوالہادی مصر ۵۷/۱

باب سجود التلاوة
باب سجود التلاوة
باب سجود التلاوة

مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی
مطبوعہ ابوالہادی مصر

فی حرمۃ الصلوۃ یدافع ای فلا ید من سجود
 من یبطل الخ۔ واللہ شہدہ وتعالی اعلم
 وعلیہ جیل مجدۃ انہوا حکم۔

مسئلہ ۱۲۵۲ مسئلہ فراب سلطان احمد خاں صاحب بریلی

بڑے بھی اس کے لئے رکعت نہیں کیا جاسکتا بدائع
 یعنی اب اس کے لئے انگ مستقل سجدہ کرنا ہوگا الخ
 واللہ شہدہ وتعالی اعلم وعلیہ جیل مجدۃ انہوا حکم (دستا)

(سوال منطوم)

عالمی شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
 اگر کسی نے ترجمہ سجدہ آیت کی پڑھا
 اور ہوں سجدہ سے تلاوت کے ادا کرنے جیسے
 پس سجدہ وشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب!

وہیں اب اس کا برائے حق جیسے وہ خوشحال
 تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
 پھر ادا کرنے سے اُن سجدوں کے پہلے وہ سجدہ
 چاہئے ہے آپ کو دینا جواب با صواب

الجواب منطوم

ترجمہ بھی اصل یہاں ہے وچہ سجدہ بالیقین
 آیت سجدہ سننی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
 ترجمہ میں اس زبان کا جانا بھی چاہئے
 تاکہ میں دہر تر صادق ہو سننا قرآن کو
 ہے یہی مذہب بہ یطقی علیہا لا غیۃ
 سجدہ کا ضیہ نہیں اشتباہ میں تصریح کی
 کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت برت
 یعنی اس کا شروع میں کوئی بدل ٹھہر نہیں
 یہ نہیں معنی کہ جائز ہے یا بیکار ہے
 قُدُّہ اَخَذَ اَمِنْ التَّغْوِیْلِ فِی اَمْرِ الصَّلٰوۃ

فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں
 اب زبان کے نہ کے سجدہ واجب ہو گیا
 نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی ہے
 ورنہ اک مروج ہوا تھی ٹھوٹھی جرجانی کو
 شامی از قیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد
 میر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
 خیر گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبروت
 جز ادا یا تو بہ وقت مجز کچہ چارہ نہیں
 آخر اک نیک ہے نیکی ماحی اوزار ہے
 وَهُوَ یَحْتَضِرُ حَظَّ هَرٍّ وَالْعِلْمُ حَقٌّ لَا لِله

مسئلہ ۱۲۵۳ امانت علی شاہ قصبہ فراب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان شریف ۱۳۴۱ھ

(۱) اگر بے ضرورت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے؟ کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی
 یا اگر کسی طرح سے؟ بینوا تو سجدہ

(۲) اگر بادِ منہ سے پرتلاوت کرتا ہو اور کلام مجیدہ سلسلے رکھا ہو اس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجیدہ علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہئے یا اور کسی طرح سے اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا؟ بینوا تو سجدہ

الجواب

(۱) بعد کو بھی سجدہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسا اس وقت کیا جاتا، یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ بھرپور واجب ہوا اُسے ادا کرتا ہوں، یہ سمجھ کر اللہ اکبر کرتا ہوں، اگلے سلسلے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے، اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس مسئلے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو بلکہ قرآنِ عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۵
۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے یہی آیت سے زیادہ دیر لگانا ناگوار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب صلوٰۃ المسافر (مسافر کی نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۲۵۱ غلیل پور تحصیل گنڈر اسٹیشن پر ابو شکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب
۱۴ جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بہت قریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہو گا، اور اصل مقام سے ۳۰ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۲۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصل مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۲۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہو گا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل نماز کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب دیا واپسی ڈاک ارشاد ہو منزل وٹنس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلامہ و خیر و حتامہ۔

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالت سفر نہیں مگر چہ کہس میں شو کوس کا فاصلہ ہو جائے، یونہی اگر اس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک آکر ٹپٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصد نہیں ہاں اگر جانے خواہ آنے کسی محل اقامت سے ہاتھ من ایسی جگہ

باب صلوٰۃ المسافر (مسافر کی نماز کا بیان)

۱۲۵۶ھ غلیل پر تحصیل گنور اسٹیشن پر الہ شکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مدرسہ عظیم اللہ خان صاحب
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ

جنہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے، دو ماہ دورہ ہو گا، اور اصلی مقام سے ۴۰ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۲۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہو گا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل نماز کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ ابھال یا اطلاق رہا ہو تو اُس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب دہاپسی ڈاک ارشاد ہو منزل وٹنس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی، اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر وخت مر۔

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالت سفر نہیں اگرچہ پس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے، یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کیے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک اگر ٹپٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جاسے خواہ آنے کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ

اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شری کے لئے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور تھا فقید الاسفار قاطبة و بینہ فبخراتہ المفتین وغیرہا (جیسا کہ اس پر جہازات کتبہ شاہ عادل ہیں اور اسے طرائق المفتین وغیرہ میں بیسان کیا ہے۔ ت) ماور قصد مراد قصد فی الحال مستقیم فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں

کما یدل علیہ تعبیر جمیعہ بالفظۃ الحال فیہد المسافر من جاوز عمارا موطئہ فاصدا صیوۃ ثلاثہ ایاہ

جیسے کہ تمام فقہاء کا لفظ حال سے تعبیر کرنا اس پر والی ہے لہذا مسافر کی تعریف یوں کی گئی ہے ہر وہ شخص جو تین دن کے سفر کے ارادے سے اپنی آبادی سے کل جائے

نہ قصدی نہ مستقبل کہ بالا جماع کافی نہیں

کسی شخص کا قصد اقربۃ قریبۃ ومن نیتہ ان یشق بعدہا سفر الی بلد بعید فانہ لایکوی فی مسیرہ الیہا مسافرا قطعاً۔

مثلاً وہ شخص جو کسی قریبی قریہ کے ارادے سے نکلا اور اس کی نیت یہ تھی کہ اس قریہ کے بعد وہ کسی بعید شہر کا سفر کرے گا تو اب وہ اس نکتے میں قطعاً مسافر نہ ہوگا۔

اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہو جاتی ہے کہ غایت ماہی غایۃ لہ (غایت) جس کے لئے غایت یہ رہی ہوئی ہے۔ ت) سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لئے بعد وہ جوقاً نہیں تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخرہ قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول تخیل ہو، و ہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص طے نازل کے گا میں فلاں جگہ جاتا تھا کہ وہ طے یا جاتے میں اس سے طاقات ہوتی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایت مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی بہتند و بعد معین و خہائے معین میں کہ اُن کا تین اس کے شخص کو لغت سے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولیٰ ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہر توفی امال و الاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج لما فی امری ہر اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیز اور دل میں کہیں جاسے گا خیال اور چیز، ثانی قصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لئے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہو جائے گی اس پر دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بعضہ ماخری کہ معلوم ہو جائے احرام باندھے، میقات سے تجاوز اسے حرام ہے، اگر حلت سے چاہے تو علما فرماتے ہیں جلد یہ ہے کہ میں الحرم والیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اس کے اہل سے ملے ہو جائے گا اور اب تک معلوم کہ جائداد اہل میقات سے ہو گا نہ کہ گھر سے، تو اب اس کی میقات نسک کے لئے ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے،

دخل فی البستان ای مکانا من الحلال اگر غیر کی کسی حاجت کی وجہ سے بستان (میقات) کے

داخل الميقات الى جة قصد بها ونية مسدا
 لا قاهة ليست بشروط علم المذهب
 له دخول مكة غير محرم ووقته الميقاتي
 ولا شيء عليه لانه التحق باهله وهذه حيلة
 لا فاق يريد دخول مكة بلا احرام
 غير مكى کے لئے جلد ہے جو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (ت)
 نیز اسی میں قبل فصل احرام ہے :

لو قصد موضعاً من المحل للخص وحده حل
 له في وزته ملا احرام فاذا حل به التحقق
 به هذه حل دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة
 لمريد ذلك الا لما مور بالحب للمخالفة
 بغیر احرام کے کرے البتہ اگرچہ فرض کا ارادہ ہو پھر جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں اسکا ہم شرع کی مخالفت
 لازم آئے گی۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے :

قصد موضع من المحل اي قصد اولى كما ا
 قصد لصيغ او شراء وانه اذا اخرج منه
 يد حل مكة ثانياً
 بکوالرائی میں ہے :

لانه لم يقصد اولا دخول مكة و انما قصد
 البستان ، قالوا وهذه حيلة الا فاق اذا
 اراد ان يدخل مكة بغیر احرام

۱۸۰/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	باب الجنایات	سہ در مختار
۱۹۲/۱	" " "	کتاب الحج	سہ "
۱۹۴/۲	مصطفیٰ ابوبانی مصر	"	سہ رد المحتار

ہونے کا ارادہ رکھتا ہو پس وہ مثلاً خلیص میں داخل ہونے کی نیت کرے تو اس کے لئے بغیر احرام رابغ سے گزرنا جائز ہے جو شامی اور مصری لوگوں کا مہیقات اور تحفہ کے مقابل ہے الخ (ت)

فیقول ین دخل خلیصاً مثلاً فله مجاوزة
سایغ الذی هو میقات الشامی والمصری
المعادى للبحرۃ الخ۔

اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے :

الافاقی اذا قصد موضعاً من الحل تخلیص
یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محصر
وہی الحیلة لمن اراد ان یدخل مکة
بغیر حرام ینفی ان لا تجوز ہذہ الحیلة
لما مور بالحدیث لانه حیثئذ لم یکم
سفرہ للحدیث۔

اشبہاء میں ہے :

اذا اراد الافاقی دخول مکة بغیر احرام من
المیقات قصد مکاناً اخره اخل المواقیت
کبستان ہی حاصر۔

وغیرہ و ہندیہ میں ہے :

الحیلة للافاقی اذا اراد دخول مکة من غیر
احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکة
وانما یقصد مکاناً اخره واء المیقات حاصر
الحدود نحو بستان ہی عامر ثم اذا وصل ذلک
الموضع یدخل مکة بغیر احرام۔ (مختصاً)

آفاق جب محل میں خلیص وغیرہ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے اور یہ ہر شخص کے لئے حیل ہے جو میقات سے مکہ بغیر احرام جانا چاہتا ہو لیکن یہ حیل اس شخص کے لئے جائز نہیں جس پر حج فرض ہے کیونکہ اس کا سفر حج رہے گا۔ (ت)

اگر کوئی غیر مکہ بغیر احرام داخل ہو چاہتا ہے تو وہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے مثلاً بنی حاص مر کے بستان۔ (ت)

اس آفاق کے لئے جو دخول مکہ بغیر احرام کے چاہتا ہے حیل یہ ہے کہ وہ دخول مکہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے جو خارج حد ہو مثلاً بنو عامر کے بستان تو جب وہاں پہنچ جائے تو اب مکہ میں بغیر احرام داخل ہو جائے۔ (ت)

لہ بحر الرائق باب مجاوزة المیقات بغیر احرام

کتاب الحج

لہ الاشبہاء والنظار افقانی مسیح الاشہاء والنظار مطبوعہ ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲۹۳/۲

کے فتاویٰ ہندیہ کتاب الحیل الفصل الخامس فی الحج - نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۳/۶

مسک متقطعیں ہیں۔

ذكر العقهاء في حيلة دخول المحرم بعير
احرام ان يقصد بستان بني عامر ثم يدخل
حكة فالوجه في الجملة ان يقصد البستان
قصد اولي ولا يضرك قصد دخول المحرم
بعد قصد اخضيا او عامر فنيا كما ان قصد
هدى حدة لبيع وشراء ولا يكون في خاطره
انه اذا فرغ منه ان يدخل حكة ثانيا بخلاف
من جاء من الهند مثلا بقصد الحبوب
اولا وانه يقصد دخول حدة تبعا ولسو
قصد بيعها وشراء تلك النقول باختصار

فقہائے بغیر احرام، حرم میں داخل ہونے کے لئے یہ حیلہ
بیان کیا ہے کہ وہ شخص بستان بنی عامر کا ارادہ کرے
پھر وہاں سے حرم میں داخل ہو جائے اور فی الجملہ وہ
یہ ہے کہ اس نے اولاً بستان کا ارادہ کیا تھا تو اس کے
بعد حرم میں داخل ہونا غرض اور عارضی ہونے کی وجہ سے
نقصان دہ نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہندی شخص اولاً بیع وشر
کے لئے جدہ کی نیت کر کے آیا ہے اور ذہن میں تھا کہ
قارغ ہو کر ثانیاً مکہ چلا جائے گا بخلاف اس شخص کے
جو ہندوستان سے اولاً حج کے ارادے سے آیا ہے
اور وہ جدہ میں دخول کا ارادہ بنا رکھتا ہے اگرچہ وہ
بیع وشر کا ارادہ رکھتا ہو اور انحصار کے ساتھ بقول ختم
ہو گئیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جب اس کی نیت عارضی ہو تو حرم سے دل کا خیال ہرگز غمتی نہ ہوا
ولہذا علماء اسے بلفظ حیلہ تعبیر اور خود ارادہ دخول مگر بغیر احرام سے تعبیر فرماتے ہیں اگر قصد مکہ غمتی ہو جائے تو ان جہات
کا اصل کوئی عمل نہ تھا، بلکہ یہ ہوا کہ قصد مکہ مقارن مال واستقبال رہا، قصد اول جدہ کے لئے قرار پایا جیسا کہ ہرگز راقی
وہ المثل وشرح باب سے گزرا، اسی بنا پر علماء نے کرام نے مجاہدہ تہ میتات بلا احرام کا ذکر فرمایا حالانکہ خیال مکہ
یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دو نہایات مختلفہ مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولی ہے
اور ثانیہ کے لئے وہی مال واستقبال کا خیال جیسا کہ جہات مولانا علی قاری ویکون فی خاطره انہ اذا
فرغ منه الا یدخل حكة ثانياً (اس کے ذہن میں ہو کر وہ قارغ ہو کر ثانیاً مکہ چلا جائے گا۔ ت) اسے روشن
کر دیا یہ قصد حقیقتہً قصد بالفعل نہیں ولہذا اسی کو ذخیرہ وپہندی میں با آنکہ شروع تعبیر مسقط بلفظ ارادہ دخول
حكة من غیر احرام (بغیر احرام دخول مکہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ ت) بلفظ انہ لا يقصد دخول حكة

سلك المسك المتقطعی فی المنسك المتوسط مع ارشاد الساری، فصل فی مجاہدۃ المیتا بغیر احرام، مطبوعہ الکتاب العربیہ ص
۶۱

(دخول مکہ کا ارادہ نہ کر سہ - ت) تعبیر فرمایا۔

وبهذا التحقيق الشريعة الفاضلة على قلب
المبدأ المصنوعة من فيض الفتاح العليم
التعبير اللطيف والله الحمد طاح وزاح ما كانت
يودع عن هذا الاحتيال من الاشكال الذي
اضطربت فيه الاقوال وكثر فيه القيسل و
القال واختص في حله افهام الرجال وكانت
اقرب من جنة الى ما جنت اليه العلامة
القاري لجنى الافعال ولقد احسن اذا
استشكل بتطافر الصا على ذكر هذه الحيلة
كلام للباب الموهوم لاختصاص المسألة
بمن حدث له قصد مكة بعد دخول البستان
ولم يكن في خاطره دخول الحرم من قبل اصلا
وحسن العلامة الفاضل الشافعي في
مراد المحقق ومنحة الخلق فاستشعر كل
بظاهر الباب ما تفرقت عليه كلمات الائمة
اولى الالباب وبما وفقنا المولى سبحانه وتعالى
ظهورا من لا صعوبة ولا اشكال وان لا مخالفة
لنفي قصد الحرم مطلقا او قصد اوليا او
حصر القصد في المكان مع الاحتيال لمن
يريد الحرم بلا احرام والحمد لله على اياته
الغرائب والاهيابة المرام۔

اس مبارک تحقیق (جو اس میرضیعت کے دل میں فتاح
علیم، تجرید اور لطیف ذہانت اللہ سے فیض کے طور پر
فرمائی) سے لہذا الحمد اس جملہ پر وارد ہونے والا وہ اعتراف
وہ ہو گیا جس میں اقوال مضطرب اور کثرت قیل و قال تھی
اور احسن کے جواب میں لوگوں کے ذہن مختلف تھے اور
جس کی عزت میرزا بن گیا اس کے قریب تر
علی قاری ہیں اور انہوں نے باب میں نہایت ہی آسانی
جب کثرت کے ساتھ جملہ بیان کرنے والے علماء کلام
اشکال ظاہر کیا کہ باب کے کلام یہ وہم تھے کہ یہ کلام کسی شخص کیلئے
سہ ہے جو دخول بستان کے بعد دخول مکہ کا شوق ہو
اور اس سے پہلے دخول حرم کا قطع اس کے ذہن
میں نہ تھا، علامہ شافعی نے رد المحتار اور فتح الخالق میں
اس کا عکس کیا تو باب کی ظاہر حدیث سے اندر کے لغوی کلام
پر اشکال پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی توفیق و مہربانی
واضح ہو گیا کہ اس میں کوئی صورت اور اشکال نہیں
اور کوئی مخالفت نہیں خواہ حرم کا قصد
بالکل نہ ہو یا قصد اولیٰ نہ ہو یا قصد بستان کا
ہی ہو، اس کے لئے جو حیلہ کے ساتھ
حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا چاہتا
ہو صواب کے ظہور اور مقصد کے حصول پر
اللہ تعالیٰ کی مدد۔ (ت)

جب توفیق اللہ تعالیٰ یہ مقدمات محمد ہونے علم مسئلہ واضح و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے
خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے قریبی منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر
اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی تبت رکھے۔

کما ان دہ المولیٰ علی القاری بقولہ بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج والاکلا
 جیسا کہ قول قاری نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا
 بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے قصد ہولی کے

ساقیج کے لئے آیا (۱۷۵)

مگر غالباً وہ کہ یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصد اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا نہ خاص اُس کے قصد پر
 چلتا بلکہ سبب مراضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصد بالذات ہوتا ہے تو اگر چہ باعث میر لانا عجیب ہے مگر
 ہر مقصد و اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو ہاتھ جو سہ قصد قاری اسی کے لئے ہے اور قصد بعید صرف
 بمعنی خیال و امانہ کمال تو جب کسی موضع سے دوسرے تک مسیرت سفر نہیں اصلاً کوئی یہ بقصد مسیرت سفر متحقق نہ ہوتی
 ہاں وہ چند قصوں سے چند سیر ہی ہیں جن کا جو مسیرت سفر سے زائد سہی آفرز دیکھا کہ علامہ بکر صاحب بکر رحمہ اللہ نے
 نے مامور بالبحر کے لئے داخل مکر بغیر احرام میں اُس جیل کا جو ازہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے ہستان بنی ٹر
 جاتا ہوں پھر وہاں سے مکر معرچوں گا تو اُس کا یہ سفر حج کے لئے نہ ہوا معلوم ہوا کہ مقصد میر وہی مقصد اولی ہوتا
 ہے ولس، و لہذا ذخیرہ و ہندیہ میں ان لا یقصد حکۃ (وہ کہ کا ارادہ نہ کرے۔ ت) فرمایا تھا تو روشنی ہوا کہ بالکل
 مسیرت سفر کی دوری پر مانے کا خیال میر بقصد مسیرت سفر نہیں اور موجب سفر شرعی یہی تھی کہ متحقق نہ ہوتی۔

وہ تبیین و لہذا الحمد ان ما ذکر المولى
 الفاخذ برہیم الحبیب فی اغنیۃ بما نصہ
 قدیفہم من لقمین بالحبیۃ فی اول مسند
 البتہ ان الحقیقۃ والسلطان کثیرہ فی الہ
 نوی السہر یعبیر مساعیر ویقصر فقیہ ہذا
 اد لویکن فی ولایتہ ، اما ان طاف فی ولایتہ
 فلا یقصر والاصح انہ لا فرق لما یقصد
 من فعل النہی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 والخفاء الرشدین انہم قہودوا
 حیث سافروا من المدینۃ الی
 حکۃ وغیر ذلک ، و مراد من قال
 لہ الحمد اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فاضل ابراہیم علی
 نے غنیہ میں یہ جو کہا کہ مسئلہ تبع کی ابتداء میں غلیفہ کہ مثال
 بنانے سے کچھ آ رہا ہے کہ اس معاملہ (کہ جب وہ سفر
 کی نیت کرے تو وہ مسافر ہو جاتا ہے اور قصر کر سکتا ہے
 میں غلیفہ اور سلطان دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں کہا
 گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنی ولایت میں
 نہ ہو اور اگر اپنی ولایت میں دودہ کر رہا ہو تو پھر قصر
 نہ کرے ، اور اصح یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں کیونکہ پیچھے
 گزرا کر ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب یہ نہ سے مکہ وغیرہ کا سفر فرماتے
 تو نماز میں قصر کرتے ، اور میں نے کہا کہ جب غلیفہ اپنی

ولایت میں دورہ کرے تو قصور ذکر ہے اس کی مراد وہی ہے جس کی تصریح حافظ الدین البزازی نے اپنے فتاویٰ میں کی کہ جب خلیفہ رعیت کے احوال کی خبر کے لئے نکلے اور حصول مقصود کے بعد واپس لوٹے لیکن اس نے سفر کی میت نہ کی کہ ————— وہ رجوع میں قصور کر سکتا تھا بشرطیکہ ذہب سفر ہو اور اس شخص کا اعتبار ختم کیا جائے یا جس نے علت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام ولایت خلیفہ کے لئے اپنے شہر کی طرح ہے کیونکہ یہ علت نص کے مقابل ہے اور پھر ائمہ شیعہ میں سے کسی سے بھی یہ مروی نہیں ہے لہذا یہ بات قابلِ مباحثہ نہیں اور جو روایت مذکورہ عبارت "خلیفہ نے حصول مقصود کے بعد رجوع کا ارادہ کیا" کو بزازی نے اس مسئلہ کے علاوہ کے تحت ذکر کیا ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام خلیفہ، امیر اور مقتضب دورہ کریں تاکہ لوگوں کے احوال کا علم ہو اور حصول مقصود کے بعد رجوع کریں لیکن وہ سفر قصور کا ارادہ نہ کریں تو وہ پوری نماز ادا کریں گے یہ تمام اس کے مسافری نہیں جو ہم نے مراد لیا کیونکہ شیخ حلی کا مقصود (جیسا کہ ان کے سیاق کلام سے واضح ہے) اس شخص کا رہے جس نے کہا کہ خلیفہ اپنی ولایت میں مسافر نہیں ہو سکتا خواہ وہ مسافت سفر کا ارادہ کرے اور یہ امر واضح طور پر باطل ہے باقی ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر مسافت سفر

اذا طاف في ولايته لا يقصر هو ما صرح به حافظ الدین البزازی في فتاویہ انه اذا خرج لتفحص احوال الرعية و قصد الرجوع متى حصل مقصوده و لم يقصد مسيرة سفر حتى انه في الرجوع يقصر لو كانت من صدق سفر ولا اعتبار بمن عدل بامت جسيم، لولاية بمنزلة مصر، و قد خذنا لتبيل في مقابلة النص مع عدم الرواية عن احمد من الأئمة الثلاثة فلا يستلزم فمعلوم ما ذكر من قصد الرجوع متى حصل مقصوده انما ذكره البزازی في مسألة اخرى غير التي نقلت عنها وهي ما قال بعد ها و كذا الامام و الخليفة و الامير و الكاشف ليفحص الرعية و قصد كل رجوع متى حصل مقصوده و لم يقصد و مسيرة سفر قصر أمموا. الخ لا يثبت ما نحن نريد في شيء فانما مقصود حجب هو صريح سوق كلامه الرد عن من تراهم انت الخليفة لا يصير مسافرا في ولايته و انت قصد مسيرة سفر و هو امر بين البطلان اما ما نحن فيه فقد بينا انه لا يقصد

فیه قصد مسیرة سفر فہذا علیہ لا یخالف
فیه المحسن ولا احد فلا یخالف علی ما افادہ
المحقق علی الاطلاق فی الفتح والامام
الیزازی فی فتاویہ والعلاۃ ابن الساعاتی
فی الاختیار والامام ابن الساعاتی فی
الخزانة ولله الحمد علی حسن الابانة حکمنا
ینبغی التحقیق عند تعالی ولی التوفیق.

کا ارادہ کرنا صادق نہیں آتا اور اس میں قطعی اور کوئی شخص
بھی اختلاف نہیں کر سکتا، پس محقق علی الاطلاق نے فتح،
امام یزازی نے فتاوی، علامہ ابن الساعاتی نے
اختیار اور امام ابن الساعاتی نے خزانہ میں
جو کہ اس پر آپ کوئی خیال نہیں رہی۔ اس
حسن وضاحت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، تحقیق اسی طرح
ہونی چاہیے اور توفیق کا، لک اللہ تعالیٰ ہے۔ (ت)

یہ تحقیق انیق کہ غیر مذکور فی رب قدیر ذکر کی مطلقاً بجزورت شامل ہے اگرچہ مقصود اصل قریب، مقصود اصل بعید کی او میں
واقع ہوا اور اس کی راہ سے بالکل جدا ہوا دورہ راہ جو میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً
اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ، ان میں کوئی ایک دورہ
سے مسیرت سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چھٹا
کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت یہ کی طرف متوجہ ہے یا یہ کہہتا ہے یہ کے قصد پر
چلا ہے، بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان نقطوں
پر ہوتا ہوا یہ کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقادیر مسیرت سفر کا نہ پایا گیا۔
بالجملہ یہ دورہ سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دور تک ہوں اب تک کہ
نمائیں پوری پڑھیں بہت بجا کیا۔



تنبیہ یہاں سے سیاحین دو اہم نکات کا حکم بھی واضح ہو گیا جن میں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر
پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بشہر قریہ بہ قریہ چند چند کس کے قاصدوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ
دھڑ دھڑ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے مسیرت سفر کا قصد اولیٰ نہ ہو مسافر
نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدر میں مصرعہ ارشاد ہوا
یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل، منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول
مفتی ب کے قریب تر ہے جسے تلخیص و محیط بر بانی و نہایہ و کنایہ شروع وایہ و خزانة العقیقین وغیرہ میں
علیہ الفتوی (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) کہہ کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے
ہیں، یہ قول اصل مذہب ظاہر الدایہ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر و شرح ہے کہ
نبہ علیہ العلامة اسمعیل مفق و مشق الشام کہ نقد فی صنعة الخاق (جیسا کہ مفتی دمشق شام

تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہو گا اس مقام دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہو گی اور اگر آباد میں بھی اس سبب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو۔

در مختار میں ہے کہ اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحجہ کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (برائے اقامت) درست نہیں کیونکہ اس نے نیت اور سعادت کی طرف انہی دونوں میں جانا ہے اس نیت اقامت کی طرح ہی ہے جو معتام قدامت نہ ہو اور منی سے لوٹ کر نیت کرنا درست ہے جیسا کہ ان دونوں میں سے ایک میں رات بسر کرنے کی نیت کرے اگر وہ مختار میں ہے کہ منقول یہ ہے کہ یہ مسئلہ امام عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ کے فقہ سیکھنے کا سبب بنا تھا ان کا اپنا بیان ہے کہ میں طلب حدیث میں مشغول تھا ذوالحجہ کے عشرہ میں میں مکہ گیا میرے ساتھ میرے دوست بھی تھے میں نے وہاں ایک ماہ اقامت کی نیت کی اور پوری نماز ادا کرنا شروع کر دی مجھے امام ابو حنیفہ کے ایک ساتھی نے انھوں نے کہا کہ تو نے خدا کیا ہے کیونکہ تو تو منی اور عرفات کی طرف چلا جائے گا پس جب میں منی سے لوٹا تو میرے ساتھی کو مکہ سے نکلنے کی حاجت پیش آگئی اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ رہوں تو میں نے نماز قصر شروع کر دی تو مجھے امام ابو حنیفہ کے ساتھی نے کہا تو نے غلط کیا کیونکہ تو مکہ میں مقیم ہے تو جب تو اس سے نکلے گا نہیں تو مسافر نہیں ہو سکتا، تو میں نے سوچا کہ میں نے

فی الدار المختار لو دخل الحاج مكة
يام لعشر لم تصح نيته لانه يخرج
الم مغف وعرفة فصار كنية
الاقامة في غير موضعها و بعد
عوده من منى تصح كنيته نوى
مبيتة باحد هاتين وقت
مما المختار قيل هذه المسألة
كانت سبب لفقه عيسى بن ابان و
ذلك انه كان مشغولا لطلب
الحديث قال فدخلت مكة في اقل
العشر من ذى الحجة مع صاحب
وعزمت على الإقامة شهرا فجعلت
اتم الصلاة فلقين بعض اصحاب
ابى حنيفة فقال لي اخطأت فانك
تخرج الى منى و عرفات فلما رجعت
من منى بدا الصاحب ان يخرج و
عزمت على ان اصاحبه و جعلت
قصر الصلاة فقال لي صاحب
ابى حنيفة اخطأت فانك
مقيم بمكة فما لم تخرج
منها لا تصير مسافرا فقلت

احداث في مسألة في موضعين فرحلت الى
مجلس محمد واشتعت بالفقہ قال في
البدائع وانما اوردنا هذه الحكاية ليعلم مبتدئ
العلم فيصير مبعثاً للطلب على طلبه او يجر
ويظهر من هذه الحكاية ان بينه الاقامة
لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود
خاصة بخبر يومها بلانية خسر لا يجوز
اشائها بخلاف ما قبل خروجه الى
عرفات لانه لما كانت حائراً ما على
الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصح
مقيماً ويحتمل ان يكون جدد نية
الاقامة بعد رجوعه وبهذا سقط ما اوردوه
العلامة القاري في شرح الغياب من ان
كان في كلام صاحب الامام تعارضاً حيث
حكموا لا بانته مسافرو ثاباً بانته مقيم مع
ان المسألة بحالها والمفهوم من المشوب
انه لو فري في احد هما نعت شهر صحيح فح
لا يصح خروجه الى عرفات اذ لا يشترط
كونه نصف شهر متوالياً بحيث لا يخرج
فيه ثم صلحها ووجه السقوط ان المتوالف
لا يشترط اذ لو يكن من عزمه الخروج الى
موضع حر لا نه يكون نادياً الاقامة في موضعين
نعم بعد رجوعه من منى صحت نية العزمه على

ایک مسد میں دو جگہ خطا کی ہے تو میں امام محمد کی خدمت
میں گیا اور فقہ سیکھنا شروع کی۔ پڑھتا تھا میں ہے کہ یہ
حکایت ہم نے اس لئے وارد کی ہے کہ علم کی قدر
معلوم ہو سکے اور طلباء کے لئے طلب علم کا
باعث بن سکے۔ اور بخیر۔ اس حکایت سے
واضح ہو گیا کہ ان کی نیت اقامت رجوع کے بعد نوٹ
جوئی کیونکہ یہ ایسے پندرہ دنوں کا قیام ہو گا جن کے
درمیان نیت رجوع نہیں بخلاف عرفات کی طرف
نکلنے سے پہلے کے، کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے
پہلے نکلے گا ارادہ ہے تو اب تعمیر نہیں ہو سکتا اور ممکن
ہے کہ انہوں نے رجوع کے بعد تجدید نیت کی ہے اس
سے وہ اعتراض ماقہا ہوتا ہے جو علامہ قاری نے
شرح الغیب میں اٹھایا کہ امام صاحب کے ساتھی کے
کلام میں تعارض ہے کیونکہ پہلے انہوں نے مسافر ہونے
کا حکم لگایا اور دوبارہ تعمیر کیا حالانکہ معاملہ اپنی جگہ پر تھا
متوں سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی
ایک میں نصف ماہ کی نیت ہو تو درست ہے تو اب
عرفات کی طرف نکلنا مضر نہیں کیونکہ نصف ماہ کا تسلسل
اس طرح ہونا شرط نہیں کہ اس میں خروج نہ ہوا اتنی
وجہ سقوط یہ ہے کہ تسلسل اس وقت شرط نہیں جب
آدمی کا عزم دوسری جگہ جانے کا نہ ہو کیونکہ اس وقت
وہ دو مقامات کی نیت کئے ہوئے ہے، ہاں منی سے
رجوع کے بعد نیت صحیح ہوگی کیونکہ اب ایک جگہ میں

الاقامة نصف شهر في مكان واحد والله تعالى اعلم
 قوله كما لو نوى مبيتا باحد هاتين
 دخل اولا الموضع الذي نوى المقام
 فيه نجاس الا يصير مقبلا وان دخل اولاً ما
 نوى المبيت فيه يصير مقبلاً ثم بالخروج الى
 الموضع الاخر لا يصير مسافراً لان موضع
 اقامة الرجل حيث يبيت به محبة الله
 وبه ظهر كل ما ذكرناه ، والله تعالى

نصف ما اقامت كالنوم ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم
 قوله " اس نے دو مقامات میں سے کسی ایک
 میں رات بسر کرنے کی نیت کی " پس اگر تو وہ شخص پہلے اس
 مقام پر گیا جس پر دن کو ٹھہرنا تھا تو وہ مقیم نہ ہوگا اور
 پہلے اس جگہ گیا جہاں رات ٹھہرنا تھا تو مقیم ہو جائیگا
 اس کے بعد دوسری جگہ کے ارادے سے مسافر نہیں
 ہے کیونکہ آدمی نے اقامت کا مقام ہوتا ہے جہاں وہ
 رات بسر کرتا ہے اور علیہ اس کے ساتھ وہ تمام واضح
 ہوگا جس کا ذکر ہم نے کیا ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ از قلم مسئلہ صلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام جنس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اس مقام
 تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوتی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں ؟

الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اس راہ میں جنس کوس پر ایک شہر ہے ، ارادہ یوں کیا کہ پہلے وہاں
 جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے
 تو قصر نہیں ، مکان سے جنس ہی کوس کے قصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے ،
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۹ھ از بریلی مسئلہ شیخ عبد العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دیں مسائل ذیل کے جواب میں ،

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے ؟

(۲) گے منزل پر قصر ہوگا ؟

(۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے ،

(۴) یہاں سے جیلپور ۸۰ کوس براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا؟

(۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بتوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دسے وہاں پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بدینوا توجروا

الجواب

(۱) حرف میں منزل پانچ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۷ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین شمس اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل پہ فرسخ اور دس فرسخ فرسنگ ہوتی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے۔

(۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے۔

(۴) ریل میں جانے تو قصر کرے ورنہ نہیں۔

(۵) جب دریاں سپر مسجد کر دیں بلکہ مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۴ از دہ تہ صلیح یعنی مال ڈاک خانہ کچا مسئلہ جبہ العزیز خان ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راتے
میں دونوں نے قیام کیا، ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی، اب وہ جبہ مشترک نماز قصری ادا کرے یا بھڑی
بدینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ ان دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُس کی نیت کا اعتبار ہے
لانہ ج یس ثابت الالہ و سیاتیک ما یضیہ۔ کیونکہ وہ جس کا ہے اُسی کا تابع ہوگا اور منقریب اس
پر غلبہ گفتگو آ رہی ہے۔ (د ت)

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت قربت بہ نوبت قرار پاتی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت
کرے اور دوسرے دن اُس کی، تو ہر ایک کی قربت میں اُس کی نیت پر عمل کرے یعنی جس دن خدمت کی باری ہو
غلام بھی اپنے آپ کو تعظیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی باری ہو اپنے آپ کو مسافر جانے، اور اگر باہم نوبت
نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من وجہ تعظیم اور من وجہ مسافر ہے قصر اصلاً ذکر ہے اس لحاظ سے
کہ اس کے ایک مولیٰ نے نیت اقامت کی اور قعدہ ادا کی بھی اپنے لو پر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے مولیٰ

کی نسبت سفر ہے اور اس کے حق میں انھیں یہ ہے کہ جہاں تک مل کے کسی مقیم کی اقتدار وقت میں کرے۔ در مختار میں ہے،

عہد مشترک بین مقیم و مسافر و مسافر انت
تہا یا قہر فی نوبۃ المسافر والا یفرض
علیہ القعود الاول ویستما احتیاط ولا
یأتم بمقیلہ اعملا و هو مما
یلفظہ
وہ ایک لحاظ سے مقیم اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر ہے) اور وہ کسی مقیم کے ساتھ اقتدار باطل نہ کرے۔ یہ
غلام کے مسائل میں سے ہے یہ مسئلہ ہے (ت)
رد المحتار میں ہے،

قوله ولا یأتم الخ فی شرح المنیۃ و علی
هذا فلا یجوز لہ الاقتداء بالمقیم
مطلقا فیسعد هذا الخ لا فی الوقت ولا
بعده ولا فی الشفع الاول ولا فی
الثانی ولعل وجہہ کما افادہ
شیخنا ان القعدۃ الاول فرض علیہ
ایضا الحاق لہ بالمسافر فاذا اقتدی
بمقیم یلزمہ اقتداء المسافر بالمتعل
فی حق بقعدۃ الاول
قوله (میں کہتا ہوں) شارح المنیۃ کے
قول اور اس بنا پر الخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطور
کر رہے۔

اقول لکن قول شامح المنیۃ و
عن هذا الخ یشہر منہ انہ تقریر من

عندہ عنی وحسبہ البحث والافعال الذی
 رأیتہ فی التاریخ نية عن المحجة انه ان
 لم یکن بالسیاہیة وهو فی اید یہم فکل
 حیلوة یصلیہا وحده یصلی اربعاً و
 یقعد علی سراسر رکعتین ویقرأ فی
 الاخرین وکذا اذا اقتدی بمسافر
 یصلی معہ رکعتین و فی قرآنہ فی
 الركعتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم
 فانه یصلی اربعاً بالاتفاق ثم ما فی
 مراد المحتسب .

فقیر کتاسہ:

فخر اللہ تعالیٰ نے رأیتی کتب علی ہا مش
 قوله فاذا اقتدی بمقیم یلزم الاقتداء
 بمقرض، ثم انصہ اقول ہذا ص
 نسبت احصلہ فانت المسافر من کل
 وجه القعدة الاولى فریضة علیہ
 من کل وجه و مع ذلك یجوز لہ
 الاقتداء بالمقیم اجب عا ولا یعد
 بذلک معتزلاً خلف متنہنل اذا
 اقتدی فی الوقت بل یقل امت فرضہ
 تحول بالقدوة س یا عیا فلم یتبق
 القعدة الاولى فریضة علیہ لمصادفة
 المعیر محلہ المقابل لہ نحت القصل

بحث یہ ان کی اپنی طرف سے تفریع ہے ورنہ میں نے جو
 تائید غائیہ میں حج کے حوالے سے دیکھا ہے اگر وہ باری پاری
 پابند نہیں اور وہ دونوں کے قبضہ میں ہے تو وہ
 ہر نماز تنہا چار رکعات اور کسے اور ہر دو کے بعد بیٹھے
 اور آخری دو رکعتوں میں قرات کرے اور اسی طرح
 جب کسی مسافر کی اقتداء کرے تو اس کے ساتھ دو
 رکعات اور کسے اور اس کے بعد دو رکعتوں میں قرات
 کرنے میں اختلاف ہے لیکن جب وہ کسی مقیم کی اقتداء
 کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں اور کسے گا درو المختار
 کی عبارت ختم ہوئی،

اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، مجھے یاد پڑتا ہے
 کہ میں نے ان کی اس عبارت جب اس نے کسی
 مقیم کی اقتداء کی تو فرض والے کی اقتداء لازم آئیگی
 پر ماسیہ تحریر کیا اقول یہ ایسی چیز ہے جس سے
 مجھے کو اتفاق نہیں ہو رہا، کیونکہ جو شخص ہر نماز سے
 مسافر ہے اس پر بھی قعدة اولیٰ ہر نماز سے فرض ہے
 حالانکہ وہ بالاتفاق مقیم کی اقتداء کر سکتا ہے جب
 وقت میں اور کسے تو اسے فرض والے کا نفل والے
 کی اقتداء کرنا شمار نہیں کیا جاتا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اقتداء
 کی وجہ سے اس پر فرض دو کے بجائے چار ہو گئے
 ہیں تو اب قعدة اولیٰ اس پر فرض نہیں رہا کیونکہ یہاں
 تبدیلی کے قابل محل میں تبدیلی پیدا کرنے والا پایا گیا ہے

بالسبب اعني الوقت بخلاف ما اذا اقتضى
بعد انقضائه فاذا كان هذا في حقه فليفت
بمعي ليس مسافرا من كل وجه ولا القعدة
فريضة عليه وجه واحد اهـ اي ينبغي ان
يؤصر ما اقتضى المقيم في الوقت مهما وجد
كي يخرج عن احتمال الاتمام في السفر اهـ
ما حررت له ولشدة وضوحه وثبوت الرواية
بل نقل الاتفاق على جواز اقتدائه بالمقيم
جزمت به فان كان هو بابا فمن رب الله و
ارجوان لا يكون الا اياه . والله تعالى اعلم
اختيار کیا ہے۔ پس اگر صواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ صواب ہی ہوگا۔ (نت)
مسئلہ ۱۲۶۵ بریلی محلہ منڈل خاں کی بزرگ ۲۹ ذی القعدة ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوں کے غاصیلے پر کسی
شہر میں طائر ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر حبسہ لگیا
اس آدھ رفت میں اُس کو نماز قصر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا تو جبروا

الجواب

جب وہاں سے بقصر وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اُس وقت سے جب تک اپنے
شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا
اگرچہ ایک ہی ساعت قصر کر سکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں، پھر جب وطن سے اُس
شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اُس وقت سے قصر واجب ہو گیا راستے بھر تو قصر کرے گا ہی، اور
اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آئے یا وہاں سے
اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ
ہے تو صرف راستے بھر قصر کرے جب اُس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جاتا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۶ از بریلی بحیث مسئلہ حبیب احمد صاحب رضوی برکاتی ۴۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو طائر ہے اور اُس کو آقا جب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ

کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اس ملازم پر نماز قصر ہے یا پوری؟ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زیادتی پر ہے یا عمرو؟
 رید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز کرنا چاہئے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو
 آٹھ روز میں دوسری جگہ منتقل کر دے، دوسرے جنگل ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ
 وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے۔ عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی
 جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وہ چاہے ایک روز میں بلائے اس حالت
 میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوتی، دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل ہیں اور
 ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں جہاں بیس کپڑے، نساں ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی
 اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پر ہوں) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ
 ان میں قول کس کا درست ہے؟

الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے برونہ تعالیٰ انکشاف مکمل ہو۔
 اول اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ خاصے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت مہیا ہوتا ہے، ہاں
 اگر آبادی سے کوسوں دوری ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی کڑی لینے والے، تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ مجھے
 ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لئے بن کی طرز معیشت ہی یہ ہو، جیسے سانچے۔ درختاں ہیں ہے۔
 اوینیوی اقامت نصف شہر بموضع صاف لکھا
 او قریۃ او صحراء دارنا وھومن اھل
 الاخبة۔
 ملگیری میں ہے۔

قال شمس الاثمۃ العلوانی عسکر المسلمین
 اذا قصدوا موضعاً ومعهم اخیتہم و
 غیاہم و فسطیطہم فنزلوا مقانۃ قہ
 لطریق ونصبوا الاخبۃ و الفسطیط و
 عزموا فیہا علی اقامۃ خمسۃ عشر
 شمس الاثمۃ العلوانی نے فرمایا کہ مسلمانوں کا لشکر اگر
 کسی جگہ جائے اور ان کے خیمے کا سامان ان کے
 ساتھ ہو، انھوں نے راہ میں جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور
 وہاں خیمے وغیرہ نصب کئے اور پندرہ دن ٹھہرنے
 کا ارادہ کر لیا تو وہ متعین ہوں گے

یومانی یصیروا مقیمین لانها حمولة ولیست
بہساکن کذا فی المحیط۔
کیونکہ وہ سامان اٹھانے والے ہیں وہاں ان کے
گھر نہیں محیط۔ (ت)

دوم نہرے جنگل میں کہ نیت اقامت صبح نہیں، مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ ہمیں منزل قطع کر چکا ہو،
اب کسی جنگل میں ۵ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں
بھی بیت اقامت صبح ہے، مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں
اقامت کی نیت کر لی مسافر نہ رہا نماز پوری پڑھے گا اگرچہ پین میں ہو۔ درمیان میں ہے،

صلی الفروض الدیالی رکعتیں حتی یدخل
موضع مقامہ ان ساس مدة السفر والا
فیتم بیجہ نية العود لعدم استحکام
السفر۔
(مسافر، اپنے مقام پر واپسی تک چار فرض کے
دو فرض ادا کرے اور بیت سفر ہو ورنہ محض رجوع کی
نیت سے پوری نماز ادا کرے کیونکہ سفر کا ثبات
نہ ہوا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

یوی بسو جمع صالح لہای ساس ثلثة ایام
والا فیتم ولو فی المغازرة والحاصل
ان سبب الاقامة قبل تمام المدة تكون
نقصا للسفر کنية العود الی بلدة و السفر
قبل استحکامہ یقبل لنقص آء مستقطا
اگر ایسی بگڑ نیت اقامت کی جو اقامت کی صالح حتی
بشرطیکہ تین دن کا سفر طے کیا ہو ورنہ پوری نماز
پڑھے اگرچہ جنگل میں ہو، حاصل یہ ہے کہ تمام مدت
سے پہلے اقامت کی نیت سفر کو ختم کر دیتی ہے جس
طرح اپنے شہر کی طرف لوٹنے کی نیت سے سفر ختم
ہو جائے جبکہ سفر اپنی مدت مکمل ہونے سے قبل کا اہم ہو سکے نہ مستقطا۔

معراج ابدیہ پیر علیگیر میں ہے،

و یوسر ثلثة ایام فغزمر علی الوجوع
ادوی الإقامة یصیر مقیم وان کانت فی
المعاصرة۔
جب تین دن کا سفر طے نہ کیا اور رجوع کا عزم کر لیا
یا اقامت کی نیت کر لی تو مقیم ہو جائے گا اگرچہ
جنگل میں ہو۔ (ت)

۱۳۹/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب الخامس فی صلوة المسافر	سکھ فتاویٰ ہندیہ
۱۰۷/۱	مطبع مجتہدی دہلی	باب صلوة المسافر	سکھ درمختار
۵۸۱/۱	مصطفیٰ البابا بی مصر	"	سکھ رد المحتار
۳۹/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الخامس فی صلوة المسافر	سکھ فتاویٰ ہندیہ

موسم فوکر کی اپنی نیت معتبر نہ ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اُس حالت میں ہے کہ آقا کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے، تنویر الایصار و در مختار و رد المحتار میں ہے۔

المعتبر بنية المتبوع لا انت بعك امرأة وفاها
مهرها، للمعجل وعجل وجندی اذا كان
يرتق من الاخير او بيت المال واجبوا
مشاهدة او صانعة، تا تأرخ منه، اسير و
غريم وتلميذ مع خروج و مولی و اصير و
مستاجر و اسرودائن و استاذ فقيد المهية
ملاحظ في تحقيق التبعة، ملقطاً۔

سربراہ کی نیت کا اعتبار ہے تابع کا نہیں جیسا کہ وہ
خاتون جس کا مهر محل ادا کر دیا گیا اور غلام، سپاہی
اُس وقت جب امیر سے یا بیت المال سے روزی
لیتا ہو یا یا نہ یا سالانہ مزدوری پر سوتا یا رخصانہ۔
قیدی، مقروض اور شکر و حب لوگ بچہ، زوجہ، مولیٰ
مستاجر، قید کرنے والا، قرض خورہ اور استاذ کے
ساتھ ہوں اور تابع ہونے کے دہات کے لئے
معیت کی قید طوطا خاطر رکھنا ہوگا۔ ملقطاً (ت)

چہاں ہم مجرد احتمال کہ شاید آج چلا جانا ہونا فی اقامت نہیں اور اپنے وطن کے سوا آدمی کسی کیس مقیم
نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لئے
غالب گمانی و کا سبب یقین کی حاجت نہیں کہ بے اطلاع ہی بحیب پر یقین کی کوئی صورت نہیں تبیین العقائق
ایام زعمی پھر ہند میں ہے۔

لا بد للمسافر من قصد مسافة شلثة
يامر ويكفي غيبة الظن يعني اذا غلب
على ظنه انه يسافر قصر ولا يشترط فيه
التيقن۔

مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا ارادہ ضروری ہے
اور ظن کافی ہوگا یعنی جب اس کا ظن غالب یہ ہو
کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے کیونکہ یقین مشروط
نہیں۔ (ت)

چونکہ نیت سچے عزم قلب کا نام ہے، پسند و نیت ٹھہرنے کا ارادہ کر لے، اور جانتا ہے کہ اس سے
پھٹے چلے جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تحلیل ہوا، یوں ہی دل میں عزم وہ ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل
کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں وہی خیال بندی
سبب، البتہ اگر وہ ہی منزل جاتا ہے اور سچا ارادہ تین منزل کا کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو

واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سکھ ٹھہرتا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کر کے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا، درمختار میں ہے،

لو دخل الحاج مكة ايام العشرة لم يقصر
نيتة لانه يخرج الى منى وعرفة يله
اگر حاجی مکہ میں ذوالحجہ کے عشرہ میں داخل ہو تو اس کی نیت اقامت درست نہ ہوگی کیونکہ اس نے منی اور عرفہ کی طرف نکلنا ہے۔ دست

مزارع بدایہ پھر تکبیر میں ہے،

قال اصحابنا رحمهم الله تعالى في تاجرد خيل
مدينة لاجل نوى ان يقيم خمسة عشر يوما
نقضاء تلك الحاجة لا يصير مقبلا لانه مسترد
بين ان يقضى حاجته فيرجع و بين ان
لا يقضى فيقيم فلا تكون نيتة مستقرة وهذا
الفصل حجة على من يقول من من ايراد
الطريق الى مكان ويريد ان يترخص برخص
السفر ينوي مكانا لعد منه هو هذا انقطع
کہ اسے سفر کی سہولت میسر ہو (حالانکہ وہ جگہ اتنی دور نہیں) تو وہ کسی دور جگہ کی نیت کر کے نکل پڑتا ہے تاکہ نیت حاصل ہو جائے تو یہ غلط ہے۔ (ت)

ششم وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کرنی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کو کس دورہ کرے مثلاً دس کو کس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کو کس کا ارادہ کرے وہاں سے جس کو کس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کرے گا، چنانچہ وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت سے جس کو کس گیا وہاں سے چھتیس کو کس کا ارادہ کر کے چلا اور پنج میں یہ وطن اقامت نہ کر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا، ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن پنج میں نہ آئے گا تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا۔ رد المحتار میں ہے:

والخامس ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة
اذ كان معه اموال انشاء من غيبة فان لم
يكن فيه مرور على وطن الإقامة اذ كان ولكن
بعد سير ثلثة ايام فكذلك ولو قبله لم يبطل
الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع
من صحته ^ب
تتضمن توكیدی طرقت سے اس میں قصد استقامت ہوتا ہے تو جو جہاں ذکر ہو کر رہنا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا
اگرچہ بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہو لکن نية الاستقامة خوف ذلك (کیونکہ وہام کی نیت اقامت کی نیت کا قیاس ہے)

عن فتح القدير باب الحج عن الغير من ہے ،
لو تولى مكة بعد الفراغ خمسة عشر يوما
بطئت نفقته في مالي الميت . لانه لو طوى حج
لحاجة نفسه بخلاف ما اذا قام اقل فانه مافر
عن حاله فان بدل اليه بعد ذلك ان يرجع حرجت
نفقته في مال الميت وقد روي
عن ابن يوسف انه لا تعود
لانه في الرجوع حامل لنفسه
لا للميت لكنها قلنا ان
اجل سفره كانت للميت فما بقى
ذلك السفر بقيت النفقة كذا في المبسوط
وذكر غير واحد من غير
ذكر خلافت انه امت فروع
الاقامة خمسة عشر يوما

اگر (حج بدل کرنے والے نے) فراغت کے بعد مکہ معظمہ
میں پندرہ روز ٹھہرے لکن نیت کر لی تو اب مالی میت سے
خراج نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اب اپنے ذاتی کام کے لئے
ٹھہرا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جس میں پندرہ دن سے
کم ہو کر نہ اب وہ مالیت سفر میں ہی ہے پس اگر پندرہ
کے بعد وہ رجوع کا ارادہ کرتا ہے تو خرچہ مالی میت کی طرف
لوٹ آئے گا ، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مالی میت
کی طرف نہیں لوٹے گا کیونکہ رجوع اپنی ذات کے لئے ہے
نہ کہ میت کے لئے ، لیکن ہم کہتے ہیں کہ سفر میتیت
کے لئے ہے تو جب تک سفر میں رہے گا اس کا نفقہ
میت کی طرف سے ہی گا ، جسو میں اسی طرح ہے ،
اور متحدہ فقہاء نے اسے بغیر اختلاف کے بیان کرتے
ہوئے کہا ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن کی میت کر لی تو
(باقی اگلے صفحہ)

ہاں اگر نیت سفر سے یہاں ٹوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنا ہو گا تو البتہ مقیم نہ ہو گا، جب اس دوسری جگہ سے خارج ہو کر آئے گا اور یہاں طو زمانہ قیام کرے گا اس وقت سے مقیم ہو گا،

کما قال فی سہاح مختار فی واقعة عیسیٰ بن ابان
سرحیمہ اللہ تعالیٰ ان نیتہ الاقامة لہو تحمل
حمداً لا بعد رجوعہ فوجود خمسة عشر
یوماً بلا یمة خروج فی اثنا عشر یوماً
ما قبل خروجه الی عرفات لانه لما کان
عاصراً علی الخروج قبل تمام نصف شهر
لو یصر مقیمًا۔

جیسا کہ در المختار میں شیخ عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ کے
واقعہ میں ہے کہ نیت اقامت توڑ نہیں مگر رجوع کے
بعد کیونکہ پندرہ دنوں کی نیت ہے اور اس میں نکلنے کی
نیت بھی نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے
کے کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا
ارادہ رکھتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہو گا۔

(ت)

(بقیہ ما شیخ صفر گزشتہ)

سقطت فانت عاد عادت و انت
توطنها سواء قبل او کثر لا تعود هذا
یفید انت التوطن غیر مجرد نیت
الاقامة خمسة عشر یوماً
الظاہرات معنا انت یخذهما
وطناً ولا یحد فذلك حد اعتسقط
السقة ثم لعود انشاء سفر لم حاجة
نفسه ولو بعد یومین فلا
یتحق به النفقة علی المیت
والله سبحانه اعلم آم فافهم
۱۲ منہ (م)

نفقہ ساقط ہو جائے گا، اگر سفر سے لوٹا ہے
تو نفقہ لوٹ آئے گا، اور اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے
خواہ تھوڑے دن یا زیادہ تو نفقہ نہیں دے گا، اس
سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پندرہ دن کی نیت کے بغیر
بھی اگر وہ رہا تو وہ متوطن ہو گا، ظاہراً اس کا معلوم
یہی ہے کہ وہ اگر مکہ کو اپنا وطن بناتا ہے تو اس میں
دفن وغیرہ کی کوئی حد نہیں لے لے اس کا نفقہ ساقط
ہو جائے گا اب اس کے بعد رجوع اپنی ذات کھنہ
نیا سفر ہو گا اگرچہ وہ سفر دو دن کے بعد ہی کیوں نہ ہو
لہذا وہ میت کی طرف سے نفقہ کا مستحق نہ ہو گا واللہ
سبحنہ اعلموا فافهم ۱۲ منہ (ت)

اور جبکہ ایک جگہ نوکر جو کہ رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمالی قاطع قامت نہ ہو گا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر چو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور یہاں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم ہوں کہ بدی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمالی بہ وقت ہے ہذا احادیثی واللہ تعالیٰ اعلم (یہ تو میرے نزدیک ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے والا ہے۔ تا جب یہ امور بعد معلوم ہوں گے یہ مسئلہ مسئلہ کی طرف چلتے۔

فاقول وباللہ التوفیق پس میں ارشاد کیا کہ تفریق سے کہتا ہوں (ت) اوپر معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ فرا جھٹل سے جانے اقامت نہیں۔ دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن۔ اور ہر تقدیر پر دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر یا اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کس کے فاصلے پر متعین ہوا یا آیا تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا۔ اور اب یہاں متعین ہو تو پھر صورتیں آئیں،

صورت اولیٰ : مسافر یعنی نہ کہ رہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں،

(۱) ابتدائے تعیین سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس برس یہیں رہنے کی نسبت اس کے آقائے کمد و یا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا ورنہ یہ محل اقامت نہیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا۔

(۲) اگر یہاں سے مکان غراہ صرف بارادہ خود کسی دوسری جگہ جائے گا وہاں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر پر نہ ہو۔

(۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی، اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اس کا سفر وجود میں اقامت ختم نہ ہوا۔

(۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں قصر ہی پڑے گا۔

(۵) جب وہاں سے واپس ہو گا اگر اُس جگہ اور مقام تعیین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولیٰ عود کر آئی اور انشاءً سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا۔

(۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدت سفر نہیں تو اب راہ میں بھی پوری

پڑے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کربل سیر سر روزہ جنگل میں نیت اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سے سفر اُس کی وہ اقامت باطل نہ ہوتی نہ وہ وطن اقامت باطل ہو ۱۱ اس صورت ششم میں اُس کا حکم شقوق صورت ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا۔

صورت ثانیہ : مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں، اس میں :

- (۱) جب تک بعد تعین بذ فضل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ مقیم کا بن میں مطلقاً سفر نہیں۔
- (۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا عاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں تمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا۔
- (۳) اگر مدت سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قہر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے ورنہ وہاں پوری پڑھے گا۔

- (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اُس مقام کو بقصد واحد واپس آئے گا راہ میں قہر کرے گا۔
- (۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدت سفر سے آیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں، اب اس کا حکم شقوق صورت اولیٰ گذشتہ کی طرف عائد ہو گا کہ ابتدا سے واپسی سے بذ فضل جب تک یہاں رہے گا قہر کرے گا اس آخرہ کہ اب یہاں مسافر یعنی مذکور ہو کر آیا، بالکل جب یہاں بعد سفر آئے گا صحت اولیٰ ہوگی اور مقیم ہو کر صورت ثانیہ یہی دورہ رہے گا۔

صورت ثالثہ : مسافر یعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت جیسے اسٹیشن، اس میں :

- (۱) اگر ابتدا سے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہو گا قہر ہی پڑھے گا۔
- (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے گا راہ میں قہر ہی کرے اور واپسی میں بھی۔
- (۳) جب وہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق احکام ہیں۔

- (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدا سے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو جہی سے یا اب یہاں آکر مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے، اس صورت چہارم میں اُس کا حکم شقوق اولیہ آئندہ کی طرف راجع کرے گا۔

صورت رابعہ : مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت، اس میں :

- (۱) جب تک یہاں رہے گا تمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔
- (۲) یہاں سے کہیں جانے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جگہ

مدت سفر پر نہ ہو۔

(۳) اگر مدت سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو، ورنہ وہاں بھی قصر کرے۔

(۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جیکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو۔

(۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں ہر گھنٹہ کا یہ وطن اقامت و وجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں، اسی صورت پر ہم میں اس کا حکم شقوق صورت ثانیہ کی طرف راجع ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۷ از اسٹیشن دودھو اگھاٹ ضلع کھیری نکیم پور کا رخار بعد الطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار
مرسد فرح شاہ خاں ۱۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دودھو اگھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور ہر گھنٹہ کو امید ہے کہ اس جنگل میں اقیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا، اب ایک شخص سکھ پٹلی بحیثیت نے یہ کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑنا چاہئے خواہ تم ایک سال رہو یا زائد رہو، لہذا آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک رفع ہو اور اس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب

جیکہ وہاں نہ آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے امدادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جیت تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے حکم حاصل وہاں تک تھا یا زیادہ تھا اگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرا ہوا یا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جیت تک رہے گا پوری پڑے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۸ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طاب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بریت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہ گار ہو گا یا نہیں؟

الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔ اسی مسئلہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صَدَقَ تَصَدَّقَ اَنْدَبِيْ عَمِيْكَ وَ قَبِيْلُوْا ۱۔ یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس

صدقہ قبیلتہ و اللہ تعالیٰ علیہ

مسئلہ ۱۲۶۹۔ ارادہ میں صلح جماعتی مرسلہ محمد بنی ماں سب انسپڈا پولیس سٹیشن ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا دینے میں ملتا ہے۔ میں اس مسئلہ میں کو میں صلح جماعتی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام بھائی میں تھانہ اولیٰ ہے یعنی قریب پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دہشت میں بار بار حملہ ہوا۔ روشت آتشیں وغیرہ کے پشت رہتا ہے لہذا اس ہے کہ ایسی صورت میں مار قہہ پڑھنا چاہئے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ میں بیس بیس تیس تیس کو اس کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہوگا ہمیشہ پوری پڑھے گا۔ اگرچہ اس حالت میں حد وراثت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھ تیس کو اس یعنی ساڑھے ستاون میل غریبی کے ارادے سے نہ چلے بھی نہ بیچ میں کبھی ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا کر گئے تیس تیس میں میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل ، و علیٰ ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوگا کہ ایک وقت ارادہ ، ۵۰ میل کا نہ ہو ، ۱۰۰ میل جو مسافر ہے مقیم نہیں ہواں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا۔ اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا۔ اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت پر نہ کرے ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۰۔ ارپلی بحیرت محمد شیر محمد خاں مسئولہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا دینے میں ملتا ہے۔ میں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نیپال کے جنگل میں منجانب تاجران ٹھکانہ ملازم ہے اور ایسی جگہ پر رہتا ہے جہاں سے ایک یا دو یا زیادہ کے حاصر پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے، انگریزی محلہ رگا کے جنگلات میں علامہ سے جو بصورت تہ کرنا ملا ہے یا اسٹیشن ریلوے جنگل میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت سے اور آقا صاحب مہیتا سے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری؟ اور اگر وہ مختار ہے تو اس کو قصر پڑھنا چاہئے یا پوری؟ یہ کہ کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اولیٰ محلہ داری پنہ وکی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ قاصد

لے سنن ابی داؤد باب صلوة المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۰/۱

پر ہے، تیسرے یہ صورت اولیٰ میں خود مختار نہیں، آقا جب چاہے شغل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور عذر داری اگر نیزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن سے مگر زراعت نہیں جوتی ہے تو نری پر جو وہ کورہ و خود مختار پر جو نہ ہونے زراعت کے قصداً جب ہے اقامت کی شرائط میں زراعت بھی ہے، اگر کسی دین سے کہ صورت نہ کورہ یا لاجن دھرم وقت سے ایک میل یا کم یا زیادہ پر زراعت سوتی ہے مگر ذرا سی حد و حیر میں کوئی وقت پیش نہیں آتی ہے، دوسرے مقام اقامت کو جنگل میں سے مگر دسس ہیں پچاس آدمی بڑا ہوتے ہیں ہر صد تک ایک حد متعین رہتے ہیں، جانور درندہ وغیرہ کا مائل خوف نہیں ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ کوئی آقا عظیم کو جب چھتا ہے تو کام شتم کر سکتے ہیں کہ کے درمیان میں اگر ضرورت ہوتی ہو وہاں سے تعلق یا یہ کر دیا یہ منہر ہیں، اس صورت میں زیادہ ملازم کا معتبر ہے اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی قدر درست ہے یا نہیں، بینوا تو خدا کا۔

الجواب

جو مسافر نہ تھا اور اس جنگل تک جانے میں بھی اسے سفر کرنا نہ پڑا اگر فی صلت میں منزل سے کم تھا، وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم رہا اسے قصر حرام ہے اور پوری پر مبنی فرض ہے اگرچہ وہ مکرز بن ہو، بکواراقت و رہنما میں ہے۔

هذا ان سار ثلثة ايام دالا فقصه ولو في
المنطقة -
یہ اس وقت ہے جب تین دن کا سفر طے کر لیا ہو ورنہ وہ مقیم ہوگا اگرچہ وہ جنگل میں ہو (ت)

اور جو مسافر تھا وہاں تک جانے سے مسافر ہو، کہ فاصلہ تین منزل یا زیادہ کا تھا وہ ضرور مسافر ہے اگر عادت معدوم ہے کہ جس کام کے لئے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا زیادہ میں ہوگا اور اگر ایسی جگہاں اقامت ممکن ہے تو چار یا دو دن سے دو تین میل فاصلہ پر ہوا، زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھی لازم ہوگی خاص وہاں رہت ہوگا کچھ ضرور نہیں، دہندہ کی عذر داری جو نا کھ مانع کہ یہ آمد و رفت امان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا، در مختار میں ہے، من دخلها ما صاف فمدیتم (جو امان کی بنا پر داخل ہوا وہ نماز پوری پڑھے۔ ت)۔ ورنہ یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا ذکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں، ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے اور جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا زیادہ کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۱ از امامہ علامہ ثابت گنج مرسلہ محمد ابراہیم خاں صابری مارہروی ۲ شوال ۱۳۳۹ھ
 زید کی سسرال اُس کے مکان مسکنہ سے بسفر نیل ۱۴ میل کے فاصلے پہلے ایسی جگہ تھی اُس کے سسرال
 میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اس کے سسرال میں رہتے
 ہیں بلکہ ضرورتاً عرصہ ۳ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں
 میں ہونے کے واسطے باپس ارادہ کیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ ویں کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر
 قہر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی موقع سے اُس نے قہر نکال دیا تو اُس کی برکتوں کو کہہ اپنے علم کے موافق قہر نہیں
 جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قہر واجب برتن کے ذریعہ کچھ مؤخذہ ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ ویں
 سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قہر کرے گا اور پندرہ ویں یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری پڑے گا جس
 پر شرعاً قہر ہے اور اُس نے جہلاً پڑی اُس پر مؤخذہ ہے اور اُس نماز کا پھر نادر واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۷۲ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ غشی محمد علی ادم ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عدد ریلوے ٹرک دہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ
 ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے پیار ہو جائے تخفیف میں آجائے نصرت جانے پر اس کی جگہ جاتے رہتے
 ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دو دو چار چار ویں ہی رہنا پڑتا ہے اس کے لئے نماز میں قہر کا حکم ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے $\frac{1}{4}$ میل کے فاصلے پر علی الاطلاق جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بچہ میں جانا
 مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قہر کریں گے ورنہ پوری پڑیں گے، ہاں یہ جو بھیجایا اگر اس
 وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم بیش جتنی دُور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی سبب کا جب تک پندرہ دن کامل گننے
 کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۳ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب وزیر احمد ماں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اسی مسئلہ میں کہ آج قصد تھراں وقت دس بجے کی گاڑی
 سے ہے تھراں تک قہر نہیں تھراں سے قصہ راہپور کا ہے تھراں سے راہپور تک قہر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی تو نہیں
 ہوگا اس صورت میں قہر کا کیا حکم ہے، تھراں میں بھی قہر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تھراں میں قصد راہپور کا ہے تو
 قہر کو قہر کیا جائے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب

یہاں سے تلہرنگ اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخط مستقیم راپور کا انارہ ہو تو راہ میں بھی اور راپور میں بھی اور بریلی تک واپس آئے میں بھی قصر کریں راپور جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہو گا مگر وہ بریلی میں گزر رہیں کہ قصر کا قصر کریں اس لئے کہ یہاں اسٹیشن خارجہ شہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷۰ از سبیل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئلہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ء
مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پر صلا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے تو گنہ گار ہو گا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائیگی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتدار باقی رکھیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۷۱ از سبیل بحیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالغفر صاحب ۳۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی نین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اس کا وطن ثانی میں رہتا ہو گا ہی، سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہر آدھے جاتے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جاتے یا کل تعلقی ہر آدھے جاتے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام ثانی کے وہی تعلقات جہ یہ ہیں اور وہ صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجائے گا بھی قصہ رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ کس کہیں سے سفر کرتا ہو وطن ثانی میں آئے، اور ۵۱۵ قیام کا قصہ نہ رکھتے ہو تو صلاۃ رباعیہ کو پورا پڑے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے، بینوا توجروا

الجواب

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنایا یعنی یہ معلوم نہ کیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی رہتا ہے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوتی اگرچہ وہاں بضرورت مصلحت قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۵۱۵ کی نیت نہ کرے گا قصر پڑھے گا کہ وہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

فی لدر المختار الوطن الاصلی و هو موطنی در مختار میں ہے وطن اصلی آدمی کی جائے ولادت ہے

وکلا تہ او تآھد او تو صند

یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا اس نے وہاں اسے
اپنا وطن بنایا ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله او تآھد ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ
ولو تزوج المدا فربما ولم یسأل لاقعۃ بہ فقیل
لا یصیر مقیم وقیل یغیر مقیم وهو لا وجہ
قوله او تو صند ای عزم علی الفور فیہ
عدم الکامتھن وان لم یتأھل فلو کانت
لہ اموات بولد غیر مولد ۵ وهو بالعم ولہ
یتأھل بہ فلیس دبت وطن الا اذا عزم علی
النقر رفید وتولک الوطن الذی کا بہ لہ قبلہ
شرح المنیۃ۔

میں کہ وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کرے اور سابقہ وطن ترک کر دے۔ شرح المنیۃ۔ (ت)

تیسری میں ہے :

ویطعن وطن الا قاصۃ بمتدہ والاصلی والسفرۃ
واللہ تعالیٰ اعلم

وطن اقامت وطن اقامت وطن اصل در سفر سے
باطل ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰۸/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب صلوۃ المسافر	سکھ در مختار
۵۸۶/۱	مطبوعہ ابائی مصر	"	سکھ رد المحتار
۱۰۸/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	"	سکھ در مختار

باب الجمعة

(نماز جمعہ کا بیان)

مشتملہ مدرسہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ الکریم ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور وہ آبادی جس کی مسجد میں اس
کے ساکن دس یا سکیں شہر ہے یا گاؤں؟ بینوا تو مجتہدو۔

الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگرچہ اس کے گناہگار ہوں گے اور ٹھہر ذمے سا قطنہ ہوگا۔

فی الدر المختار فی القیۃ صلوۃ العید فی
القصری تکرر تحریر ای لانه اشتغال بسا
لا یصح لان یصح شرط الجمعة تنفی اقول
قال الجمعة اولى لان فیها مع ذلك اما تسرك
الظہر وهو فرض او ترك الجماعة وهو
واجبة شرعا لصلاة فرادی مع الاجتماع،
وعن ه المانعة شنیعة اسیری غیر تسرك
الجماعة فان من صلی فی بیتہ منعزلا عن
الجماعة فقد ترك الجماعة وانما صلو

در مختار میں ہے کہ قیہ میں ہے عید کی نماز دیہاتوں میں
مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسی شئی میں معصوف ہونا ہے جو
صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا صحت عید کے لئے شرط ہے لہذا
اقول جمعہ بطریق اولیٰ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ اس جمعہ کی
صورت میں ترک ظہر ہوگا جو فرض ہے یا ترک جماعت ہوگا
حالانکہ وہ واجب ہے، باوجود اجتماع اور عدم مانع
کے تنہا نماز ادا کرنا ترک جماعت سے الگ خرابی ہے
کیونکہ جو جماعت سے الگ ٹھہری نماز ادا کرے گا اس
سے جماعت ترک کر دی اور ایک وقت میں مسجد میں حاضر

فردی جامعیت فی المسجد فی وقت واحد
فقد تزکوا الجماعة و اتوجهوا للشيعة زيادة
عليه فيؤدي الى ثلث مخطورات بل اربع ببل
خمس لان ما يوصلونه لما لو يكن عفو قوسا
عليهم كان هذا و هذا بغير الجماعة والتمني
مكره شرع يعترفونها فريضة عليهم و
ليس كذلك فهذا لا خامسة وهذا اثبات
بين الجماعة والعديد.

وگنہاں راہ کرتے ہیں تو انھوں نے جماعت ترک کر دی اور
انھوں نے ایسا عمل کیا جو اس خرابی پر اضافہ ہے پس
اب یہیں جگہ چار نہیں بلکہ پانچ ممنوعات لازم آجاتے
ہیں کیونکہ جو نماز انھوں نے ملا کہ وہ ان پر فرض نہ تھی مگر
وہ ان پر نفل تھی اور نفل کو جماعت اور تہ اعلیٰ کے ساتھ ادا
کرنا مکروہ ہے پھر ان کا اسے اپنی فرض ماننا حالانکہ
وہ فرض نہیں تھے یہی بات ہے اور یہ دونوں چیزیں جہاد اور
حیدر کے درمیان مشترک ہیں۔

صحت جمعہ کے لئے تشریٹ ہے اور شہر کی یہ قہریت کہ جس کی اکثر مساجد میں اسی کے سکاوی جن پر جمعہ فرض
ہے یعنی مرد و عاقل بالغ قدرست نہ سما سکیں، ہمارے ارشاد رقم اللہ تعالیٰ سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور
جو کہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجع عند امرتہ کہ ہے کہ فی البحر المرائق و الخیرۃ و وہ المصنف و وہ
(جیسا کہ بحر الرائق، تفسیر اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے
کما فی البحر و الدر و غیرہ جیسا کہ براہِ روئے وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول محققین تصدیق فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتویٰ واجب ہے اس سے عدول کیا جاوے اگر صاحبین
خلافت پر ہوں گے پر مشائخ مذہب قول صاحبین پرانی کریں۔

انهم لا تصح دلیل او تعامل بخلافه
علی ذلك العلامة نیری بن نجیم فی البحر و
العلامة خیر لدین لرمی فی فتا و و شیعہ
الاسلام صاحب لہدیة فی التجنیس الحق
حیث طلق فی الفتا و السيد محمد الطحطاوی
و السيد الشامی فی حواشی المنور و غیرہم من
اجلة العلماء الکرام الغر کا بیتہ لا فی کتاب
الاسکاح من عطایا النبویة فی الفتاویٰ مرصوفہ

اسے اللہ عزوجل کی دلیل کہ وہ جو یا عل اس کے خلاف جو
اس پر طہر زنی بن محمد نے تحریر کیا، طہریر الدین رملی نے
اپنے فتاویٰ میں شیخ الاسلام صاحب المسدایہ نے
تعمیس میں، تحقیق کے فتح میں، شریف الطحاوی اور سید
شامی نے حواشی و رمیں اور دیگر علماء اجلہ نے اس پر
تصدیق کی ہے جیسا کہ ہم نے اسے عطایا النبویہ فی
الاعتقاد فی النور کے کتاب الاسکاح میں بیان
کیا ہے۔ ت)

تو ہمارے قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت غلط و صرفت وجود اختلاف فتاویٰ متاخرین کیونکہ محمول
مقبول اور اکثر علماء کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک و ذاتی عدول ہو، لا جرم شرح النبی و مجمع الانہر میں

تقریباً فرمائی کہ شہر کی یہ قرینہ محنتیں کے نزدیک صحیح نہیں کہا مستمعہ مصدہ (جیسا کہ عنقریب اس پر آپ نص نہیں کے۔ ت)

اقول معہذا ہمارے ان کرام مکہ و مدینہ طیبہ نے جراتِ جبر کے لئے مصر کی شرط لگائی اُس کا باندہ حضرت مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ و عبد الرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا۔
لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا احصى جمعة تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ خاصہ شہر الانی معوجہ جامع اوحدیۃ عظیمہ ہے۔
یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس روایت پر کیا تو ایہ۔ بات مستحکم ہے۔ چنانچہ نے زعمون پر صادق جنس کوئی مصر جامع یا مدینہ کے حکام کا اشارہ علامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ العلامی (جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیۃ العلامی میں اس کی حجت اشارہ کیا ہے۔ ت) تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اس کے باندہ کا صریح خلاف ہے اور گویا جن لوگوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط ہے تو قیقت شارح اپنی رائے سے لگائی ہی کے سوا عہد تحقیق اس پر بہت اشکال وارہ ہیں جن کی تفصیل کو دفتر و کار۔ فقیر ہے کہ وہ پاک مساکد و شہر جس کی مصریہ پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس جس شہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد قائم یعنی مدینہ منورہ و مکہ زاد ہوا اللہ تعالیٰ شرفاً و کرمنا اس قرینہ کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں ماصور بہ العلامۃ ابراہیم الحبیبی فی الغنیۃ والعلامۃ السید احمد الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۳ (جس طرح کہ علامہ ابراہیم حبیبی نے غنیہ میں اور علامہ السید احمد طحطاوی نے حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تصریح کی ہے۔ ت) تو اس کی ہے اعتباری میں کیا مشہور ہے۔ صحیح قرینہ شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں مقصد ٹھہرے ہوں و آدمی بازار ہوں۔ نہ وہ جیسے چمٹتے ہیں، اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات، گئے جلتہ ہوں اور اُس میں کوئی مالک مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی شہرت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ قرینہ صادق ہو وہی شہر ہے اور وہی جمہور جائز ہے۔ ہمارے اللہ طہرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی ظاہر الایہ ہے۔

کذا فی البدایۃ والحنیۃ و النہیۃ و الخلاصۃ جیسا کہ زاید، خانیر، ظہیر، غلام، عتایہ، جلیہ، غیب و العنایۃ والدرر المصنوع والہندیۃ وغیرہ۔
در مختار اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے (ت)

لے مصنف ابی ابی شیبہ کتاب الصلوۃ من قال لا جمعة مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/۲
مصنف عبد الرزاق باب القری الصغار در المکتب الاسلامیہ بیروت ۱۳/۲

ہو یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ ابو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد
خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

کما فی مصنف عبد الرزاق حدیثنا ابن جریر
عن عطاء بن ابی رباح قال اذا كنت فی قریة
جامعة فتودی بالصدقة من يوم الجمعة فحق
علیک ان تشهد ما سمعت النداء او لم
تسمع قال قلت لعطاء ما القریة الجامعة
قال ذات الجماعة والامیر والقاضی و
الدور لجمعة غیر المهترة الاخذ
بعضها ببعض مثل جمعة۔

جیسا کہ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ میں ابن جریر کے
حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا کہ جب تم کسی
جامعہ قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو
تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا
نہ کیے۔ یہاں سے عطاء نے فرمایا کہ جامعہ قریہ کون سا
ہوتا ہے انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر،
قاضی اور متعدد لوگ ہوں اس میں ملے جلے ہوں جس طرح
بتہ ہے۔ (ت)

اور یہی قول امام ابو القاسم صمدیہ النکبة امام محمد کا مزار ہے کہ فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو
امام نووی نے اختیار فرمایا کما فی الہدایۃ (جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام قدوری نے اعتماد کیا کما فی
مجموع الانہر (جیسا کہ مجمع انہر میں ہے۔ ت) اسی کو امام شمس الدین سرخسی نے ظاہر المذہب حنفیہ
(ہمارے نزدیک ظاہر مذہب یہی ہے۔ ت) فرمایا کما فی الخلاصۃ (جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ت) اسی پر
امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام حکیم العلامہ ابو بکر مسعود نے بدائع شریعہ میں فتویٰ
دیا کہ فی الحلۃ (جیسا کہ حلہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام فقیر النض قاضی خاں نے ہزم و اقتصار کیا کما
فی فتاواہ (جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں ہے۔ ت) اور اسی کو شرح جامع سفیر میں قول مقرر فرمایا کما فی الحلۃ
و الغنیۃ (جیسا کہ حلہ اور غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام شیخ ابو سلام برہان الدین علی عرفانی نے مزیع رکھا
کما فی شرح المنیۃ (جیسا کہ شرح غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو مضمرات میں اس کا ٹھہرایا کما فی جامع الروایہ
(جیسا کہ جامع الروایہ میں ہے۔ ت) ایسا ہی بڑا ابراہیم الاخطائی میں لکھ کر ہذا اقرب الاقرب الی الصواب
(اقوال میں سے یہ قول صواب کے زیادہ قریب ہے۔ ت) لکھا کما من آیتہ فیہ (جیسا کہ اس میں
مردی دیکھو۔ ت) ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کہ فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو تاج خانہ میں

علیہ الاعتقاد (اسی پر اعتقاد ہے۔ ت) فرمایا کما فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ ت) اسی کو غایۃ
شرح ہدایہ وغیرہ شرح غیرہ و محلی الاثر شرح مفتی ابو بکر و جابر و شرح لغاریہ قسستانی میں بھی لکھا ہے میر میں ہے یہی قول
محل علیہ ہے اسی کو مفتی ابو بکر میں مقدم و ماخوذ پر ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق و کافی شرح وانی و نور الایضاح و مظاہرۃ
میں جزم و اقتدار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ دیا اسی کو حنا یہ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء (اکثر فقہاء) اسی پر ہیں۔ ت
فرمایا کما فی حاشیۃ الصراقی للعلامة الطحطاوی (جیسا کہ علامہ طحطاوی کی صراقی الصحاح کے حاشیہ میں ہے۔ ت)
اسی کو علامہ حسن شربلای سنہ شرح نور الایضاح میں بھی و علیہ الاعتقاد (اسی پر اعتقاد ہے۔ ت) فرمایا اسی
پر علامہ حسینیہ احمد صمدی نے حاشیہ شربلای میں اتنا وارد توں غرض یہ کیا کہ اسی پر امام آجی، الامام محمد و علامہ شمس
ناجسی و علامہ نوح آمدی و علامہ سید احمد عموی وغیرہم برابر اسے اعلام نے سنا ہے کلام فرامی شریعہ کل دلت بطول
(ہر ایک کی شرح طویل ہے۔ ت) علامہ ابراہیم علی شریعہ میں فرماتے ہیں :

المحد الاصحیح ما احتسما صاحب الہدایۃ
انہ الذی لہ امیر وقاص یتخذ الاحکام و
یقیم الحدود و تریف حد و الشولیعة لہ
عند احتذ سر عن صاحب الوقایۃ حیث
اختار الحد المتقدم ذکرہ بظہور المتوان
احکام الشرع سی فی اقامة الحدود فہ
الاصح و مزین بان المراد القدسۃ علی
اقامة الحدود علی ما صر بہ فی التبعة الفقہاء
عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ بملدۃ
کبیرۃ فیہا سکث واسواق و لہا رما یتف
و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من
الظالم بحشمتہ و علمہ او علی غیرہ یرجع
اناس الیہ حیث تقع من الحوادث و ہذا
ہو الاصح ^{للہ}

شہر کہ وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے
یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی جو جو احکام نافذ اور
حدود قائم کر سکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف
کو اختیار کرنے پر اس کی طرف سے صدر الشریعہ کا یہ
حذر کرنا کہ احکام شریعہ خصوصاً حدود کے نفاذ میں سختی
کا ظہور ہو رہا ہے لہذا اسے کیونکہ امر او اقامت حدود پر
قادر ہونا ہے جیسے کہ کتب الفقہاء میں امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو
اسی میں شاہراہیں، بازار اور وہاں مراکز ہوں اور
اس میں کوئی ذکوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو
انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دہرہ اور علم کی بنا
پر یا غیبیہ کے علم کی وجہ سے تاکہ عادلانہ سب میں
اس کی طرف رجوع کر سکیں اور یہی اصح ہے ^ت

ملحق البحر وفتح الانهر میں ہے۔

هو فظا هل ليد هب على ما نص عيب السرخصي
وهو اختيار الكرخ والقديري، وقيل قاضيه
صاحب الوقاية وصدر الشريعة وغيرهما لو
اجتمع اهل في اكبر من جدد لا يستعمل
هو احتياجا للشك في وانما اورد بصيغة التقرين
لاهم قبال ان هذا الحد غير صحيح
المحققين مع ان الاول يكون ملايا بشرط
وجود السلطان وناثبه ومنايا لما قاله
الامام رحمه الله تعالى، وفي العاية هو
المحيية اه ملخص هذا اجملة الكلام وتعميل
محل اسطر، والله سبحانه وتعالى اعلم

امام سرخسی کے بقول یہی ظاہر مذہب ہے، امام کرخی و
قدوری کا بھی یہی فتا ہے، بعض کے نزدیک یہ
صاحب وقایہ اور صدر الشریعہ وغیرہ کا قول ہے اور
شہر کی یہ تصریح کہ اگر اس کی بڑی مسجد میں اہل شہر
جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھے یہ امام ملکی کا فتہ
ہے جو ہمیں سے سہ قہہ اور ذکر نے کی وجہ یہ ہے کہ فتہ
نے فرمایا کہ یہ تصریح محققین کے ہاں صحیح نہیں باوجودیکہ
پہلی تصریح وجود سلطان اور نائب سلطان کے موافق
اور امام نے جو کچھ فرمایا اس کے مناسب ہے، اور
غایہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے احضار یہ فی الجہد گفتگو
ہے تفصیل کے لئے وہ سہر اقام ہے۔ واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم (د)

مشتملہ از کلام فیض کورد اسپر مرسلہ شیخ مراد علی صاحب ۲۱ صفحہ ۱۳۰۹

بشرط خدمت با عظمت حضرت من مولانا فیاض داری حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب مقیم بریلی زاد اللہ
فیضانہ بعد السلام علیکم ورتنا سے زیارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف
پڑھتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل قہری کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف
کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اس کی فرضیت کا واقع نہیں غالباً شک و شبہ میں فرضیتاً نماز جمعہ
پر آئندہ صدقنا سے یقینی رکھنا چاہیے اور جو جمعہ نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشین کے پڑھے جاتے ہیں یہ نہیں
پڑھنے پابتیں، اور بعض بعض عالم فاضل لائق قہری کے بنظر حالات سلطنت وقت کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ
واقعی عین فرض تھی مگر اس وقت بوجہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھی اب وہ نہیں رہی نماز
جمعہ کی بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے ہیں اور قہری دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کا ایک بڑا بھاری دکن اسلام
کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلق چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ ثواب اور اچھا ہے اور ساتھ اس کے

یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب سچیش کی معذرتوں کے پڑھ لینا ضروری ہے، اس واسطے کہ اس میں اتنا کس چیز کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں آیا مطابق فرقہ ملاح کے اول کے جو میں فرضیت کا فتویٰ فرماتے ہیں یا برعکس اس کے اور مطابق فرقہ ملاح کے مجدد ثانی کے جو مستحب فرماتے اور بیچے نماز جمعہ کے بعد نماز پیشین معذرتوں کے احتیاطاً پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بافتشیر ایک سے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور ادنیٰ ہو تحریر فرما دیں تاکہ ان دونوں فریق کی بحث مختلف سے یک سو اطمینان حاصل ہو
فقط ۲۲ ستمبر ۱۳۹۱ھ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (۱) اے اللہ! حق اور درستی کی رہنمائی فرما۔ (۲) اصل فرضیت مجرم میں کسی کو ظالم نہیں کہ نہ صرف مجھ میں یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ و اعلیٰ روایات دین سے ہے مگر مجسمہ باجماع اُمت مشروط بشرط سے، ہمارے اندر کوام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلا میں اُن کا پورا پورا اجتماع قدر سے محل اشتباہ و نزاع معین یہاں عامرہ بلاد میں بحالات جو متعدد ہوتی ہیں اور اگرچہ مذہب مفتی پر میں تعدد و جمود مثل عیدین مطلقاً جائز، اسی پر کثرت و انافی و کثافت و طغی و تنویر و ہتھیر و طغی و شتائی وغیرہ میں اعتماد فرمایا انا ہم اجل مفتی، لہذا و انس نجم الدین نسفی جو علامہ اعلیٰ بیان نے اپنے منظومہ اور علامہ ریحانہ علی نے ذخیرۃ المصنعی اور علامہ شرنبلالی نے مرقاۃ المفاتیح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا، شرعاً و قیام میں ہے یہ مفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) شرعاً الجمع للسلام ابدر العینی میں ہے، علیہ الفتویٰ (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) لے القدر میں ہے، علی المفتی بہ (مفتی بہ قول پر۔ ت) محیط شمس اور شمس میں ہے، الصبیح و بد ناخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) تمییز الحق و تجرد فتح و شرع و ہبانیہ و من الغفار و حقہ الدریہ وغیرہ میں ہے، الامم (زیادہ صحیح۔ ت) کو الرائق و در مختار میں ہے، علی المذهب (مذہب پر۔ ت) حتی کہ علامہ شرنبلالی و علامہ محمد بن علی عسائی وغیرہا نے قول آخر کے ضمیمہ ہونے کی تصریح فرمائی مگر عند تحقیق رد و عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا، قوت قول ہے امام طحاوی و قرطبی و صاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا، انا فقیر النفس قاضی خاں نے خایہ میں اسی کو مقدم رکھا، خزائن المفتیین میں اسی پر اقتصار کیا، عسائی و اختلاطی نے اسی کو انظر اور جامع الفقہ میں انظر الروایات میں اور انا ہم ملک العلماء ابو بکر مسعود نے ظاہر الزوایر کا کلمہ رازی میں ہے، بد ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) ماوی القدری میں ہے علیہ الفتویٰ (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے علیہ الاعتقاد (اعتقاد اسی پر ہے۔ ت) تجاویز الافلاط

اس اختلاف اور تعریف شہر میں اختلاف کی وجہ سے
فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جواز جہر میں شک ہو
وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں،
و احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف
ہے اور جہر کا ضرورت کے پیش نظر متعدد جگہ پر جہر کے
فتویٰ کا صحیح ہونا شرعاً تقویٰ کے طور پر احتیاط کے
منافی نہیں۔ (مختصاً) (ت)

عن هذا وعن الاختلاف في المصنف قالوا في حقل
موضع وقع الشك في جواز الجمعة ينبغي ان
يعمل اربع ركعات يجرى بها الظاهر الاول
هو الاحتياط لان الخلاف قوي وكون الصحيح جواز
الجمعة للضرورة لا يقتضي لا يعتد بشرعية
الاحتياط للتقوى (مختصاً)

امام اجل ظهير الملة والدين مرغيبا نے اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں،

اکثر مشائخ بخاسر اعلیہ لیخرج عن العہدۃ
بیقین ہے
مشائخ بخارہ کی اکثریت کی یہی رائے ہے تاکہ اذکار کی
سے عہدہ برآ ہو جائے۔ (ت)

فتاویٰ سراج میں ہے،

احتاطت الاثمة في اكثر البلاد فامهم
يصلون الظهر بعد ما يزدون الجمعة خلف
نواب هؤلاء وهو حسن۔
اکثر مشہوروں میں ائمہ یہ احتیاط کرتے ہیں کہ عہدہ
کی اذانیں کے عہدہ ظہر پڑھتے ہیں تاہیں کے وچے قہر کی (ایک ہی عہدہ
اور یہ اچھا ہے۔) (ت)

ہاں وہ نہ سے جاہل عامی لوگ کہ صحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جہر کو غیر فرض یا
جہر کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انہیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی اد پر مطلع نہ کیا جائے کہ
مفسدہ اشد و عنکسہم کا دفع آگاہی ہم سے ان کے لئے اسی قدر کس ہے کہ بعض روایات و اقوال ائمہ
پر ان کی نماز صحیح ہو جائے لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الثموم میں فرماتے ہیں،

نحن لا نأمر بذلك ائثال هذه العوام بل
ندل عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم
ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے
بلکہ ہم تو اہل کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی
نسبت سے جو۔

لے غنیۃ المستمل شرح غنیۃ المصلیٰ فصل فی صلوۃ الجمعة مطبوعہ سید الکتب دہلی لاہور ص ۵۵۲

لے فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغیبانی

لے فتاویٰ سراج باب الجمعة مطبوعہ فکشنور لکھنؤ ص ۱۷

لے نور الثموم

اسی تحقیق سے ظاہر کہ اہل بلاد میں مطلقاً صحبت مجرمہ کو قطعی یقینی بنا اشتباہ ماننا افراط اور اقلیل مذہب غلطیات
مشرک سے غفلت و ذہول ہے اور مجرمہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تقریط و توعد شرع و مقاصد اللہ سے
عدول، اگر اول حق ہو تا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ فروج عن المعصیہ بالیقین ہو لیا اور ثانی صحیح ہو تا تو صرف احتیاط
ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرم چکی ہو تا اور ایک مستحب کے سبب جماعت ظہر کر کہ علی السعد واجب ہے
ترک کرنا مکروہ تو یہی معصیۃ اللہ مستحبہ نہ شرعاً سے معصود نہ کلمات علامہ اس کے مساعدا پس قول وسطہ انصاف یہ
ہے اہل شہروں میں مجرمہ ضرور لازم ہے اور اس کا ترک معاذ اللہ ایک شمار عظیم المستطیع سے اعراض اور ان
چار رکعت، احتیاطی کا خواص کو حکم اور نا فہم حایوں کے حق میں اعراض۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مشکوٰۃ مسند مولوی الیاء رتال صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابو البرکات میں لکھی ہے لا تجوز الجمعۃ
حق یعدو الخلیل معناه (جب خطیب خطبہ کے معانی سے آگاہ نہ ہو مجرمہ جائز نہیں۔ مثلاً یہ صحیح ہے یا کیا،
بینوا توجروا۔

الجواب

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرعاً کیا ہرگز واجب بھی نہیں کہ آثم کہ سکین مجرمہ ناجائز ہو تا اور گزار
اگر یہ قول صحیح ہو تا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اس کی تصریحوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسند
جس پر ہر فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہو اور متن و شروع و خاتمی کہیں اس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اسے
قبول نہیں کر سکتی ولہذا فقہانی میں جو بہت سی شرائط نیست نماز فرض و قفل میں ذکر کہیں ہی کا تصانیف معتبرہ میں وہود تھا
علمائے اسی وجہ سے ان کی طرہ اصفا انتہات نہ فرمایا۔ اشتباہ میں ہے۔

من یزیر ما فی اسجنتی لا ید من یتہ لصاۃ
و لطاعة والقریۃ و انه یفعلہا مصلحتہ لہ
فی دینہ و ان یکون اقرب الی ما وجب عندہ
عقلاً من العمل و ادراکاً لاماۃ و ابعد
حبیب ہے وہ چیز جس کا تذکرہ فقہانی میں ہے کہ نیست جماعت
طاعت اور ثواب کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری
ہے کہ وہ اسے اپنے دین کی مصلحت کی اور عقلاً واجب
عمل اور ادائیگی امانت سے قریب حرم شدہ ظلم اور

میں کہتا ہوں زاد ہی نے یہاں اپنے معزز ہونے کا
انکار کیا ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک فعل شرعی
ہوتا ہے عقلی نہیں ہوتا ۱۲ منہ دت،

عہ قلت اقصم الزاہدی ہہنا عن
اعتزالہ فان لوجوب عند اہل الحق
شرعی لا عقلی ۱۳ منہ دت،

محمود القلب هو العبد يا العبد بالفعل والقول العبد
من المعنى وهو غير التفهم فان العبد بنفس
اللفظ غير العبد بمعنى اللفظ (مخلصاً)
اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لئے مشروع ہونا کما قال تعالیٰ فاصبروا لى ذکر اللہ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس
اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہرگز اس دہائی کا مثبت نہیں ہو سکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے
بالفہم انہیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا۔ تدریس پر تو وقت نہیں دینا واجب کہ فار میں بھی فہم معنی حال تعالیٰ اقدس
الصلوة لکسری (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکرہ زیادہ
محتاج فہم و تدبر سے

مرد باید کہ مجید اندر محسوس

ورنہ وقت مست پند بر دیوار

(انسانی کو چاہئے کہ وہ محسوس کرے اگرچہ نصیحت لکھی ہو دیوار پر)

علاوہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دُور ہوں کہ آواز نہ جاسکے مگر وقت خطبہ حاضر ہوا
کافی ہے شرط ادا ہو گئی فہم معنی ہوا جس سماج کی بھی ضرورت نہیں ہے اعتبار میں ہے۔

لا یشتغل لصحتہ کو بہ مسموعۃ لہم پس صحت خطبہ کے لئے تمام لوگوں کا سننا ضروری نہیں
یکفی حضورہم حق لو بعد واعد ونا مسوا بلکہ لوگوں کا حاضر ہو جانا کافی ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ خطیب سے
احزان تک دور رہے اور سونگے تب بھی خطبہ ادا ہو جائیگا (ت)

تشریح میں ہے اوو حشاً (اگرچہ نہ سنے والا ہو۔ ت)

اقول وباللہ التامیق حقیقت امر یہ ہے کہ ہر چند احکام شریعہ عموماً حکم مصلح سے ناشی ہوتے ہیں اور
مشروعیت خبر کی حکمت یہی تذکیر و تذکرہ ہے مگر حکمت ہر حکم نہیں ہوتی کہ اُس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم

۳۰۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب شروط الصلوٰۃ	لکھنؤ دارالحداد
		۹/۶۲	لکھ القرآن
		۱۴/۶۰	لکھ القرآن
۵۹۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب النحر	لکھ دارالحداد
۱۱۱/۱	طبع مجتہدانی دہلی		شہ درختار

آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت تکثیر امت اور نفس کی صحت کے مدد غنیمت و زین رتقا و قرنا میں، دونوں اور بکارت معقم اول معنی
مگر پھر بھی صحت نکاح میں شبہ نہیں۔ صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت، پھر اگر کسی شخص کے مزاج پر رطوبت
غالب اور اس کی وجہ سے شہوتیں میں ضعف ہو کہ روزہ اسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اسے روزے کا حکم
دیے گئے یا اس کے صوم کو فاسد مانیں گے دقت علی هذا (اور اس پر قیاس کر۔ ت) یہ سب کلام اس
تقدیر پر ہے کہ عبارت مذکورہ سوالی کا وہ مطلب ہو یہ فتاویٰ فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ سیاق و سباق دیکھ کر تمہیں
مراہ کی جاتی تحریر جتنے لغز سائل نے نقل کئے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کی رائے میں ان کی عمدہ توجیہ یوں ممکن رہیت نام قصد قلبی
کا ہے اور قصد شے اس کے علم پر موقوف، آدمی بن پیر کو جانتا ہی نہ ہو اس کا قصد اس جے معنی، اور کسی شے کو جاننا
اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہنی بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی
ضروری ہے مثلاً طوطے کو زید کا نام سکھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں
اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت تو کرے مگر یہ نہ جانتے کہ فرض کسے کہتے ہیں ملا نہ ہوگی نہ صلوٰۃ فریضہ میں
نیت فرض بھی ضروری تھی جب معنی فرض سے غافل ہے تو لغز فرض کا خیال ہوا نہ نیت فرض کی فرض تھی

اشباہ میں غائب ہے کہ فرض میں فرض ہونے کی نیت کی جائے اگرچہ فرض سے منقول ہے کہ اگر فرض کی نیت کی لیکن اس کا معنی نہ جانتا تھا تو اب یہ اس کے لئے کافی نہیں۔ (نت)

نام خطبہ مانا بھی اور یہ نہ جانا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی سے بے گے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ اور نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ۔

وقد من جملة ما في العيون من اللفظ غير العلم
بمعنى لفظ والشروط انما هو مية ما يعني موت
الخطبة لا مية لفظ الخطبة وهذا ظاهر
جدا۔

اور حسب ریت نہ ہوتی کہ شرط صحت خطبہ میں مذکور ہے کہ شرعاً صحت جو تھا بعد نماز جو اس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی اللہ کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہلی ہو معنی نہ جانے کہ عار خدا کا ایک فرض ہے کہ بغرض افعال اہل ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی۔ اسباب میں ہے۔

لا يعدوا ان الله تعالى جعل هذه صلوة معروضة
ولكنه كان يصليها لا وقتها لانه يجوز
نماز فرض ہے۔ لیکن وہ اوقات نماز میں نماز لو کرتا ہے تو یہ کافی نہیں۔ (ت)

پر بھی میں معنی خطبہ نہ جانتے کے۔ یہ کہ جو عبادت پڑھے اس کا ترک کبھی ضروری ہے۔ یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہلکا پس امتوجہ (عبادت کی جو ایسی طرح ہوتی ہے)۔ (ت) واقعہ سببہ و قدی اعلیٰ

من الخطبہ از افضل کلام صلیع تجوز مرسلہ یا سبب حال وغیرہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ تیرہ جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لئے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ طے ہے ترجمہ بزمان غیرہ لی جمعیۃ عیدین کا جائز ہے یا نہیں، اور توقف میں ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے، اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے، یہاں تو جو دروا

الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فعل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذیہا صافہ صمد الدکھ و المتدکیر (کیونکہ اس میں ذکر و نصیحت ہے۔ ت) ہاں خطبہ کی تعطیل ہوگی اور یہ

خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر قیام ہو کہ اب سخت حالت ہے۔

حدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اَفْشَانِ اَنْتَ يَا مَعْزُذُ قَالَهُ فِي الصَّلَاةِ فَلَیْفَ فِی
الْحَطْبَةِ ۱۱

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اسے
معاذ یا کوفہ پیدا کرنا چاہتا ہے، یہ آپ نے نماز
کے بارے میں فرمایا تھا تو خطبہ میں کیا حال ہو گا (ت)،

اور نہ بھی ہوتے خطبہ میں غیر زبان عربی کا غلط خود مکر وہ اور سنت متواتر کے خلاف ہے کیا بیٹا؟ فی فتاویٰ
(جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے خوب بیان کیا ہے۔ مت) ہاں عید میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ
ہوں بریت و عفو نہ بریت خطبہ عید پہ واجب رسالہ ہے اگر وہی جو خطبہ میں زبان عربی نہ کر ہوئی،

فَقَدْ اَقْبَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاَسْمٰہُ بَعْدَ خُطْبَۃِ
العید الی النساءِ فَوَعظھنَّ وَذَكَرَھُنَّ ۱۲

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید کے بعد خواتین کے
اجتماع میں تشریف لے جا کر انھیں وعظ و نصیحت فرماتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۸۱
۱۲۸۱
مسئلہ از کلمۃ و حرمت تکرار
مرسلہ جناب مرزا اعظم قادریہ صاحب
۲۶ صفر ۱۲۸۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پہراچی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سوچا پس آدمی بغرض سیر عائن یا دوسری
غرض سے مشائخ کسی کے مقامات کو تو کوئی، نئے و مزارع میں ہوتا، تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو
بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں، ہاں شب کے ساتھ سے فوج کے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں
جاسکتے، اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیاء خریدنے کو جاسے کہ حالت نہیں، اگر بڑی جوتا قلعہ میں
عمدہ بنتا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں، ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو
چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پائس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا، مسجد اندر نہیں ہے، جماعت
اذان کے ساتھ ہوتی ہے، بیشتر کی پٹن میں مسلمان بکثرت تھے، نماز باجماعت ہوتی تھی، اب جو پٹن ہے اس
میں ہندو بہت ہیں، مسلمان قریب ستر کے ہوں گے، انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی
نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا، ایک وقت میں ایک
مسلمان صاحب نے جو پٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جنرل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان

حجۃ کی اور مار پیٹ ہوئی، کرنیل نے اُن تہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے ممانعت کر دی اور اُن سب سے کہہ دیا اگر یہ شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اس کو قید کر لو اور ہمارے پاس پہنچا دو، ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر آوا ہو جائے گی یا نہیں،

(۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہئے، فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے رکعت، اور احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ مینواتو جہودا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب راسه الله: قرآن و مواہب کی جائزیت دسہ۔ ت) اذن عام کہ صحبت جمعہ کے لئے شرط ہے، اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لئے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ ضرر نہیں نہ کہ صوف رات کے سارے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صبح سے حالانکہ قصر قلعہ شاہی عام اوقات میں گزر گا۔ عام نہیں ہو سکتے۔ کافی شرع دانی میں ہے۔

المسلطان اذا ساد ان يصلح به حشد في داره فان
فتنه بابها وادون للناس اذنا عاما جازمت
هبتوه شهدتها العامة اولاً۔
بادشاہ اپنے ویدہر کی وجہ سے اپنے دار میں نماز ادا کرنا
چاہتا ہو اگر اس دہر کا دروازہ کھول دیا اور لوگوں کو
وہاں داخل ہونے کا اذن عام ہو گیا تو اس کی عازر دست
ہو جائے گی خواہ عوام شریک ہوں یا نہ ہوں (ت)

اور جب پاس کسی چیز کی باہر لاسنے کی ممانعت تریساں سے کچھ ملازمین نہیں رکھتی کہ وہ فروغ سے منع ہے نہ دخول ہے۔
یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا غریبوں کی اجازت عام ہوتا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت
چاہئے اور ان کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے
ہیں اور انھار میں ہے۔

المراد اذنا من مقبضها (جمعہ کو قائم کرنے کی اجازت مراد ہے۔ ت)
مگر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صلح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا
کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عام دے دیں

مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی عزائم سے ہوتے مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ ہے معنی ہوگا وہ نزایں سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا پس مانع فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں :

اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمع پڑھنا چاہیں تو کوئی مانعت نہ کہے ، غلط دہی میں ہے ۔

لوارادواصلوۃ داخلہا وخطوطہا جملہا اگر لوگوں نے قلعہ کے اندر نماز کا ارادہ کر لیا اور تمام ہی لے بیٹھو ۔

اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرہ ہونا کچھ مفرد ہوگا کہ پہرا ہی مانع ہے جو مانع دخول ہو لہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البواہین (پہرے دار بیٹھا دیکھتے ۔ ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول نہ (تاکہ وہ دخول سے منع کریں ۔ ت) بڑھایا ۔ یعنی رعایت میں محیط سے منقول ۔

ان اجلس البواہین علیہا لیمنعوا عن الدخول اس نے پہرے داروں کو دروازوں پر داخلے سے منع کرنے کے لئے بیٹھا دیا تو اب جمع جائز نہ ہوگا ۔ (ت)

تو صرف شرکت ہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ ہے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے ، پہرا ہونا مکان کو صلیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت نہ ہو پاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد ، اگر تمام جماعت شہر ہانا چاہیں نہ جاسے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمع نہیں ہو سکتا ۔ ہائے میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا ۔

یسی جمعة لا یتجمع البجعات فیہ فاقضی ہوئے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہو تا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تاکہ نام کے معنی کا ثبوت ہو ۔ (ت)

۳۴۴/۱	مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت	باب الجمعة	لے غلط دہی علی الدار المختار
۶۰۱/۱	مصلیٰ البانی مصر	~	لے رد المختار بحوالہ الکافی
			لے رجائیۃ عن المحيط
۲۶۹/۱	ایچ ایم سعید پبلی کراچی	فصل شرائط الجمعة	لے بذائع الصنائع

ثانیاً اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے محالیت نہ تھی جبکہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اس ملازم کرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ محالیت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اسے جمعہ سے بھی حجاز روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحبت جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمین جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض ماریوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کرے کہ مسجد میں نہ جائے یا تہی تو نہ یہ قاعدہ اذن عام نہ مقیمان جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً محالیت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پٹنی والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پر خاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص فی واقعہ شریر و مفسد و عروزی ہے کہ اس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی محالیت بھی مانع صحبت جمعہ نہ ہوگی کہ قاعدہ اذن عام سے روکنا ہے

کما فی المطحطاوی عن المحبب لابن من حملہ
عن ما اذاعہ امام من الصلوۃ
جیسا کہ طحاوی میں طحاوی سے ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ لوگوں کو نماز سے منع کرے۔ (ت)

شرح عیون المفایہ پھر مجمع الزہر پھر در مختار پھر فتح العین علامہ ابوالسعود اذہری میں ہے
واللفظ له الجمعة بالقلعة صحیحة وان خلق
بالبهالات الاذن العام مقرر لاهلہ وغلقہ
لسنہ عدد اذہر قدیمہ لا یلمسہ
اس کے الفاظ یہ ہیں کہ قلعہ کے اندر جمعہ درست ہے
اگرچہ اس کا دروازہ بند ہو کیونکہ اذن عام اہل قلعہ
کے لئے ثابت ہے اور اس کا بند ہونا دشمنوں کے
عدم دخول کے لئے ہے یا علت قدیمہ ہے ناری کو
روکنے کے لئے نہیں۔ (ت)

اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے،

كما في الثاني من الطحاوي لا يفرضه نحو
الثاني والخمسة انتهى.

اقول وتعليقه عدم التكليف معلول بها في
الثاني من العلامة اسمعيل مفتي دمشق
الشاهد تلميذ المحقق العلافي صاحب الدرر المنجى
عن العلامة عبد العلي البرجندی شارح
البيان في الاذن العام ان لا يتم احدا
من تصح منه الجمعة حكما لا بخلف
واقهر.

جیسا کہ شامی میں طحاوی سے ہے کہ عورتوں وغیرہ کو
روکنا مضر نہیں کیونکہ ان کے آئینہ میں فقہ کا ڈر ہے انتہی
اقول یہ علت بیان کرنا کہ وہ مطلق نہیں اس کا تعلق اس
بیان سے حر شامی میں مفتی شام علامہ اسمعیل دمشقی جو
مفتی علانی صاحب درمعار کے شاگرد ہیں سے شائع
نہایت علامہ عبد العلی البرجندی کے حوالے سے کہا کہ اذن
عام یہ ہے کہ ہر اس شخص کو روکا جائے جس سے جمعہ
کی ادائیگی ممکن ہے، جیسا کہ یہ ضمنی نہیں
ہے۔ (ت)

علامہ خود فرماتے ہیں کہ مؤذنین کو مساجد سے روکا جائے،

كما في عمدة القاري للامام البدر محمود العيني
وفي امثال السنية للعلامة نزيه بن
نجيم المصري وفي الدر المختار بينه
داي من المسجد كل موة ولو بلسانه.

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے نہ کہ منافی اذنی نہیں، اور اگر ایسا نہیں ہو کہ بعض ظنی بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے
ہیں تو بلا شبہ ان کا جرم باطل کر ایک شخص کی حالت بھی اذنی عام کی مبطل،

فقد مر عن الشامي عن اسمعيل عن البرجندی
ان لا يتم احدا.

جامع الرموز میں ہے،

الاذن العام بالصلوة باعث يفتح باب
الجمعة او دار السلطان بلا مانع لاحد من

نماز کے لئے اذن عام یہ ہے کہ داحسد کے لئے

بلا رکاؤٹ جامع مسجد یا دار السلطان کا دروازہ

لے رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ دار الكتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر ۹۰۱/۱

لے " " " " " " " " ۹۰۰/۱

لے رد المحتار باب ما يفرض الصلوة الخ مطبوعہ مطبع عتیقات دہلی ۹۴/۱

الدخول فيه، وهذا كله مما اخذته تفقهه
من كتاباتهم وارجوان يكون صوابا ان شاء
الله تعالى.

کھول دیا جائے احادیث یہ تمام فقہاء کی عبارات سے
میں نے سمجھا ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ
صواب ہے (ت)

(۲) دس سنتیں ہیں، چار پہلے چار بعد ہی منصوص علیہن فی المتن قاطبة وقد صرح بہن الحدیث فی
صحیح مسلم (ان کے چار ہونے پر متونی میں قطعاً تصریح ہے اور صحیح مسلم میں ان کے بارے میں صحیح حدیث
بھی وارد ہے۔ ت) اور دو بعد کو اور، کہ بعد پھر چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقہاً ثابت و احوط (مختار و
مختار حدیث و فقہ کے اعتبار سے۔ ت) متروک ہے اگرچہ چار کے بارے میں متنی علیہ میں ان دو سے نوکذہ ہیں
لحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحا کہ
و صحیح مسلم علی شرط الشیخین عن ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا کان بمسکة
فصلی الجمعة تقدم فصلی رکعتین ثم
تقدم فصلی اربعاً (وفیه) فقال کان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلک هذا
محتصراً وتمام الکلام علیہ فی الفتح والامام
الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبد الرحمن
السلمی قال قدم علیہنا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود)
رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فكان یصلی بعد الجمعة
اربعا فقدم بعدا علی ما یروی اللہ تعالیٰ عنہ
فکان اداصلی الجمعة صلی بعد ہا رکعتین
واربعاً یجمعن فعل علی ما یروی اللہ تعالیٰ عنہ
فاحترنائی۔ فی فتاویٰ ابوالسعود الا انہ ہری
تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ

ابو داؤد میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ہے، حاکم نے
تخریج کر کے کہا کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے
_____ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ جب تک میں تھے جمعہ
ادافرایا تو آگے بڑھے دو رکعات ادا کیں پھر آگے بڑھے
تو چار رکعات ادا کیں (اور اسی میں ہے) فریاد سالوات
صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ یہ مختصر ہے
اور اس پر تمام گفتگو ختم میں ہے۔ امام طحاوی شرح
معانی الآثار میں ابو عبد الرحمن السلمی کے حوالے سے یہ
کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ)
بارہ دن تشریف لائے تو آپ نے جمعہ کے بعد
چار رکعات ادا کیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ کا طریقہ تھا کہ جمعہ کے
بعد پہلے دو رکعات پھر چار رکعات ادا کرتے، ہمیں
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل نہایت ہی پسند آیا

لے جامع الرموز فصل صلوۃ الحجۃ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ گنبد قافوس ایران ۲۶۵/۱
لے سنتی ابوداؤد باب صلوۃ بعد الحجۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۶۰/۱
لے شرح معانی الآثار باب التطوع بعد الحجۃ ایچ ایم سیّد کبیری کراچی ۲۳۲/۱

بند و مستان کے عام بلا دیا ہے ہی میں ایسی جگہ ہمارے علاقے کو ام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی
اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی دو ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعد یہ
جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضا سے غری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی طے سے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے
بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جو پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح کچھ کو خاص فرض جمعہ کی نیت کرے
اگر بہ نیت فرض ٹاڈ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہو گا اور اب یہ چار رکعتیں ذی احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی
اور جب یوں نیت صحیح سے ادا کر چکا تو اچھا چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت
رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان
نہ کرے یوں پڑھنے میں یہ قطع پائے گا کہ اگر شاید ظہر انہی میں ہو جو فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہو گا تو یہ رکعتیں
آج ہی کی ظہر برہائیں گی کہ اس صورت میں بھی ظہر پچھلی ہے جس کا وقت اسے طے اور ابھی وقت سے ساقط نہ ہوئی
اور اگر بعد صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے دتر رہی ہوگی (غلو یوں کہہ سے پچھی ہی نہ تھی یا کسی
وجہ سے خاصہ ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر
قضا سے غری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری نہیں کہ اگر نفل نہیں اور سورت دہائی تو واجب چھوٹ کر ناز کر وہ
تحریمی ہوگی ان میں پر قضا سے غری ہے اسے پچھلی دو میں سورت طے کی حاجت نہیں کہ اس کے بطور فرض
ہی ادا ہوں گے جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور نہ ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے ہماری کہ
نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باجم مسافری میں اگر یہ بھی نہ بدہ نیت کی توفہ مقصود و احتیاط
برگز حاصل نہ ہو گا لہذا اسی طرف گول نیت سے بے خیال تردد بجا لائے اور واقع کا معاملہ ظہر الہی پر چھوڑ دے
پھر ایسی صحیح نیت نہ سے جا ہوں کہ ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جائے ٹکس
کہ جمعہ سوسے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا کچھ ٹکس کہ جمعہ کے دن دوسرے دن میں اور رکعتیں اٹک چار
اٹک، اسی لئے علامہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ای رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض
روایات پر ان کی نماز ٹیک ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں ان فراموش یعنی جو لوگ اس طرح کی
نیت کر سکتے ہوں اور ان سے خدا نہ بیٹھے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجا لائیں تاکہ یقیناً فرض ادا ہو جائے اور شبہ
احتمال کی گھائش نہ رہے فقیر اپنے فتاویٰ میں یہ مسئلہ منسل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دہمیں عبارات پر
تقصیر ہوتا ہے، فتاویٰ علیگیری میں ہے،

فی محل موضع وقع الشك في حوازم الجملة ہر وہ مقام جہاں جمعہ ہونے یا نہ ہونے میں شک کی
لوقوع الشك في المصرا وغیرہ واقعہ اھلہ وجہ سے حوازم میں شک ہو جائے وہاں جمعہ کے بعد

چار رکعات برنیت ظہر ادا کی جاتی تھیں تاکہ اگر جمعہ نہ پڑا تو وقتی فرض کی ادائیگی بالیقین ہو سکے، الکافی۔
 اور محیط میں بھی اسی طرح ہے۔ پھر ان رکعات کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے وقتے آخری ظہر ادا کر رہا ہے اور یہی احسن ہے، اور احوط یہ ہے کہ یوں نہ دکرے کہ یہ آخری ظہر پڑھ رہا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور اسے ابھی تک ادا نہیں کیا، جیسا کہ قنہ میں ہے۔ اور فست دی آہو میں ہے کہ ہمارے علاقے میں جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھی جاتی ہیں اور سورت پڑھنی چاہئے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحت جمعہ میں شک ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ اہل مرد کا واقعہ ہے، پس وہاں وہی کچھ کیا جائے گا جو غلو نے کہا، کہ جس نے کہا کہ انھیں اترنے اختیار حتیٰ لڑ پر جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

حلیٰ کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کرے پھر اس نیت سے چار رکعات پھر وقتی سنن دو رکعات ادا کرے، پس اگر اب جمعہ صحیح ہو تو اس

الجمعة ينبغي ان يصلوا بعد الجمعة اربع ركعات ويؤا بها الظهر حتى لو لم تقع الجمعة موقعا يخرج عن عهدة فرض الوقت يمين كذا في الكافي وهكذا في المحيط ثم اختلفوا في نيتها قيل يتوى آخر ظهر عليه وهو الاحسن والا حوط ان يقول نويت آخر ظهر اذ ركعت وقته ولم اجد حدك في القية وفي فتاوى آهون ينبغي ان يقرأ الفاتحة والسورة في لاربعة التي تصل بعد الجمعة في ميامرنا كذا في التاتارخانية۔

رکعات پڑھی جاتی ہیں اور سورت پڑھنی چاہئے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصروحي واقعة اهل ضرر فيفعل ما فعلوه وقال المحسن امرائهم باعادة الاربع بعد الجمعة حتما احتياطاً۔

طحاوی میں ہے :

قال الحلبي الاول ان يصلوا بعد الجمعة سنتها ثم الاربع بهذه النسبة ثم ركعتين سنة الوقت فان صحت الجمعة

کی سنسن اپنے طریقے پر ہوئیں اور اگر جمعہ نہ ہوا تو اس
نے ظہر سننے کے ساتھ ادا کر لی، ابو المسعود (ت)

کان قد ادى سنته على وجهها والا فقد صل
الظهور مع سنته ابو المسعود
مراقی الفلاح میں ہے :

ان چار رکعات کی ادائیگی جاہل لوگوں کے اعتقاد
میں فساد پر پا کر سے گی کہ جمعہ فرض ہے یا نہیں، یا
ایک ہی وقت میں متعدد فرائض ہو سکتے ہیں ۔
لہذا چار رکعات ہر کا فتویٰ صرف خواص کے لئے ہے
اور ان کا فعل (رکعات کی ادائیگی) بھی اپنے گھروں
میں ہوگی نہ اسی کی مثل اس کا حکم دینے والے محققین
مثلاً امام مقدسی وغیرہ نے کہا ہے۔ (ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

بفضل الامام مقسدة اعتقاد الجوهلة عدم
فرض الجمعة او تعدد المفروض
في وقتها ولا يفتى بالامر به الا الخواص
يكون فريضتهم اياها في مناسرتهم ، وبمنه
مصرح المحققون الامم و من
كالهقدس وغيره ، والله تعالى
اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸۳ از فیروز پور ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی
مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی تکذیب علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی جہادت ہوں جائز ہے یا
نہیں؟ مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہو دوسرے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز
ہو گا یا ناجائز؟ اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہران کے ذمہ
باقی رہے گا؟

(۲) اگر منظر مشتبہ ناجائز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعات دیگر بدیں نیت کہ اگر جمعہ ناجائز ہو یا یہ رکعتیں فرض ظہر
میں شمار ہو جائیں ورنہ فعل رہیں بدیں خیالی کہ بدوہ قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنسن و
نوافل سے پوری کی جائے گی، پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور یہ بات اکثر جگر رواج میں ہے یہ
رواج جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے

پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ، اور ہر گناہ قابلِ مواخذہ، اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ ترک کی فرض ظہر کا دوسرا پرہیز جانا کیا کوئی جلی بات ہے واللہ ذی اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں۔ ت)

(۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہو تو فرض درہ نقل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہو تو فرض ظہر دوسرا پرہیز باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعین شرط ہے شک و تردد کافی نہیں،

فی التویر لا بد من التعین عند النیۃ تنویر میں ہے کہ نیت کے وقت فرض و واجب کی لفظی و لوقعاً و واجباً۔
تین ضروری ہے حواذہ قضا ہو۔ (ت)

بلکہ اشتباہ کی ٹھیک کر ہے کہ جمعہ پڑھتے وقت عوم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعدیہ بنیت سنت وقت پڑھے پھر چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ کھپتی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی، پھر دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ جمعہ صبح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہ گئی تھی اس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی، اور اگر جمعہ نہ ہو تو فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلہ و بعدیہ بترتیب ادا ہو جائیں گے، یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیست میں یوں شک و تردد کرے، یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا، ان رکعتوں کا رواج جواز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علماء نے حکم دیا ہے مگر ان جاہلوں کو نہیں جو نیست صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوسرے فرض سمجھنے لگیں، وہ ہر اعلان فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جاسکے، حکمیری میں ہے،

یسوی، آخر طہر علیہ و ہوا الحسن (جو اس پر آخری ظہر ہے اس کی نیت کرے اور یہی احسن ہے۔ ت)

مرآۃ العلام میں ہے، لا یفقد بالامر بعد الا الخواص (چار رکعت ظہر کا فتویٰ صرف اور صرف خواص کے لئے ہے۔ ت)

۶۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب شروط الصلوۃ	لے در مختار
۱۴۵/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس عشر فی صلوۃ الحجۃ	مفتہ فتاویٰ ہندیہ
۲۶۶	نور محمد کا رخاں تجارت کتب کراچی	باب الحجۃ	مفتہ مرآۃ العلام مع حاشیۃ الطحاوی

مگر یہ اس جگہ کے لئے ہے جو شہر یا خلاء شہر جو اور تعدد جہد وغیرہ وجوہ کے سبب صحت جہد میں اشتباہ ہو،
گناؤں میں جہد اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار
رکعتہ احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔

(۳) اور ضعف اسلام کا عذر قابلِ سماعت نہیں، ضعف تو یوں ہی ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی
چندوں پر اندر ہی ذکر وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر بجالائیں، رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ
سے قیدی میں۔

والد نب یجری الذنب والقلیل یدعو
الی الکثیر وصالنا الکفایۃ الا بالذہب
وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل
فی الذہب لایصح بہا کیل یتوصل
العوام الی ہدم الذہب فکیف یسما
لیس من الذہب فی شئ و سبأ لہ
لعمدہ۔

گنہ و دوسرے گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔ قلیل، کثرت
کی دعوت دیتا ہے اور ہم جو ذہب اسی پر فتویٰ
دیتے ہیں۔ متعدد ایسے مسائل جو ذہب
پر ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ ان پر فتویٰ نہ دیا جائے
تاکہ عوام ذہب کو ختم کرنے پر نہ تکی جائیں تو اس
مسئلہ کا کیا معادلہ ہے جو ذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو اور
صحت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے (ت)

(۴) اور سلطان یا اس کے مامور و ماذون کا اقامت جہد کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت
ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جہد خود شرعاً مطہر نے ضرور
نہ ٹھہرائی مگر وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی، عسر فرض
دیہات میں جہد کی ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر و قمر سے ساقط نہ ہو گا،

فی الشی عن القہستانی عن الجواہر
لوصلوا فی انقری لرمہم اداء الظہر
شامی نے قہستانی سے انہوں نے جواہر سے نقل کیا
کہ اگر لوگوں نے دیہاتوں میں جہد ادا کیا تو وہاں ظہر
کے ادا نیکی لازم ہوگی۔ (ت)

(۵) بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اُس میں بستی کی مردم شماری مقصور نہیں بلکہ خاص وہ لوگ
جن پر جہد فرض ہے یعنی مرد و عاقل بالغ آزاد متمیم کہ اندھے بچے ٹوٹے یا ایسے صعیف یا مریض نہ ہوں کہ
جہد کی حاضری سے معذور ہوں یا ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کی گنتی نہیں ۱۰ اور

پوری مسجد مع محن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ،
 فی التنبیہ ہو ما لا یسع اکبر ص ج ۵
 اہلہ المکلفین بھا فی الشافعی طبع
 انطوطوی عن القہستانی احتقر بہ
 عن الصبیان والاعذار مثل النساء و
 الصبیان والنساء فیرت۔
 تنویر میں ہے شہرؤ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد
 شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طوطوی
 سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے
 معذوریں کو حاسق کیا ہے مثلاً خواتین، بچے
 اور مساکین (ت)

(۲) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مسرت نماز تہ کے لئے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں
 اس سے کم میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں۔

فی التنبیہ والجماعة اقلہا ثلثة
 مرجع سوی الامام یک
 واللہ تعالیٰ اعلم
 تنویر میں ہے جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم از کم
 تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)
 واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۹ھ ۹ رمضان المعظم ۱۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جہ اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا
 جواب دینا اور جب دو خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی اصول ہے، رد المحتار میں ہے،
 احیاء الاذان مکر وہۃ نہیں الفائق یک
 اس وقت اذان کا جواب دینا مکر وہ نہیں (ت)
 پھر رد مختار میں ہے،

ینبغی ان لا یجیب بل ساندہ اتفاق فی
 الاذان بین یدی الخطیب۔
 خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان کا جواب
 بالاتفاق نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

۱۰۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت	باب الحجۃ	۱۰۹/۱
۵۹۰/۱	مطبوعہ ابوابی مصر	"	۵۹۰/۱
۱۱/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بھارت	"	۱۱/۱
۶۰۴/۱	مطبوعہ ابوابی مصر	"	۶۰۴/۱
۶۵/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بھارت	باب الاذان	۶۵/۱

اُسی میں ہے :

اذا خرج الامام من الحجرة استكان
والاخصا منه للصلاة فلا صلوة ولا كلام الى
تمامها وقال لا باس يا مكلام قبل الخطبة
وبعد ها اذا جلس عند الثانی والخلافت فی
کلامه يتعلق بالآخرۃ اما غیره فیکره
اجماعا وعلى هذا فالترقیۃ المستدرکۃ
فی زماننا تکرر عند کلام العجب المست
الصافی ینهی عن الامور المصروف بمقتضی
حدیثہ ثم یقول انصتوا لکلمہ اللہ ثم انصتوا

جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو اور نہ جب وہ
منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تمام خطبہ تک
نہ نماز ہے اور نہ ہی کلام۔ صاحبین کہتے ہیں کہ خطبہ کے
پہلے اور اس کے بعد گفتگو میں کوئی حرج نہیں اور امام ابراہیم
کے نزدیک جب امام بیٹے اس وقت بھی کلام میں کوئی حرج
نہیں اور انتہا یہ کہ اس وقت میں سے جو آخرت سے متعلق
برائیکوں کے علاوہ گفتگو تو بالاتفاق مکروہ ہے اس بناء
پر ہمارے زمانہ میں متعارف ترقیہ (ان الله وحده یصلو
على النبی و آلہ) (حلیہ کے منبر پر بیٹھے وقت پر مٹنا، امام اعظم
کے نزدیک مکروہ ہے اور تعجب ہے کہ ترقیہ پڑھنے والا امر بالمعروف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی وجہ سے روکتا
ہے اور پھر خود کہتا ہے حاضرین رہنا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور مخلصاً۔ (دست)

ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کما احادیث
کلام علی انقادی وفسوح فی کتب المذہب (جیسا کہ ملی قاری نے تحریر فرمایا اور اس کی تفصیلات کتب
مذہب میں ہیں۔ دست) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے
وقد صحح کلام الامورین عن سید المکرمین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ۔ علیہ وسلم سے دونوں معمول تھے ہیں۔ (دست)
یہ قول مجمل ہے و تفصیل المقام مع نہایت الغایۃ و ازالة الادھام فی ما ونا توفیق المدد
العلام (اس مقام کی تفصیل ہم نے ترفیق ملک العلوم نہایت تحقیق کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں بیان
کر دی ہے۔ دست) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۱ از بگرام ضلع ہردوی محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۳۱ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم یا و از بلند گنا چاہے
یا با خفا؟ اور اگر با و از بلند کہے تو کچھ حرج تو نہیں، بینوا تو جودا

الجواب

نہ باوازنہ باشقا، بلکہ تنہا عموماً آہستہ پڑھ کر حمد الہی سے شروع کرے،

فی الدہم المختار ما یبدأ بالتعوذ مسرّاً در مختار میں ہے کہ آہستہ تعوذ پڑھ کر خطبہ شروع کرے۔
فی سہد المختار قولہ یبدأ اے قبل الخطبۃ رد المختار میں ہے ماقبل کا قول یسداً یہ ہے کہ
الاولی بالتعوذ سرّاً ثم یحمد اللہ تعالیٰ پہلے خطبہ سے پہلے آہستہ عموماً بالتہ کے اس کے
والثناء علیہ واللہ تعالیٰ اعلم بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲۹۲ھ از کلمۃ وحریم طہ علیٰ مرسلہ جواب دوم فاربیہ صاحب ۲۰ رسائل المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد متضمن و غلط نصیحت پڑھے جاتے ہیں
یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عندکد عربی ہماری کچھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں؟
بینوات و جردا۔

الجواب

یہ امر خلاف سنت متواترہ مسلمین ہے اور سنت متواترہ کا غلط محکوم، قرآن فقہان اہل اسلام میں ہمیشہ
خالص عربی میں خطبہ معمول و متواتر رہا ہے اور متواتر کا اتباع ضرور ہے۔ در مختار میں ہے، لان المسلمین توارثوا
فوجب اتباعہم (یہ مسلمانوں کا توارث ہے جس کی اتباع لازم ہے۔ ت) زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ
تعالیٰ عنہم میں کچھ اللہ ہزار ہا بلاد و عجم فتح ہوئے، بزرگوں و مجاہدین نے انھوں نے ان کی
غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان غلط کیا ہو،

وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم لسانہ ہر وہ شے جس کا مقتضی پایا جائے اور
ثم ترکواہ دل علی انہم کفوا عنہ فکانت کوئی مانع بھی نہیں پھر اس کو ترک کر دینا اس پر وال ہے
ادنا، لکراہۃ کہ اسے چھوڑا گیا ہے تو کم از کم یہ عمل مکروہ ضرور
ہو گا۔ (ت)

عوام کا یہ مذہب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں مسوع ہونے لگا۔ بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ

۱۱۱/	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الجمعۃ	۱۱۱/
۵۹۸/	مطبوعہ ابیانی مصر	~	۵۹۸/
۱۱۴/	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب العیدین	۱۱۴/

نے علم سیکھنا سبب پر واجب کیا ہے۔ عوام کو نہیں سمجھتے، سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا۔
 آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لئے قرآن اُردو میں پڑھا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۱۲۹۳ از شہر پور بندل ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈ روڈ مسطورہ کھتری عمر ابو بکر صاحب
 ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، خطیب کو وقت تو اندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور غماہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مکروہ نہیں، تو بشرط اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو،
 وذلك لان الفعل اذا تردد بين السنية و المكراهة كان تركه اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۴ مرسلہ مولوی الہیاء خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد و میدین میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں، بینوا اتوجروا

الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا وہ ایک کلام ہے جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون پر مدار ہے اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور بُرا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم یا مکروہ، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی خواہی قبیح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام متکلم کے حق میں شریعت کو نا پسند۔

الخروج البخاری فی الادب المفرد، والطبرانی فی المعجم الاوسط وابو یعلیٰ عن عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما و هذا والدارقطنی عن ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام بخاری نے ادب المفرد میں، طبرانی نے معجم الاوسط میں اور ابویعلیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابویعلیٰ اور دارقطنی نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور

العبد یقیناً رضی اللہ تعالیٰ عنہا والاصنام
الشیعی عرفت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما مرسلاً قال رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم : الشعر بمنزلة الکلام
فحسنه تحسن الکلام وقبحه کقبح
الکلام فان لم یؤد اساده حسن.

امام شافعی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : شعر دوسرے کلام کی
طرح ہی ہے ، اچھا شعر اچھے کلام اور برا شعر برے
کلام کی طرح ہوتا ہے ۔ امام مناوی نے کہا کہ اس
روایت کی سند حسن ہے ۔ (د ت)

نور حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے لئے منبر بچاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثناء و مناجات کا
خطبہ طیبہ اشعار میں پڑھتے ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ جب تک اس کام میں رہتا
ہے اللہ تعالیٰ جبریل سے اس کی مدد فرماتا ہے ۔

امام بخاری نے الجامع الصحیح میں أم المؤمنین حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ
رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابی حسان
بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر بچواتے اور وہ
منبر پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
مدح کرتے اور کفار کی طرف سے کئے ہوئے مدوں
کا جواب دیتے ، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے کہ جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ
عنه) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف
اور مدح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی روح القدس
کے ذریعے مدد و تائید فرماتا ہے ۔ (د ت)

اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح
عن أم المؤمنین العبد یقیناً رضی اللہ
تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یضع لحسان بن ثابت
منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً
یفاء ثم یسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اذین فح و یقول رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ یتوید
حسان بروح القدس ما نافع
اوفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم.

لہ الادب المفرد باب الشعر حسن الحدیث ۳۸۵ ۸۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ سانگلہ دہلی شیخ نور محمد ص ۲۲۳
الجامع الصغیر مع فتح القدر بحوالہ المعجم اوسط و ادب مفرد عن ابن عمرو و ابو علی عن عائشہ ۱۵۵/۴
لہ فیض القدر شرح الجامع الصغیر بحوالہ البیہقی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۵۵/۴
لہ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری باب البیان والشعر مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱۰
سنن ابوداؤد کتاب الادب نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۸۴/۲

سیدی عارف با تمام طریقین شیخ الطیور شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں،
 ہر وہ شخص چاہے جو زہد، وعظ، حکمت، دنیا کی
 خدمت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانے والا یا
 صالحین و متقین کی صفت و تعریف وغیرہ پر مشتمل ہر
 جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت
 پر ابھارتا ہو یا گناہ سے ڈر کرتا ہو الخ (ت)

تو اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں ایسا دوچار عربی استعارہ ولعت، وعظ و تذکیر و ذم و نیا و مدح عقی کے ٹپے نہیں
 کوئی مانع نہیں بلکہ خود اسٹڈ لائمر فی امر اللہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پر غنا دی
 فقد اخرج العسكري في المواظع عن ابی خالد
 الغب فی قال حدثنی مشیخہ من اهل الشام
 اور کوا محمد بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ قال لما استخلف سعد بن عبد العزیز فلما
 رأى الناس اسفل منه حمد الله ثم
 كان اول كلامه تكلم بعد الثناء على
 الله وعلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم،
 هتف حياك فان الامور به كفلاله مقاديرها،
 فليس بين منهيها ولا قاصو حث ما موراه
 ذكره العلامة ابواهيم بن عبد الله
 اليماني المحدث في الباب السابع
 مشهور من كتاب القول الصواب

سہ کتاب عارف عارف طحی احیا السلام مطبوعہ مطبعة المشهد القاهرة
 سہ القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب الباب السابع عشر
 ف: الطهرت نے شیخ کے حوالے سے عبارت فضل کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا مجھے اصل عبارت نہیں مل سکی، البتہ
 سہی بسیار کے بعد اس عبارت کی تویید عبارت عارف العارف سے اس الفاظ کے ساتھ ملی ہے، فان كان من
 القضا في ذكر الجنة و النار والتشويق الى دار القوار و وصف نعم الملك الجبار و ذكر العبادات و

فی فصل امیر المؤمنین حمیر بن الخطاب من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔
ایک کتاب القول الصواب فی فضل امیر المؤمنین عربی
الخطاب کے ستر حوی باب میں الاکتفاء فی فضل الاربعۃ

الخطاب سے فعل کیا ہے۔ (ت)

مگر ان خطبوں کا تمام و کمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہئے کہ بلاوجہ کلمات مستند سے اعراض بلکہ طریقہ متواتر کی تفسیر ہے
اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علماء میں مصرح۔ امداد الفتح ششرح
نور الایضاح علامہ حسن شربلانی میں ہے۔

فی المحيط یقرر فی الخطبۃ سورۃ من القرآن
ادایۃ فالأخبار قد تواترت امت النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقر القرآن
فی خطبته لا تخلو عن سورۃ او آیۃ
فیہ میں ہے کہ خطبہ میں قرآنی سورت یا اس کی آیت
پڑھی جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا خطبہ قرآنی سورت یا کسی آیت قرآنی سے
خالی نہ ہوتا۔ (ت)

علامہ طحاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا:

یزید فیہ الدعاء للمؤمنین والمؤمنات
بدل الوعظ فی الاولی ولا یعظ فیہا ویسن
قراءۃ آیۃ فیہا کذا فی البحر
پہلے خطبہ میں وعظ کے بدلے دوسرے میں مؤمنین اور
مومنات کے لئے دعا کا اضافہ کیا جائے اس میں
وعظ نہ ہو اور اس میں قرأت آیت سنت ہے جیسا کہ
بحر میں ہے۔ (ت)

در نماز میں ہے،

یسر خطبتان بجلستہ بینہما و تادکھا
دو خطبے در میان میں جلسہ کے ساتھ سنت میں اس

عند اقوال ذکرہ فی البحر استظہاراً من قول
التجنیس والمنید الثانیۃ کالاولیٰ علی تنبیہ
۱۲ منہ (م)
میں کہتا ہوں تجویم تجنیس والمزید کے قول کو ظاہر قرار
دیتے ہوئے ذکر کیا کہ دوسرا خطبہ پہلے کی طرح ہے
پس غور کرنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

لے رد المحتار بحر الایضاح باب النجم
لے حاشیہ الطحاوی علی رد المحتار باب النجم
مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
۵۹۸/۱
۳۴۲/۱

مسئلہ علی الاصحہ کہ ترکہ قراءۃ قدر ثلاث
آیات اور ملخصاً قلت وبقولہ قدر دخل
آیۃ طویلۃ تکون قدر ثلاث فافسد فم
ما اور فی رد المحتار وعلیک بما علقتمہ
علیہ ۔

جسے کو ترک کرنا اصح قول کے مطابق گناہ ہے جیسے کہ
تین آیات کی مقدار قراءت کا ترک کرنا گناہ ہے اور ملخصاً
قلت ان کے قول "قدر" سے طویل آیت بھی شامل
ہو جاتی ہے جو تین آیات کے برابر ہو لہذا رد المحتار
میں جو اعتراض ہوا اس کا رد بھی ہو جائے گا آپ پر
اس ماحیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہے جو ہم نے اس
(رد المحتار) پر لکھا ہے۔ (ذات)

محہ قال العلامة الشامی ای یکرہ الاقتصار
فی الخطبة علی نحو تہلیلۃ و تہلیلۃ مما
لا یكون ذکراً طویلۃ قدر ثلاث آیات او
قدر التثلیل الواجب و لیس المراد ان
ترک قراءۃ ثلاث آیات مکروہ لان المعصوم
یہ فی الملتقی والمواہب و نور الایضاح
و غیرہ ان من السنن قراءۃ آیۃ ام و کتبت
علیہ ما نصہ اقول بل ہو مفاد صریح
اللفظ ولو کانت المراد ما اولی تقدیرہ لقال
کہ ترکہ قراءۃ ثلاث آیات و هذا اشبه
بالتبذیل منہ بالتأویل ولا یزید الشارح
ثلاث آیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتمہ
وانما قال قدرها فادخل آیۃ او اثنتین

علامہ شامی نے کہا یعنی خطبہ میں صرف ایک قسم اور تبذیل
کے برابر جو تین آیات یا تفسیر واجب کے برابر ہو تو
مکروہ ہے۔ اسی سے مراد یہ نہیں کہ تین آیات کا ترک
مکروہ ہے کیونکہ ملحق اور مواہب اور نور الایضاح وغیرہ
میں تصریح کی گئی ہے کہ ایک آیت کا پڑھنا سفت ہے
میں نے اس پر ماحیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے
اقول بلکہ یہ تصریح لفظ کا مفاد ہے اور اگر آپ کا
تأویل شدہ مقصد ہوتا تو یوں کہتے (تین آیات کے
ترک کی طرح مکروہ ہے) تأویل کے ذریعہ تبذیل
کی بجائے یہ صریح مفاد بہتر ہے حالانکہ شارح کا
مقصود خاص تین آیات مراد نہیں تاکہ آپ کا
ذکر کردہ اعتراض وارد ہو بلکہ انھوں نے تو قدرہا
کا لفظ کہا ہے اور ایک اور ویسی آیات کو بھی
(باقی بر صفحہ آئندہ)

یوں ہی زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ صحابہ و تابعین و ائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متواتر ہے کما ذکرہ الشافعی و ابی اللہ المدہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح موطا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) عہدِ سلف میں بجاۃ ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے، ہزار ہا منبر نصب کئے گئے، عائدہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تقسیم کے لئے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان کا غلط کیا اور سنت متواترہ کی مخالفت پیش نہ کرے۔ درختا میں فرمایا،

ان المسامین ما توارثوه فوجب اتباعهم لثبات
ای ثبت و تاحد اقول و تحقیق انت
التدکیر بالعجمیۃ لما کان المقصود لیس
بعینہ موحودا و المانع مفعودا ثم لم یصل
کان ذلک کف منهم لا ترکا و انکف فعل و الفعل
یجری فیہ التوارث بخلاف التکلف و لا یعنی
لتوارثہ ولا مراع لتأسی فیہ لانه غیر مفعول
بل ولا مقدور کما یصلح لاکابر العہد و
قال فی الاشباہ و النظائر التروک لا یشترک

جر مسلمانوں میں متوارث و منقول ہو اس کی اتباع لازم
ہوتی ہے اسی سے وہ ثابت اور ثبوت کہ ہوتا ہے اقول
اس کی تحقیق یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و نصیحت کا
تقاضا بنفسہ موجود تھا اور مائع مفعود، پھر بھی انھوں
نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کی طرف سے چھوڑنا ہے ترک
نہیں چھوڑنا فعل ہے اور فعل میں توارث حسب ری
ہوتا ہے بخلاف ترک کے کہ اس میں توارث کا مہموم
ہی نہیں ہو سکتا اور اس میں اقتدا کا کوئی جواز ہی
نہیں کیونکہ اس پر عمل ہی نہیں ہوا بلکہ وہ قدرت میں

(فقیر ماسیہ ص ۱۰۲ نمبر ۱۰)

بقدر ثلث و هو مراد من قال آیتہ بدلیل
ما فی الہندیۃ عن الجوہرۃ مقداد صا
یقرأ فیہا من القرآن ثلاث آیات قصار و آیتہ
طویلۃ ثم الکلمات و حصص الحق و
الحمد للہ ۱۲۰

شامل کیا جو تین آیات کے برابر ہوں اور ایک آیت کے
والے کی بھی یہی مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے جو ہندیہ
نے جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ خطبہ میں جو قرآن پڑھا جائے
اس کی مقدار تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت ہے اور
پس علماء کے کلمات مراقیہ ہو گئے اور حق واضح ہو گیا

الحمد للہ ۱۲۱

۱۱۴/۱ باب العیدین مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی و بی بھارت

۱۱۴/۱ باب السادس عشر فی مسئلۃ الحجۃ مطبوعہ نورا فی کتب خانہ پشاور

بہالا اذا صار الترتك كفا هو فعل وهو
 استكلف مد في المعنى لا الترتك معقبي العدد
 لا تدليس واخلا تحت القدرة للبعد كما في
 التحرير احرار يعقبي تحرير الاصول فلا صا
 المحقق حيث طلق رحمه الله تعالى انقص
 هذا ان نه من اجل المهمات.

نہیں جیسا کہ اس پر اسلاف اکابر نے تصریح کی اشیاء
 والنظر نہیں ہے کہ ترک سے تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا
 البتہ اس صورت میں جب ترک چھوٹنے کی صورت میں ہو
 تو وہ فعل ہو گا اور نہی میں یہی مکلف ہے نہ کہ ترک بمعنی
 عدم، کیونکہ اس معنی میں وہ جب تک قدرت کے تحت داخل
 نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے تحریر سے مراد امام
 مطلق محقق کی کتاب تکریر الاصول ہے اسے مضبوطی
 سے حاصل کرو کیونکہ یہ نہایت ہی ضروری مقام ہے (د)۔

بایںہ اگر خطبہ تحریر کے ساتھ کچھ اشعار پند و نصائح اردو میں پڑھے جائیں جیسا کہ آج کل ہندوستانی میں
 اکثر جگہ معمول ہے تو نہایت اس کی اس قدر خلاف اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ اسے مکروہ تحریمی
 گناہ و منکر و بدعت سیفہ قرار دینا محض بے دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲۹۵ھ تک کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز میر خطیب کا پڑھنا جائز
 ہے یا نہیں! بیٹو! توجروا

الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں،

فی تسویر الانصار ولا ینبغی ان یصلی بالقوم
 غیر الخطیب وھکذا فی القادی عالمگیریۃ
 لا قلا عن اسکا فی۔

اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور نابالغ نماز پڑھے تو اس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقلا عن الزاہدی
 (زاہدی سے منقول ہے) ت خطیب کا صالح امامت بعد ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو
 اس کا خطبہ پڑھنا جائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا

جبار تھا ہذا واما الخطیب فیشرط فیہ ان
 یتھد للامامة فی الجمعة
 لہ الاشياء والنظار الفن الاول القاعدة الثانیة
 سہ در مختار باب الجمع
 اس کی عبارت یہ ہے خطبہ دینے والے کے لئے
 یہ شرط ہے کہ مجسمہ کی امامت کا اہل ہو،
 مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلم الاسلامیہ کراچی ۴/۱
 مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت ۱۱۳/۱

کذا فی الزاہدین۔

زاہد میں اسی طرح ہے۔ (د ت)

اشباہ والنظائر وفتاویٰ خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا۔

جیٹ قال فی الاشباہ والنظائر خطیب باذن السلطات
ووصلی بالغ جاز و فی تنویر الابصار مافات
فعل بامت خطیب بھی باذن السلطات و
وصلی بالغ جاز و فی الخلاصۃ بھی خطیب
بامر السلطات ووصلی الجمعة ووصلی
بالغ یجوز۔

اشباہ میں ہے کہ اگر (نا بالغ نے) بادشاہ کی اجازت
سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھا دی تو جائز ہے۔
تنویر الابصار میں ہے کہ اگر ایسا ہو یعنی بچے نے
بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا لیکن نماز بالغ نے
پڑھا لی تو جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کسی نابالغ بچے
نے سلطان کے حکم سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھا لی
تو جائز ہے۔ (د ت)

در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا۔

جیٹ قال بعد قوله جاز هو المختار
بہاں انہوں نے ماتن کے قول "جاز" کے بعد کہا
یہی مختار ہے (د ت)

بہر حال صوتا عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کی خاطر۔ ت) نابالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں، و
اللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۹۶ھ از لشکر گز ایار محمد ذاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب طرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

نماز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جائیں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں
تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب ذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے نماز عصر پڑھی جائے
اگر احتیاطاً دو فرائض پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم عقلمند اور حنفی کیا ہوئے آئیں یا گھر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے
والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں منسل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو، زیادہ نیاز۔

۱۳۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس فی صلۃ الجمعہ	سلف فتاویٰ ہندیہ
۵۳۴/۱۳۳/۴	ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی	احکام الصبیان	سلف الاشباہ والنظائر
۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	باب الجمعہ	سلف در مختار
۲۰۵/۱	مطبوعہ مکتبہ جمعیہ کونٹا	الفصل الثالث والعشرون فی صلۃ الجمعہ	سلف خلاصۃ الفتاویٰ
۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	باب الجمعہ	سلف در مختار

الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالا جماع مستحب، بہت شک ہے اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما فیہ علیہ فی رد المحتار وغیرہ (جیسے کہ رد المحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔) تہ قرارت معتدی و رفع یدین و جہرہ آمین ہمارے مذہب میں باتفاق ائمہ ممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف سے خلاف فرض احتیاطی کہ سبب تعدد جمعہ رکعے کے یہ دونوں ترجیح سے پاک ہیں کہ جواز تعدد مطلقا اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی محمول و مفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے۔

فی رد المحتار جواز التعدد وان کانت ارجح و اقوی دلیلا لکن فیہ شبہة قوية لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ الضاد اختصارہ الطحاوی و التمس تاشی و صاحب المحتار وجعلہ العتاقی الاظهر و قد علمت قول البیہد ثم اندلج فی الروایۃ و فی شرح المیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظهر الروایتین عن الامام قال فی الہیرو فی الحساوی القندی و علیہ الفتوی و فی التکملة للزاهد و بہ تاخذاً ہو حیث نشد قول معتمد فی الذہب لا قول ضعیف ثم املخصاً

رد المحتار میں ہے کہ جمعہ کے متعدد مقامات پر ہونے کا جواز اگرچہ راجح اور قوی ہے مگر اس میں اشتباہ بھی قوی ہے کیونکہ اس کے خلاف امام ابو حنیفہ سے بھی روایت ہے اور اسے طحاوی، ترمذی، تاشی اور صاحب التمس نے اختیار کیا اور حجابی نے اسے اظہر قرار دیا ہے اور صاحب بدائع کا یہ قول آپ پرچہ چکے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے، شرح المنیہ میں جوامع الفقہ سے ہے کہ امام صاحب سے مروی دونوں روایات میں سے یہ اظہر ہے، تہر میں کہا کہ سلامی القندی میں ہے کہ اسی پر قوی ہے، اور زاہدی کے کلمہ میں ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے اور تو اس وقت مذہب میں یہ معتقد قول ہوا ضعیف قول نہ رہا اور مختصات

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجا امت نہیں ہوتے منفرد آپریت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں تو بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے باتیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبق فی فتاؤنا ان رکعات کے بارے میں تفصیل گفتگو ہمارے فتاویٰ میں گزر چکی ہے۔ تہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۰ از نو دیا ضلع بریلی غزو محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اُس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اُس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں جامعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ فضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا اور اعلیٰ مسجد جامع کو ترک کر دینے کے اگر یہ معنی کو اُس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے تو قطعاً جائز کہ مسجد کا ویران کر دینے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اسی مسجد جمعہ میں ہو، اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کو فی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ، ورنہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اُس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۱ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مسجد ڈنڈا ہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب، اور اسی شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ دم یا شبہہ ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت لکھ جائے۔

الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اعتقاد و اشتباہ ہے، ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لئے، مذکور ایسے عوام کو جو قیصریت پر قادر نہ ہوں، اُن کے لئے ایک مذہب پر صحت پس ہے، یہ رکعتیں بحال تو ہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحال شک و اشتباہ ظاہر و جہ ہے، رد المحتار میں ہے،

مقل مقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونه مصر یا نبی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیۃ انظروا احتیاطاً و مثله فی النکاح و القنیۃ امرائہم بالاسبوع بعدہم حتماً احتیاطاً بقل المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جسدہ نقل مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ جگہ جس کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں پر ان لوگوں کو جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں بنیت ظہر ادا کرنی چاہئیں، اسی کی مثل کافی اور قنیہ میں ہے کہ آئمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتی طور پر احتیاطاً چار رکعات کا حکم دیا ہے، المقہر سی نے کہا کہ ابن شحنہ نے اپنے دادا سے اس کے

التصريح بالتدب وبحث فيه بانه ينبغي ان
 يكون عند مجروح التوهم اما عند قيام
 لشك والا اشتباه فالظاهر الوجوب و نقل
 عن شيخه ابن الهمام ما يفيد و قال
 المقدسي نحن لاناصر بذلك امثال هذه
 العوام بل مدل عليه الخواص ولو بالمسة
 اليهم اذ ملخصا

منسوب ہونے کی تصریح کی اور اس پر اعتراض کیا کہ
 ایسی بات اس وقت سہجہ و ہم ہوا اور اگر شک و
 اشتباہ ہو تو پھر واجب ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام
 سے وہ نقل کیا جو یہاں مفید تھا، مقدسی نے کہا کہ ہم
 ایسی باتوں کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو مطلع
 کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہوں اور
 ملخصاً (ت)

تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ قواعد الہما فی المصنوع جمعة والاربع عقبہ میں

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۲۹۹ھ از رامپور متصل مراد آباد محلہ طریف گھر فرنگی محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب

۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چرمی فرایند علامتے دین ویری مسئلہ کہ جمہور کجاہ سال
 مقرر و من شد۔
 اس مسئلہ کے بارے میں علامتے دین کیا فرماتے ہیں
 کہ جمہور کس سال فرض ہوا؟

الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشہور عند الجمہور
 فی شرح المواہب للزرقانی کلاية مدنیة
 فتدل علی انها فرضت بالمدنیة وعلیہ
 الاکثر و قال الشیخ ابو حامد فرضت بمكة
 قال الحق و هو غریب و فی شرح الموطا
 لہ أنہ حمل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی
 سمر الہجرة لما خرج من قبا یوم الجمعة
 حین ارتفع المہار اور کتبہ الجمعة فی بنی سالم

جمہور کے نزدیک صحیح مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے
 سال فرض ہوا، شرح المواہب للزرقانی میں ہے
 کہ آیت (جمہور مدنی) ہے جو دالی ہے کہ جمہور کی فرضیت
 مدینہ سورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ میں ہوئی، اور اکثر
 علماء کی یہی رائے ہے۔ شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ
 جمہور مکہ میں فرض ہوا تھا۔ حافظ کہتے ہیں کہ یہ
 قول غریب ہے۔ زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ
 رسالہ مواہب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے

بن عوف فصلاھا بمسجد ھم نفسی مسجد
الجمعة وہی ازل جمعة صلاھا رسولی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ذکرہ ابن اسحاق رحمہ اللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم
پا گیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔ ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے کہ
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ از درو فیض نبی کمال ٹاک غازی کچا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سہوا مام
کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے غلط و افتنان کا
اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اعلیٰ قرار دیا،

فی الدار المختار السہوی صلوۃ العید والجمعة
والکتابۃ والخطوط سوادہ المختار عند
المتاخرین عدہ فی الاولیین لدفع الغتۃ کما
فی جمعة البصرۃ قرۃ المصنف وبہ جزم فی
الدردجہ
دو المختار میں ہے،

الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواھما
کذلک کما یحتمل بعضہم ط و
کذا یحتمل الرحمتی وقال خصوصاً فی
نرماننا و فی جمعة حاشیۃ
ظاہر یہ ہے کہ ان (نماز عید و جمعہ) کے علاوہ میں جماعت
بھی کثیر اجتماع ہو اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ بعض نے
بیان کیا ہے ط، اور اسی طرح رقی نے بحث کرتے ہوئے
کہا اور کہا کہ خصوصاً ہمارے دور میں (سجدہ سہو نہ کرنا

چاہئے، عاصیہ ابو السود کے جہد میں تشریح سے ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ سجدہ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا ترک ہوا ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں اور قول اس پر درمیان جہد ہے لیکن اس کے محشی الہوائی نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہاں کثیر لوگ جمع ہوں ورنہ نہیں کیونکہ اس وقت ترک سجدہ کا داعی نہیں ہوگا، ط۔ واللہ اعلمہ وتعالیٰ، علود است۔

ابی السہود عن العزمیۃ انه لیس المراد عدم جواس لا بل الا ولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ اور قولہ وہہ جزم فی الدور فکنہ قیدہ محشیہ الہوائی بہا اذا حضرو جمعہ کثیر و الا فلا د علی الی الترتک ط۔ واللہ صبحتہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰۱ از ریاست رامپور محلہ طرابلس گھیر خٹھی عبد الرحمن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبد الرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سول آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندگان اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ٹکرا، برتھیر تانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد، بعد اچھی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کر کے تحریر کیا ہے، اگر عالمگیری کی جہارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ ثانیہ سے ماثر ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ تلخیص و بحوالاتی و درمناز وغیرہ میں مذکور، قال فی البصر قال فی الظہیریۃ جماعۃ فاتمہ المجمعۃ فی المصنوعات یصلون الظہر بخیر اذا ان ولا قاعۃ ولا جماعۃ۔

تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول تو تحریر تو ظاہر، وعلیہ یمتنی تعلیل الہدایۃ لمسألۃ اور پڑھیں مسئلہ معذورین کی ای الفاظ میں علت

المعدورين بقوله لما فيه من الانحلال
بالجملة اذ هي جامعة اليجاعات **آه** قال
في الفتح وتبعه في البحر هذا الوجه مبنى على
عدم جواز تعدد الجمعة في المصنوع الواحد
نرا في البحر وهو خلاف المصنوع عليه
رواية ودراية **آه** اقول عليه في الهداية
بتحسين الاول ما ذكره الشافعي ما نولته
عليه حيث قال بعدده والمعدور قد
يقتدى به غيره **آه** ولا غرر وتعليل المسألة
على كل من القولين على ان قول التوحيد
ايضا قول قوي في المذهب كما يظهر مما
علقنا على رد المحتار وقد اوردناه في
فتاوانا والاعتراض بمثل هذا على مثل
هذا الامم من مثل هذا انفاصل العلام
مما يعفى الى العجب وقد تبعه فيه الفتح
ونكس العلام انما اقتصر على ما قدمت ثم
قال وعلى الرواية المختارة عند الضرر
وغيره من جواز تعدد وجه وجهه انه ربما
يتطرق غير المعدور الى الاقتداء به **آه**
ولم يذكر ما ذكره هذا البحر فهو ليس
بحرج بل شرح بتوثير المديين على
القولين والله الموفق.

بیان کرنا بھی اسی پر مبنی ہے کہ اس صورت میں جمعہ
میں غل آتا ہے حالانکہ وہ تمام جماعتوں کا جامع ہے
فتح میں کہا اور اسی کی اتباع تحریر میں ہے کہ یہ وجہ
ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کے عدم جواز پر مبنی ہے **آه**
بحر میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ روایت و درایت کے
لحاظ سے یہ نص کے خلاف ہے **آه** —
اقول بذریعہ اس کے دو علتیں بیان ہوتی ہیں
ایک یہ جو مذکور ہے اور دوسری وہ جس پر تم نے اعتقاد
کیا وہاں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ کسی معذور کی
غیر اقتداء کر لیتا ہے **آه** اور کوئی حرج نہیں کیونکہ مسئلہ
کی علت دونوں قولوں پر ہے —

ملا وہ ایں قول تو مد بھی مذہب میں قوی قول ہے جیسا
کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار کی تحریر سے ظاہر ہو جاتا
ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے ،
اس طرح کا اعتراض ایسے امام پر اس طرح کے فاضل
علام سے عجیب وارد ، اور انہوں نے اس کی اتباع کی ہے
لیکن فتح نے اسی پر اکتفا کیا ہے جو چھپے ٹرچکا ہے
پھر کہا سرخی وغیرہ کے نزدیک مختار روایت پر تعدد
جمعہ کا جواز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات
معذور کو غیر معذور کی اقتداء لائق ہو جاتی ہے **آه**
اور انہوں نے ذکر نہیں کیا جو بحسبہ نے کیا ہے پس وہ
حرج نہیں بلکہ وہ اقوال کی دلیلوں کی تفسیر طور شرح ہے
اور اللہ ہی قریب دینے والا ہے۔ (مت)

کے فتح اقتدار شرح الہدایۃ باب صلوة الجمعة ۲۵/۲

کے الہدایۃ ۱۵/۱

مطبوعہ نور مدنیہ سکس ۲۵/۲

کے الہدایۃ باب صلوة الجمعة ۱۵/۱

کے بحر الرائق شرح کمر الدین فی باب صلوة الجمعة ۱۵/۱

کے فتح اقتدار باب صلوة الجمعة

ورق ملحدہ تعداد پر بھی اُس میں صورت متعدد متصور ازاں بکلیہ کو سبب جگہ نماز سوچ کی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لئے کم سے کم چار رکعات ہر حال یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ مسجد واحد میں فص نہیں۔ اب سوال پر نظر کیجئے قائلے لکھنؤ بعض اصحاب سے مسکا کر دیکھا گیا اُسی میں اُس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ یا صحت صحت تعدد و غیر صحت جمعہ پر بنا سنے کار کر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں جو تو اولیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں جو تو بھی کچھ عروج نہیں۔

اقول: واللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) صحت جمعہ کے لئے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں نظر

ہزار نکتہ باریک تر از مو اینجااست

(یہاں ہزار نکتہ ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے)

ہر شخص اقامت و امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اس کا مامور یا علی الخلاف مامور کا نائب بنایا ہوا ضرورت یا ملا ضرورت اور جہاں استیضای سلطان متعذر ہو تو جسے عامر مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کر لیں تو یہ اہل بصارت و درختار میں ہے۔

یشتونہ لصحتہا السلطان او مامورہ ما قاحتہا
واحتلف فی الخطیب المقر من جهة الامام
الاعظم و نائبہ هل یملک الاستنباط فی
المخطبة فقیل لا مطلقا و قیل ان لفسورۃ
جاردا لا لا و قیل یجوز مطلقا و هو الظاہر
من عباراتہم فی البدائع کل من ملک
الجمعة ملک اقامة خطبہ و نصب المصاحبة
المخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما
مع عن مهم فی جہور لفسورۃ^۱ ادر ملقط۔

کے لئے تقریر کا بھی مالک ہر حال اور عام لوگوں کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں جبکہ مذکور لوگ موجود ہوں، ان اگر مذکور بالا لوگ نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہو گا ادر ملقط (ت)۔

مذکور ہے :

لوصلی احد بعیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لا ولایۃ الجمعیۃ
اگر بغیر اذن خطیب نماز پڑھائی تو جائز نہیں ، البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب اس کی اقتداء کسی ایسے شخص نے کی جو ولایت جہر رکھتا تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے :

وقرہ شیخ الاسلام (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت)
فانہ و ہندیہ و رد المحتار میں ہے :

مرجل خطیب یوم الجمعة بغیر اذن الاعام والامام
کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اس کا حکم دیا ہو۔ (ت)

نہ اس مسجد میں آج کے جہر کو امام کی ضرورت ، نہ معدودے چند عامرناکس میں ورنہ جہر سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہ ہوں بلکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز مل جاتی ضرورت قرار پاسنے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام امامت سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مساعی کہ فوت جہر و عیدین پر بستنی ہیں باطل ہو جائیں وھذا لایقول بہ عاقل فضلا عن فاضل (یہ بات تو کوئی معول عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا چر جائیکہ کوئی فاضل کے۔ ت) تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں ورنہ کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جہر نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جہر نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں۔
تذویر الابصار و در مختار میں ہے :

کرۃ تحریر المحدث و در مسیحوی و مسافر
اداء ظہر بجماعة فی عصر قبل الجمعة
و بعد ہا لتقبل الجماعة و صورة المارضة
جمہ سے پہلے اور اس کے بعد شہر میں معذور ، قیدی اور مسافر کا جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں قلت جماعت اور عذر تعارض لازم آتی ہے۔

۱۷	مطبوعہ غشی فزکشر لکھنؤ بھارت	باب الجہر	سلف فتاویٰ سراجیہ
۱۱۰/۱	مطبع مجتہائی دہلی بھارت	"	سلف در مختار
۱۳۵/۱	مطبوعہ فورانی کتب خانہ پشاور	باب السادس عشر فی صلوة الجمعة	سلف فتاویٰ ہندیہ
۱۱۲/۱	مطبع مجتہائی دہلی بھارت	"	سلف در مختار

رد المحتار میں ہے :

قوله لمعنى وروكذا غيره يالا ولى الله فانت
تعد انهم انما اوجهم الى اداء الظهر
انهم لا يقدر ان على اقامة الجمعة فاشهدوا
الى صلواتهم فسادى كما لا يخفى على من
ردق العقل السليم والفهم المستقيم
والله تعالى اعلم .

قوله معذور غير معذور کا بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اداء ظہر کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قادر ہی نہیں لہذا علماء نے تنہا نماز ظہر ادا کرنے کی تلقین کی جیسا کہ ہر شخص پر فرض نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہو گا یا نہیں ؟

(۲) ایک مسجد میں دو جمعہ پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

مردم حراز یعنی گناہ تو جمیع فرائض میں سب صحت سے ظاہر کردیدہ دو انستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کہیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں ، دونوں فرق یا لا اقل دونوں میں سے ایک ضرور گمراہ ہو گا کہ جماعت فرائض کی ایسی قرنی صراحت بدعت سیئہ شنیعہ ہے ، اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت ہو کر اہست ہے ، مثلاً دوسرا فاسق معطل یا بد مذہب ہے جب تو کراہت صرف اس دوسرے پر ہے ، اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندہ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے ، اور معاً باندھیں تو دونوں پر غلاصہ بندیہ میں ہے ،

قوله جلوس فی المسجد الداخل وقومہ فی المسجد الخارج اقامہ السون عقد امام من اهل الخارج واهلهم وقام امام من اهل الداخل فاهم من يسبق بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم .

کچھ لوگ مسجد داخل میں اور کچھ لوگ مسجد خارج میں بیٹھے تھے تو ان کے تکبیر کئی ، اہل خارج میں سے امام نے اور اہل داخل میں سے بھی امام نے جماعت کرائی ان میں سے جس نے پہلے شروع کیا وہ امام اور اسی کے لوگ معتدی ہوں گے اور ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

رد المحتار باب اوراک الفریضہ میں ہے :

لو كان مقتداً ممن يكره الاقتداء به ثم شرع
من لا كراهة فيه هل يقطع ويقضى به
استظهر ط ان الاول لو فاسق لا يقطع ولو
مخالف وشك في صراحتة يقطع اقول و
الاظهر العكس لان الثاني كراهة تنزيهية
كالاعتصم والاعتدالي بخلاف الثالث ۶۱

اگر کسی نے ایسے شخص کی اقتدا کی جس کی اقتدا مکروہ تھی پھر
ایسے امام نے جماعت شروع کی جس میں کراہت نہ تھی
تو کیا وہ مقتدی قطع کر کے دوسرے کی اقتدا کرے ط
نے اس کو ظاہر کیا کہ اگر فاسق ہے تو قطع کرے
اور اگر مخالف مسلک رکھتا ہے اور اس سے دوسرے
مسلمان کی رعایت مشغول ہے تو پھر قطع کرے اقول
اس کا عکس اظہر ہے کیونکہ دوسرے میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا یا اعرجی میں ہے بخلاف فاسق کے اگر

اور تہ میں تو جواز یعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جہر سرے سے ادا ہی نہ ہوگا، صحبت جہر
کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا امیر اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا
ماذون خطبہ پڑھے امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام
ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جیسے امام مقرر کریں۔

فی التوسیر والدیشترط لصحتها السطوة
او ما مורה باقامتها وقبولها بغير البذل
ثم الشرط الثاني ان يسمع من ولاء قاضي
القبضاة ونصب العامة خير معتبرهم وجوہ ذکر
امامہ عند موہم فی جواز الضرورة ۱۰۰ منتقلا
معتبر نہیں البتہ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا ۱۰۰ منتقلا (ت)

پرنظاہر کہ کسی مسجد کے لئے دو امام جہر علی وجہ الاجتماع کہ دونوں امامت جہر واحد کریں مقرر نہیں ہوتے
خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شمار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد
سے مرتفع، تو ایک جہر میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و متدفع، پس صورت مستصبرہ میں ان دونوں میں
جو اسی مسجد کا امام محین جہر نہ تھا اس کا اور اس کے مقتدیوں کا جہر ادا نہ ہوا، اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا

و جاء مع واغتسل استقلال خلاصة ای نزد ما
بطلان الخطبة مسواج آله مزید امن افشامی
میں ہے کہ (اور اگر کسی جنبی کا فاصلہ ہو گیا پس اگر وہ طویل
تھا مثلاً گھر آیا اور کھانا کھایا یا جماع کیا اور غسل کر کے اپس
لوٹا تو اسے سرے سے خطبہ دینے کا لازمہ یعنی اب خطبہ دوبارہ دینا لازمی ہے کیونکہ پہلا ختم ہو چکا ہے سرانجام یہ اضافہ
شامی کے ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ خطبہ غامدہ کا ترجمہ یا اور براہ غلط و نصائح جو اس وقت میں واقع ہوں گے انہیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل
ہوں گے۔ _____
تو وقت خطبہ میں القایہ کی برکت تذکر قلعہ اُسے داخل خطبہ
کرے گا ورنہ قطع بے معنی رہے گی کہ قتل و واقع مراۃ اس کا کذب ہوگا

کعن نوى ولا ياكل وهو كل ولا يشرب وهو
شارب بالجملة فنية التذكير في هذا الوقت
عين مية الخطبة ليست الخطبة الا هذا
الذاهر وهو ان الخطيب كلما تكلم بكلام
يا صريفه يهز وفت او ينهي عن مسكرو فانه بعد
من الخطبة وان مخاطب به من جلا مهيئاً لحاجة
مخصوصة كما سيأتي۔
جیسے کہ کسی شخص نے نیت کی کہ وہ نہیں کھائے گا یا نہیں
پئے گا درحالیکہ وہ کھا رہا ہے یا پی رہا ہے، الغرض اس
موقع پر تذکر کی نیت بعینہ نیت خطبہ ہے کیونکہ خطبہ
تذکر ہی ہوتا ہے، اسی نے فقہاء نے تصریح کی ہے
کہ خطبہ دینے والا کوئی ایسا کلام کرے جس میں نیکی کا حکم
اور بُرائی سے ممانعت ہو تو اسے خطبہ ہی کہا جائے گا اگرچہ
وہ کسی مخصوص حاجت کی وجہ سے کسی سے مخاطب ہو رہا ہو
جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ (ت)

اور اگر بالعرض قطع ہی مانے تو خطبہ دنار میں فصل لازم آئے گا اگر غیر جنبی ہے تو سنت مستمرہ و من کے طواف ہر گاہ ہر حال
خالی از کراہت نہیں ہذا ما ظہری و باقہ التوفیق۔

ووم صرف اور خطبہ اس کی کراہت بیان باقہ سے اظہر و ازہر خصوصاً جبکہ یہ صوف اپنی مرافقہ محض پر ہو کہ اب تو
اس کا محذور و ششیع ہونا مراۃ منصرف کہ جگہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک بڑا ہے۔

في الهندية في ذكر من الخطبة الحادي عشر
قراءة القرآن وتاركها مسمى هكذ في الجهر الرائي
ومقدار ما يقرأ فيها من القرآن
ثلث آيات قصار و آية طويلة كذا
فتاویٰ ہندیہ میں سنن خطبہ کے بیان میں ہے کہ گیدرجی
سنت خطبہ میں قرآن پڑھنا ہے اور اس کا ترک گناہ
ہے، اسی طرح بحر الزانی میں ہے اور اس کی تعداد
تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے

فی الجوهرة السنية۔

جیسا کہ جوہرہ سنیہ میں ہے۔ (د ت)

موسم کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان مسابقی سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اُس سے نہی کیا ہی چاہئے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام کرنا نہیں جانتا تو ناپار زبان مقدمہ و رد مقدمہ کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اُس کے مقاصد حسنہ سے ہے فی الدار المختار، یکوہ تکلمہ یہاں الامور بعرفون در حق اریں ہے خطبہ میں گفتگو مکروہ ہے البتہ نیکی کا حکم لانہ منہا۔ جائز ہے کیونکہ یہ خطبہ کا حصہ ہے۔ (د ت)

یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں جو التامہ مکروہ نہیں بلکہ واجب ہو سکتا ہے حکم از الامام منکر اسی میں منحصر ہو۔ چہارم محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسارت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت، اور اگر ایک آیت طویل یا تین آیت قصیدہ کو نظم کر کے لائیں تو اول قرآنیات یا بلا تفسیر نظم قرآن نا تفسیر اور بعد تفسیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقباس بر اور اگر ہی پڑے تو اسے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کا منظم کر کے پڑھنا ترک قرات سے اشد و اشنع ہے، قرآن حکیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گواہی سے متعالی و ارفع ہے۔ و ما علمہ الشعر و ما یلین لہ (اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت) تو اس طرح قصیدہ تلاوت صریح اسارت و ادب ہے۔

و بہ و رق الاقباس الذی لا یراہ فیہ تملادۃ اس سے دو اقباس الگ ہوئی جس سے مقدمہ تلاوت قرآن انقرن فانہ شاعریا علی الاصح۔ نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتضار میں بلا وجہ کلامت، مکرر و طریقہ متراثر سے اعراض ہے تو اُس سے اعراض ہی چاہئے چنانچہ بعض اشعار محمودہ طالعہ داخل کرنا یا اگر زبان نظم ہوں تو وہی امر رسم ہے ورنہ کچھ صریح نہیں خصوصاً جبکہ احیاناً ہو کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی،

کہ رواۃ الصکوی فی کتاب الواعظ وقد ذکرنا جیسا کہ مسکوی نے کتاب الراعی میں ذکر کیا ہے اور ہم نے حدیثہ فی فتاونا۔ واللہ سبحة و تعالیٰ اعلم اس کے بارے میں اپنے فتاویٰ میں بھی گفتگو کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)

مسئلہ ۱۳۰۴ از کانپور محلہ برنل گنج مسجد حاجی فرست مرسل شیخ محمد رسول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
 ما قولکم ایہذا العلماء الکرام (اسے علماء کرام تمہارا کیا قول ہے) اس مسئلہ میں کہ جسد کی نماز میں جو اخیر
 میں دو رکعت ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

جسد کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی عمل ہی نہیں، ضرورت بمعنی وجوب میں عقل۔ ہاں جسد کی سنت بعد یہ میں
 اختلاف ہے، اصل مذہب میں چار ہیں وعلیہ المتنون (حق میں اس بات کا ذکر ہے۔ ت) اور احوط و
 افضل چھ ہیں۔

وہد قول الامام ابی یوسف وہ اخذ اکثرو
 النشاف کما فی فتح اللہ المعین عن النہر عن
 العیون والتجنیس وہو المختار کہ فی جواہر
 الاخلاط وہو الثابت بالحديث کما یجاء فی
 فتاؤنا۔
 امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور اسی پر اکثر مشائخ
 کامل سے جیسا کہ فتح اللہ المعین میں نہر سے اور
 وہاں عیون اور تجنیس سے ہے اور یہی مختار ہے جیسا
 کہ جواہر الاخلاط میں ہے اور یہ حدیث سے ثابت
 ہے جیسا کہ چار سے فتاویٰ میں اس کی تفصیل ہے۔

مگر جب صحت جسد میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بہ نیت آخر ظہر پڑھیں تو انہیں
 چاہئے بعد جسد چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد یہ دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھیں، جسد یا ظہر
 کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو اشتمال رکھے اور ہر طرح یہ سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں۔

فیہ لمختار عن شرح المنیۃ الصغیر والاولی
 ان یصلی بعد الجمعة سنتہ ثم الاسر بعد جمعة
 لیلۃ ی بیت آخر ظہر اور رکعتہ ولہ اصلہ ثم
 رکعتین سنتہ الوقت فان صحت الجمعة
 یکون قد ادى سنتہ علی وجهہ والا فقد صلی
 الظہر مع سنتہ۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم
 رد المحتار میں شرح منیۃ الصغیر کے حوالے سے ہے کہ بہتر
 یہ ہے کہ جسد کے بعد اس کی سنتیں ادا کی جائیں پھر چار
 رکعات اس نیت سے یعنی آخری ظہر کی نیت سے کہ
 جسے میں نے پایا مگر ادا نہ کیا پھر وقتی دو سنتیں ادا کرے
 اب اگر بعد صبح ہو گیا تھا تو اس کی سنتیں اپنے اپنے وقت پر
 ادا کریں اور اگر جسد صبح نہیں تو ظہر سنتوں کے ساتھ ادا
 ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (ت)

مشہور از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ دل ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب
۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

بخدمت حضرت مخدوم و معظّم مقبول السجای حضرت مولانا مولوی احمد رضا صاحب ادا ام اللہ فیض القوی
السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم معذرتاً خدمت خدام والاہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریف کر کے
گزارش کہ بغضت کریمانہ جواب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جس کا کہ اللہ خیر الجزاء دانہ تعالیٰ آپ کو بہتر
جزا عطا فرمائے۔ (ت) نیلا زمندہ قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔

میسلا و حامدا و معیلا۔ مسلمانا امانہ پس واضح رہے کہ

بحریت آمدہ بخلبہ جمعہ ہر کہ دیگر سے راجی گریہ کہ خاموش
باش یا سنگریزہ رامس کرد اور اثواب جمعہ نباشد کہ
او حبث و لغو کہ۔

کام کیا ہے۔ (ت)

نیز بخلبہ جمعہ میں ماضی نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجئے، آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام ماضی نے
بھی ہاتھ اٹھا کے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام ماضی نے کہا کہ بند ہو سنہ بارش کی دعا کیجئے، آپ کے دعا کرنے سے فوراً
میں بند ہو گیا تھا بخاری و مسلم، ترددوں ماضی سے معلوم و ثابت ہوا کہ حبث کام کے لئے ہوں، ہاتھ کا بلانا
جمعہ کے بخلبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کے لئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بغضوی ملکیہ یہ
فتاویٰ احیاء و غیرہ موجود ہے کہ بخلبہ جمعہ،

اذ اللہ یتکلم بلسانہ لکنہ اشارہ بیدار اور اسے
و بعینہ نہوان سائی متکلم من اللسان لہ و بیدار
او احب بخلبہ اشارہ بیدار اشارہ

علیٰ باب بخلبہ جمعہ و باب استسقاء کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے۔ (م)

علیٰ مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ دوسرے کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو مس کرتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ
کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کر تو منع کنندہ باس برہیں داخل ہے اور جس کو اس نے منع کیا وہ لغو و
حبث کندگان سے شمار کیا جائے گا۔ قدّم (م)

لاباس بہ (ما دراستہ الفقہ و کتابتہ عند البعض مکروہ و قال البعض لاباس بہ) (مخلصاً) نقد ما و تاخراً) انتہی۔
 اشہد کیا تو صحیح بھی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں
 لیکن فقہ کی تہ ریس و کتابت بعض کے ہاں مکروہ ہے
 اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں انتہی (ت)

پس اس سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سے کے باقی کو مستند ہے اور حاضرین
 کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کر سنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لا باس بہ
 (اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) بیشک یہ شخص ثوابِ جہ سے محروم نہ رہے گا۔

إذا المقصود من الانصات ملاحظة معنی
 الخطبة واشتغال قلوب السامعين بالحدیث
 یعوت ذلك كما يستفاد من فتاویٰ حموی۔
 کہ بجا خطبہ کو جان بیاں رکھنے سے مقصود یہی ہے کہ
 معانی خطبہ سے آگاہی ہو لیکن سامعین کے دلوں کا
 گرمی کی وجہ سے پریشان ہونا اسے فوت کرنے کا

ذریعہ ہے۔ فتاویٰ حموی سے یہی مستفاد ہے (ت)
 دیکھو جنت میں ہر درجہ سب مہمنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چائے ملا تاکہ باطمینان
 دیدار حق سبحانہ تعالیٰ سے مشرف ہو کریں گے، اس میں ہوا کا نام میسر ہے کہ کستوری کی خوشبو کی کا اثر کتنی ہوگی
 کسا فی مسئلہ (جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ ت)

ثانیاً اس پر اکتفہ قوم کو بخلیفہ جمع گرمی کے بارے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اس نے
 اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا وینوشرون علی انفسہم و لوکان بعدہم خصاصة (دو ماہی ذائقہ)
 پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود بھوکے ہوتے ہیں۔ ت) کے گردہ میں داخل ہونے کے درجہ مظلون کا
 پایا یہ آیت سورۃ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے

لان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص المورد کما
 قہر فی الاموال۔
 کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص اقعہ کا اعتبار
 نہیں کیا جاتا جیسا کہ اصول میں مسئلہ ہے۔ (ت)

خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیدہ یا ایک آیت طریحہ پر شہادتین و درود پر پڑھنا
 اور پند و نصیحت قوم کو کرنا حلیب پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام
 انتہیات کے فرض ہے حدیث۔ راقم دعا گو غیر خواہ فقیر غلام اللہ علی علیہ السلام بخیر و تعالیٰ شانہ۔

الجواب

هو الموفق بالحق والصواب (دو حق اور درستى کے ساتھ توفیق دینے والی ہے) برضا زارباب صدق و
صفاء اصحاب فطنت و ذکا غنی و محتجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ
گفتگو کرنا یا یاد کشی کرنا جو معتبر اور مخالف استماع خطبہ ہے عنوع اور غیر مشروح ہے ہرگز درست نہیں، مگر اس کا
خالصی و محنت گنہگار ہے۔ علیگیر میں ہے،

و یحرم فی الخطبة ما یحرم فی الصلوة حتی
لا ینبغی ان ینکل او یشرب و ارماء فی الخطبة
هکذا فی الخلاصة ص ۵۳۔
در مختار میں ہے،

و کل ما محرم فی الصلوة محرم فیہا ای فی
الخطبة خلاصة و غیرہا فی محرم اکل و شرب
و کلام و لوتسینہا اور سلام و امرا بمعروف
بل ینجب علیہ ان یستمع ویسکت۔
در مختار میں ہے،

قوله بل ینجب علیہ ان یستمع طہر ان
یکره الاشتغال بما یفوت السماع و ان لم
یکن کلاما وہ صرح الفقہاء فی حیث قال و
الاستماع فہم کہ فی المصحف و واجب کما فی
صلوة المسعودیۃ اوستہ الخ۔
قولہ بل خطبہ کا سننا واجب ہے کا ظاہر واضح
کر رہا ہے بروشنی پرسنا جس سے سماع خطبہ فوت ہو
وہ مکروہ ہے اگرچہ وہ کلام نہ ہو، اسی کی تصریح کرتے ہوئے
تمستائی نے کہا کہ خطبہ کا سننا فرض ہے جیسا کہ
محیط میں یاد واجب ہے جیسے کہ صلوۃ المسعودیہ میں
یاسنت ہے الا (ت)

۱۴۰/۱	مطبوعہ نرائی کتب خانہ پشاور	باب اسدس عشر فی صلوۃ الجمعة	لے فتویٰ ہندیہ
۱۱۳/۱	مطبوعہ محبتی دہلی بھارت	باب الجمعة	لے در مختار
۹۰۶/۱	مطبوعہ ابابا مصر	-	لے رد المحتار

شرح وقایہ میں ہے،

وإذا خرج الإمام من مصلاي الصلوة والكلام حق
يتم خطبته

شرح نووی میں ہے،

قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن صعب
العصا فقد بلغه النهي عن صعب العصا
وغيره من أنواع الحديث في حال الخطبة و
فيه إشارة إلى اقبال القلب والحوار على
الخطبة

جب امام (خطبہ کے لئے نکل آئے تو نماز و کلام حرام
بوجاتی ہے یہاں تک کہ خطبہ مکمل ہو جائے (ت)

صدر سنی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور
جس نے سنگہ زہرہ کو مس کیا اس نے اللہ کو کام کیا۔ اس
قرآنیت سنگہ زہرہ کو مس کرنا جیسے کاموں سے
مالت خطبہ میں آپ نے منع فرمایا ہے اس میں اس
بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل اور اعضا کو خطبہ کی طرف
لگایا جائے۔ (ت)

لب اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ
و توجہ قلب و اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بھی ہے اس کے کہ مستحق ثواب کا جو مرکب گناہ
کا ہو گا۔ الجیب محمد فصل الزمان ساکن صدر بازار کیمپ فیروز پور پنجاب۔

الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور اسے بھیج فی الواقع فعل مذکور غلط و حرام اور اس کا فاعل مرکب آٹام، اور اس میں
ثوب طبع خام، اور تحریر اول کے اقوال پر اسرار دوام، غلط و جائز، و غیر انہ المقتضین و محشی و مثالی و خلیہ و جامع الزمر
و تجرارات و نہر الخاف و مراقی الصلاح و تنویر الابصار و درختار و طوطی علی المراق و منہ و ہندیہ و منہ الخاف و غیرہ
حادث کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فصل ماز میں رام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے، خلاصہ و
ملکیرہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام عجیب میں گزریں اور عبارت خزائن التفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور
کسی سے بخرو و حاشیہ البحر للشمس الشامی میں یہ نقل نہوا ثور، و چیز امام کردی میں ہے،

ما یحرم فی صلوة یحرم فی الخطبة کلا کل
والشرب حال الخطبة
جو کچھ نماز میں حرام ہے خطبہ میں بھی حرام ہے مثلاً خطبہ کے
دوران کھانا اور پینا۔ (ت)

۲۲۲/۱ باب الجہر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی بھارت
۲۸۲/۱ کتاب الجہر نور محمد اصح المطابع کراچی
۴/۲ سہ فتاویٰ بزاز علی یاسین الفتاویٰ السنیہ الثالث والعشرون فی الجہر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

شرح فیض امام محمد محمد ابن امیر الحاج علی میں ہے :

کدیکرة بکلاء باقواعہ یکرة ما یجری مجرأه
من کتابة و نحوها مما یشغل عن ساعها
حق ان فی شریعہ الراہدی ویکرة المستمم
الخطبة ما یکرة فی الصلوة کالاکل والشرب
والعبث والالفات

جیسے ہر طرح کی گفتگو منع ہے ویسے ہی اس کے تمام مقام
مثلاً کتابت وغیرہ خطبہ کے سماع میں خلل ڈالنے سے کہ
شرع الزادی میں ہے کہ خطبہ کے سماع کے لئے ہر وہ
شیء مکروہ ہے جو نماز میں مکروہ ہے مثلاً کھانا پینا ،
جست فعل اور کسی طرف متوجہ ہونا وغیرہ (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد صری نے حاشیہ شرح نور الانوار میں کہ الہ شرح الکفر للسلامۃ قرین حکیم و شرح القدوری
لنظارین محمد سے نقل کیا ، شرح نقایہ علامہ محمد قسبانی میں ہے :

کما منہ الکلام منہ الاکل والشرب والعبث
والالفات والتعطی وغیرہا مما منہ فی
الصلوة کما فی جلائی

جس طرح گفتگو منع ہے اسی طرح کھانا پینا عث کام
کسی اور طرف متوجہ ہونا اور خط وغیرہ کھینچ جو کہ نماز میں
ممنوع ہیں منع ہیں جیسا کہ جلائی میں ہے ۔ (ت)

تمی و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے :
(مکروہ لخاصہ الخطبة الاکل والشرب) و فعل
لکل یحرم (والعبث والالفات) یجتنب
ما یجتنب فی الصلوة آحاداً مختصراً ۔

(خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا پینا مکروہ ہے) کہاں
نہ کہا حرام ہے (بے فائدہ کام اور کسی اور طرف متوجہ
ہونا) پس ہر شے سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے
نماز میں اجتناب کیا جاتا ہے احداً مختصراً (ت)

غنیۃ شرح فیض علامہ ابراہیم الخلی میں ہے :
الاستماع والانصات واجب عند ما یحدث الجہود
حق انہ یکرة قرآۃ القرآن ونحوها ورد السلام
وتشیت العائس وکذا الاھکل والشرب و
کل عمل

خطبہ سننا اور اس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے اور ہمارے
نزدیک واجب ہے حتی کہ اس کے دوران قراۃ
قرآن وغیرہ سلام کا جواب چھینک کا جواب مکروہ ہے
اور اسی طرح کھانا پینا اور ہر عمل کا یہی حکم ہے (ت)

سہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح بحوالہ النہر عن ابدلک مرفوعہ باب الجمع ملبوسہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

سہ جامع امروز فصل صلوۃ جمعہ
سہ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی
سہ غنیۃ المستملی شرح فیض الخلی فصل فی صلوۃ الجمعہ ۔ سہیل اکیڈمی لاہور
۲۶۸/۱
ص ۲۸۳
ص ۵۶۰

کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور غازی کو بکالت نماز حلال ہے ماحشا قطعاً حرام ہے و بحسب تصریحات متوافقة اندر دینی و علمائے معتدین بکالت خطیبہ بھی حرام و موجب آثام ہے یہیں سے اُنس روایت اشارہ بخشم و سر د دست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہ کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لئے ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطیبہ میں حاضر ہی کو چٹکھا جھٹے پھرتا یہ قیاس خاصہ اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نمازیں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ قرعین نمازیں بھی حرام نہیں، مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے غازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دے یا کوئی کچھ مانگے یہ یاں یا نہ کا اشارہ کر دے یا کوئی پوچھے گے رکعتیں ہوتیں، یا انگلیوں کے اشارے سے بتا دے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھٹا کھرا پوچھے یہ ایسا سے جواب دے دے تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام و مفسد نماز نہیں اور مختار باب مقصدات الصلوٰۃ میں ہے،

(دورۃ السلام) و (وسعوا) (یسا نہ) (لا میں) :
 بل یکر علی المعتمدین
 روحانہ میں ہے ،

ای لا یفسد ہمدرد المسلمین و خلقا من عزا
الیہ حنیفة انه مفسد لانه لو یصرف لفقہ
من احد من اهل المذہب و یما ینکروہ
عدم الفساد بلا حکایۃ خلاف بلی صریح کلام
الطحاوی انا قول ائمتنا ثلثۃ کذا فی
الحدیثۃ فی البحر الرائق ان الفساد لیس
بثابت فی المذہب و یدل لعدم الفساد انه
عسی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد کما رواہ
ابوداؤد و صحیحہ الترمذی و صحیحہ فی المنیۃ
بانہ مکر وہ ای تغریبھا اھامہ مختصرا۔

یعنی ہاتھ کے ساتھ سلام کا جواہدینا نماز کے لئے
فاسد نہیں بلکہ اس کے جس نے امام ابوحنیفہ کی فتنہ
مضبوط کیا ہے کہ یہ فاسد نماز ہے کیونکہ اس کا یہ کسی
اہل مذہب سے منقول ہونا معروف نہیں، علماء نے
بغیر اختلاف ذکر کئے عدم فساد بیان کیا ہے بلکہ کلام
خطاوی میں تصریح ہے کہ یہ تینوں ائمہ کا قول ہے جیسا
کہ طبرانی میں ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ فساد مذہب
میں ثابت نہیں اور اسی کے عدم فساد پر نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دلالت کرتا ہے جیسا کہ ابو داؤد
میں ہے، احمدی نے اس کی تصریح فرمائی اور طبرانی اس
کے مکروہ (متزیہی) ہونے کی تصریح ہے اور مختصر (ات)

اسی (در مختار) کے مکروہات میں ہے :

لایا من بتکلیم المصلی واجابتہ برأسه کسا لو
طلب منه شیء اوانی درهما وقیل احید فاعما
بعضهم اولاً او قیل کمر صلیتم فاشربیدہ انھم
صنوا کھتیی یے

سے ہاں یاد رکھنا، یا یہ پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، تو وہ بات تم کے اشارے سے بتلاتا ہے کہ اس نے
دو رکعات ادا کی ہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله واجابتہ برأسه قال فی الامداد وہ وہ
الاشرعین فی شئہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکذا فی
تکلیم المصلی قال تعالیٰ عنہا وکذا فی
المسئکة وھو قائل یصلی فی المحراب یے
ماکن کا قول نمازی کا سر کے اشارے سے جواب دینا
اس بارے میں الامداد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا اس پر فرمان بھی منقول ہے اسی طرح کسی کا
نمازی سے کلام کرنا تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے ملائکہ نے انھیں آواز دی حالانکہ وہ محراب میں نماز ادا
کر رہے تھے۔ (ت)

انھیں جارات اگر میں قصر کر گزری کہ بجا است خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علامہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایسے
وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا، مسجد میں جہاں تک پہنچا وہاں تک جاسے آگے دڑے کہ یہ عمل ہو گا اور محال خطبہ میں
کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث و فقہ میں اس کا فضل بہت بڑا ہے وہیں بیٹھ جانے
میں آئندہ آنے والوں کے لئے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے
مگر چٹکا جھلے پھر نا ضرور جائز بنا ہی لیا جائے گا۔ غایہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے :

ذکر العقیہ ابو جعفر قال اھجیایا رضی اللہ تعالیٰ
عنہما یدلایا س بالتخطی ما لہ یاخذ الامام
فی الخطبۃ ویکرر اذا اخذ لان المسلم ان
فقیرہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کا فرمان ہے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں
کیا اس وقت تک چلنے میں کوئی عرج نہیں، جب

یتقدم ویذنوا من المحراب إذا لم یکن الامام فی
الخطبة یتسمع المکان علی من یجئ بعدہ
یساں فصل القرب من الامام ، فاذا لم
یعمل ، لا اول فقد صیر ذلک المکان من غیر
عذر ، فکان للذی جاء بعده ان یشاء
ذلک المکان ، واما من جاء و الامام یجرب
فعلیه ان یتقر فی موصف من المسجد
لان مشیہ و تقدما عمل فی حالة
الخطبة ۔

امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اب کو بہت ہے کہ نہ جب
امام خطبہ نہیں دے رہا تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ
محراب کے قریب ہو جائے تاکہ بعد میں آنے والے
لوگوں کے لئے جگہ بن جائے اور اس کے ذریعے
امام کی قربت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی جب اس نے
پہلے کی قرآن سننے پر عذر وہ جگہ ضائع کر دی ، اب
بعد میں آنے والا شخص وہ جگہ حاصل کر سکتا ہے لیکن
جو شخص اس وقت آیا جب امام خطبہ دے رہا تھا تو
وہ مسجد میں اپنی جگہ پر ہی بیٹھ جائے کیونکہ اب اس کا چلنا
اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں غلط ہوگا۔ (دست)

چلنا تو بڑی چیز ہے انھیں جہازت علماء میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے ہیں ایک گھونٹ پانی پینا حرام ، کسی طرف گروں
پھیر کر دیکھنا حرام تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی ، انھیں وجہ ظاہرہ سے اس کے نیک کام اہل تشیع
میں انفسہم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہو گیا ، نیک و ایثار تو جب دیکھیں کہ فضل و ہاں جائز بھی ہو جب سرے
سے نفسی فعل حرام ، تو اس کے فضائل گنتے کا کیا محل ، مسلمانوں کو پہنچا جھٹا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب
ہوگا ، جواب سلام دینا ، امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ حاضرین پر حرام نہ ہوتے ، اب کیا یہاں ان
کے فضائل و درجہ سے استدلال کی گنجائش ہے ۔ فقید میں ہے ،

لا یقل رد السلام فی حق فلا یستع منه لاف
نقول ذلک ، واکان السلام ما ذوقا فیہ شرعا
ولیس کذلک فی حالة الخطبة بل یرتکب
فاعله اشما ۔

یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ سلام کا جواب دینا
فرض ہے لہذا اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ ہم
جواب دینے کیوں گے فرض وہاں ہے یہاں شرعاً سلام
کرنے کی اجازت ہو حالانکہ حالت خطبہ میں اس کی
اجازت نہیں بلکہ ایسا عمل کرنے والا گنہگار ہوگا ،

اوروں کے اطمینان کو آپ صریحاً ہے اطمینانی پوشوون علی انفسہم (وہ اپنی ذات پر دھروں کو ترجیح
سے فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة
سے غنیۃ المستقل شرح نیتہ فصلی فصل فی صلوة الجمعة ۔ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۶-۲۸-۱۴۷
ص ۵۶۰

دیتے ہیں۔ ت) میں شمول نہیں مآخرون الناس بالذہر وتنسبون النفس لک (تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو شمول جاتے ہو۔ ت) میں دخول ہے معنی دیگران کی نصیحت و خود انصیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود برے کام کو)۔ ت) علما نے کرام تو ایسا رقررت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ لوگوں کی قربت کے لئے خود حرام کا ارتکاب یہ ایسا نہیں صراحتاً اپنے دین کو اقرار ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل حبث دینے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیس، ہی مفید ہو وقت عطیہ شرعاً لغویں داخل اور اُس کے فائدہ سے پر نظر یا مل جگہ نفع و درکار اُس سے حاصل، آخر دیکھا کہ شرع مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مثنیہ و ہم چیز ہے مزام شوریہ (۱۰۰۰ کونٹ اپٹپ) کہنے کو لغویں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قلت لصاحبیوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد نفوت بک
جب روز جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے
پُتپ 'تو تو نے خود نفویا۔

مسند احمد و سنن ابی داؤد میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من قال لصاحبه یوم الجمعة صه فقد لف
و من نف فیس له فی جمعة ثلاث شئی
جو مجھے کے دن اپنے ساتھی سے پُتپ کہے اُس نے نزدیک اور جس نے نہ کیا اُس کے لئے اس عمر میں کچھ، چر نہیں

امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
من یتکلم یوم الجمعة والامام یخطب فیسو
کمثل العماد یصل اسفارو الذی یقول له
نصت بیس له جمعة یح
جو کہے دن جب امام خطبہ میں ہو پوئے والا، ایسا ہے
بیسے جگہ حاجس پر کتا میں ہی ہوں اور جہاں اُس سے پُتپ
کہے اُس کا جہر نہیں۔

یہیں سے منجمل ہوا کہ حدیث استسقاء ذکر کریں سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہو کہ تو وقت خطبہ امام جواز کلام اور اس کی حرمت پر از مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحین کی لیس مذکور ہو نہیں مثبت تحریر واقع نزاع فان الحاضر مقدم وقامہ الکلام فی الفتاویٰ وغیرہ (کیونکہ منہ کرے والی دلیل مقدم ہے اور اس پر تفصیل

سہ القرآن ۴/۲

سہ صحیح البخاری باب الانصات یوم الجمعة
سہ سنن ابوداؤد باب فضل الجمعة
سہ مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
آفتاب عالم پریس لاہور
دار الفکر بیروت

گنتی گو فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) باقی روایہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجئے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط روایہ ہیں اور صحیح میں ان کا کہیں پتا نہیں۔ یہی فرما کتابت مذکورہ علیگیرہ۔

اولاً جو بعض اُسے جارتز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لئے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ پہنچتی ہو تو قریب کے لئے جواز ہادکشی پر اُس سے استدلال کو مستند نہ ہے اور حاضرین کو جو اگر سے استدلال بالمخالف ہے، غلبہ و بزار یہ و شربنا لہ یہی ہے،

واللهط لخصي اختلاف المتأخرون في إحيي من الإمام فمحمدين سلة اختصار المسكوت في حقه ايها ونصير بن يحيى اجازة القراءة و نحوه وعن أبي يوسف اختصار المسكوت و حكى عنه انه كان ينظر في كتابه و يصلحه بالقدم

تاری کی عبارت یہ ہے، امام سے دور شخص کے بارے میں متاخرین کا اختلاف ہے محمد بن سکر کے ہاں اس کے حق میں بھی سکوت ہے، نصیر بن یحیی قرات وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام ابو یوسف سے سکوت کا مختار ہونا منقول ہے اور آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی کتاب پڑھ رہے تھے اور قلم سے اس کی اصلاح فرما رہے تھے۔ (ت)

ثانیہ و حرارۃ المفتین میں ہے،

اما دامة الحق والنظر في كتب الفقه و کتابتہ من الصحاح رحمهم الله من كره ذلك ومنهم من قل لا بأس به اذا كان لا يسمع صوت الخطيب و نہاد في الخاتبة) وهكذا روى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى

فہ کی تدلیس، کتب فقہ کا مطالعہ اور کتابت ہمارے بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی عرج نہیں بشرطیکہ اس تک امام کی آواز نہ پہنچ رہی ہو (حایتہ میں یہ اضافہ ہے)، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مروی ہے (ت)

مراقی الخلال میں ہے،

في الباب يكره التسبيح وقراءة القرآن اذا كان يسمع الخطبة و روى عن نصير بن يحيى ان كان

یٹا بیج میں ہے کہ امام کا خطبہ سننے وقت تسبیح اور قرات قرآن مکروہ ہے، نصیر بن یحیی سے مروی ہے کہ اگر

بعید امن الامام یقرأ القرآن من فعل مثله
ولا یشغل غیره بسع نکوۃ لا یاس بہ کا نظر
فی الکتابۃ وفیہ خلاف وعن ابی یوسف لا یاس
بہ والحق بن شریکان یجلس مع ابی یوسف و
ینظر فی کتابہ ویصححہ بالقلم وقت الخطبۃ
وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ
انہی یعنی اذا کان یسمع لما قد نادان کتابۃ
من لا یسمع الخطبۃ غیر مستغنیۃ التھی ملقطا

وہ آدمی امام سے دور ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے، جس نے
ایسے کیا اور اپنی حکومت کے سماع میں دوسرے کو
مشغول نہ کیا تو کوئی عرج نہیں، حکم بن زبیر وقت خطبہ
امام ابو یوسف کے ساتھ بیٹھ جاتے، کتاب دیکھتے
اور قلم سے اصلاح کرتے، کمال نے فرمایا کھانا پینا اور
کتابت اس موقع پر حرام ہے اتھی یعنی جب خبر سن رہا
ہو، جو اگر بیٹھ کر چکا کیونکہ نہ سننے والے کے لئے کتابت
منع نہیں اتھی ملقطا (ت)

ثانیاً یہ قول بعض محض ضعیف و نامتہ ہے، صحیح یہی ہے کہ فوراً نزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت
قرارت جمیع اعمال مجاز، عطاویہ میں زیر قول مذکور مرآت ہے،

ای کا قول "منع نہیں" منع ممتہ ہے اہ اقوال
کلام کمال کو قریبی شخص پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے
کیونکہ کمال نے اس کے خلاف تصریح کی ہے جیسے کہ
عنقریب ہم ان کی عبارت پیش کر دیں گے (ت)

قولہ غیر مستغنیۃ، المعتمد اسے نہ اقوال
وحسنہ کلام انکال علی القریب بعید محل
البعید قامت انکال صرح بخلافہ کما
ستسمعک نصہ۔

رد المحتار میں فیمن علاء کر کی سے ہے،

لو کان بعید لا یسمع الخطبۃ ففی حرمۃ کلام
خلوات وکذا فی قرأۃ القرآن والنظر فی
کتب وعن ابی یوسف انہ کان ینظر فی
کتابہ ویصححہ بالقلم والاحوط لسکوت
وہ یفتی بہ

اگر وہ امام سے دور ہے خطبہ میں کس نے قہر ہاں کلام
کے حرام ہونے میں اختلاف ہے اسی طرح قرارت
قرآن اور مطالعہ کتاب کے بارے میں بھی اختلاف ہے
امام ابو یوسف کے بارے میں ہے کہ کتاب کا مطالعہ
کرتے ہوئے قلم سے اصلاح کر رہے تھے، احوط
سکوت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

۲۸۳	مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی	باب الجملہ	لے مراقی الفوائد مع حاشیۃ العطاوی
"	"	"	لے حاشیۃ العطاوی علی مراقی الفوائد
۶۰۶/۱	مصحف ابوبانی مصر	"	لے رد المحتار

بواہر الاخطائی میں ہے ،

النائی عن الامام فی استماع الخطبة کالقرب
والانصات فی حقه هو الصغار
امام سے دور شخص خطبہ سننے میں قریبی کی طرح ہی ہوتا
ہے اور اس کے حق میں بھی خاموشی ہے ، یہی
مخافہ ہے ۔ (ت)

ہندیہ میں تبیین الحق فی امام زینبی سے ہے ، ہوا لا حوط (یہی احوط ہے ۔ ت) محیط آدم
شمس الامیر غرضی سے ہے ، ہوا الاصلح (یہی اصح ہے ۔ ت) شرح نقایہ بر جندی میں غراز سے ہے ،
ہو لا دلی (یہی اولیٰ ہے ۔ ت) ہدایہ و ایضاً الاصلح میں ہے ،

ختلفوا فی النائی عن المنبر و لا حوط السکوت
(نہ دی الہدایۃ) اقامۃ لفرض الانصات
خبر سے دور والے کے بارے میں اختلاف ہے ،
سکوت احوط ہے (ہدایہ میں اضافہ ہے کہ) خاموشی
کے فریضہ کو قائم کرتے ہوئے ۔ (ت)

کافی شرع وافی میں ہے ،

الاحوط لسکوت لانہ ما موربلاستماع و
الانصات اذا قرب من الامام و عند البعد
ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی
الانصات فیحجب علیہ
سکوت احوط ہے کیونکہ خطبہ سننے اور اس کی طرف متوجہ
ہونے کا حکم ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور اگر دور ہو
تو وہ اگرچہ سننے پر قادر نہیں مگر متوجہ ہونے پر قادر ہے
لہذا اس پر یہ واجب ہو گا ۔ (ت)

فتح القدر فی فصل القراءة میں ہے ،

هذا کان یحییٰ یستمع فاما النائی فہذا
مرویۃ فیہ عن المتقدمین واختلافہ
یہ اس وقت ہے جب خطبہ سن رہا ہو ، دور والے کے
بارے میں متقدمین سے کوئی روایت نہیں ، متاخرین

۴۹ ص	غیر مطبوعہ نسخہ	فصل فی صلوۃ الجمعة	بواہر الاخطائی
۱۴۰/۱	مطبوعہ فورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة	سلف فتاویٰ ہندیہ
"	"	"	سلف فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط الرضی
۱۱۵/۱	نو لکھنؤ	فصل بحوالہ ما فی الجمعة الخ	سلف شرح نقایہ لبر جندی
۱۰۱/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی	باب صلوۃ الصلوۃ	سلف الہدایۃ
			سلف کافی شرع وافی

المتأخرون والا حوط السكوت یعنی عدم القراءۃ
والكتابة ونحوها لا الكلام البياح فانه مكروه
فی المسجد فی غیر حال الخطبة فكيف فی
حالها

ملتقى البحر ومجمع الأنهر میں ہے۔

(الثانی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبة
(والدانی) ای القریب (وسواء) فی وجوب
الاستماع والانصات امتثالا لامر
تقریر دور میں ہے۔

(البعید) عن الخطیب (القریب) فی
وجوب الاستماع والانصات
تقریر دور میں ہے۔

(البعید) عن الخطیب (والقریب) بیان
فی اختراص لانصات
انہیں میں ہے۔

یحییٰ علیہ ان یستمع ویسکت (بلا فرق
بین قریب وبعید فی لا یصح
کثر الذائق وکثر الرائی میں ہے۔

(الثانی) (القریب) هو الا حوط

سلف فتح القدر فصل فی القراءۃ مطبوعہ مکتبہ نویریہ رضویہ سکھر ۲۹۸/۱

سلف مجمع الأنہ شرح مفتی ابو بکر فصل فی احکام القراءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۷/۱

سلف درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فیما یجوز الامام مکتبہ احمد کائنات، دار سنن مصر ۸۲/۱

سلف در مختار فصل ویجوز الامام الخو مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۸۱/۱

سلف " " " " " " " " ۱۱۳/۱

سلف البحر الرائق باب صلوۃ الجمعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۵/۲

عبارات سابقہ سے تو واضح تھا بھی کہ سننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو ورنہ کھانا پینا پلٹنا، گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کون سا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ جتنی اسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو، اگر ان عبارات کا حق نہ اور بھی واضح تر کر دیا کہ سراسر تمام اعضاء سے اسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لئے تو کان میں آواز آنا بھی نہیں مگر قول صحیح و معتد و مختار و مفتی برہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حسد ام، تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت میں کر باقی کو سننا رسپا اور ہوا کرے۔

اولاً صاف قول بالتأقیین ہے، اور استماع و انصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی۔

ثانیاً یہ فعل محل استماع ہے یا نہیں، اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب، نہ یہ کہ قدر سنت کے بعد اجازت ہو، اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہئے قدر سنت کا استثناء کس لئے

مثلاً دو فوف خطبے مسنون ہیں، ذکر ہر خطبے یا صرف اولیٰ سے اُس کا ایک جز، تو قدر سنت میں چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں چکنا جلتا پھر سے شاید اوجا کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویلہ بطول فاحش مخالف سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز، اولیٰ تو اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ مطلق ہے، نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص، اور ہر بھی قویہ بھی فلفط و باطل ہے، مقدار میں بڑھا دینا ورنہ نہ خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہر جہ قطعاً خلاف سنت کی حرام شدیدہ، اور یقیناً معاصیہ خطبہ سے جدا و بعید ہے، جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع و انصات واجب۔ مجتبیٰ شرح قدوری پھر نہر العائق پھر فتح اللہ المعین علامہ رستیدہ السعدی ازہری میں ہے،

استماع الخطبة من اولها الى آخرها واجب و
ان كان في ذكر لولا وهو الاصح
محیط برہانی پھر علیگیر میں ہے،

واللفظ لها اذی علیہ عامۃ مشائخ ان محلی
القوم ن یسموا الخطبة من اولها الى آخرها
وانذ من الامام افضل من التباعد عنه و
هو لصحیح من الجواب مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
وہ الفاظ جن پر اکثر مشائخ ہیں وہ یہ ہیں کہ قوم پر اول تا
آخر خطبے کا سننا لازم ہے، امام کا قُرب دوری
افضل ہے اور مشائخ کے جواب میں سے یہی صحیح
ہے۔ (ت)

تشریح الہیہ اور مختار میں ہے :

(لا صلوة ولا کلام الا تعامدا وان کان فیہا ذکر انظمہ فی الاصلۃ۔)

(خطبہ مکمل ہرے تک کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں) اگرچہ اس میں ظالم حکمرانوں کا ذکر ہو۔ یہی اصل ہے (ت)۔

علامہ حموی کا کوئی فتاویٰ مسطور نہیں، نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد کلام معنی میں طرح خطبہ میں مقصود دیکھ ہی نماز میں، کیا نماز میں بھی اسی نیک نیت سے پٹکھا جھٹکے پھرنے کی اجازت ہوگی، جنت میں اُس ہر اکی یہ غایت تاکہ باطینان دیکھنے سے مشرف ہوں، سخت البعد واجب الود ہے، جنت میں معاذ اللہ گرتی جس کا کون سا وقت ہو گا جس کے واسطے کہ ہوائی حاجت ہو، اس بہت کے سے معاذ اللہ بے الطینانی کا سامان کس وقت ہو گا کہ تحصیل الطینان کی صورت ہو، وہاں کے جتنے امور میں سبب محض لذت و زیادت نعمت ہیں، و لہذا محققین فرماتے ہیں دنیا میں حقیقتہً کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے، واقع میں دفع الم ہے، پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبود و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دیتا، کھان کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبود و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا، تو حقیقتہً بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالصہ و علی ذلک القیاس باقی تمام ملاذ بخلاف بہشت کہ وہاں الم اصلا نہیں، نہ بھوک، نہ پیاس، نہ گرمی، نہ احتیاس، تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے۔

مرزقا اللہ تعالیٰ بعثہ و کرمہ و فضلہ و محبتہ
بعث الخی عبادہ آمین بحمد محمد نبی الرحمة
شفیع الامامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و
عبداللہ اجمعین آمین۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم، احسان، فضل اور پیار سے
نبی رحمتہ، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
صالحین بندوں کے طفیل یہ حقیقی لذت ہمیں
عطا فرمائے۔ آمین! (ت)

اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کوئی سا خطبہ سچا اور باری عز و جل پر کس چیز کا استماع واجب، اور کس وقت اپنے کسی عمل سے باز رہنا لازم، اور اُسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے، پھر افعال الہیہ سے استناد عجیب تماشا ہے، معبود و عابد کی کیا پیس، ہمیں اتباع احکام سے کام ہے و کس۔

وفقنا اللہ تعالیٰ لہ آمین واللہ بیکنہ و تعالیٰ اعلم
مکتبہ ازبکالہ ضلع پابند ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مدرسہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ
ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ خود آید یا لاہود بدست راست خواند بدست چپ خواند (نیچے آئے، اوپر چلے) دایئیں طرف اللہ بائیں طرف توجہ ہو کر نیچے) اس کا اصل کیا اور مبنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ مع اُس کے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں سوائے عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک پاس ہے عید ہو یا مجملہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) متبرکتی سیڑھی کا ہونا چاہئے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہئے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہونا چاہئے؟

الجواب

(۱) دہنے بائیں منہ پھیرنا ہے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اُترنے کو بھی بعض مشافیر نے قبیح بتایا اور واقعی اگر محضت شرعیہ سے خالی ہو تو جھٹ ہے اور جھٹ کا درجہ مکروہ،

في رد المحتار قال ابن حجر في المتحفة ويبحث بعضهم ان ما اعتيد الا من من السجود في الخطبة الثانية الى درجة سفلى ثم يعود بدعة قبيحة شنيعة
رد المحتار میں ہے کہ ابی حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ جو معمول بن گیا ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت نیچے درجہ پر آنا پھر اوپر والے درجہ کی طرف لوٹنا بدعت تری بدعت ہے۔ (ج ۱)

ہندو میں شنی خطبہ میں ہے استقبال القوم بوجہ (قوم کی طرف منہ کرنا۔ ت) رد المحتار میں ہے ۱

ما يعله بعض الخطباء من تحويل الوجه
جهة اليمين و جهة اليسار عند الصلوة
على نسبي صلى الله تعالى عليه وسلم في
الخطبة الثانية له من ذكره وانما هوانه
بدعة ينفي تركه فلا يتوهم انه سنة ثم رأيت
في منهاج النووي قال ولا يلتفت ميئاً وشالاً في
بعض خطباء دوسرے خطبہ کے دوران ہی اگر کم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے دایئیں یا بائیں چہرہ پھیرتے ہیں، اس کا ذکر میرے مطالعہ میں نہیں آیا اور ظاہر یہی ہے کہ اسے ترک کر دینا چاہئے تاکہ کوئی اسے سنت نہ بنا لے، پھر میں نے منہج النووي میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ کسی شے میں دایئیں بائیں

شیء منہا قال ابن حبان فی شرحہ ثلاث ذلک
 بدعة انتہی ویؤخذ ذلک عندنا من قول البیہاقی
 ومن السنة ان یستقبل الناس بوجہہ ولست بدیر
 القبلة لان النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان یحطب عند آتھ وافتتہ تعالیٰ اعلم
 الفتات نہ کرے، ابن حجر نے شرح میں فرمایا اس لئے کہ
 یہ بدعت ہے اتنی اور ہمارے نزدیک بدعت کے اس
 قول سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام
 لوگوں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے
 کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح خطبہ ارشاد
 فرمایا کرتے تھے اھ و اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) خطبہ میں کوئی شہر اور وفارس نہ پڑھے "پہلے نہ خطبہ عربی کے۔" داکسٹریان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متواترہ
 کے خلاف ہے کہا حقیقتاً فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
 (۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین وغیرہ
 حدیث سعد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری و مسلم وغیرہ میں سنرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 مروی ہے۔ ت) منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھے ہیں

وقد وقع ذکرہن فی غیر ما حدیث کحدیث
 وحید من ذکر عند النسبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم علو یصل فی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم۔
 ان کا ذکر متقدم احادیث میں ہے جیسے وہ صریحاً جس
 میں ذکر ہے کہ جس شخص کے پاس حضور علیہ السلام کا
 تام مبارک لیا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 پر درود شریف نہ پڑھا تو اس کے لئے عید ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلاث
 درج غیر لمساۃ بالمستمر
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس منبر کے تین
 زینے اس تحت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے (ت)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درج بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے
 پر پڑھا، فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا
 سبب پوچھا گیا، فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا تو گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو دہم ہوتا کہ

رد المحتار باب الحجۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۵۹۸/۱
 صحیح بخاری باب الخطبۃ علی المنبر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۵/۱
 الترغیب والترہیب کتاب الصوم ص ۹۳ - کتاب الذکر والدعاء مصطفیٰ البابا مصر ۵۰۷-۸/۲
 رد المحتار باب الحجۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۶۰۸/۱

تہذوق کے برابر ہوں، لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے
وما فعلہ الصدیق فكان تأدبا منہ مع رسول
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی بنا پر ایسا کیا اور حضرت
الفاروقی فكان تأدبا مع الصدیق رضی اللہ
عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کی خاطر۔ (ت)

بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین غلیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت
حضور و دوری صفوف میں پوری نہ ہوتی نہ زیادہ کرنے کا غوازی نہ تیار رہے اور بہتر حد و طاق کی مراعات
فان اللہ و تریعہ الموت (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور ترک پسند کرتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۰۹ از موضع کثرت ڈاک خاصہ اور ہر ضلع گیا ہر سطر مروری سید کریم رضا صاحب خزۃ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادو کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی؟
بصورت اول و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں، اور صورت ثانیہ میں مسلوۃ ظہر و جمعہ کا لزوم
بطریق احتیاج لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں تارک احتیاطی تارک فرض ہو گیا یا نہیں؟ بیسوا تو جودا

الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کہہ کر وہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے وہاں
ظہر آپ ہی میں فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی پڑھانے کی اصل گنتی کثرت نہیں فان الشروع لا یأمر
بہ کتاب لا شہد الاشتغال بہا لایصح اصلا (شریعت کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتی جس پر گناہ ہوا اور نہ ہی
ایسی شئی میں مشغول ہونے کی اجازت دیتی ہے جو بالکل صحیح نہ ہو۔ ت) مان کا محل وہاں ہے کہ صحت جمعہ میں
اشتبہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ موضع جس کی مصیبت میں شک ہے یا باوصف الطینان صحت بجانب خلاف کہ وقت
رکعتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعہ و یکہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دوبارہ تعدد قول جواز ہی معتد و مانوذا مفتی ہے
مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کہما بینہ فی رد المحتار (جیسا کہ اسے رد المحتار میں بیان کیا گیا ہے)
صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاب و تاکید ہوگا لوقوع الشبهة فی برادة لعہدة (ذماری سے بہرہ برا
ہونے میں شبہ ہو گیا ہے۔ ت) اور ثانیہ میں استیجاباً و ترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجماعاً
حالو یلزم معذور (بالاتفاق اختلاف سے نکلنا مستحب ہے بشرطیکہ وہاں کسی ممنوع کا ارتکاب نہ ہو۔ ت)

رد المحتار میں ہے۔

نقل عن المقدسی عن السیوطی کل موضوع
وقر الشك في كونه مصرا ينبغي لهم ان يصلوا
بعد الجمعة اس بعد بنية الظهور احتياطاً ومثله
في الكافي وفي القنية امرأته هم بالادب بعد
حتم احتياطاً هو نقد كشيء من شراح الهدية
وغيره وتد اوله وفي الظهيرية واكس
مشانر بخاراً عليه ليخرج عن العهد يقيم
ثم نقل المقدسی عن المعتز انه ينبغي ان
يعمل اس بعد ينوي بها اخر فرض امرت وقته
ولم اؤد ان تردد في كونه مصرا او تعدد
الجمعة وذكره عن السحق ابن جرباش
قال ثم قال وفائدة الخروج عن الخلاف
الستوهم او السحق وذكر في النهر اسم
لا ينبغي التردد في ندبها على القول بحوز
استعداد خروج عن الخلاف او في شرح
لباقا هو الصحيح في الكلام في تحقيق
انه واجب او مندوب قال المقدسی ذكر ابن
شعبة عن جده التصريح بالندب وبحث
فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم
اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة
الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن
شيخه ابن الهيثم ما يفيد ويؤيد التفصيل
تعبير لمصنفات بلابيد وكلام القنية المذكور
اخر مقتصر.

مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ مقام جس کے شہر بننے
میں اختلاف ہو وہاں جمعہ کے بعد احتیاطاً نیت نہر سے
پار رکعات ادا کی جائیں، کافی میں بھی اسی طرح ہے۔
قنیہ میں ہے کہ اگر بے جمعہ کے بعد لوگوں کو چنانچہ رکعات
احتیاطاً بجا لے کر حکم دیا ہے اسے اکثر شارحین
پایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اسی کو متداول کیا، تلخیص
میں ہے کہ مشائخ بخارا کی اکثریت کا عل اسی پر ہے
تاکہ یقین دہانی سے عمدہ برآ ہو سکیں، پھر فتح
سے متعلق ہے کہ جب شہر ہونے میں شک ہو یا جمعہ
مستند و جگہ ہو یا نہ ہو تو چاہئے کہ چار رکعات اس نیت سے
ادا کی جائیں کہ میں، غرض ادا کر رہا ہوں جن کا وقت
میں نے پایا مگر انہیں ادا نہیں کیا، اسی طرح محقق ابن
عرباش سے نقل کر کے کہا اس کا فائدہ ثابت یا متوہم
اخوت سے نکلنا ہے۔ نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے
نکلنے کے لئے جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی احتیاطاً ظہر
کے مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے اور شرح الباقا
میں ہے کہ یہی صحیح ہے اس حقیق میں گفتگو کرنا واجب
ہے یا مستحب ابھی باقی ہے، مقدسی لکھتے ہیں کہ ابن شعبہ
اپنے دادا سے ندب پر تصریح نقل کی اور اس پر بحث کرتے
ہوئے کہا کہ اس وقت ہے جب محض توہم ہو، مگر
اس صورت میں جب صحبت جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو پھر
اس کا واجب ہونا ظاہر ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام کی
جہالت کو اپنی تائید میں نقل کیا اور اس تفصیل کی تائید قرطبی
کے الفاظ "لا بد" اور قنیہ کے مذکورہ کلام سے بھی ہوتی ہے اور مختصر

رہا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب تمام مقام فرض کیونکر ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو ہنگامہ
اولیں اندھاں پاسے، ابھی فتح القدر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بد نیت آخری فرض ہی پر ہی جاتی ہیں نہ کہ بد نیت
مستحب یا واجب مصطفیٰ تو فرض بد نیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردد ہے یعنی عند اللہ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر
میں ظہر فرض تھا جب اس نے اس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی اذان کی تو یہی ظہر ادا ہو چکا
ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر قدر پر تھا وہ ادا ہو گا ورنہ یہ رکعات نفل ہو جائیں گی اور نفل بد نیت فرض ادا ہونا خود واضح ہے
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مخدوم پور ڈاک خانہ تربت ضلع گیہ در سلاہ دولی تیرہ منی بدین صاحب
نورہ مجادی، لا قزو ۱۳۱۴ھ

جناب مستطاب مخدوم مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و
برکاتہ کے مکلف خدمت ہوں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قریب و جوار میں اس کے غائب جمہ و
جیدین ہم لوگ متعلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جو کہ خاص اس موضع میں پندرہ بیس آدمی اور کبھی کم بھی ہوا
کرتی ہے اب بعض معترضین ہیں کہ جمہ دیہات میں نزد امام ابو حنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہئے
مخدوم پڑھا کر یوں یا ترک کر دوں، حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابق اس کے کار بند ہوں اور نماز
جیدین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو؟ شہر صاحب کی یہاں سے ساکس پر ہے۔ زیادہ مدنیاز۔ احقر رضی اللہ عنہ حسین جعفری عنہ

الجواب

جناب محرم ذی الجہد والکریم اگر حکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ فی الواقع دیہات میں جمہ و جیدین
باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں،
فی الدار المنقارہ فی القنیۃ صدقۃ العید فی
المقری تکرہ تحریر ما یلانی لانی اشتغال بما لا یصلح
فی رد المحتار و مثله البصیرۃ۔
در مختار میں ہے کہ قنیر میں ہے دیہاتوں میں جید کی نماز
مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو
درست نہیں اور رد المحتار میں ہے اور اسی کی مثل جمہ
ہے۔ ح۔ دت۔

جمہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ سے کہا یغناک فی فتاویٰ (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں بیان

کیا ہے۔ (ت) ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جہر فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سانسکیں یہاں تک کہ انھیں جہر کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جہر کے لئے شہر بھی جاسکے گی۔ امام اکمل بیان بابر فی حنیہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں،

(وہ) ای عن ابی یوسف (انہم اذا اجتمعوا) ای اجتماع من نجب علیہم الجمعة لا یصل من یسکن فی ذلك الموضع من العیال و النساء والعبد لان من تجب علیہم یجتمعون فیہ عداۃ قال ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اداکان اهلہا، بحیث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجدہم لویجہم) ذلك حتی احتاجوا الی بناء مسجد آخر للجمعة۔ الخ

(اور ان سے) یعنی امام ابو یوسف سے ہے (جب وہ جمع ہوں، یعنی وہ لوگ جن پر جہر لازم ہے ذکر تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں خلائق بچے، خواتین اور غلام۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جہر کے اہل وہاں جمع ہوں (سب سے بڑی مسجد میں، اور اس میں ان کی گنجائش نہ ہو) حتیٰ کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے پر مجبور ہوں الخ (ت)

جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت فراور کی بنا پر جہر و عیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جہر خواہ حسیہ مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے،

واللہ یقول الحق وهو یدل السبیل واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کافران حق ہے اور وہی راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور اللہ کی ذات پاک، بلند اور غریب جانتے

وال ہے۔ (ت)

۱۳۱۱ھ از کثرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ سید عبد الحمید صاحب قلداری ۶ جمادی الاولہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

- (۱) ہندوستان میں جہر جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) جائز ہے تو کیوں، اور اس کے دلائل کیا ہیں؟
- (۳) جہر شہر ہی میں جائز ہے یا دیہات میں بھی؟

(۴) قرین شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے؟

(۵) دیہات سے نیچے بھی کوئی حدیثی کی ہے کیونکہ دیہات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک محض کوہدہ ۱۰ دوسرا جس میں اشیاء اشہ ضروری جیسے معمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور لوہار اور برتنی اور بنیا اور بقال وغیرہ ہوں اور ساکنین اُس کے ہندو مع مسلمان قریب ہزار سو مرد مع عورت کے ہوں اور غالب درجہ مسلمان زمیندار ہوں اور مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو مردوں کے ہواور مسجد قدیم سے ہواور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے برابر جمع ہوتا رہا ہوتا ہوں دونوں قسموں میں دیہات کے جسے جائز ہوگا یا حرم قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے رہنے والے ہیں باب محض لوگ کہتے ہیں کہ دیہات میں جسے جائز نہیں تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں؟ بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصل اللہ مالک بکھراؤ اللہ تعالیٰ ہنوز دار الاسلام ہے

کما حقیقۃ فی رسالتنا اعلامہ بالاعتقاد
جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "اعلام الاعلام ہاں ہندوستان
دار الاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اُس میں اقامت جمعہ و عیدین مسلمانوں کو ضرور جائز۔ جامع التفتیش میں ہے۔

قال ح دی الامام الاعظم ابو حنیفۃ رضی اللہ
نعمانی عنہ لا تصیروا دار الحرب الا باجواء
حکام الشریک فیہا واقبل لہا یدار الحرب
ہاں لایکون بینہا و بین دار الحرب مہر
للمسلمین وان لایبقی فیہا مسلم او ذم
امنہ علی نفسہ ولا مان لاولی لایبقی امنہ
الا بایمان الشریکین ان لحکمہ اذا ثبت بعلمہ
فما بقی شیء من العہد یبقی الحکمہ بمقامہ
فلما صارت البلد دار الاسلام باجواء
احکامہ فمالقی شیء من احکامہ و آثارہ یمتی
دار الاسلام وکل مصروفیہ وال مسلمہ صفت
جہۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمعۃ والایجاد

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دار الحرب
کے لئے ضروری ہے کہ وہاں احکام شریک کا اجراء ہو اور
اس تک کا اتصال دار الحرب سے اس طرح ہو کہ اس
حکام اور دار الحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ
نہ ہو اور اس میں کوئی مسلمان یا ذمی ایمان اول کی وجہ
سے ایمان میں نہ ہو یعنی اب مشرکین کی ایمان کے بغیر
امنہ لاندہ ہو کیونکہ جب حکم کسی ملت سے ثابت ہے
تو جب تک وہ ملت باقی ہے حکم بھی باقی ہوگا جب
کوئی علاقہ احکام اسلامی کی وجہ سے دار الاسلام
بنے تو جب تک وہاں کچھ احکام و آثار باقی ہوں گے
وہ دار الاسلام ہی ہوگا اور ہر وہ شہر جس کا کفار کی طرف
سے کوئی مسلمان والی ہو وہاں جمعہ و عیدین کی اقامت

واخذوا خراج وثقلید القضاء وتزویج الایامی
لاستیلاء المسلمو علیہم واما فی بلاد علیہم
ولا کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمعة
والاعیاد انہ مختصراً۔
رد المحتار میں ہے :

فی معراج الدرایة عن المیسوط السلام والوقوف
یذی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد المحبوب وکل
مصریفة وال من جہتہم یجوز لہ اقامة الجمعة
والاعیاد فلو ان کفار یجوز للمسلمین اقامة
الجمعة انہ مختصراً

جمہ و عید کے نہ فقط مامور بہ بکثرت و بار و میچ ہونے کے لئے بھی یا جماع انہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر
شرط ہے کتب المذہب عن اخوہا طائفة بن لک (تمام کتب مذہب اس سے پڑھیں۔ ت) گاؤں میں جمہ و
عید ہی نہ میچ نہ ہاڑ بکثرت و ہیں

کما نص علیہ فی الدر المختار عن النقیة و فی
جامع لموز عن جامع المصنعات و قد
بینا فی فتاونا۔
جیسا کہ اس پر در مختار میں قید اور جامع لموز میں
جامع المصنعات کے حوالے سے تصریح ہے اور اسے
جمہ نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

دیہات سے بھی کم و درجہ بستی جگہوں، میدانوں، پہاڑوں میں اہل خیر کے مقام ہیں جی میں مکانات کچے پکے
اصلاً نہیں ہوتے، انھوں نے جہاں آب و مٹھار دیکھے ڈیر سے ڈال دئے، نیچے تان دئے، وہیں اقامت
کرتی، یہ بستیوں فقر شرع میں بھی دیہات سے ادنیٰ ہیں، اعداد و عمرانات کے مکان اگر گاؤں میں پسندہ دن
مٹھرنے کی نیت کریں مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان غیر گاہوں میں انھیں اہل خیر کی نیت اقامت صحیح ہے جی
کی طرز تعمیر ہی یہ ہے عمرانات واسے بعد تحقق سفر و سطر اعل اگرچہ وہاں پندہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے
ہو الاصح فی الفضلین (دونوں فصلوں میں یہی امر ہے۔ ت) در مختار میں ہے :

اهل الاجنبية كنت كما ان نوو هافي العفانة قلبها
 نصح في الاصح وبه يفتق اذ كان عند هـ
 من الماء والكلاء ما يكفيهم ملاتها ولو نسوي
 غيرهم الاقامة معهم لو يفتق في الاصح
 ۱۰ مختصراً۔

ثانہ بدوش مثلاً ترکمان قوم اگر جنگل میں اقامت کی
 نیت کر لیں تو یہ اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اسی
 پر قوی سے بشرطیکہ وہاں ان کے لئے اتنی مدت کیلئے
 پانی اور چارہ ہو اور ان کے علاوہ کسی نے ان کے ساتھ
 نیت کر لی تو یہ اصح قول کے مطابق درست نہیں مختصراً

قصبہ مر فاصد وہ میں متوسط سے چھوٹے شہر کہتے ہیں جس میں آبادی کم تر اسی قلیل ہوں بازار و پختہ عمارات
 ہوں دشلی اصدا وہ پرگہ ہوتا ہے ضلع نہیں، اُس میں چھوٹے چھوٹے حکام سوتے ہیں جن کی سہاقت ایک حد تک
 محدود، بڑے حکام کے برگہ، مقدمات دیوانی و جہام فیصل کر سکیں نہیں ہوتے، اس طرف حادث پر قیس دیتا ہوتا ہے
 مگر زبانی عرب میں وہ دوسری چیزیں ہیں مصر یا قریہ قصبہ، ان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں۔ قانس و مصبار النیر
 وغیرہ میں قصبہ لہذا حدیثاً قصبہ القریۃ و مطہا (شہری قصبہ شہر ہوتا ہے اور دیہاتی قصبہ
 دیہات اور شہر کا درمیان ہوتا ہے۔ ت۔ یہ وہی شہر ہے قصبہ کہ کسی حکم خاص سے مخصوص نہ نہر مایا
 مصر و قریہ کی تقسیم حاصر سے آبادی پر، مصر صادق ہو تو مصر سے وہ قریہ لا ثالث لہذا (ان دونوں کے لئے تیسرا
 نہیں۔ ت۔) اب تو یقیناً مصر میں جاسے علماء سے اقوال تیرہ آئے ہیں صحیح و مختار و معتدائد کہار دہیں،

اولیٰ قاہرہ الزوایہ و اصل مذہب و ارشاد امام مذہب سنیہ تا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شہر وہ آبادی عمارت
 والی ہے جس میں متحدہ گروہ ہوں، وہابی بازار ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں، اُس میں کوئی
 حاکم مقدمات، بجایا فیصل کرنے پر مقرر ہو، جس کے یہاں خضایا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت منظم کام
 انصاف عام سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کسی نہ یہاں جاسے۔ یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالغاً ہریدہ و صفائی متعارفہ ادا کی گئی۔
 ۱۳۱۹ھ از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی اہل متعلیٰ مسجد تراہد مطہ حکیم صاحب مرسلہ بروی نور الہدیٰ صاحب

۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں ملائے دیں اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے
 حنفی المذہب بیناں شوکت اسلامی نماز جمعہ صبح ظہر احتیاطی و صلوٰۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گناہ گار ہوں گے
 یا نہیں، اور اگر گناہ گار ہوں گے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا تو جودا۔

الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پر صلاۃ سب حنفی میں گناہ ہے، نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ،

اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر صحیح میں مشغول نہ ہونی اور وہ ناجائز ہے۔
فی الدر المختار ونکحہ تحریرا ای لانه اشتغال
بما لا یصح لان المصروف شرط الصحة
در مختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح
کام میں مشغول ہونا ہے کیونکہ شہر جمعہ کی صحت کے لئے
شرط ہے۔ (د ت)

ثانیاً اقول قصہ مشغول نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب ثبوت اسلام یا نابکہ بہ قصد و نیت فرض و
واجب ادا کیا یہ مضمر عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحذیر شدید فرمائی۔

او صواب ترك التزام مستحب اذا جهل انت
بطه العوام واجبا وفي احسن منه قال
سيدنا عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه
لا يجعل احدكم للشيطان شئ من صلواته
يري ان حقا عليه ان لا يصرف الا حلت
يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم وكثيرا يصرف عن يساره رواه الشيخان
هذا كان هذا فيما هو مشروح باصله فاظننت
بما لم يصرف من رأسه۔
جب یہ غلط ہو کہ عوام اسے فرضی سمجھ لیں گے تو علماء
مستحب پر پابندی نہ کرائیں اور اس سے کم درجہ
عمل کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز سے شیطان
کا حصہ اس طرح نہ بنائے کہ نماز کے بعد داتیں طرف ہی
پھرنا اپنے اوپر لازم کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرستے ہوئے
دیکھا، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ جب اس عمل کا
معا ملہ ہے جو اصل مشروع ہے تو اس میں تمہارا کیا
خیال ہے جو اصل ناجائز ہی نہ ہو۔ (د ت)

ثالثاً جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تہ ادا کی گئی یہ
ناجائز ہوا۔

فی رد المحتار عن العلامة الحلبي محشئ الدر
فهو نفل مكروه لا دأته بالجماعة۔
یہ غیر نفل و جمیع جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں۔
رد المحتار میں محشئ در علامہ حلبی سے ہے یہ نوافل مکروہ ہیں
کیونکہ باجماعت کے ساتھ ادا ہوئے۔ (د ت)

۱۱۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیائی دہلی	باب العیدین	سُئلہ در مختار
۱۱۸/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الانتقال والانصراف	سُئلہ صحیح البخاری
۹۱/۱	مصطفیٰ ایما بی مصر	باب العیدین	سُئلہ رد المحتار

رابعاً قول جمع میں اُس کے سبب جو ٹھہر نہ پڑیں اُن پر تو فرض ہی رہ گیا، ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو تو کبیرہ ہے اور جو رزم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ۔ کما نھوا علیہ والاعصار وھم من ان یوضعون (جیسا کہ فقہانے اس پر تصریح کی ہے اور یہ امر اتنا واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت ہی نہیں۔ ت)

خامساً قول وہ احتیاطی رکعات واسے کہ حقیقتہً مذہب حنفی میں آج ہی کی نظر پڑ رہے ہیں قانہذا الذم تعویذ الجمعة بقیت فی ایضہ الظہر فی اعقابھم فذا انوا اخر ظہر اور کھڑا دلہ یؤدوھا وجب انھرا فھا فی ظہر الیوم۔ اس لئے کہ جب جمعہ صبح نہیں تو ان کے ذمے ظہر کا فرض باقی ہے تو سب یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ آخری نماز کا وقت پایا مگر اسے ادا نہ کیا تو اس کا آج کی نماز پر محمول کرنا واجب ہے۔ (ت)

ہاں اگر مسجد میں جمعہ میں جماعت پر قمار ہیں تنہا پڑھتے ہیں وہ دوسری شناخت ہے کہ جمعہ ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے غوت جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کرنا جائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ نطق بہ القرات العظیم و ہاتھ لہذا یتالی صراط مستقیم (جیسا کہ اس پر قرآن حکیم ناظر ہے) اللہ ہی مراد مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۸ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اُس وقت کوئی وظیفہ یا سنی یا نوافل یا فرضی قضاے فجر پڑھنا چاہئے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں؟ بیسوا تو جووا

الجواب

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے، اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہو گا اگرچہ نماز ہو جائے گی، رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے، اور جہاں تک دُوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت غیضت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۹ از بنگالہ ضلع پیرا موضع مرادنگر مسئلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

چو می فرمایند علمائے دین انندی مسئلہ کہ چند اشخاص برائے اداۓ جمعہ مسجد سے رفتہ و دیدہ کہتے ہیں ادا شدہ است اکنوں ایشان در آن مسجد مذکور صلوٰۃ جمعہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد میں گئے انھوں نے دیکھا جمعہ ادا ہو گیا ہے اب وہ لوگ اس مسجد میں جمعہ

ادا کریں گے یا ظہر کی ادائیگی ان پر لازم ہوگی ، اگر ظہر لازم ہے تو وہ جماعت کے ساتھ ادا کریں یا تنہا ؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر کسی گروہ کی جماعت بعد فوست ہوئی تو مسجد سے دور انگریزی سڑک یا ایک سڑک پر گزرنے کے فاصلے پر چلے جائیں اور وہاں جمعہ ادا کریں اگر چہ وہاں مسجد نہیں ، اس کا قول صحیح ہے یا نہ ؟ اگر اس طرح انہوں نے ادا کر لیا ہے تو جائز ہے یا نہ ؟ بینوا تو جہودا۔

الجواب

امامت جمعہ و عیدین ہر کس تہاں کر دیکھ واجب ست کہ سلطان اسلام یا مذہبی لو یا شدہ و بضرورت آنکہ مسلمانان اور امام جمعہ مقرر کردہ باشند و شک نیست کہ یک مسجد را وہ امام جمعہ کہ اقامت جمعہ واحدہ کنندہ باشند پس در مسجد واحدہ و بار جمعہ تہاں شدہ چون بعض مردمان ایں جا جمعہ نیابند مسجد سے دیگر اگر یا بند رہ نہ کہ نقد و جمعہ در شہر مذہب مفتی بہ رواست چنان اگر اسے معینی برائے امامت جمعہ یا بسندہ و در مسجد در شہر یا قنائے شہر نہ اکندہ تیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرعاً جمعہ نیست و اگر نیابند فرض ست کہ ظہر اکندہ روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذلک مخرج بہ فی کتب المذہب و قد بینا فی فتاویٰ و آنکہ شخصی مذکور تحدیہ فصل ذرمان کرد اسے نذر و والہ صبح بخنہ و تعانی

جمعہ و عیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کر داسکتا بلکہ واجب ہے کہ وہ سلطان اسلام یا اس کی طرف سے مقرر کر سکے ہیں ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں ہو سکتے لہذا ایک مسجد میں دو بار جمعہ نہیں ہو سکتا جب کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پاسکیں تو وہ دوسری مسجد میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے ، اسی طرح اگر مقرر امام جمعہ کو شہر یا قنائے شہر میں مسجد کے علاوہ پالیتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں اور اگر ایسی کوئی صورت نہیں تو ظہر کی ادائیگی فرض ہوگی لیکن جماعت جائز نہ ہوگی بلکہ الگ الگ ادا کریں یہ تمام کتب مذہب میں صراحت موجود ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے اور مذکورہ شخص نے جو گزروں کی مقدار کا تعین کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مذکورہ شخص نے جو گزروں کی مقدار کا تعین کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۹ از شاہی علاقہ رامپور مرسلہ نادر شاہ خاں و اقسام اللہ خاں ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس تہذیب شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام
 سے اُس میں نماز جمعہ ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آبادی کے ہے اس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال بوجہ
 کثرت نمازیں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لئے عید گاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمعہ سے
 بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم بوجہ خالی رہنے مسجد کے بروز حساب
 نہ فرماتے گا اور پڑھے نماز جمعہ سے عید گاہ میں کچھ نقصان عند اللہ و عند الرسول ہے یا نہیں؟ بیسوا توجروا

الجواب

جائز ہے، کچھ نقصان نہیں، نہ کوئی مواخذہ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۰ از بنگالہ ضلع کین سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ عشی آدم عرۃ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ
 ما تقولون یا ارباب العقول فی تبیین احکام
 الرسل فی هذا الباب هل یحبب
 علی المصلین ان یصلوا اخوانظہر مسلم
 الجمعة ام لا وان صلوا عما ذیو ونہما
 فربیضۃ ام لا فلی بینوا بالدلیل توجسوا
 اجر جزیرا۔
 تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبیین
 کرنے والے اہل فہم کی اس بارے میں کیا رائے ہے
 کہ جمعہ کے ساتھ ساتھ نمازیوں پر نماز ظہر ادا کرنا لازم
 ہے یا نہ؟ اگر ادا کرتے ہیں تو کس نیت سے فرض
 یا نفل؟ دلیل کے ساتھ واضح فرمائیں، اللہ تعالیٰ
 آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (دست)

الجواب

ان وقع الشك في صحة الجمعة لوقوع الشبهة
 في شرط كالمصيرية او كون الداردار الاسلام
 فالظاهر الوجوب وان كان هناك توهم
 لاجل خلاف ضعیف قانندب ویفتی بہ الخواص
 لا العوام وعلى کل شیء الفریضۃ ای
 آخر فرض ظہر اورکتہ ولم اوطلان النفل
 یتأی بنیۃ الفرض ولا عکس فلا یحصل
 الاحتیاط الا بنیۃ الفریضۃ
 کمالا یخفی قال فی سہ المحتار فی
 اگر شرائط جمعہ میں اشتباہ کی وجہ سے صحت جمعہ میں شک
 ہو جائے تو ظاہر یہی ہے کہ وہاں ظہر ادا کرنا لازم
 ہے اور اگر وہاں صحت جمعہ میں وہم ہے تو ضعیف غلط
 کی وجہ سے ظہر کی ادائیگی مستحب ہوگی البتہ اس کے
 ساتھ عوام کے لئے قوی ہے عوام کے لئے نہیں
 ہر صورت میں فرض کی نیت ہوگی یعنی وہ آخری ظہر جمعہ
 میں نے پایا مگر ادا نہ کی کیونکہ نوافل فرض کی نیت سے
 ادا ہو جاتے ہیں مگر فرض نفل کی نیت سے ادا نہیں
 ہوتے، تو احتیاط نیت فرض میں ہی ہے جیسا کہ مخفی

الفتية لما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعيتين
فيهما مع اختلاف العلماء في جوازهما
امواستهم بالامر بعد ما احتياطا
۱۰ ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها
وتد اوله ، ثم نقل المقدسي عن الفتح
انه ينبغي ان يصلي اربعينوي بها انحر
فرض ادركت وقتها ولو اؤد بان تردد في
كونه معصا او تعدد الجمعة ، قال و
فاشده انحر وج عن الخلاف المتوهم
والمحقق وذكر في النهر انه لا ينبغي التردد
في ند بها على القول بجواز التعدد خروج
عن الخلاف ۱۰ قال المقدسي ذكر ابن التحنة
عن جد ۱۰ النصريح بالندب ۱۰ بحث فيه
بانه يعني ان يكون عند مجرد التوهم
اما عند قيام الشك والاشتباه فصححة
الجمعة في لفظ هو الوجوب ونقل عن شيخه
ابن ابي عمير ما يفيد ۱۰ مختصرا
والله تعالى اعلم .

نہیں ، رد المحتار میں فرمایا کہ فقہ میں ہے کہ جب
اہل مرو کو دو جمعوں کا قیام پیش آیا تو علماء نے متعدد
جمعوں میں اختلاف کیا تو انہ نے لوگوں پر جمعہ کے بعد
احتیاطاً چار رکعات ظہر ادا کرنا لازمی قرار دے دیا ۱۰
اکثر مشائخ میں جاریہ و غیر نے اسے نقل کیا اور اسے
ہی متداول قرار دیا ، پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا
کہ اگر شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ کے متعدد ہونے
کی وجہ سے تردد ہو تو جمعہ کے بعد چار رکعات اس
نیت سے ادا کی جائیں کہ میں نے آخری ظہر کا وقت
پایا اسے ادا کیا تھا اور فرمایا فائدہ اس کا یہ ہے
کہ خلاف متوہم یا تحقق سے خروج ہو جائے گا۔
نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے بچنے کی خاطر
جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی ظہر کی ادائیگی کے
مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے ۱۰ مقدسی
کہتے ہیں کہ ان شخص نے اپنے دادا سے ندب پر یہ
تصریح نقل کر کے اس میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ
یہ اس وقت ہے جہاں محض وجہ ہو لیکن جب صحت
جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو پھر ظہر کا وجوب ظاہر ہے

اور اس پر اپنے شیخ ابن ہمام کی وہ عبارت نقل کی جو اسے مفید ہے ۱۰ اختصاراً (ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۲۱ از ضلع کمرلہ موضع پانیسر مرسلہ مولوی عبد الغفور صاحب طرز ربيع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمین والیسر کو پھر کر
مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ حین نماز کے بعد سفت ہو کر کہہ دو پھر
باللہ لائل تحریر فرمائیے ۔ بینوا تو جروا ۔

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام نہ قبلہ پیشا رہنا امام کے لئے بالاجماع مکروہ ہے، جمود وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دُعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء، اس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ عادت مسلمین یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دُعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دُعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً درست نہیں مگر حسنِ ادب سے ہے۔

اقول ویمكن الاستیئاس له بقوله عز وجل
 "وَادْعَاكُمْ اِلٰى صِرَاطِ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی
 حَقِّ يَسْتِ ذُنُوْبًا فَانْ فَرَاغَهُ مِنَ الدُّعَا وَ يَحْدُ
 اِذَا نَهَنَهُ دَلَالَةً يَذْلِكُ الْعَرَفَ فَجَادَ۔

اقول اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد و گرامی سے استدلال
 ممکن ہے اور جب وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کسی
 معاملہ میں جمع ہوتے ہیں تو آپ کی اجازت کے بغیر
 جاتے نہیں کیونکہ دُعا سے فراغت اذن ہی تصور
 ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے (ت)
 تو ایسی حالت میں اتنی دُعا کے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہئے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے
 فجر و عصر۔

هداى ظهرى تعقها وار جوان يكون صوابا
 ان شاء الله تعالى واذا الامر لاهم بالتحقيق
 في الصلوة ي عدم لزيادة على القدر
 المسمون اجمعوا على انه لا يملك في مكانه
 مستقبل لقبله سائر الصلوات في ذلك على الصواب۔

علیہ میں ہے،
 وقد صرح غیر واحد بانہ یکبر له ذلك لیه
 ورتخار میں ہے،
 یکبر تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام

سفر میں تاخیر اللهم انت السلام الخ کی مقدار سے

قال الحلواني لا بأس بالمفضل بالأوراد واختاره
الكمال، قال الحلبي انت اسيد بالكرامة
التزيمية ارتفاع الخلفات قلت وفي حقه حمله
على التكميلة

علیہ میں ہے :

تحمل انکراہۃ عن التزیمیۃ بعدم دللیس
التزیمیۃ

غیر میں ہے :

قول عائشة رضي الله تعالى عنها مقدار ما يقول
استهزأت، السلام لا يفيد ان ليس المراد
انه كان يقول ذلك لغيره بل كان يقعد زمانا
يسمى ذلك المقدار نحوه من القول تقريرا
فلا ينافي ما روى مسلم وغيره عن عبد الله
بن الزبير رضي الله تعالى عنهما كان رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سلم من
صلوته قال بصوته الا على لا اله الا الله
وحده لا شريك له له الملك وله الحمد
وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا
بالله ولا يعبد الا اياه له النعمة وله
المفضل وله الثناء الحسن، لا اله الا الله
مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، لان

زیادہ مکروہ ہے۔ حلوانی نے فرمایا اذکار کے ساتھ
فرائض و سنن میں خاصے میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے ہی
کو اختیار کیا ہے جلیبی کہتے ہیں کہ اگر کراہت کراہت تفریق
تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے قلت اور مجھے یہاں تک یہ ہے
کہ یہ (تزییمی) قلیل فصل پر محمول ہے (ت)

بہت تحریر پر دلیل رہے تو مکروہ کو تزییمی پر محمول
کیا جاتا ہے (ت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ کی مقدار پڑھتے،
خاندہ دسے رہا ہے کہ ان کی مراد بعینہ ہی الفاظ نہیں
بلکہ اتنی دیر بیٹھنا جس میں یہ یا اس کی مقدار مختصر یا
پڑھا جائے۔ لہذا یہ روایت مسلم وغیرہ کی اس روایت
کے منافی نہیں جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں،
ملک کسی کا ہے، اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر شے پر
قادر ہے، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طرف آنے کی
طاقت و توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے ہم اسی کی
عبادت کرتے ہیں، نعمت اسی کی ہے اور اسی کا فضل

المقدار الصدق کور من حیث التقصیر بـ
 و دوت المتحدید ، قد یسعر حکلو
 احد صحت نحو هذا الاذکار لعدم
 النکات التکثیر بینها الا بمقتضاها۔

ہے ، اعلیٰ تعریف اسی کی ہے ، اللہ کے سوا کوئی
 معبود نہیں ، ہماری تابعداری اسی کے لئے خالص ہے
 اگرچہ کافر سے ناپسند کریں ، کیونکہ مقدار مذکور تقریباً ہے
 تحدید انہیں وہ وقت ان تمام اذکار کی گنجائش رکھتا ہے
 کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت نہیں ہے اور مختصراً

بجہ شیخ محقق مولانا عبدالحی قدس سرہ اشہد انما شرع مکشوفہ شریف میں فرماتے ہیں :
 تعمیل قیام بہ سنت معرب منافی نیست مرغانہ آیۃ اکو کا
 و اشال آرا چنانکہ حدیث صحیح وارد شدہ است
 کہ نماز بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ
 و حمد لا شریک لہ لہ اسلک ولہ الحمد
 و هو علی کل شیء قدير۔
 مذہب کی سنتوں کے لئے بیلہ قیام آیۃ الکرسی وغیرہ
 پڑھنے کے منافی نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے
 کہ نماز فجر و مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھا جائے
 لا الہ الا اللہ و حمد لا شریک لہ لہ الحمد و
 لہ الحمد و هو علی کل شیء قدير۔ (رت)

فصل کسی کتاب معتد میں یہ نہیں کہ میں نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھر ہی منہ ہاں
 فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علامہ سے کہ فقیر نے نقل کئے ظاہر ہو گئے۔ و اللہ
 تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۲ از کتبہ ضلع رام پور مرسلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳ محرم ۱۳۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانہ پادشاہت اسلام میں
 قاضی شریع نے جو قاضی با اختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب مسجد کو
 نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اہارت و ہدایت اصل قاضی یا امام
 وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے جو جو مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے منج
 کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور ہاشمہ گاہ دیکر جامع مسجد
 قدیم کو آنے سے روک کر ہکا کر بہت سے اشخاص کو اُسی نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم
 میں بھی مثل تقسیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُسی مسجد جدید میں امام تقسیم سے
 مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں ؟ اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تقریبی جماعت کا ترک ہو یا

لے عنایت المستمل شرح فیہ المصلیٰ بیان صفۃ الصلوۃ مطلوبہ سہیل ایکٹمی لاہور ص ۲۲۲
 لے اشہد انما شرع مکشوفہ شریف باب الذکر بعد الصلوۃ مکتبہ نور بدینہ سکھر ۱۹۸/

کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جمہور جدیدین و کسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، یاں جہاں یہ نہ مل سکے تو بغیر صورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لینا صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سنی اللہ تعالیٰ عہد ہا (اللہ تعالیٰ اس کی مدت کو دراز فرمائے۔ ت) سے بحکم حاکم شرع و یاں جمہور قائم اور امامت خاندان ایام قدیم میں مستقر و دائم ہے، تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی امام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخیرۃ لہم انما یکون عند الضرورة
لغفد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خیرۃ
انہیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب مامور
نہ ہو اور جب مامور ہے تو اب ضرورت نہیں ہذا
اختیار بھی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب و فیر کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوتی اُس کے پیچھے نماز جمہور محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اُسے مسلمانوں کو بھی شدید مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا وہ دوسری مسجد کا جمہور حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور جدیدین میں نماز جمہور باطل ہوگی۔ اُس کا پڑنا گناہ ہوگا واجب جمہور سر پر رہ جائیگا، تفریق جماعت تو وہاں بھی جائے کہ نماز جمہور یا جدیدین اس کے پیچھے بھی میچ ہو جائیں، جب یہاں سرے سے ہوتی ہی نہیں تو تفریق کیسی، بلکہ ابطال نماز ہے کو سب سے سخت تر ہے، اللہ تعالیٰ توفیق تو نہ بخشے، یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہاں میں یہ جہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمہور یا نماز جمہور نہ ملے کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور آیت شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑنے کا گناہ آگاہ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی بیکار نہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں۔ تخریر الابرار میں ہے،

یشترط لصحتها السلطان او حاکمہ باقائتها۔ سلطان یا اس کے مامور کا جمہور قائم کرنا صحبت جمہور

کے لئے شرط ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

في السراجية لو وصل الى احد بغير اذن الخطيب
لا يجوز له

رد المختار میں ہے :

ما قبله انه لا تصح اقامتها الا لمن اذن له
السلطان بواسطة ائمة ودونها اصلا بدون
ذلك فلا

سراجیہ میں ہے اگر اجازت خطیب کے بغیر کسی نے
جمہ پڑھایا تو جائز نہیں۔ (ت)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اقامتِ جمہ درست نہیں مگر
اس شخص کے لئے جسے سلطان نے اجازت دی خواہ
بہ اجازت بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، اگر بغیر اجازت
کسی نے جمہ قائم کیا تو درست نہیں۔ (ت)

تخیر و در میں ہے :

(و نصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع
وجود من ذكر) امام مع عدم فيه جواز
للضرورة .

خطیب کو (عوام کا مقرر کرنا) (معتبر نہیں بشرطیکہ
جب مذکورہ لوگ ہوں) لیکن اسی صورت میں جب یہ
لوگ نہ ہوں تو ضرورت کے لئے امام کا تفسیر
درست ہوگا (ت)

انھیں کے باب العیدین میں ہے :

(تجب صلوات علی من تجب علیہ الجمعة
بشرائطها) فانها سنة بعدھا وفي القیة
صلوات العید فی القری تکرر تحریر ای لانه
اشتد بالایضاح لان المصبر شرط الصحة
مدحها . والله تعالی اعلم .

(عیدین کی نماز شرائطِ جمہ کے ساتھ ہر اس شخص پر
واجب ہے جس پر جمہ واجب ہے) کیونکہ نماز عید
ان شرائط کے بعد سنت ہے۔ قیہ میں ہے کہ دیہاتوں
میں عید مذکورہ تحریر ہے معنی یہ ایسے کام میں مشغول
ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر ہونا صحت کے لئے شرط
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۱۰/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	باب الجمرۃ	لکھ در مختار
۵۹۲/۱	مطبوعہ البانی مصر	"	لکھ رد المختار
۱۱۰/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	"	لکھ در مختار
۱۱۳/۱	"	باب العیدین	لکھ در مختار

مسئلہ ۱۲۲۲ از ملک بنگالہ ضلع ممبئی سٹک قصبہ بنارازان ڈاک خانہ کلکتہ مخمسہ منشی طالب حسین خاں
۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مع چند لوگوں کے نماز جمعہ پڑھنے تو بعد دوسرے لوگوں کو نکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھا دیا تو نماز ان کی ہوگی یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب

ایک مسجد میں نکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں

وقد شرط بعض لعنہ میں من لکنوا فی تجویز ذلك مطلقاً بجواز تعدد كما بیساً فی فتاوت۔ بعض معاصرین لکھتے ہیں اسے جائز کہ کہ فعلی کی ہے انھیں تعدد جمعہ کے جواز سے دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی فتاویٰ میں بیان کر دیا۔ (د)

جمعہ وحیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ مجھے چاہئے امام کر دیکھتے بلکہ اُس کے لئے شرط لازم ہے کہ ہم ماذون میں جہت سلطان الاسلام ہر بلا واسطہ یا باواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون، ماذون کا ماذون ہو وہم ضروریۃً او بدوئھا ایضاً علی اختلاف القلیلین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکرام۔ اور اسی طرح آگے ضرورت کی وجہ سے یا اس کے بغیر بھی اختلاف قلیلین کی بنا پر باوجودیکہ علماء کرام کی عبارات میں شرط معلوم اور واضح ہے۔ (د)

یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دوسرا شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی۔ سراجیہ میں ہے: لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اذن له من له ولاية الجمعة أو اقول ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دلالة۔ اگر خطیب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب اس کی اتنے کسی ایسے شخص نے کی جو جمعہ قائم کر سکتا تھا اقول یہاں استثناء کرنے کی ضرورت نہیں کہ نکرار اجازت اس اجازت کو بھی شامل ہے جو دلائل ہو۔ (د)

در مختار میں ہے: واقعہ شیخ الاسلام (۱) سے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ (ت) ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں ضرورت امامت شمارا اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے

یعنی مسلمان متفق ہو کر جیسے امام جعفر مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذوی من السلطان ہو جائے گا۔ در مختار میں ہے :
 نصب العامة الخطیب غیر معتبر من وجود من ذکر اصنامہ عند مهم فیجوز للفقیر و رقة
 نہ کورہ اشخاص کے ہوتے ہوئے حوام کا خطیب مقرر
 کرنا معتبر نہیں البتہ اگر نہ کورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت
 کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (د ت)

اور شک نہیں کہ جو امر ضرورہ جائز رکھائیں وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا
 لعرف من القعدة المطردة الفقهية کیونکہ فقہ بلکہ عقلاً قاعدہ مسئلہ ہے کہ جو کچھ ضرورت
 بل والعقبة ان ما كان ضرورة فحقہ کی وجہ سے ہر گاہ کہ ضرورت کی مقدار کے برابر
 بقدر رہا۔ ہی ہوگا ہے۔ (د ت)

اور مسجد واحد کے لئے وقت واحد میں وہ امام کی ہرگز ضرورت نہیں توجیب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا فرد
 اس کی لیاقت سے دور و مہجور تو اس کے پیچھے نماز جمعہ ماطل و محذور البتہ اگر امام معین نے براہ شرارت
 خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معہد سے پہلے معہد دوسرے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی
 عامہ جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے
 شخص کے باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں

لحصون الضرورة بالضرورة وله تدفيع واضح ضرورت پاسے جانے کی وجہ سے اور یہ ضرورت
 بما فعل الامام بل لم يخصص من فعله امام کے فعل سے پوری نہیں ہوئی بلکہ جس مقصد کے لئے
 ما كان نصبه له فما نصبه الا للعامة لا لعدة اس کا تقرر ہوا وہ حاصل نہ ہوا وہ تو عام لوگوں کے لئے
 نصر كما لا يخفى وليحذر - والله تعالى اعلم مقرر تھا نہ کہ چند لوگوں کے لئے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اسے
 واضح کر دینا چاہئے۔ والله تعالى اعلم (د ت)

مسئلہ ۱۳۲۴ مرسد غلور احمد از بیتو ذاک خانہ چاکند ضلع گیا

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب لوگ گنجائش ذکر سکین اور اس جگہ سے
 تین میل شہر متصل ہو اُس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں ؟ اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اُس
 شہر میں واجب ہے یا نہیں ، بینوا تو جبروا - یہ جو عبارت و قیامہ کی ہے کہ : ما لا یسعہ اکبر مساجدہ
 اھدہ مصنف ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب مسلمان گنجائش ذکر سکین جمعہ واجب ہے یا نہیں

مکہ در مختار باب الحجۃ مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی ۱۰/۱
 مکہ شرح الوقایۃ - مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲۴۰/۱

یعنی مسلمان عاقل بالغ جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

الجواب

جو جگہ خود شہر نہ ہو اُس میں صحبت جمعہ کے لئے فناءئے مصر ہونا ضروری ہے۔ مصر حوالہ شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی میدان یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لئے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھونٹہ دہلیا چاہے ماری کا میدان یا کھریاں، اگرچہ یہ مواضع شہر سے کہتے ہی میں ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت عالی ہوں، اور جو نہ شہر ہے نہ فناءئے شہر اس میں جمعہ پڑھا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض ظہر و عصر سے ساقط نہ ہو گا۔

فی تنویر الابصار، الدر المختار، یشتد قطع لصحتها المصنوع، او فناءه وهو ما حوله اتصل به او لا كما حورة ابن النکمال وغيره لا جمل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل آثم مخصصا، في رد المختار قد نص الاثمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوالته المصنوع كركض الخيل والدواب وجمع الصاكر والمفروب للرمي وغير ذلك آثم وفي رد المختار عن القنية صلوة العيد في القرى تسكرة تحريمها لانها اشتغال بما لا يصح لانت المصر شرط الصحة۔

تذکرہ ابصار اور در مختار میں ہے کہ صحبت جمعہ کے لئے شہر یا فناءئے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فناءئے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پالس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، غولہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن النکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے مثلاً قبرستان، گھوڑا دڑ کا میدان اور غصنا، رد المحتار میں ہے کہ ائمہ نے اس بات پر تصریح کی ہے کہ فناءئے مراد وہ میدان ہے جو دفنی ہوئی اور شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑا دڑ اور چوپایوں کے لئے، لشکر کے اجتماع کے لئے یا نشانہ بازی وغیرہ کے لئے ہوا، رد مختار میں تحریر ہے کہ وہاں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے

یعنی ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحبت عید کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت)۔
مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سمائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے ائمہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے ولذا محققین نے اسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تصریح پر خود مکملہ مدینہ طیبہ

۱۰۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	باب الجمع	سہ در مختار
۵۹/۱	مصطفیٰ البابی مصر	"	سہ رد المحتار
۱۱۳/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	باب العیدین	سہ در مختار

شہر سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ یا اہل شہر آتا ہے کہ ان کی مساجد کو کبر اپنے اہل کی ہمیشہ سے رحمت رکھتی ہیں۔ غنیہ شرح غیر علامہ ابراہیم سلمیٰ میں ہے،

اختلفوا فی تفسیر المصبر اختلافاً کثیراً و
انفصل فی ذلک ان مکة والمدینہ مصبران
تقام بهما الجمع من غیر منہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان
مثلاً حدیثاً فهو مصبر وکل تفسیر لا یصلح
علی احدھما فهو غیر معتبر بحق التعریف
الذی اختارہ حواجۃ من المتأخرین

کما صاحب المختار والوقایۃ و غیرہما و هو
ما نواجمت اہلہ فی اکبر مساجد لا یسعہم
خالہ منقوض بہما اذ مسجد کل منہما یسیر
اہلہ و زیادۃ فلا یعتبر ہذا، التعریف وہ لا ولی
ان لا یتبر تعریفہ بما یحیش فیہ کل محترف
بہرقتہ او یوجد فیہ کل محترف فلا مصبر
و قسطنطنیۃ من اعظم امصار الاسلام فی زمانہا
ومع ہذا فی کل منہما محترف لا توجد فی الاخری
فضلاً عن مکة والمدینۃ انتہی باختصار

تقرین شہر میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور فیصلہ اس
میں یہ ہے کہ مکہ المکرمہ اور مدینہ النورہ میں حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے ملے کر آج تک
جمعہ ادا کیا جاتا ہے تو ہر وہ مقام جو ان دونوں میں سے
کسی ایک کی طرح ہو گا وہ شہر کہلائے گا اور جو تفسیر شہر
ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر مبر
ہوگی حتیٰ کہ وہ تقرین جیسے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً
صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ نے اختیار کیا کہ
(وہ مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں
وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان کی گنجائش
نہ رہے۔ ان دونوں (تک و مدینہ) کی وجہ سے
قابل اعتراض ہے کیونکہ ان دونوں کی مساجد وہاں کے
مقیم بزرگ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی تھیں
لہذا یہ تقرین معتبر نہیں اور بطریق اولیٰ شہر کی تقرین
غیر معتبر ہے کہ ہر وہ مقام جس میں ہر کاریگر اپنی صنعت کے
ساتھ ہو یا وہاں ہر قسم کا کاریگر موجود ہو کیونکہ ہمارے

دور میں مصر اور قسطنطنیہ مسلمانوں کے سب سے بڑے شہروں میں سے ہیں، باوجود اس کے کہ ان میں سے ہر ایک
میں مخصوص صنعت ہے جو دوسرے میں نہیں چر جائیگہ مگر نہ مدینہ نہ مکہ میں جو غنیمت کی عبادت اختصاراً ختم ہوتی۔ (دست،
ملتی الاکبر میں ہے،

وقیل ما لواجمت اہلہ فی اکبر مساجد
لا یسعہم۔

سہ غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المستملی
ملہ متقی الاکبر فصل فی مسعودۃ الحجۃ باب الحجۃ
حطیہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰
۱۳۳/۱

مجمع الہ نہر میں ہے۔

اور بضعۃ التملیض لا تھو قالوا ان ہذا
الحمد غیر صحیح عند المحققین علیہ والہ تعالیٰ
صیغہ قرعہ لایا گیا ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا یہ قرعہ
محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم
۱۳۱۵ھ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرو و قریبی غازی پور
۱۳۶۶
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

- (۱) بعد نماز جمعہ احتیاطاً نکر پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟
- (۲) غلبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آہستہ اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا
کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

- (۱) احتیاطی نظر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔
- (۲) غلبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زمان سے سکوت
فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۶۵ھ از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بلا جو غلبہ نیلوی کیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ
اگر قری میں جموں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل ہو جائیں اگر سب تو پندرو یا میں گز
اور نماز پنجگانہ کے لئے مقرر ہے اذان و اقامت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو ایام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ
ادا کر لیں تو علیہ ما وجب لہ (جران پر لازم ہے۔ ت) سے بری ہوں گے یا نہیں، اور موافق مذہب امام اعظم
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیح ہو گا یا نہیں، اور بعد نماز جمعہ نظر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے
مسکتی ثواب یا اثم، اور اگر اثم ہے تو کیسا؟ بینوا یا بالتفصیل مع الدلیل توجروا ایوہ الاخر و الحمد للہ
یا سب العالین (تفصیل وائل کے ساتھ بیان فرمادیجئے اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کو اجر عطا فرمائے۔ اے
رب العالمین ادا قبول فرما۔ ت) محبت جمعہ کے لئے ہر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور قرعہ قری میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے، قری اور بیت

میں فرق ہے یا نہیں، اگر فرق ہے تو کس میں مجہد جائز اور کس میں ناجائز؟

الجواب

مذہب تنفی میں فرضیت مجہد و صحت مجہد و جواز مجہد سب کے لئے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ دانا اس کی اجازت و صحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ بر خلاف شریعت جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سرے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے شریک ہوں گے۔

لا اشتغال بما لا یصلح صحا فی الدر المختار
ولا تنفل بجماعة بالتدعی ولترك جماعة
لظہرو ان ترکوا الظہر فاشتموا و اخضع۔

یہ اہل کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں، جیسا کہ در مختار میں ہے، اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور جماعت ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی بُرا و قبیح عمل ہے۔ (د ت)

قریہ زبان عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

قال تعالى وما أرسلت من قبلك الا رجالا نوحي اليهم ومن اهل القرى، اي الامصار لعلمهم وحلمهم دون البوادي لغلظهم وجفافهم وقال تعالى على سرجبل من القرىتين عظيم، اي مكة والطائف وقال تعالى من قرىتنا اسقى الخرجك نكبة

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو جن پر ہم نے وحی کی اہل قریہ میں سے یعنی شہروں سے، کیونکہ شہری لوگ صاحب علم و علم ہوتے ہیں جبکہ اہل بادیا نہایت سخت اور صاحب جفا ہوتے ہیں۔ (دوسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انہی دو قریوں میں سے بڑے آدمی پر یعنی مکہ و طائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیرے اس قریہ سے جس سے تجھے نکالا"۔ (د ت)

اور جب اُسے مصر کے مقابل پولیس قراں میں اور وہ میں کہہ فرق نہیں تھا اقول وہ بہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) حق نامح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی منقولات شریعہ مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ نہیں

جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے پیدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لئے مقرر کیا ہو ورنہ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیانی شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انھیں صافی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھر اگر کسی دوسرے معنی کے لئے قرار دینا وہ قرار و بندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناسط و مدارامکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی۔ معنی علی الاطلاق رجوع اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں :

واعدا ان من الشارحين من يعبر عن هذا
تفسيره شعرا و يجب ان يراد عرف اهل
الشرع وهو معنى الاصطلاح الذي عرفت به
لا ان الشارح صلي الله تعالى عليه وسلم
نقله عنه لوثيق و اما تكلم به الشارح على
وفق اللفظ

و انما رتب ربنا في شرحنا من هذا
اور اس سے اہل شرع کا عرف مراد لینا واجب ہے
اور اس اصطلاح کا یہی معنی ہے جس کے ساتھ ہم
اسے تعبیر کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ اسے شارع صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں
شارح نے اس میں صفت کے مطابق کلم فرمایا ہے

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہرہ مصر و دینہ امی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد دکانیں
راتی بازار ہوتے ہیں، وہ پرگنہ ہوتا ہے، اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں، عادتاً اس میں کوئی مالک مقرر ہوتا ہے
کہ فیصلہ مقدمات کرے، اپنی شرکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے، اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ
قریب و دورہ و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں، شرعاً بھی یہی معنی متعارف و مراد و مدارامکام مجہودہ ہیں، و لیسذا ہمارے
امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی۔ علامہ ابراہیم علی غنیہ شرح میں
فرماتے ہیں :

في تحفة الفقهاء هي ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه
انه بليدة كبرى فيها سلك واسواق ولها
مراسيق وفيها وال يقدر على انصاف
المظلوم من الظالمين بعشمته وعلمه او
علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع

تحفہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے شہر وہ بزرگ بازار ہو اس میں سڑکیں، بازار،
سراسرے ہوں وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنے
دبیر، اپنے علم یا غیر کے علم کی وجہ سے ظالم سے
مظلوم کو انصاف دلا سکے، حوادث میں لوگ

من الحوادث وهذا هو الاصل۔ اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمہور اسلامی حکم ہے اُس کے لئے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے، ولہذا دارالحرب میں اصلاً جمہور نہیں اگرچہ کہنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو، نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں، اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں، حاشا یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصروفینہ سے خارج اور وہ اور گاؤں بنایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامت حدود و تنفیذ احکام شرع نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی محکمہ مسئلہ ہو گیا تمام دنیا میں جیسا کفر و کفری کا تسلط و غلبہ تھا ہر وہاں ہے اور اکثر مسلمانوں نے اس صاحب شرائع جدیدہ مطہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوئے اور وہیں کے ساکن ہو کر انہیں پر مبعوث ہوئے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مسلمان صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین یہاں تھے حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وما ارسلنا من قبلك الا رسلنا من اهل القرى ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے، اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا، خود حضور احد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفار کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکرر مرد شہری فرمایا وہاں من قریبہ ہی اشد قوتہ من قریبک انتی اخرجتک اھلکھہ فلا ماھلکھہ بہتیرے شہر کو تھا کہ اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے بھلا کر دئے تو ان کا کوئی مددگار نہیں، بلکہ جو صرف یہ ہے کہ دارالحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمہور کو اسلامی شہر دیکھا، اسی طرف نظر کریم فرما کر کلام قداریں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہذا امیر وقاص بن خنیس الا حکام و یقیدہ الحدود (وہاں کوئی امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود جاری کر سکے۔ ت) واقع ہوا اس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کو اُس وقت اسلامی شہر لیجئے ہی ہوتے تھے یہ معنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامت حدود و تنفیذ احکام شہر میں داخل ہے نہ یہ ہوتا شرعاً شہری نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنہ بلوایا مصر میں قاضی باذ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اس میں جمہور پڑھا حرام و باطل ہوتا تھا؟ حاشا ہرگز ایسا نہیں، خود یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آیام فتنہ میں اقامت جمہور ہو گئی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا، ولہذا دارالحرب میں فرمایا،

لے غنیۃ المستمل شرح غنیۃ المستمل فصل فی صلۃ الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

لے القرآن ۱۰۹/۱۲

لے القرآن ۱۳/۲۷

گردالی فوت ہو گیا یا فتنہ کی وجہ سے آئیں نہیں سکتا اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو جمعہ کی امامت کا حقدار ہے تو پھر ضرورت کی وجہ سے خطیب مقرر کر سکتے ہیں جیسا کہ فقہ رب آر با ہے، اس کے ساتھ ساتھ کہ ہاں کبھی قاضی یا امیر نہ ہو، اس سے اس شخص کی ہجرت بھی واضح ہو گئی ہو کہتا ہے کہ فتنہ کے دنوں میں جو صحیح نہیں سارا نکو جبر ان شہروں میں درست ہے جن پر کفار کی ولایت ہو جیسا کہ ہم منقریب بیان کریں گے، پس غور کیجئے۔ (ت)

اسی تقریب میں الغافر یقین و یقین (نافذ کرہ اور قائم کرہ۔ ت) مبرہم فعلیت تھے جس سے بعض کبرا کو ہر کا ہوا جیسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقیناً علی الانصاف (وہ انصاف پر قادر ہو۔ ت) نے زائل کر دیا کما بینہ فی الفنیۃ ورد المبحار وغیرہما من الاسفار (جیسے کہ یہ بات طینہ اور رد المحتار وغیرہ جیسی کتب میں ہے۔ ت) اور حقیقۃً غور کیجئے تو ارشاد امام میں حلیہ او علیہ خیرا (اپنے علم یا غیر کے علم کی بنا پر۔ ت) کہ مغیہ تفسیر اسلام والی ہے یہ بھی اسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صرف سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دار الاسلام ہو اور حاکم کافر، ولہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر یا میں تکویم تھا اُن بندہ گاہ خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہو گا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دار الاسلام اور اس پر کفار حکام و رز حقیقۃً صرف اسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافری ہو، ولہذا جامع الرموز میں زیر قول یاقین شروط لادنیہا المہر والسلطان (ادائے جمعہ کے لئے شہر اور سلطان کا ہونا شرط ہے۔ ت) فرمایا،

الاطلاق مشعر بان الاسلام یس بشروط^۱ اطلاق بتاتا ہے کہ اسلام شرط نہیں۔ (ت) بشروط و معراج الدیاریہ و جامع الفصولین و ہندیہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے :
فلو الولاۃ کفار یا یجوز للمسلمین اقامۃ اگرچہ والی کفر کا فر ہو مسلمانوں کے لئے جمعہ کا

لومات الی، والی او لوی حضرت لفتنۃ و لوی یوجد احد ممن له حق اقامۃ الجمعة لاسبب العامة لہم خطیبا للضرورة کما سیأتی مع انه لا امیر ولا قاضی ثمة اصلا، وبہذا اظهر جہل من یقول لا تصح الجمعة فی ایام الفتنۃ مع انها تصح فی البلاد المستقلة استولی علیہا الکفار کما سند کردہ فت من^۲

الجمعة

قیام جائز ہے۔ (ت)

تر آفتاب کی طرح روشنی ہوا کہ صرف اسلامی شہر بنانا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منہائے جنگل تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر و قصبے ہیں (جی کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد دوائی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں ان کے متعلق دیہات ہیں، ان میں ضرور کوئی حاکم خصلی مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری و سمس کا اختیار سب زفقط تھانہ دار کردہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی ٹہریں اور ان میں جو فرض سے اور انہیں میں مسجد صحیح ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور مسلمان و مساجد بکثرت ہوں ان میں نہ جو فرض نہ جائز نہ صحیح، یہ جتنی تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے سرفوقی متجاوز نہیں، یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اُس کے مسکن اہل جہد نہ سائیں اگر بطور تعریف مافی جاسے تو صریح باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاطعہ وارہ ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اور نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور ان میں جہد مباد اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے کبر مساجد و دواں کی سب سے بڑی مسجد۔ تہ کہ اپنے طاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد مساجد صغیر و کبیر اور ان سب میں اکبر ہونا شرطوں سے بے محکمہ کا شہر نہ ہونا صراحت واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صد با سال تک نہ تھی اور ٹھہب نہیں کہ اب بھی نہ ہو۔ نور العین و رد المحتار کتاب الوقف میں ہے ۱

لا مسجد فی حکۃ سوی المسجد الحرام (مکہ میں مسجد حرام کے علاوہ کوئی مسجد نہیں۔ ت)

اور اگر ایک ہی مسجد پر قیامت کریں اور مجازاً ٹھہرائیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مسجد ہے تو اول تو یہ کس قدر متعاضد شرع مطہر سے دور و مجور ہے، ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد و متاعل رہتے ہیں اُس میں ایک مسجد فرض کیجئے جس میں لاکھ سے زائد یہ صرف لاکھ آدمی آسکیں اور ایک گنام پہاڑ کی تل میں جن کے کمر سے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انہوں نے ایک چبوترہ پنڈ گز کا بنا لیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پیچھے تین تین آدمیوں کی دو صفیں، تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو اور اس میں جہد حرام، اور یہ کہ وہ مصر یا مچ و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جہد فرض، کیا ارشاد وحدیث

لاجمعة ولا تشرق ولا طلوع فطر ولا اضحی
 الا فی مصر جامعہ او مدینۃ عظیمۃ ۱۰
 مصر جامع اور بڑے شہر کے علاوہ کسی جگہ نہ جمع ہو سکتا
 ہے نہ تکبیرات تشریق، نہ نماز عید الفطر اور
 نہ نماز عید الاضحی۔ (ت)

کایہی منشا ہے، ماحشاء کف معوذہ ایسا ہو تو وہ میں چھ چھ بار مصرت و قرویت پلٹا کھائے، ایک بستی میں سوا اہل جہ
 رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو گاؤں ہے، پھر وہ چڑھے ان میں ایک رڈ کا
 بالغ ہو، تو وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمہ کی وسعت نہ رہی، وہاں پر ایک شخص وہاں سے سکونت
 چھڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا کہ اب پھر وسعت ہو کر پھر وہاں پر چھڑ کر چلا گیا کہ وسعت نہ رہی
 شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا، مٹا کہ ایک جنوں ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا، آدمی رات ایک شخص کی
 آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا وہی ہذا القیاس، بلکہ فرض کیجئے کہ ایسی وہ شہر تھا اور محمد فرض تھا مسلمان
 محمد کے لئے صحیح ہوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مر گیا اب جمہ حرام ہو گیا خطبہ بے کار گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا
 امام نے خطبہ چھڑا اور اعلان ہوا کہ بھائیو طہر کیست باندھو، تکبیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا میری آنکھ لگ
 گئی تھی احتکام ہو گیا، فہ نہانے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جانے کہ اب یہ پھر شہر ہے اور پہلا خطبہ کہ بوجہ روائی محبت
 بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ کرے ابھی دوسرے خطبہ تک نہ پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اتنے
 اور ظہر کا اعلان دے، تکبیر ہو رہی ہے کہ صفت میں سے ایک مسافر نے اٹھ کر کہا صاحبو! کیوں جمہ کھڑے ہو میں
 یہاں چند روز کے لئے آیا تھا مگر اب یہیں کا ساکن ہو گیا امام سے کہئے پھر سہ بارہ خطبے کو جلسہ، اس الٹ پھیر میں
 معلوم نہیں کہ کھڑا وقت آنے تک جماعت کو ہمہ فعیب ہو یا نہ، یہ سب طریاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے
 قطع نظر کیجئے تو وہ دونوں بلکہ کرم علیہ السلام وہ نہ منورہ کی مساجد طیبہ قضا وہاں کے اہل جمہ بلکہ ان سے بدرجہا زائد
 کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ محمد اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کرم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور
 ان میں جمہ حرام ٹھہرا، اس سے زیادہ شفاعت اور کیا ہوگی، اور یہ وسعت آج کی نہیں نہانہ اقدس حضور سید عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی، تو معاذ اللہ نہانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمہ حرام تھا مگر
 ہوتا تھا، اب یہ منہائے شفاعت کبریٰ ہے جس سے مافوق تصور نہیں، جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین
 مروی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، لا یجوز لکم اللہ
 علیکم نہاد فی مسجدنا حتی وسیعنا ہذا مختصر اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اس نے ہماری

کے لئے گنجائش نہ رہے۔ ان دونوں تک ویدیتہ کی وجہ سے محل اعتراض ہیں کیونکہ ان کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی ہیں۔ (ت)

واجب علمائے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ ملتی الا بحر میں ہے،

وقیل ما لو اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ
لا یسعہم
بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہاں کے تمام
لوگ اگر جمع ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان
کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

ملج الا بحر میں ہے،

اماورد بصیفة التقریض لاہم قالوا ان
هذا لحد غیر ملجیم عند المحققین
یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شرح نغایہ وغیرہ میں ہے مہذہ معلوم ہے اور خود اسی تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ
وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ
ہمارے اندک قول نہیں وہ سب مرجوع عند اور متروک ہے۔ بحر الرائق میں ہے،

ماخرج عن ظاہر الروایۃ فهو مرجوع عند
والمرجوع عند لیس بقول لہ، ملخصاً
جو ظاہر الروایہ سے نکل جائے وہ مرجوع عند ہے اور
مرجوع عند امام کا قول نہیں ہے۔ ملخصاً (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے،

مرحواہ ان ماخرج عن ظاہر الروایۃ
لیس مذہب لابی حنیفۃ ولا قول لہ
فتحا نے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایہ سے نکل جائے
وہ نہ امام صاحب کا مذہب ہوتا ہے اور نہ قول (ت)

رد المحتار میں ہے،

مخالفت ظاہر الروایۃ لیس مذہباً
لاصح بنا
جو ظاہر الروایہ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب
(احناف) کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

۱۴۳/۱	باب الحجۃ	مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت	ملتی الا بحر
"	"	"	ملج الا بحر شرح ملتی الا بحر
۲۶۰/۶	فصل بحجۃ تعلیہ من شام الم	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ستہ بحر الرائق
۵۲/۱	کتاب الطلاق	دار المعرفۃ بیروت	کہ فتاویٰ خیرہ
۲۶۸/۵	کتاب ایثار المرات	دار ایحاء التراث العربی بیروت	شہ روا المحتار

قولی ہر الروایۃ صحیح معتد معول علیہ مختار جمہور مؤید و منصور کے خلاف ایک روایت ناوردہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا۔ در مختار میں ہے ،

الحکم والفتا بالقول المرجوح جہل و
خبرق للاحمد علیہ
روا المختار میں ہے ،

بقول محمد مہم وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحہ او یقو وجہہ واولی صحت ہذا بالبطالان الافتاء بخلاف ظاہر الروایۃ اذا لم یصحہ والافتاء بالقول المرجوح عند انتہی ج۔
جیسا کہ امام یوسف کے قول کی موجودگی میں امام محمد کے اس قول پر فتویٰ جائز نہیں جس کی تصحیح نہ ہوئی ہو یا اس قول کی وجہ قوی نہ ہو اور اس کی نسبت ظاہر روایت کے خلاف فتویٰ دینا وہی باطل ہے جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ ہو اور یوں ہی اس قول پر جس سے رجوع کر لیا ہو فتویٰ سمجھنا ہے انتہی ج۔ (دست)

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بجز اللہ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متہاوز نہیں ، ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ نہار نہ نہار مذہب انہر چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر دوبارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداً خود انھیں منع نہیں کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت اُسی کے لئے بس ہے ، وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے ، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکتے تو وہ دقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ،

ارأیت الذی ینہی عن عبد اللہ اصلہ
کیا تم نے اُسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے ۔ (دست)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ،

شیخی خیر من لا شیئ ینہ (کچھ ہرنا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے)

۱۵/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتہدائی دہلی	مقدمۃ الکتاب	۱۷۰ در مختار
۵۵/۱	مصطفیٰ البابا مصر	مطلب فی حکم التقلید	۱۷۰ رد المختار
			۱۰/۹۲ سلف القرآن
۲۰۲/۸	مکتبۃ التراث - بیروت	ذیل ادب الفکرۃ حدیث - ۲۲۵۵	۱۷۰ کنز العمال

مراد عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدبر جل لا یتم رکوعا
ولا سجودا فقال شیء خیر من لا شیء یت

رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا، کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔ (ت)
امیر المؤمنین علیؑ رحمہ اللہ وجہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید
نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا،

اخاف ان ادخل تحت الوعيد قال الله
تعالى اذيت الذي ينهى عبيدا اذا
حصلت له ذكوة في الدار المختار.

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے، کیا تو نے اے نہیں دیکھا جو منع کرتا
ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے در مختار میں
ذکر کیا گیا۔

اُسی سے بحر الرائق میں ہے،

(هذا لخواص) اما العوام فلا يمنعون من
تكبير ولا تغفل اصلا لقلة من غبتهم في
الخيرات

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور
نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ
انہیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔ (ت)
کتاب التنجیس والمزید پھر بحر الرائق پھر الدر المختار میں ہے،
سئل شمس الاشعة الحلواني ان كسالى العوام
يصلون الفجر عند طلوع الشمس افر جرم
عن ذلك قال لا لانهم ادا منعوا عن ذلك
تركوها اصلا وادادها مع تجوز اهل الحديث
لها اولى من تركها اصلا

شمس الاشعة الحلواني سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے
ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں
کیا ہم انہیں زجر و توبیخ کریں؟ فرمایا، ایسا نہ کرو
کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک
کردیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور
محدثین اسے جائز بھی سمجھتے ہیں۔ (ت)

۲۰۲/۸	مطبوعہ مکتبۃ التراث	۲۲۵۵	سئل عن حال بحر الرزاق في الصلاة حديث
۱۱۵/۱	مطبع عتيقاتي دہلی	باب العیدین	سئل در مختار
۱۶۰/۶	مطبوعہ ریح ایم سعید کینچی کراچی	"	سئل بحر الرائق
"	"	"	سئل "

در مختار میں ہے :

لا يجوز صلوة مطلقاً مع شروق الا العوام
فلا يمتنعون من فعلها الا لهم يتركونها
والاداء الجائر عند البعض اول من
الترك كما في القنية وغيرها. (ملخصاً)

رد المحتار میں ہے :

قوله فلا يمتنعون افادات المستثنى المنع
لا الحكم بعدم الصحة عندنا قوله كما
في القنية وعزاء صاحب المحقق الى الامام
حميد الدين عن شيخه الامام المعجوز
والى شمس الانسة الحلواني وعزاء في
القنية الى الحلواني والنسفي. (ملخصاً)

طلوع آفتاب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو
نماز پڑھنے سے فقہانے نہیں روکا ورنہ وہ بالکل
ترک کر دیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک
جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہوتا ہے جیسا کہ
فقہ وغیرہ میں ہے۔ (د ت)

قوله "عوام کو منع نہ کیا جائے" بتلوا رہے کہ اشتداد
ذروکے کا ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت
لا حکم نہیں۔ قوله "جیسا کہ فقہ میں ہے" صاحب
محقق نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کی ہے
اور انہوں نے اپنے شیخ امام المعجوزی سے بیان کیا ہے
اور اس کی نسبت شمس الانسہ حلوانی کی طرف کی ہے اور
فقہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف
کی ہے۔ (د ت)

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے ورنہ الحمد للہ عوام کا انعام
کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جو ائمہ فقہ کو پس پشت ڈالے تعصبات جہل پرانہ
ترجیح و فخری کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت کا وہ مرجع موجود رہنا فریج کی بنا پر ان جمال کو ردہ میں جبر قائم کرنے کا فتویٰ
دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرکب اور ان جملہ کے گنہ کے ذریعہ ہیں نسائی اللہ العفو والعافية (ہم
اللہ تعالیٰ سے عفو و غفرت کا سوال کرتے ہیں۔ د ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۳۵ھ از مدرسہ اسلامیہ امر وہ مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳ محرم ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک یسعی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مسکن اور اُن کے

قریب قریب بھی اسے مرد مقیم ہیں اس بستی میں منصفی تھانہ ڈاک خانہ شفا خانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ، اس بستی واسطہ پر جمہر واجب ہے یا نہیں، اگر واجب نہیں تو یہاں جمہر اور کرنے سے صلوة ظہر وتر سے ساقط ہوگی یا نہیں، ہمارے ملک برہان کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے اور ادنیٰ درجے میں بعض بستیوں میں وہی کہیں مرد مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں سو دو سو چار پانچ سو مرد مکلف ہیں بہت ساری ہیں بعض بستیوں میں سات آٹھ سو مکلف مقیم ہیں اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر کلا سکتی ہے یا نہیں، اور اگر سب کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی جمہر اور عید ہی فرض واجب ہے یا نہیں، اور اگر واجب نہیں تو ان بستیوں میں سے کسی میں جمہر اور اسے تو مندرجہ ذیل سے ساقط ہوگی یا نہیں، اگر آپ بڑے گاؤں میں جمہر درست بتائیں تو ان بستیوں میں کوئی سی بستی بڑی کلا سنے گی، اس کی تشریح فرمادیں، بھی آبادیوں میں کئی ایک جے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدھ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے بسا ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جدا گانہ ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام مشہور ہے اب کیا سب کو طر ایک بڑی بستی ماننا پڑے گی یا ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے حتی الامکان جو اب مسئلہ اور حقل سے ہم ناجنابوں کو ہدایت فرمائیں۔

الجواب

رضیت و صحت و جواز جمہر سب کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے۔ جو بستی نہیں جیسے بن سندر پہاڑ، یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات، یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس و فرانس کے بلاد، ان میں نہ جمہر فرض ہے نہ صیغہ نہ جائز بلکہ منوع و باطل و گناہ ہے اس کے پٹھنے سے فرض ظہر وتر سے ساقط نہ ہوگا، شہر ہونے کے لئے یہ پابندی کہ اس میں متعدد گروہ متعدد دائمی بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں کہ موضع ٹھکان و غلام و غلام پرگنہ شہر ظلال اور اس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلہ مقدمات کا اختیار میں جانب سلطنت رکھتے ہو دونوں باتیں عادتہ متلازم ہیں سلطنت جیسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم لا اقل منصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور یہاں سلطنت کوئی پگھری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بتاتی ہے اور عادتہ پس دو باتیں بھی ان رو کو لازم ہیں، جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں پگھری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد گروہ ہوتے ہیں۔

ولا عکس فقد تعدد ولا حاکم ولا سابق اس کا عکس نہیں دینی جہاں بازار ہوں وہاں پگھری
فذاکر الاولین لا یغنی عن اللاحیرین بخلاف کا ہونا ضروری نہیں، اور کبھی گروہ بازار متعدد
اللاحیرین فیہا الکفایۃ ولذا انما ہوتے ہیں مگر حاکم اور متعلقہ دیہات میں ہوتے تو
نقی الامر علیہما فی اقرب الاقارب الی الصواب پچھلے دو کا ذکر آخری دو کے ذکر سے کفایت نہیں کرتا
بخلاف آخری دونوں کا ذکر وہ کفایت کرتا ہے اسی لئے صحت کے قریب ترین قول میں معاملہ کہ بنا ان دونوں پر کی گئی ہے۔

فتاویٰ غیاثیہ پیر غنیہ شرح غیریہ میں ہے،

لوحسب الجمعة في قرية بعيد مسجد جامع و
القرية كبيرة لها قري وفيها وال وحاكم
جائز الجمعة بنوا المسجد اوله يبنيوا و
هو قول ابى القاسم الصغار وهذا القرب الاقارب
الى الصواب

اگر جمعہ بغیر جامع مسجد کے قریب میں پڑھ لیا حالانکہ وہ
قریب پڑا تھا اور اس کے ارد گرد متعدد دیہات تھے
اور وہاں والی و حاکم بھی تھا تو جمعہ جائز سے خواہ وہ
مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، شیخ ابوالقاسم الصغار کا
یہی قول ہے اور یہ تمام اقوال میں سے صحابہ کے زیادہ
قریب ہے۔ (ت)

غنیہ میں اسے نقل کر کے فرمایا،

وهوليس بعيد ما قبله والمسجد الجامع
ليس بشرط استي وادام ما قبله ما قد مرحت
تحفة القرب، للامام علاء الدين السمرقندي
عن الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه،
انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها
رمايتق وفيها وال قال في التحفة هذا هو
لاصحة تكملة واما لم يكن بعيدا لما قد منا
ان السكك والاسواق تلتزم عادة للاسواق
المذكورين كما قال في الغنية ايضا بعيد نقل
ما في التحفة، الا ان صاحب الهداية ترك
ذكر السكك والرمايتق بناء على الغالب ان
الامير والقاضي شأنه القدرة على تنفيذه
الاحكام وقامة المحامد ولا يكون الا في بلدة

یہ قول اپنے ماقبل قول سے دو نہیں، اور مسجد جامع ہوتا
جموعہ کے لئے شرط نہیں انتہی اور ماقبل قول سے وہی
مراد ہے جو امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا کہ وہ
مقام شہر سے جو نہایت بڑا ہو، اس میں گڑھے بازار
ہوں اور اس سے متعلقہ دیہات ہوں اور اس میں کوئی والی
ہو، تحفہ میں کہا یہی صحیح ہے اور اس قول کی ماقبل قول
سے عید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادت گڑھے اور
بازار مذکورہ دونوں امور کو لازم ہوتے ہیں جیسا کہ
فقہ میں بھی قیید کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا جاتا
ہے صاحب ہدایہ نے گڑھے اور دیہات کے ذکر کو
ترک کر دیا اس بنا پر کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ وہ امیر اور
قاضی جو احکام کے نفاذ اور اقامت حدود کی شان

۵۵۱ ص	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی علوۃ الجمعة	غنیۃ المستمل
"	"	"	سکھ
۵۵۰ ص	"	"	سکھ

کذلك قال فالجاء من ان اصبح الحدود وما ذكر
في التبعة لصدق على مكة والمدینة و
هما لاصل في اعتبار المصيرية
رکتے ہیں وہ اسی طرح کے شہر میں ہی ہوتے ہیں پھر
کما اصبح تعریفی سب سے جو تعلق میں ہے کیونکہ وہ
مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں سے ہر ایک پر صادق
آ رہی ہے اور وہ دونوں شہر کے حوالے سے اصل کا
دوہرہ رکتے ہیں (امت)

اور شہر کے اسلامی ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اُس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بھارت تھالی
سلطنت طیبہ عاریہ عمارت ہو دولت خدا وادان استیضات جزا یا اللہ تعالیٰ عن شرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع
جیسے اب چند روز سے سلطنت بخارا، وحبشہ اللہ ولعہم الوکیل (ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب
سے بہتر کارساز ہے) اور اگر فی الحال نہ ہو تو وہ باتیں ضرور ہیں ایک یہ کہ پہلے اُس میں سلطنت اسلامی
رہی ہو دوسرے یہ کہ جب سے قبضہ کافر میں آئی شمار اسلام مثل جمعہ وجماعت واذی و اقامت وغیرہ
کلاً یا بعضاً برابر اُس میں اب تک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر
نہیں ہو سکتے نہ وہاں مسجد و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلام کو نہ روکتے ہوں اگرچہ
وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الامان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جمل کے باعث جمعہ و
عیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس و فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر پلاکٹ یہ کل سلطنت ملے
یورپ کا یہی حال ہے۔ یہ نہی اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کر کے تمام شعائر
اسلام بیکراٹھا دئے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں
جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کھلم کھلا فتنہ عافیت کے بعد پھر بطور خود شعائر اسلام کی اجازت دے دیں خواہ
ان کافروں سے دوسرے کافر چین کرا جائے شعائر اسلام کو دینے کوئی غیر اسلامی شہر اگرچہ جہاں شعائر اسلام
سے اسلامی نہیں ہو مانتا، ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے فتنہ کو کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا
اور شعائر اسلام باطل اٹھا دئے مگر وہ صوبہ چاروں طرف سے سلطنت اسلامی میں محصور ہے تو وہ شہر شہر اسلامی
ہی ہے نہ لاکہ اگرچہ کافر نے شعائر اسلام بیکراٹھا دئے مگر چاروں طرف سے سلطنت اسلامی میں محصور ہونے کے
اُس کی یہ تاریک حالت محض حاضری ہے۔

وہدہ بجمہدہ تعالیٰ فوائد نفیستہ صمد
بجہادہ تعالیٰ یہ نہایت ہی قیمتی فائدہ ہیں جیسے ہر صلہ فہم

بہا الیہ ارجع لو استرسلنا فی الکلام علی دلیلہا و
تفاسیہہا الخرجنا عن المقصد مع ان اکثرہا
جدیۃ عند من لہ اجالۃ نظر فی الکتب الفرعیۃ
واجادۃ فکر فی الاصول الشرعیۃ فلنقتصر
علی نقل بعضہ من فقہیۃ۔

جامع الفصولین وجسوط و معراج الدیار و ہندیہ و رد المحتار وغیرہا معتدات اسفار میں ہے :

الحکماء اذ اثبت بطلۃ فما بقی شیء من العلة مستقی
الحکماء بمقامہ فلیکمل ہر سرت بلدۃ دار الاسلام
باجراء احکامہ فما بقی شیء من احکامہ و
اثارہ تبقی دار الاسلام وکل مصروفہ وال
مسلم من جہۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ
الجمیع والایحاد واخذ الخراج و تقلید
القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم
علیہم واما طاعة الکفرۃ فہی موادعۃ
وخذاعۃ واما فی بلاد علیہا ولایۃ کفار
فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والایحاد الخ
شرح نقایہ میں کافی سے ہے :

دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین۔

فصل نمازی میں ہے :

ان دار الاسلام لا تعبیر دار الحرب اذا بقی
شیء من احکامہ الاسلام وانشئ الخ

عزت کی نظر سے دیکھئے گا اور اگر ہم ان کے دلائل اور
تفاسیل میں جائیں تو مقصود سے دور چلے جائیں گے۔
علاوہ ازیں ان لوگوں پر آشکار ہیں جو کتبہ نفیسہ میں نظر
اور اصول شرعیہ میں عمدہ فکر رکھتے ہیں ہم یہاں چند نمونے
فقہیہ کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (ت)

جب کوئی حکم کسی علت کی بنا پر ہو تو جب تک علت
رہتی ہے حکم بھی باقی رہے گا تو جب کوئی شہر احکام اسلام
کے اجراء سے دار الاسلام بن گیا تو جب تک احکام
آثار میں سے کچھ دیکھ باقی ہو گا وہ شہر دار الاسلام
ہی رہے گا اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے
مسلمان والی ہرواں جمعہ اور عیدین کا قیام، خراج
لینا، قضا کے نفاذ اور یوگان کا نکاح جائز ہو گا گیرنگہ
وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن کفار کی طاعت غلط اور
دعا کا ہے، وہ شہر جہاں کفار والی ہیں وہاں جمعہ اور
عیدوں کا قیام مسلمانوں کے لئے جائز ہے الخ (ت)

دار الاسلام وہ ہوتا ہے جس میں امام المسلمین کا حکم
جاری ہو۔ (ت)

جب احکام اسلامی کچھ نہ کچھ باقی ہوں دار الاسلام
دار الحرب نہیں بن سکتا اگرچہ اہل اسلام کو وہاں

غلبة اهل الاسلام علی

اسی طرح کتب کثیرہ سے مستفاد ہے۔

وبالجملة يشترط لدار الاسلام ابتداء اعني
معية دولة دار الحرب دار الاسلام جبريا من
حكومة سلطان الاسلام فيها وبقاؤه موجود ظهروا
شعائر الاسلام ولو لبعضها وان لم يبق الحكم
ولا السلطان والله المستعان وعليه التكلان۔

عکبر حاصل نہ ہو۔ (دست)

انقرض دار الاسلام ابتدا بننے کے لئے یہ شرط ہے یعنی
دار الحرب کو دار الاسلام بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ
وہاں سلطان اسلام کا حکم جاری ہو اور دار الاسلام
کو باقی رہنے کے لئے شعائر اسلامی کا باقی رہنا ضروری
ہے خواہ وہ چھ ہی میوں نہ ہوں اگرچہ وہاں حکم اور سلطان
باقی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی پر
بھروسہ ہے۔ (دست)

در رد فریبی ہے :

تعبیر دار الاسلام دار الحرب باجرا احکام
الشرك واتصاله بدار الحرب بحيث لا يكون
بينهما عهد للمسلمين الخ

دار الاسلام اس وقت دار الحرب بن جاتا ہے جب وہاں
احکام شرک جاری ہو جائیں اور اس کا اتصال کسی دار الحرب
سے ایسا ہو کہ ان کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر
نہ ہو۔ (دست)

در فتویٰ میں ہے : الباعث العالم ملحق بدار الحرب (نکین سمند دار الحرب کا حکم رکھتا ہے۔ دست)

رد المحتار میں ہے :

ينبغي بها البحر الملح ونحوه كقنطرة ليس
وراءها بلاد اسلام نقله بعضهم عن الحموي
وفي حاشية ابن السعدي عن شرح النظم
لها من سطح البحر له حكم دار الحرب الخ

نکین سمند دار الحرب کے ساتھ ملحق ہے ، اور ہر
جنگل بھی جس سے آگے مسلمانوں کا شہر نہ ہو ، یہ بات
بعض نے قوی کے حوالے سے نقل کی ہے اور حاشیہ
ابن السعدی میں شرح النظم الباطنی کے حوالے سے ہے
کہ سطح سمندر کا حکم دار الحرب کا ہے۔ (دست)

لے فصول عادی

لے در الحکام فی شرح غرر الحکام باب المستامن مطبوعہ مطبعة کامل الکلیہ فی دار ستاد مصر ۱/ ۲۱۵
لے در فتویٰ علی شمس عج الانر فصل فی ما بقی من احکام المستامن دار ایضاً التراث العربی بیروت ۱/ ۶۵۹

اس تحقیق سے تمام صور متغیرہ کا حکم واضح ہو گیا جو آبادیاں پر گزرتی ہیں اور ان میں کوئی پکھری ہے نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ کہ فصلی مقدمات کے لئے نہیں ہوتے، اور وہ ان سلطنت اسلام سے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جبر فرض ہے اور جو آبادی پر گزرتی نہیں اس میں کوئی پکھری نہیں یا پکھریاں ہیں، پر گزرتے ہوئے اس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوتی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شعائر اسلام بکسر مذکر دسے گو بد کو پھر اجازت بھی دے دی ہو، وہ سب مانگاؤں ہیں غیر اسلامی شہر، ان میں جبر و عید بن جائز نہیں، پڑھنے سے گندہ ہو گا، درجہ سے ظہر کا فرض سا قطنہ ہو گا، اب فقط یہ سوال یہ کہ ایک آدمی کے چند حصے ہیں اللہ ان میں باجم و جبر زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی متصور ہوگی یا متعدد؟ ظاہر اس سوال سے سائل کا مقصد مردم شماری کا لحاظ ہے کہ اس سب کے ساکنین ملکر اس بستی کی مردم شماری کبھی جائے گی یا جدا جدا جیسا کہ تمام سوال میں اس لئے تعداد و ساکنان کا ذکر کیا ہے، مگر تحقیق جواب سے واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد و ساکنان پر صلا نظر نہیں، جو بستی پر گزرتی نہیں اس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں سے اس کی مردم شماری کسی قدر ہو، اور جو پر گزرتے ہیں اس میں پکھری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو، ہاں جو آبادی شہر یا شہر قرار پائے اور اس میں جبر فرض صحیح شہر ہے اور اس کے گرد آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں یہ میں زراعت ہوتی ہو یاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ ای ساکنان جو حوالی پر بھی جبر فرض اور ان مواضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرد اگر دھان تک کوئی موضع مصالح شہر کے لئے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان یا ہاں ہو وہ سب فنائے مصعب ہے اس میں جبر صحیح اور اس کے اہل پر جبر فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اُسے قلع نہیں اور بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں رہا اس میں جبر صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض۔ رہا ان میں سے ہے ۱

قد نص الانتم علی ان القضاء ما اعدل لدون
الموقد و حوائج المصالح كغض الخيل و
لدوب و جمع العساكر و الخروج للرمي و
غير ذلك و به ظہر صحتها في تكيه السلطان
سليم بمرجعة دمشق و كذا في مسجد
بصالحية دمشق فانها من فناء
دمشق و انت انعمت عن

التمس تضييق کی ہے کہ فنا سے مراد وہ جگہ ہے جو
اموات کی تدفین اور شہری ضروریات کے لئے بنائی گئی
ہو مثلاً گھوڑے اور چارپایوں کے دوڑانے کی جگہ
لشکر گاہ اور شانہ بازی سیکھنے کے لئے جگہ وغیرہ۔
اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مقام مرجہ دمشق میں سلطان حکم
کے تکیہ میں جبر صحیح ہے اسی طرح مقام صالحیہ دمشق پر
ان کی مسجد میں بھی کیونکہ وہ فنائے دمشق ہے اگرچہ

مسئلہ ۳۲۹ از گویا ر ضلع مند سور قصبہ جادو مدرسہ عبد الملک قباں ، ربيع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریفین کا اس مسئلہ میں کہ جادو ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلوٰۃ خمسہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون یا قاتمہ جمعہ تو یہ شرط یہاں پر مفقود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بنا کر اس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں ، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اس کے نائب یا مور کا ہونا شرط نہیں مگر اس سے ایک بے زور و تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمعہ ہونے میں حرج ہے امیدوار تو فی فیصل ہوں ۔ بیضا تو جبروا ۔

الجواب

فی الواقع ادا سے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے نائب یا ماذون یا ماذون و ہلہ جبروا (اسی طرت آئے چلے چلو۔ تہ) کا اقامت کرنا بافتاق از مستفیض شرط ہے کتب المذہب طائفۃ بذلک (کتب مذہب اس سے محذور ہیں۔ تہ) مگر یہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلفیت بدل سب قتل ہو جاتی ہیں جیسے صحت نماز کے لئے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو حرم اس کا خلیفہ و بدل سہا اور اس سے واضح تر استقبال قتل سے کہ قتل شرط ہے اور بحال تضرع جہت تحریر اس کی نائب ، یوں ہی اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعدد تعین مسلمان قاتم مقام تعین سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و مستند و مضبوطی میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے ۔ کما فی غیوہا کتاب واللہ سبحانہ و تعالیٰ اہلہ بالصواب ۔

مسئلہ ۳۳۰ از پل بیت مولانا دمی احمد صاحب محدث سورتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا ؟ فقط

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے ، پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح العقائد صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی

اگرچہ دوسری فقہ وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الامارہ ہو تب جو انصاف و خلف کل بد و فاجح (ہر نیک و بد کے پہلے نماز جائز ہے۔ ت۔ کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو یکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا مازون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

اولاً وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانیاً جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔
ثالثاً جہاں یہ بھی ہو وہاں مجبوری عام مسلمانانہ متبرک لیس، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و مازون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمہور کا فرض سر پر ہو جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سنی ممالک میں سب سے زیادہ فقیہ ہر نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور یکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے، جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جائے مقرر کرے، اُس کے خلاف پر حرام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر مجبوری اُس حالت میں رد ارکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے ان کی قرار داد کوئی چیز نہیں۔ تہذیب الامور و درختار باب الجہد میں ہے۔

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المهر وفناء والثاني السلطان او مأموره باقامتها۔
صحت جمعہ کے لئے سات چیزیں شرط ہیں، ایک یہ شہر اور فناء شہر، دوسری سلطانی یا اقامت جہد پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو (ت۔)

فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیثہ نذیرہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اولی صفحہ ۲۴ میں ہے،
اذا اخلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور موكله الى العلماء ويلزم الامه الرجوع اليهم ويعيرون ولا فاذا حصر جمعهم على واحد استقل كل قطر
جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر

باتبع علمائہ فانت کثروا فالمتبسم
اعلمہم فانت استودا اقص
بینہم

جتنے ہوتا مشکل چوبیسے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف
کے علماء کی اتباع کر لیں ، اور اگر اس علاقہ میں
علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع
کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے (مت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر
منكم

اللہ کی اطاعت کرو ، رسول اللہ کی اطاعت کرو
اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ۔ (مت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ
العلامة النورانی فی شرح المواہب وغیرہ فی خیرہ (علامہ ذرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر
علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے ۔ مت) در مختار میں ہے :

لعمري لعامة الخطيب غير معتبر مع وجود
من ذكر امام مع عدمهم فيجوز للضرورة

یہ کہ لوگوں (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب
کو متہرک نہ کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں
ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا ۔ (مت)

فتاویٰ قاضی خاں ورد الختار وغیرہ میں ہے :

خطيب بلا ذن الامام والامام حاضر لم يخط
الا ان يكومت الامام امره بدلك الله تعالى اعلمه

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ
امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں
جب امام نے اسے اجازت دی ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

اعظم ۔ (مت)

مسئلہ ۳۳۱ از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عجمہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں ؟

سہ الحدیث النبیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثہ الخ مطبوعہ نوریہ فتویٰ فیصل آباد
سہ انقرآن ۵۹/۴

سے در مختار باب الجعۃ مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی ۱۱۰ ر
سے رد المختار " مصطفیٰ البابی مصر ۵۹۴/۱

الجواب

جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہیں اور ان کا پڑھنا گناہ، مگر بل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی قدرت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت کما فی البحر والذوق والدر المختار والمداہقۃ المندیۃ وعیدھا (جیسا کہ بحر الرائق، در مختار اور صریح ندیہ وغیرہ میں ہے۔ مت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۳۲ھ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ و اعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعیدیہ میں فرماتے ہیں :
نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تنزیہی است امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز و مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسی جواب میں اختتام جہارت میں ہے ،
اگر کسی خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بعذر
نزدیک تشہد کی مقدار ہے عربی میں پڑھ لے اور اس
کے علاوہ خطبہ کسی اور زبان میں پڑھ لے تو اس میں
کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ مجمع الفقہ شرح
تقریر الالبصار میں ہے۔ (ت)

جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو زبان عربی میں نسبت مکروہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں، مگر اسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں، لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط زبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تنزیہی یا جائز بکراہت، جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جائے، بینوا تو جہروا۔

(۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ جینا کھنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو ضلع ہڈا ہے منجملہ عبارات خطبہ مذکور کے،
چون گفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بار خدا اگر کلمہ بر سر کشم گوئی یا یہاں المصلح قسم
 التیل الاقیلا نصفہ اگر بیوں آ رہ گوئی واجھوہم
 ہجوا جیلا ۵ مراجہ باید کرد فرمای آید کاسے محمد نور است
 حی طیبی و ما تو سرگردانی میخوابد و تو میخوابی کہ با من حساب
 حسانت بسربری و جو شہ نشینی دما می خوابم کہ مرا با تو و ترا
 با من صد ہزار گز حساب بود تو کیستی کہ خاطر میخوابی
 حکم بر انبیا ۵ سے او پس کردیم پریشانی، اگر شاد است
 جیم گویم ای اللہ لا یحب الفرحین ۵ و اگر دل تنگت
 جیم گویم لا یحب الحزن ۵ یعین صد درت مسا
 یقولون رہے سرگردانی کہ مشقت خاک راست کیست
 کہ درین ماتم و مصیبت و قوف دار و فریاد از محمد پر غایت
 یائیت رب محمد لم یخلق محمدا و فریاد
 عاشقان بریں فرست است اسے کاش نژاد سے پسر سے
 ماور عالم ہا خود نہ بدی نام و نشان پیدا می ۵ عاقبت این
 دنیا سے مکار و غدار و راپستہ نداری کہ سلطان مریط
 این معاملہ بودہ است۔

بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اسے اللہ! اگر میں کلی
 سر پر لیتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں اسے چادر لوٹھنے سے
 رات کو تھوڑا قیام کر نصف رات، اگر میں باہر آتا ہوں
 تو آپ فرماتے ہیں ان کو اسی طریقے سے چھوڑ دے
 بجے کیا کرنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا
 کہ اسے تھمرا آپ راحت کے طلبکار ہیں اور ہم آپ سے
 مست پریشانی چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ میری
 نیکیوں کا حساب ہو اور گوشہ نشین رہوں اور ہم چاہتے
 ہیں کہ ہم تیرے ساتھ اور آپ میرے ساتھ سو ہزار قسم کا
 حساب رکھیں، آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں
 ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا اگر میں تجھے
 خوش دیکھوں گا تو کمزور کا یقیناً اللہ تعالیٰ عیش ہونے
 والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تیرے دل کو تنگ پاؤں
 تو کمزور کا ہم جانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا سینہ
 ایک باتوں سے تنگ ہے۔ وہ پریشانی کتنی اچھی ہے
 جو مشقت خاک کو حاصل ہوئی ہے کون ہے جو اس
 معاملہ میں ماتم و مصیبت کا اظہار کرے محمد کی طرف سے فریاد ہوئی اسے رب محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا،
 عشاق کی فریاد اسی طرح کی ہوتی ہے، کاش اس کائنات میں کوئی ماں جیسا ہی نہ جنتی، یا خود میرے باپ کا نام نشان
 تک نہ ہوتا، اس مکار و غدار دنیا کے پاؤں تو نہیں باندھ سکتا جبکہ رسولوں کے سر پر اہل علیہ وسلم کا
 یہ معاملہ تھا۔ (دست)

اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم خیال کئے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس
 عبارت میں ابانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے جو باعث تکفیر قاری و سامعین غلط ہے
 کیونکہ اس مضمون کا استنباط نہ کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے، یہ اعتراض معترض کا صحیح ہے یا
 غلط؟ اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ میں تو جہودا

فرس کہ مرضی الہی کے صوف اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کیا یا نہایت دہم محمد
لہو یحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اسے رب محمد اکاشی محمد کو پیدا ہی نہ کرتا - ست) جہاں
کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوط عظمت کا باعث ہو گا اور عیاذ اللہ یہ عقیدہ جو قرایان ہی کیا کرے یا تو صرف ان کی تعظیم
محبت کا نام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لتواضعا للہ ورسولہ ولعنوا
رسول پر اور ان کی غیب تعظیم و توقیر کو بدست

غرض کسی طرح کان نہیں کیا جاتا کہ حسب مقدم قدس سوا کرے یہ ضعیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض
حضرت محمد سے اس کا ثبوت صحیح ہو جو معتد ہو کہ حضرت نے یہ غلطی کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ
آیا پیرسبیل نقل و حکایت ہے یا برہانے کشف والہام۔ برہان اول جبکہ روایت پر رہ تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے
دائرہ میں گیا محبت سند و کار ہوگی اور کسی ولی معتد کا کوئی نام معتد حکایت کسی سے نقل فرما، اس کی روایت کو صحیح
واجب الاعتماد نہ کر دے گا،

وہذا ما احتذروا بہ عن الامام محمد
لغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث
الواہیۃ فی الاحیاء مع جدلۃ قدرہ فی
العلوم الظاہرۃ والباطنۃ۔

یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اہل علم نے امام محمد غزالی کی

عرف سے اس بات پر مذکر کے طور پر پیش کیا جو انھوں
نے باوجود علوم ظاہری و باطنی میں عظیم ماہر ہونے کے
اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں احادیث
مفہوم ذکر کی ہیں۔ دت۔

مرئی بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فوائذ الرحمت شرح مسالہ الثبوت میں فرماتے ہیں،
دکھائی گئی ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان
کے اقوال سے مسلم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت
کرتے ہیں، لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے
کہ جن سے انھوں نے روایت کی ہے وہ عادل ہیں
لہذا ان کی روایت مسئلہ ائمہ کے ارسال کی طرح ہی
محبت ہوگی اعدائے میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم
غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدل کو تسلیم نہیں
کر سکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں اس بات کی پروا نہیں

قدس سرہ فوائذ الرحمت شرح مسالہ الثبوت میں فرماتے ہیں،
دکھائی گئی ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان
کے اقوال سے مسلم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت
کرتے ہیں، لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے
کہ جن سے انھوں نے روایت کی ہے وہ عادل ہیں
لہذا ان کی روایت مسئلہ ائمہ کے ارسال کی طرح ہی
محبت ہوگی اعدائے میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم
غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدل کو تسلیم نہیں
کر سکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں اس بات کی پروا نہیں

کرتے کہہ کس سے روایت لے رہے ہیں کیا آپ
نے نہیں دیکھا کہ شیخ علاء الدین سہبائی قدس سرہ
نے رکن ہندی پر کیسے اعتماد کر لیا، حالانکہ ان کی مثل عدالت
میں کون ہے؟ (اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ ان کے

زعم کے مطابق ہے حالانکہ عام طور پر وہ خطا کرتے ہیں) پس وہ غیر عادل کو عادل ٹھان کر لیتے ہیں (مخلصاً، رتہ)
اور اگر بغرض غلطی بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکرم نے برہنہ سے کشف والہام یہ
مخاطبہ ذکر فرمایا تو بحمد اللہ ہم غلامان بارگاہ اولیاء ان میں ہیں کہ کشف والہام نہ باطل یا ناقص نظر آئیں احتمال و حوا
کشف بتدین و ادسا ط میں ہوتا ہے اکابر و اصیلین نقض اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدنیا و الآخرة والدین کا کشف
تہیں والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے۔ مولیٰ بکر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواجح میں فرماتے ہیں:

اگر آپ اولیاء کے مقامات، وجدان و رازوقی میں نر و
فکر کریں خلفا مقامات شیخ محی الدین، قطب وقت اسید
محی الملۃ والدین اسید عبد الغفار جیلانی جن کا مبارک قدم
مہر ولی کی گردن پر ہے، شیخ سہیل بن عبد اللہ قسری،
شیخ ابو بدین امقری، شیخ ابو یزید بسطامی، سید الطائف
جید بغدادی، شیخ نور جربیلی، شیخ عبد اللہ نصاری
اور شیخ احمد انصاری الجامی وغیرہ میں تو آپ بالیقین
جان لیں گے کہ جو کچھ انھیں لہام کیا جاتا ہے اس میں
کسی قسم کا احتمال و شبہ راہ نہیں پاسکتا بلکہ وہ
حق حق اور نفیس الامر کے مطابق ہوتا ہے
اور اس میں انھیں اس ماست کا بھی علم یقینی
ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور
وہ یہ علی معصوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
مدد و تائید سے پاتے ہیں بغیر واسطہ اور وسیعہ کے

کیف اعتمد علی التوحید الہمدی و آی وجہ
یکون مشلہ فی العدالۃ (و لو سلم فسد لک
برعہم و کثیرا ما یحطون) فیطنون غیور
العبدی عدلاً (مخلصاً)۔

ان تعاملت فی مقامات الاولیاء و مواجیدہم
واذا وقعہم کسقامات الشیخ محی الدین
و قطب الوقت السید محی الملۃ والدین
السید عبد الغفار الجیلانی الذی قدمہ
علی مبارک کل ولی و الشیخ سہیل بن عبد اللہ
القسری و الشیخ ابن مدین المصربی
و الشیخ ابی یزید البسطامی و سید الطائفۃ
جید بغدادی و الشیخ ابی بکر الشبلی و الشیخ
عبد اللہ الانصاری و الشیخ احمد السامق
الجامی و غیرہم قد صاب اسوارہم علمت
انہ ما یلہمون بہ لا یتطرق
ایہ حقال و شبہة بل ہو حق حق حق مطابق
لما فی نفس الامر و یكون مع خلق علم
ضروری انہ من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون

هذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحمدي و
تأييد صلي الله تعالى عليه وسلم لا بالذات
من غير وسيلة اصلاح الى آخره افادوا جاد عليه
مرحمة الملك الجنود۔

اب یہ مخاطبہ ان مقامات راز و نیاز سے ہو گا جو مولیٰ و عبد و محبوب میں ہوتے ہیں جی میں دوسرے کو
دخل دینا حرام، انھیں نقل مجلس بنانا حرام، بیکہ بجا بل خدائیت کفر صریح بلا کلام، بھکاریہ قرآنیک مخاطبہ کشیدہ
ہر گاہ، امیر المؤمنین ایک شخص کو کہ سورہ یس شریف کی تلاوت بکثرت کرنا زبردستی فرمایا۔ امام ابن الحاج مکی
دخل میں فرماتے ہیں،

قد قال عليه شارة الله تعالى عليهم ان
من قال عن نبي من الانبياء عليهم الصلوة
والسلام في غير الصلاة والحديث انه
عصى او خالف فقد كفر نعوذ بالله من
ذلك وقد قال الامام ابو عبد الله القزويني
مرحمه الله تعالى في كتاب التفسير له حين
تكلم عليه قوله وطفق يخصفون عليهما
من ورق الجنة الآية في سورة طه، قال
القاضي ابو بكر ابن العربي رضي الله تعالى عنه
لا يجوز لاحد منا اليوم ان يخبر بذلك عن
أدم عليه الصلاة والسلام الا اذا ذكرنا في
اتناء قوله تعالى عنه او قول نبينا صلى الله
تعالى عليه وسلم فاما ان نبتدئ ذلك
من نفسنا فليس بجائز لنا في ابائنا

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر وہ شخص
جو تلاوت قرآن و حدیث رسول پر سختی کے علاوہ
کچھ کہے کہ خلاف نبی نے نافرمانی کی یا شریعت کی مخالفت
کی وہ کافر ہو جائے گا۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ
چاہتے ہیں، امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں
سورہ طہ میں "وہ دونوں اپنے اوپر حنت کے پتے چپا
لئے" کے تحت لکھا کہ قاضی ابو بکر ابن العربی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ
وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایسی
بات کی اطلاع دے البتہ اس صورت میں جب وہ
اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ رہا ہو یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ، ہم اپنی طرف سے ایسے
واقعات کو بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ ہم اپنے قریب
اپنی مثل پیٹنے آباد کے بارے میں نہیں کہہ سکتے

الادین (لینا الماتلین لنا فکیف یایبہ الا قدم
 الاعظم الاکبر النسبی المقدس صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم و علی جمیع الانبیاء والمرسلین) اسی
 علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفاے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

الدعا بها (ای بالمغفرة) له صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم من امته لا یبعی لا یسأله
 المقصود من الدعاء عوله کالدعاء له بالرحمة
 واما قول الله تعالی لیغفر لک الله ما تقدم
 من ذنبک وما تاخر و دعاؤه لنفسه بالمغفرة
 فلا یقاس علیہ

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ دار النہدۃ شریعت میں فرماتے ہیں،

بدانکہ اینجا اوہل وقاعدہ الیست کہ بعضہ از اصفیاء
 از اہل تحقیق ذکر کردہ اند و شناخت آن ورعایت آن
 موجب حل اشکال و سبب سلامت حال مست و
 آن ایست کہ اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ سلیقہ
 حاسبہ و سطوئے و سطفتے و استغنائے واقع شود
 مثل انک لا تھدی و لی یحبطن عملک و لیس
 لک من الاوصی و ترید ریمۃ الحیوة الدنیا
 و امثال آن یا از جانب ثبوت عبودیتے یا انکسائے
 و انتقارے و بجزئیے و مسکنے بجزد آید مثل اما اننا
 بشر مثکم ان غضب کما یغضب العبد و لا اعلم

واضح رہے کہ یہاں ادب اور قاعدہ سبب جسے بعض اصفیاء
 اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور اس کا جان لینا
 اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور
 سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر
 کسی مقام پر اللہ رب العزت جل و ملا کی طرف سے
 کوئی خطاب، عتاب، رعب و دہرہ کا اظہار یا
 بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے،
 آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی
 شے نہیں، آپ حیات دنیوی کی زینت چاہتے ہیں
 اور اس کی مثل دیگر مقامات یا کسی جگہ نبی کی طرف سے

جدیت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشریوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے جبکہ کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اوپر کیا ہے۔ میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور اس کی شکل دیگر مقامات، جماعتوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان مساحات میں داخلیت کریں ۱۰ ان میں اشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسوں ادب کرتے ہوئے خاموشی و سکوت اور توقف کرنا لازم ہے، مانگنا حتیٰ کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے،

اس پر اپنی بلندی و غلبہ کا اظہار کرے۔ بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں نفس اندازی کرے اور عبادت سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲۳۳ھ از افریقہ جبرائیل برک سرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۰ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ کوئی جمعہ میں امام اوصیکو بتقویٰ اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز نام ہوگی یا نہیں،

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز ہوگی کہ وصیت و درود اُن کے نزدیک ارکانِ عبادت سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرطِ صحت نماز جمعہ، جب رکنِ فوتر ہوئے خطبہ نہ ہوا، جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوگی کتاب لاوار میں ہے،

صحت جمعہ کے لئے شروط عامہ کے علاوہ شروط ہیں، صحت الجمعة و راع بشروط العامة شروط

فإن قال السابعة خطبتان قبل المصلوة و أركانها خمسة محمد الله تعالى الشافعي

ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز سے پہلے دو خطبے ہوں اور اس کے ارکان پانچ ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی حمد دوسرا

الصلاة على رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم الثالث الوحيية بالطاعة والتقوى
او ملقطا۔

اسی میں ہے :

لصحة الاقتداء بشروط الاول ان يكون الامام
متظہر مسلما الثاني ان تصح صلواته باعتقاد
العامور قلوبا اقتدى الشافعي بالحسن بن فد
مس فرجه او ترك البسيلة او الحسن بن شافعي
الدي اقتداء واحتجهم ولم يتوضأ بطلت
صلواته او مختصرا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود و
سلام۔ تیسرا طاعت و تقویٰ کی نصیحت جو ملقط
(ت)

صحیح اقتداء کے لئے شروط میں اول یہ کہ امام مسلمان
ظاہر ہو۔ دوسرا یہ کہ اس کی نماز مقتدی کے اعتقاد سے
مطابق درست ہو۔ الرضا فقی نے کسی حنفی کی اقتداء کی
تو امام نے شرمگاہ کو چٹو لیا یا اس نے بسم اللہ ترک
کر دی یا حنفی نے ایسے شافعی کی اقتداء کی جس نے
رنگ کٹھالی یا پچھے مگھائے اور وضو نہ کیا تو اقتداء کرنے
والے کی نماز باطل ہو جائے گی اور مختصراً (ت)

فتاویٰ امام ابن عمر کی شافعی میں ہے :

ان علم انهم يتركون بعض الامور كانت او
الشروط لم تصح منهم جمعة فلا يجوز لاحد
ان يصلي معهم (مختصراً)

اگر یہ جان لیا گیا ہو کہ انہوں نے بعض ارکان یا شرائط کو
ترک کر دیا ہے تو ان کا جمع صحیح نہ ہو گا لہذا ان کے ساتھ
جمعہ کی ادائیگی درست نہ ہوگی اور (مختصراً)

ترک درود تو سخت تر ہے، درود مطہر میں اگر نام اقتداء کسی نہ یا ضمیر یا اقتداء کی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، تو امام نے مذکور سے بطلان مطہر و نماز ثابت کیا، اسی طرح ان کے شیخ حضرت شیخ الاسلام نے ذکر یا انصاری قدس
سرف نے شرح سمیع و شرح روض و شرح مستخرج میں فرمایا کہ اھو حدیث کہ رکعت فی فتاواہ لکبری (جیسا کہ یہ
تمام ان کے فتاویٰ لکھری میں مذکور ہے۔ ت) آدمی کہ نہ نماز پڑھے اسے بالاجماع منع ہے کہ جلائے رام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اس کی رعایت میں
ہے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کہ نفس علیہ فی غیر ما موصوفہ فی رد المحتار و فی المسائل المتقسط للاملا
على القاری وغيرہ۔ (جیسے کہ اس پر رد المحتار اور المسائل المتقسط للاملا علی قاری وغیرہ میں متعدد مقامات پر)

سنة الافعال لابن راز
فصل صحة الجملة
فصل الاول في محل ولايته
باب صلاة الجمعة
مطبعة دار الكتب العلمية بيروت
۱۰۰/۱
۸۵/۱
۲۳۶/۱

تقریب ہے۔ مثلاً نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں مستحب و مستحب اور دوسرے مذہب انہ حق میں فرض ہوں کر اب تو اس کا ترک سخت جہالت نہ کہ امام کردوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اس کے مقتدی ہوں آتے تو حتیٰ اوست اس مذہب کی رعایت کمانی محم و تو کہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۳۵ھ از بریلی محلہ باری پور مسئولہ جناب ذاب مولوی سلطان احمد خاں صاحب م صفر المظفر ۳۰ ۱۳۳۵ھ جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعد اوردس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی ذات اقامت خطبہ کے ساتھ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری قیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو گیا یا نہیں فقہ بیس تو جرد

الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کر دیا نماز ہو گئی، ان کے لئے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو ضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لئے معین و مقرر ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا قبول کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی، مثلاً سیراہ مسجد ہے دس بارہ راہگیر گرہ سے ایک لے آگئے ہرگز نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا یوں ہی دس میں چار عتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرض ظہر سے کے ذکر رہا۔ درختار میں ہے،

الجمعة يشترط لصحتها السطون او ماموره
باقا متها ولعصب العامة غير معتبر مع وجود
من ذكر امامه من مد فيجوز للصورة انه ملحقا
والله تعالى اعلم۔
صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا مقرر کردہ ہر اسے
اقامت جمعہ کا ہونا ضروری ہے، مذکورہ فراد کے لئے ہو
عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور اگر مذکور اشیاء میں نہیں تو
ضرورت کے لئے عوام کا تقرر جائز ہو گا اور مختصر اہل واند

قلل العلم دت

۱۳۳۵ھ از گنور تحصیل سوتی تپ ضلع رتنگ مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرنا ہے اس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں، اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ کا
مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی، زید درمیان خطبتیں کے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے، یہ عقیدہ

زید کا موتی شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

الجواب

زید کا قول باطل ہے، دونوں خطبوں کے پنج میں امام کو دعا مانگنا تو باوجود اتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مینہ کے لئے دونوں دست اور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے، مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں، اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں آئیں، ایک مطابق قولی صاحبین کو امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو نہیں، ائمہین دعا مانگنا جائز ہے، امام شافعی نے تنبیہ و امام کلینی نے باری نے تنبیہ شروع ہوا یہ میں فرمایا، ہو الصحیحہ یہی صحیح ہے۔

سننہ خمسۃ عشرۃ من العتہا التحدی فی نفسہ
قبل الخطبۃ سادستہ البدایۃ بحمد اللہ
تعالیٰ او مدحہ۔
اس کی پندرہ سنتیں ہیں چوتھی یہ کہ خطبہ سے پہلے
میں قعود کا پڑھنا، چھٹی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے
ابتداء کرنا (الو طعنًا) (مت)

پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد و ضروری ہو، بزرگی سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارت فتنہ کی حاجت نہیں، والنفسۃ اکبر من القتل (قتل سے بڑا ہے۔ مت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۳ از جیل کانپور مرسلہ کلن خان جمدار ۱۲ اشوال ۱۳۳۱ھ
حضرت اقدس مدظلہ العالی جلالہ فیہ بعد از قیام گزاریش سے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و
علاقائی اور طارین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں، جہاں پر صومہ و صلوة کی جماعت کو عام اجازت ہے
اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ بغیر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں، پس جو مسلمان اندر جلی
کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے جمعہ کے روز جماعت سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز طہر کی امید کہ ہوا پس ڈاک
جواب سے سرفرازی بخشی جائے۔ زیادہ حد اداب !

الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذان عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ممکن و باطل ہے اور
ظہر کی جماعت بھی ان کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدود و شہر میں ہو، بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا مدخوف،
ہاں جیل میں وہ شہر ہو تو ظہر کی جماعت پڑھیں، تنویر الابصار میں ہے :

يشتمط لصبحتھا الاذن العدم فلو دخل
اميرهمنا واغلق بابہ وعلی باصحابہ
لم تنعقد
درختار میں ہے

کمرہ تا حرم بالمعذور ومسجون ومسافر
اداء ظہر بجماعة في مصر قبل الجمعة
وبعدھا - وهو سبحانه وتعالى - معذور
شہر میں معذور، قیدی اور مسافر کے لئے جمعہ سے
پہلے اور بعد نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا
مکروہ قری ہے - وہو سبحانه وتعالى اعلم بالت
۳۳۳
بنابر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو ان میں احتیاط ظہر پڑھنا پابندی یا نہیں، اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ
پڑھنے سے ظہر سا قضا ہوتے ہیں یا نہیں، اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہوتا، اس کو کسی نیت سے پڑھنا چاہئے اور
جو اس کا مانع ہو اور اسے شرع شریف کے کیا حکم ہے، بیہوا بالسد لا مثل الشرعیۃ و توجروا لہا لہا ہیں
العقلیۃ (دلائل شرعیہ سے بیان کرو اور براہین عقلیہ سے اجرا پاؤ۔ ت۔

الجواب

بلاشبہ جو اسلامی مہر برادر وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شہرہ ناجرازی امامت کا نہ ہو
وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا منوع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین وغیرہا بعض
بلاد کے، تو نہی جہاں جمعہ متعذر و جگہ ہوتا ہو، جس نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اسے احتیاطی ظہر کی جارت
نہیں، اور جہاں مصرت میں شبہ ہو یا امام یا اس کی ماذونیت میں یا جمعہ متعذر و جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت
سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب
مگر اس کا حکم حواص کے لئے سے حرام کو حاجت نہیں محمد لا ضرر الاذنی مخافة الاذنی (بڑے شہر سے
ڈرتے ہوئے ادنیٰ ضرر کو برداشت کر کے گئے تے حواص یہ نیت کریں کہ پھل وہ ظہر جو میں نے پائی اور ادا نہ کیا اور یہ
خطہ بھی نہ آنے پائے کہ جمعہ ہو گیا تو یہ میرے نفل میں ورنہ فرضی، نہ جمعہ کی نیت کے وقت تردد ہو کہ تردد
منافی نیت ہے، جو منہج کی جگہ منع کرتا ہے حرج نہیں اور جو استحباب کی جگہ منع کرتا ہے احق ہے اور ہونے کے

عمل پر مشتمل کتاب ہے تو گنہگار سے و تفصیل المسألة فی فتاؤنا و بالله التوفیق (مسئلہ کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ ت) واللہ سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ ۲۳۹ غلطی و ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۴۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جائیداد ہے اور دوسری جائیداد سودی روپیہ کے خریداری اور اس کے بدلے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جائیداد واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ پڑھاتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام شش صبح العقیدہ صبح خواں، صبح الطہارۃ، مسائل داں کرفاسق معین نہ ہو مقرر کریں اور اس کے چھ جمعہ و عیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب

اگر اس امام کے بدلے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جائیداد واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ پڑھاتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی ناقابل امامت ہوں تو نیا امام شش صبح العقیدہ صبح خواں، صبح الطہارۃ، مسائل داں کرفاسق معین نہ ہو مقرر کریں اور اس کے چھ جمعہ و عیدین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۰ از حیدرآباد دکن محلہ سلطان پور مکان نمبر ۶/۲۹۵۳ مرسلہ بروی محمد عبدالحلیل صاحب لغاتی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ و عیدین عربی، عور نہیں پڑھ سکتے ہیں کیا ان کے لحاظ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جاسکتا ہے، بدینوا تو جود ان اجر کہ علی اللہ تعالیٰ (بیان کر کے اجر پاؤ کہ تمہارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ت)

الجواب

زمان برکت نشان حضور پر نور سیدہ انس والجان علیہ علیہم السلام سے عید صبیہ پر رد تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خاص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور آئندہ صحابہ و من بعد ہم میں ائمہ الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاد و ممالک فتح ہوئے ہزار ہا جوامع بنیں، ہزار ہا منبر نصب ہوئے، عامۃ حاضرین اہل غم ہوئے، اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اس میں ان سے کلام فرماتے یا انہم کہیں مروی نہ ہو کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملا یا ہو کہ ذکرہ الشاہ ولی اللہ دہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح موطا میں ذکر کیا ہے۔ ت) سنت متوارثہ کا خلاف نہ پسنند ہے۔

فی الدرامتہ ان المسیئین توارثوا فوجیہ اتباعہم احم ای ثبت و تاکد۔
در مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں میں توارث کے ساتھ
ثابت ہے لہذا ان کی اتباع واجب ہے ا۔

یعنی ثابت اور مذکور ہے۔ (ت)

ذکر ایسی سنت جہاں باوصف تحقیح حاجت بجانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اس کا خلاف ضرور مکروہ و اسادت
ہوگا۔

أقول و تحقیقہ ان التذکیر بالعجیۃ کان
المقتضی بہ بعینہ موجودا والما نم معقودا
ثم لم یفعلوا فکان ذلک کفایا مہملا متروکا
والکف فعل والنقص یا جبری فی التوارث
بجلاف اثرہ اذ لا معنی لتوارثہ ولا صباغ
للتأسی فیہ لایہ غیر مفعول ولا مقدور
کما نص عیہ الاکابر بعد و قال فی الاشباہ
والنظائر التروک لا یتقرب بہا الا اذا صار
التروک کما و هو فعل و هو الکلف بہ فی النہی
لا التروک بمعنی العدم لکانہ لیس داخلا
تحت تقدیرہ للعبد کما فی التحریر احم
فی تحریر الاصول للامام المحقق حیدر
اطبق رحمہ اللہ تعالیٰ الفقن هذا فانہ
من اجل المهمات۔

أقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ کلمی زبان میں وعظ و
تعمیم کا وقت نہایت بوجہ و تھا اور مانع بھی کوئی نہیں
تھا پھر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کا رکنا ہے
ترک نہیں اور رکنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری
ہوتا ہے بخلاف ترک کے، کیونکہ اس کے فعل ہونے
کا معنی نہیں اور نہ ہی اس میں اقتدار ہوتا ہے کیونکہ
وہ معمول سے نہیں اور نہ ہی قدرت میں جیسے کہ اس
پر ہمارے اسلاف اکابر نے تصریح کی ہے الاشباہ
والنظائر میں ہے کہ ترک کے ساتھ تقرب نہیں
ہو سکتا مگر اس صورت میں جب ترک کف کی صورت
میں ہو اور وہ فعل ہو گا اور نہ ہی میں ہی مکلف بہ
ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم کیونکہ معدوم قدرت عید کے
تحت نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے ا۔ اس سے
مراد تحریر الاصول للامام المحقق المفسر نے

ذکر کیا ہے اسے اچھی طرح یاد کر لو کیونکہ یہ نہایت اہم مسائل میں سے ہے۔ (ت)

اذان ضرور بلانے اور ان لوگوں کو اطلاع وقت دینے کے لئے ہے مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی
نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی غصہ برخلاف سنت ہوتی رہا سا

وقت ہوگئی تنزیہ میں ہے و

الاذان اعلام مخصوص علی وجه مخصوص
بالفاظ کذلک
رواجح میں ہے،

اشارہ الی انہ لا یصح بالفارسیۃ وان علم
انہ اذان وهو الاظهر والاصح کما فی
المصراحت
اس میں اشارہ ہے کہ یہ فارسی میں جائز نہیں اگر
یہ معروف ہو کہ یہ اذان ہے اور یہی اظہر واضح ہے
جیسا کہ سرای میں ہے۔ (ت)

خطبہ ضرور و غلطہ تذکیر کے لئے ہے جیسے نماز کے ذکر کے لئے ہے قال اللہ تعالیٰ اقم الصلوۃ لذكرك
(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) اور خود قرآن عظیم کو اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے
اور اس کے نہ کچھ پر غمت انکار فرماتا ہے اعلیٰ یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفسها (کیا وہ قرآن میں
تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر پائے پڑے ہیں۔ ت) پھر جس کی کجی میں عربی نہ آئے سر اس کے لئے نماز قرآن
اردو یا سنگھ یا انگریزی کر دے جائیں گے نہ خطبہ و اذان، یہ اس کا اپنا قصہ ہے اس کا دین عربی، نبی عربی،
کتاب عربی، پھر عربی، تنی بھی نہ سیکھیں کہ اپنا دین کجھ سکتا۔ انگریزی کی حالت دیکھئے اس پر کیسے اندھے باؤسے ہو کر
گرتے ہیں کہ دو پیسے کہنے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اس سے کچھ غرض نہیں اللہ تعالیٰ توبہ و
پرستہ بنئے، امین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۱ از پبلی سمیت علامہ محمد سعید خاں مدرسہ حاجی عزیز احمد صاحب، صفر ۱۳۴۲ھ
۱۳۴۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

- (۱) اذان ثانی مسجد کے دیں امام کے قریب احمد مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یہی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟
- (۲) فضیل حرم خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟
- (۳) ابو داؤد کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں

سنہ در مختار	باب الاذان	مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی	۹۲/۱
سنہ رد المحتار	باب الاذان	مطبوعہ مطبعۃ الباب فی مصر	۲۸۲/۱
سنہ القرآن			۱۴/۴۰
سنہ القرآن			۲۳/۴۰

باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں؟ اگر اس وقت میں جب اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اس وقت بھی غلطی سے رائدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد پر ہوتی تھی یا امام کے متصل منبر کے پاس؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) علامہ کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریر پر موقوف ہوئی ہے۔ یہ عالم سنی ہے۔
 تعالیٰ میر و سلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پر ہوا کی اور کسی نہ حضور سے منقول۔ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان ملواتی ہو۔ اور حدیث کریمہ کی مذکورہ تریقوں میں جو اُن کے لئے کسی اختیار فرماتے پھر اس میں ترک ادب بارگاہ الہی ہے واللہ بالحق عند اللہ۔

(۲) غرض قدیم کی تحصیل فحاشی مسجد ہے نہ عین مسجد اور نہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فحاشی مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) صدر خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی ایک اذان خطبہ تھی اُنہوں نے اذان اول زائد فرمائی مگر اذان خطبہ میں کوئی تبدیلی نہ کی، نہ کسی غلطی رائد سے اُس میں کوئی تعمیر منقول، ۱۰۱ امام ابن الحجاج کی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اس نے سنت کو بدلہ اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ مسئلہ مولوی فضل الرحمن صاحب از چھانڈی صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ الیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور ملازمان کو باہر بجز وقت عینہ کے بھلا پانچ صد مردمان مسلمان ملازمان کے ایک جماعت وہاں نماز جمعہ باجائز مشہورہ گورنمنٹ قائم کرتی ہے وہاں سائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھانڈی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے؟
 بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ عالمگیری و درمختار بیاہت عدم اذن عام اور جماعت مذکور کو جو کسی وغیرہ کا مقیم علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت تنہائی کہ میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ محل زراعت وہ صورت ہے جب ایک ہی مقام پر جمعہ کا قیام ہو اور اگر متعدد جگہ ہو تو پھر محل زراعت نہیں کیونکہ پھر تقویت متحقق نہیں جیسا کہ علت کے بیان نے عائدہ دیا ہے۔ غور کرو۔ (ت)

قلت ویفتی ان یکون محل المزاج ما اذا كانت لاتعامر الا فی محل واحد اما لو تعددت ملاکامہ لا یتحقق التہویت کما افادہ التعلیل تامل۔

درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ یتنوا بالمالین تو جروا ب لاجو جزیل (دلیل سے بیان کر کے اجماع عظیم پاتیں۔ ت)

الجواب

صورت مستقصہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے، باہر کا کوئی شخص نماز کے لئے اس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا، اور اذن عام فی فضاء شرط جمعہ ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ یہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قلت سے شروع فرماتے ہیں اور خود ان کو بھی اس پر ثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باب بحث نہیں ان کی بحث کا، کذا سند منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہو تاہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہو سکتی یہ کہ جب ان کی بحث مخالفت منقولہ و منصوصہ واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جاہلی تصریح فرمائی کہ بیضاہ فی کتاب فصول القضاۃ فی مرسوم الافشاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل نقض رقی رحمہ لافشاء" میں بیان کیا ہے۔ ت۔ براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی، فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند نکات کافی ہیں کہ امام ملک، اصحاب، ابو بکر مسلمہ و کاشانی کتابا مستطاب بذائع اور ان کے سواہر انہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج علیہ میں نقل فرماتے ہیں،

السلطان اذا صعد فی دارہ والقوم معہ امراء
 لسلطان فی المسجد الجامع قال ان فناء باب
 دارہ جاز، وتكون الصلوة فی موضعین، و یو
 لویان للعامة و صلی مع جمیہ لا تجوز
 صلوة السطن وتجاوز صلوة العامة

جب سلطان نے اپنی داریں اور قوم نے اس کے حکم سے
 جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انہوں نے فرمایا اگر رکاوٹ اور دارہ
 کھولتے تو جائز، اور نماز دونوں جگہ ہو جائے گی، اور اگر
 حرام کو اذن عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے
 ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام
 کی نماز جائز ہوگی، (ت)

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلہ قدر کی فعل اور محرد مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آئے گا، اذن عام دیا تھا تو دونوں جگہ صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل مصنف ثابت ہوا کہ اذن عام فی فضاء شرط جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جاوے اور تقویت لازم نہ آئے و لیس بعد انھن الا الوجوۃ الیہ (نفس پائے جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کے بغیر کوئی پارہ نہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۳۴ مسئلہ نمبر ۱۳۴ صاحب از بینہ پوسٹ بائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں اتنی اشخاص تنقید اور بیس شخص
شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام محمد میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے حنفیوں نے نماز سے فارغ
ہوئے بعد مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھا تا سب لیکن ہر دو
مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد اور وہ میں دینا حاسل منہج بیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو
اُس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً قصد لے کر یا زکوٰۃ پھوٹا سے پیپ یا پانی
بہر کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درود سے گم پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چارم سر
سے لم کے مسک پر قناعت نہ کرتا ہو وضو نہ کرے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں
کی رعایت کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ ادنیٰ حنفی کے پیچھے ہے اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اس
کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ معلوم ہو تو مکرہ ہے کما حقہ کل ذلک فی البحر والدرد وغیرہ
(جیسا کہ اس تمام کی تجرید دروغ وغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) اور جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے
پیچھے نماز باطل ہے کہ لا نیت الا بالعموم ولا عن مع التثاک (عزم کے بغیر نیت نہیں اور شک کی صورت
میں عزم نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از چلی بحیث محلہ محمد شیرخان مسئلہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر
اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک
نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو ظہر کی تقاضا فرض ہے یا نہیں؟ جیسا تو جبرو۔

الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا، اگر پڑھے گا
خطبہ جائز نہ ہوگا، اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے، جب خطبہ نہ پڑھا نماز بھی نہ ہوئی، علیگیری میں ہے،
مرحلہ خطیب یوم الجمعة فیراد ان الامام کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ جمعہ دیا حالانکہ
والامام صرح صرح لا یجوز ذلک الا امام موجود تھا تو یہ حسب اثر نہیں البتہ اس صورت
میں جب امام نے اسے حکم دیا ہو، جیسا کہ
انہ یكون الامام صرحه بذلك کذا

فی فتاویٰ قاضی خاں۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اس نماز میں شریک ہو جائے۔ فتاویٰ سرسید و در مختار میں ہے :

لوصلی احد یحید اذن الخطیب لا یجوز
اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعة
اگر کسی نے اذن خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں
البتہ اس صورت میں جب مقتدی ایسا شخص ہو

جو جمعہ کا والی تھا (ت)

یہاں کہ خطبہ بھی ہے اجازت امام پڑھ گیا اور نماز بھی ہے اس کی اجازت کے پڑھائی گئی وراہہ اس میں شریک نہ ہوا تو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر ظہر کی قضا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و سلمہ حل مجیدہ
انظر احکامہ۔

مشکوٰۃ ۳۴۴ مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفحہ ۱۳۴

حضور عالی سلام یازہ میں حمد کی نماز قعدہ کی مسجد میں پڑھتا ہوں اس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ بھی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت میرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ ان دیواروں پر میز نہ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بینواتو جہدوا

الجواب

اللهم ھدایۃ الحق والھواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) یہاں کو مستثنیٰ ہیں، ایک محاذات خطیب، دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا۔ جب ان میں تعارض ہو اور جمع نامکمل ہو تو ترجیح کو اختیار کیا جائے گا کما هو الضابطۃ المستقرۃ الضوابط المنصوصۃ (جیسا کہ انہی اور نہ ٹوٹنے وان ضابطہ ہے۔ ت) یہاں ترجیح واقعی سنت ثانیہ بر جہ اولیٰ مسجد میں اذان سے نہی ہے، قاضی خاں و خلاصہ و خزائن القصص و فتح القدر و بحر الرائق و برجندی و ضلگیری میں ہے : لا یؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نیز فتح القدر و نظم و طحاوی علی امراتی و میرزا میں

- ۱۳۵/۱ سہ فتاویٰ ہندیہ، باب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۱۰/۱ سہ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مجتہبائی دہلی
۵۵/۱ سہ فتاویٰ ہندیہ فصل فی کلمات الاذان والاقامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

مسجد کے اندر ذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عند ہے ، رد المحتار میں قبیل احکام مسجد ہے ،
لا یلزم منه ان یکون مکروہ الا یہی حد من اس سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا مگر یہ کہ منہی خاص وارڈ
لان نکراہۃ حکم شرعی فلا بد له من دلیل لان ہو کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے ، لہذا اس کے لئے دلیل
کا ہونا ضروری ہے (ت)

در احتساب منوع ایماں مطلوب سے اہم واعظم ہے ، اشتباہ میں ہے ،
اعتق ، الشریع بہ سبب تہ اشد من اعتق نہ
بالہ و مرات کو لذائقہ صل اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ، د امر کو شئی فا تو امد ما استطعتہ
وان نہیتکم عن منی فاجتنبوا و روح فی
انکظف حدیثا لترك ذرة مما نهی اللہ تعالیٰ
ہذا افضل من حب ذرة الثعالب و من ثم
جاء ترك ما احب و تعالیم مشقة و لو سامع
فی الاقدام علی المنہیات

شریعت کے ممنوعات کا اہتمام اس کے مامورات سے
زیادہ ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا ، جب کسی شئی کا حکم دوں تو اس کو استطاعت
کے مطابق بجالاؤ اور اگر میں تمہیں کسی شئی سے منع
کروں تو اس سے بچو۔ انکشف میں یہ حدیث
منقول ہے ایک ذرہ کے برابر اس کام سے کہ عباد
جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا جن واسطے کی عباد
سے بہتر ہوتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ رفع مشقت کہنے
واجب کا ترک جائز ہوتا ہے لیکن ممنوعات پر عمل کی
اجازت نہیں (ت)

ثانیاً عذابات غلیب ایک مصیبت ہے ، اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور غلبہ مصیبت
سلب مفسدت اہم ہے۔ اشتباہ میں ہے ،
درہ لمعائد اولی من جلب المصالح
وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک الملک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی
میں اگر چوب دار عین مکان اجہ سس میں کھڑا ہوا چوتھے سے کہ دربار و چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بنے ادب
ظہر سے گا جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انہیں پکھڑوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی صفائی

مکہ سے باہر پکاری جاتی ہے چراسی خود مکہ پکھری میں کھڑا ہو کر چلتے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور مستحق سزا ہو اور ایسے امور ادب میں شرعاً معروف معبود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

یحال علی المعہود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت المسرۃ۔

باندھا ہے (۱) (ت)

اسی بناء پر علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پہنے جانا ہے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں یہ حکم نہ تھا۔ فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے : دخول المسجد متنعلاً مکروہاً (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) عمدۃ المفتین و رد المحتار میں ہے : دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا ہے ادب سے۔ ت) مسئلہ اولی یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث بر خلاف تھی بایںہذا امور ادب میں معرفت مشاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے معاذ حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ بحر الرائق و رد المحتار میں ہے :

اخرج المنذری مرفوعاً عن ابن مسعود کہ
صیبا نکم و مجا نینکم و بیعکم و شولکم
ورفع اصواتکم یحکم قلت رد او ان حاجۃ
عن واثلۃ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ
عنہ و عبد الرزاق فی مصنفہ بسند اسلم
عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام منذری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔ میں کہتا ہوں اسے ابن ماجہ نے حضرت واثل بن اسقع رضی اللہ عنہ اور امام عبد الرزاق نے مصنف میں محفوظ سند سے

۱/۲۴۹	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	باب صفۃ الصلوۃ	۱/۲۴۹
ص ۷۱	نوٹ کشور کھنڈ	باب المسجد و کتب اکرامیۃ	۱/۲۴۹
۱/۲۸۶	مصلیٰ البانی مصر	مطلب فی احکام المساجد	۱/۲۸۶
		سکھ ایضاً	

عن التسيبي صلى الله تعالى عليه وسلم - حضرت مساذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور

انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

کیا ہے (ت)

قراس ادب کی طرف خود حدیث میں اشارہ موجود ہے اور علماء نے اسس مخالفت کو ذکر کے لئے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی، در مختار میں ہے،

يحرم فيه (ای فی المسجد) السؤال ويعطوه (مسجد میں) سوال کرنا حرام ہے اور دینا مکروہ ہے

الاعطاء ورفع صوت بذكر لا يستحقه - اور ذکر کے لئے آواز بلند کرنا بھی البتہ دین پر حرام ہے

اور سمجھانے والا آواز بلند کر سکتا ہے - (ت)

قراصل منع ہے حسب تکثیر ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت و قراۃ نماز، لیکن یہاں شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں، تو اگر کچھ دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے لئے ادبی و فنی ہونے کو

نہیں تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لئے مساجد کی بنا نہ ہو، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من سمع من جلا يمشي ضالة في المسجد - جو گئی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اُس سے

فيقتل لاسد الله عيذ فان المساجد - کہو اللہ تیری ٹہنی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے

نہیں بنیں - (ت)

لہذا یہاں

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، در مختار وغیرہ میں ہے، اکسوف انتشار ضلالة (گمشدہ مشی

کا) (مسجد میں) اعلان کرنا مکروہ ہے - (ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لئے مسجد میں

پہنچتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لئے نہیں، اگر اذان دینے کے لئے اس کی بنا ہوئی تو

غزوہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی قراس کا حکم فرماتے، مسجد

جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول، تو وہ وہی ہے کہ اذان

حاضری و بار بار پکارنے کو ہے اور غرور و بار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا، ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الہی

کے حضور جب تک کہ آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک شخص یا جنٹ کی پکھری میں نہیں کہہ سکتے

علم الحاکمین عزوجل از کے دربار کو اس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا حدیث ارشاد، پھر کتب معتدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اسے رسپے ہیں، ذی اللہ ف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

ثالثاً محاذات خطیب ایک اختلافی سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت اللہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روئے بروئے خطیب ہوسے ہی کو بدعت بتاتے ہیں، وہ قرشتہ میں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان، علامہ میل ابن اسحق مالکی توضیح فرماتے ہیں،

تختلف النقل هل كان يؤذن بين يديه
صلى الله تعالى عليه وسلم او على المنار والى
فقد روي عن ابيه كان على المنار بقوله اجبت
القاسم عن مالك في المجموعه ونقل بن عبد البر
في كافيته عن مالك ان الاذان حيث يدي
الامام ليس من الامور التي يكره
نفس من خلاف ہے گویا اذان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دی جاتی تھی یا اس منار پر جس کے بارے میں چارے اصحاب نے نقل کیا کہ اذان منار پر ہوتی تھی، اسے ابن القاسم نے مجموعہ میں امام مالک سے نقل کیا ابویوسف ابن عبد البر نے کافی میں امام مالک سے نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا امر قسمیم ہیں ہے۔ (ذات)

امام ابن الحاج کی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں،
ان السنة في اذان الجمعة اذا صعد الامام
على المنبر ان يكون المؤذن على المنار كذلك
كان على عهد النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم والى بكر وعمر وعبد رمان خلافة
عثمن رضي الله تعالى عنهم ثم راد عثمان
رضي الله تعالى عنه اذ اتا اخر بالزوراء
وهو موضع بالسوق والبق الاذان الذي
كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى

جمعہ کی اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منار پر اذان دے، یہی طریقہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ابتدائی دور میں تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر اور ان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام دروازہ پر دی جاتی تھی اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی اذان کو منار پر

ہی باقی رکھا اور اس وقت خطیب منبر پر ہوتا پھر جب شام والی بنے تو بواذان منار پر ہوتی تھی اسے منبر پر چڑھنے کے وقت منبر کے سامنے کھڑا ہوا۔ (ت)

عليه وسلم على المنار والخطيب على المنبر
اذ ذاك ثم لما تولى هشام بقل الاداس
الذي كان على المنار حين صعود الامام على المنبر
بين يديه (مختص)
یہاں تک کہ فرمایا :

یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہا بہت سب سے ابتداء بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اس کا ایسا رواج پڑ گیا کہ اوہ سنت ہے حالانکہ شریعہ مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے ہی اس میں لگ گئے تو جو اس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالنا ہے تو اتنا فتنہ و اتنا ایہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اٹا ہو گیا کہ حق کو باطل ، باطل کو حق سمجھنے لگے اور مختصراً

فقد بان ان فعل ذلک فی المسجد بین
یدی الخطیب بدعة ففعلت بعض الناس
بہاتین بدعتین ثم صارت سنة معمول بها وليس
لہ اصل فی الشریع واما ہی عوائد وقہ
الاستثنا ص ما قصار المنکر لہا کانتہ یاق
ببدعة علی شریعہم فان الله وانا الیہ
راجعون علی قلب الحقائق اور مختصراً

علامہ یوسف بن سعید سغلی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانیہ میں فرماتے ہیں :

دوسری اذان زمانہ قدیم میں منار پر ہوتی تھی اہل ملکہ کا اب تک اسی پر عمل ہے ، امام کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر برزلی نے تصریح کی اور امام مالک نے اس سے منع فرمایا ، اذان کا اس وقت منار پر دینا جب امام منبر پر ہو یہی مشروع ہے اور سکندری اور اختصاراً (ت)

الاذان الثاني كان على المنار في الزمن القديم
وعليه اهل المعصب الى الان وفعله بين
يدي الامام مكروه كما نص عليه البرزلي
وقد مهي عنه مالك وفعله على المنار
والامام جالس هو المشروع او سكندري
باحصار۔

سُئل المدخل لابن الحاج فصل في ذكر ابدع التي اشهد في المساجد مطبوعه دار اكتاب العربيه بيروت ۲۱۲/۴
سُئل ايضا

سُئل حاشیہ جواہر زکیہ شرح المقدّمۃ العشائریۃ

بخلاف اذان مسجد کہ مالکہ بھی اسے منوع جانتے ہیں۔ مدخل میں ہے،

فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد فیمنع مسجد میں اذان منوع ہونے کے بیان میں فصل مسجد
من الاذان فی جوف المسجد لوجوب احدھا میں اذان کئی وجہ سے منع ہے ان میں سے ایک وجہ
انہ لم یکن من فعل من معنی ہاں یہ ہے کہ اسلاف کا طریقہ نہیں رہا الخ (مت)

تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم و اعظم والکہ الازم ہے تو جہاں دونوں نہ پڑیں
محاذات خطیب سے درگزریں اور منارہ یا فصل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلمہ ملاحظہ
فی والعدم بالحق عند ربی (یہ تمام مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ حل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ مسئلہ اقبال حسین ارقصبہ سرہل ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بچہ اسی مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت، یا دونوں
فرض ہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بعد الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک
ذکر لیل جیسے صرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ ادنیٰ بلکہ اُس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب
کوئی مطلق مامور ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو بولانی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور پھر شرعی
باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اُسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صنت سے متصف ہوگا جیسے فرض
قرأت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف ک پہلی آیت فرض تھی باقی اُس کا
غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فی قرأ
ما تیسرو من القرآن (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ ت) کا فرد ہے ولہذا اگر سورۃ
فاتحہ پڑھ کر سورت ملنا بھول گیا اور دہائی یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف خود رک کے سورت پڑھے
اور رکوع میں جائے سالانہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی القیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا
اب خود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لئے خود شرع نے خود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض
ہی میں واقع ہوگا قریہ واجب کی طرف خود نہیں بلکہ فرض کی طرف، ولہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ

پہلا رکوع عروائی المہرض کے سبب زائل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی
 دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلقاً ماسحواً الی ذکر اللہ (اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔) کے تحت میں
 داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ مرقاة الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان
 (تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۳۴۹ از احمد آباد گجرات محلہ چنگہ کا رپور متصل پل گیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب
 ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ ان دونوں جہازوں میں کون سا جواب اسی ما القبول ہے ؟
 سوال : علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی
 میں منبر سے ایک سیڑھی اترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں ؟ بدینہ السند کتاب ۵
 توجہ وافی بوجہ الحساب۔
 الجواب هو الصواب : صورت مسئلہ میں خطیب کو سیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے
 جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے ۔

ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے
 کہ یہ جو عادت بنائی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت
 منبر کی چلی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پر

فلان من جہز التحفة و بحث بعضهم
 ان ما عتيد الان من النزول في الخطبة
 الثانية لدرجة سفلى ثم لعود بدعة قبيحة

شیعہ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
 محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ الحبيب مصیب عند اللہ عبد الرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہم اربنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا ابطل یا طلا وارزقنا اجتنبہ۔
 ائمہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو ہدایت ہی مہربانی اور رحم والا ہے، اسے اللہ اس میں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور میں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (دست)

حبيب مصیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت مشنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب کتب میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے برکز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت مشنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرع میں لکھا ہے،

ان المسئلة الواقعة متى امکن تخريجها على قول من الاقوال في مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والهي عنه وانما المنكر ما وقع الاجماع على حرمة والهي عنه خصوصاً متى مختصراً۔
 یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ہو، شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق ہو، اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو ایسا منکر کیجئے

جس کی حرمت اجماعی ہو اور شافعی علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (دست)
 اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نوکشتور میں تحریر فرماتے ہیں،

میزانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سر فرد آدمی خوانند و ہمیش چہیست اس ترا ضعیفست کہ سلاطین عظام نسبت بآی کسرو و خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والسلام نمودہ اند و جائز نہ داشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسمی اکابر دین در یک درجہ نہ کرد و شد شکر اللہ سبحانہ انتہی۔

علامہ حسین کاشفی مؤلف تفسیر حسینی اسی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں،

سہ رد المحتار	باب الحجۃ	مطبوعہ مصطفیٰ الیابی مصر	۶۰۶/۱
سہ طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ	انواع اثاثات الاثلاثون	مطبوعہ فورہ رشتہ فیصل آباد	۳۰۹/۲
سہ مکتوبات امام ربانی	مکتوب فرد و دوم	مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ	۱۶۲/۲

ان پانچ منبر کے بعد وثناء و ذکر خلفائے کرام کردہ نصیب آید و ذکر دعائے سلطان چوں
تمام کند باز بلا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی۔

مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان ہیں کہ جب کے دن خطبہ میں نام بادشاہ ہوں کو
نیچے کے نیچے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنگاہ اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تو افسوس و فرتنی
ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت ہی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین اُن سرور
کائنات علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کی ہے اور اُن بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں تھی کہ بادشاہوں کے
نام ساتھ اس ہی اکابرین کے ایک درجہ میں نہ کر ہوں۔ حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جاری اُن نیکیوں
بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کشتش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر
عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت ترغیب الصلوٰۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلوم پر حمد و ثناء و درود پڑھ کر
اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر دعائے سلطان کر کے
جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لئے ملا حسین کاشانی
حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان
کر دی ہے کہ وجہ نہ کہ راجعہ رکے یہ زینہ اترنا جاری ہوا ہے اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شیعہ فرماتے ہیں بغور
ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ منکر مطابق عبارت شرح طایقہ تھریہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے
مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور مانع فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے
کو تحریر فرمایا ہے اور اُس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا، ان جو علما اس کو بدعت
قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ
زینہ اترنا حرام اجماعاً ہے یا شارح علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو
تو اس سے منع کرنا واجب ہو گا ورنہ غیر طاعت (جس کے آگے منکر کا لفظ ہے۔ است) اور جو علما
اس زینہ اترنے کو بدعت قبیحہ شیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے
کہ اس کا بدعت قبیحہ شیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے،

قال انش ففی رحمہ اللہ تعالیٰ ما احدث مصا
یخالف، کتاب او ائمة او الاثر او الاجماع فہو
ضلالة وما احدث من الحیر مما لا یخالف شیئا
من ذلك فلیس بمن موثقا انتہی۔

یعنی حضرت امام شافعی (رحمہ اللہ) کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں،
فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا
سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف
ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیاء سے اربعہ مذکورہ میں
کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعت حسنة ہے بلکہ فعل بدعت غیر مذموم میں جن کے
قسام مشہورہ اثنی و اجیر، مندوب و مباح ہیں ان میں سے ایک ہیں داخل ہے۔

اب اہل انصاف بغیر ملا حظہ رہائیں کہ زینہ اُترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے خلاف ہے۔ جب ان اہل مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرماتے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول "وما احدث من غیر
مما لا یخالف شیئ من ذلك فلیس بمن موثقا" جو ایسی نیکی یا کادکی بنے جو مذکورہ اشیاء (کتاب اللہ،
سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ (ت) میں داخل ہوا
اور امام شافعی کے قول کے برخلاف عقائد ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود
و مطرود ہو گیا، عاقل مصنف کے لئے اشارہ کافی ہے۔

هذا ما عتد به الله اعلم و حله جبل مجد
اتم و احکو۔

حرره الفقیر الی ربہ القدیہ عبد الرحیم عفی عنہ
الحمد لله المنزل القرآن المبین و علی
عارج معارج التقرب المکین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین و الیہ یعصم
الکلم الطیب و الحمد لله رب العلمین و

سب تقریب اللہ کے لئے جس نے قرآن میں اسی
ذات تقدس پر نازل فرمایا جو مکات کی بندیوں
پر قارئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ اجمعین
اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوئے ہیں،
الحمد لله رب العلمین۔ (ت)

الجواب

اقول وبالله التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو یہ عبتِ شنیعہ ناجائز کہنا ایک حکمِ اللہ و رسولِ جل جلالہ و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکمِ مسلمانوں پر۔ اللہ و رسولِ جل و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعلِ بارہا ہے انھوں نے اس سے منع فرمایا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گناہگار و مستحقِ عذاب و نارا منی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسولِ جل و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی غیر خواہی و محبت سب کچھ اپنی حکم پر جرت نہ دے کہے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دانی نہ مل جاسے۔

قل اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ایا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولی اور حدیسی اور ہمارے لئے قولِ مجتہد صرف ایسی ہی طے ملے کہ امام حکم بالجزم دیکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی امام غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ مراعاتِ بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے وَبِحَاذِکَ عَنْ ثَوْبِی قَاتَرُهَا (معاہدہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کر دو جو سرد حال کا ٹک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کر دیا جو نفع اٹھاتا رہا وہی برہ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہل عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے۔ حازۃ العمل سخت اور کمش کام، اور قاتر العمل آسان کام۔ ت) اگر ایمانِ ثَوْبِی سے بطور جرم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ باقیہ مساقی المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا کہ مذہب میں منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کنندہ ان کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول و صعود ممنوع یا بدعتِ شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرما دیا کہ مذہب مسئلہ تمیز ہے منقول فی المذہب جو نا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا ذکر نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام، ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے طوطا لکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزمِ مضہم بڑھ کر دیا یا بدعتِ مضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ منقول ہو نہ مراعاتِ کسی کیلئے نا مخصوصہ مذہب کے

حمت میں داخل ہو کر ایسے کلیات سے استثناء بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک حور کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصل کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحیث فکاح نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کیلئے عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجرؒ اسے کسی کیلئے مذہب کے نیچے بھی صراحتہ داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قول ابن حجب و بحث بعضہم (ابن حجرؒ نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضہم (کم از کم۔ ت) کے منطوق اور ہی اشعار کیلئے یہ نیا لفظ بعض کا ہے اکثر علماء اس کے مخالفت ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامیؒ نے اسی رد المحتار میں اس اشارہ و اشارہ کی بجایا تصریح کی، درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا اصرار و احتیاط بعض الاشیاء یسکونہ (بعض اشیا کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامیؒ نے اعتراض نقل فرمایا،

مفہوم قیود بعض لا شئ ینکرانہ یجوزہ اکثرہم و لہم نقل دلت الخ
 قولہ "بعض الاشیاء ینکر" کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نے اسے جائز قرار دیا ہے الخ (ت)
 بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی ہے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب النصب میں تھا،
 احتیاج بعضہم الفتوی علی قول الکسوفی منہما شائئ
 ہمارے زمانے میں بعض نے امام کریمؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (ت)
 شامیؒ نے کہا،

هذا من کلام الزہدیین انہ لا شعار ہذا
 یہ امام ربیعؒ کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر چکی ہے
 التعبیر بعدم اعتقادہ (ملخصاً)
 کہ یہ معتقد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

۲۶۲/۶	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب النصب	سک ۱ درمختار
۳۲۹/۵	مطبوعہ ابائی مصر	"	سک ۲ رد المحتار
۲۰۶/۶	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	کتاب النصب	سک ۳ درمختار
۱۳۳/۵	مطبوعہ ابائی مصر	"	سک ۴ رد المحتار

در مختار فصل صفة الصلوة میں تھا :

لو تلقى حرف او كلمة فأنتمه حال الانحناء
لا بأس به عند البعض منية المصلي
اگر ایک حرف یا کلمہ رو گیا تھا جو نماز میں چھیننے کی حالت
میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی عرج
نہیں، غیۃ المصلی - (ت)

شامی نے لکھا :

قوله لا بأس به عند البعض اشار بهذا
الى ان هذا القول خلاف المعتقد
قوله "بعض" کے نزدیک کوئی عرج نہیں اس بات
کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتد کے خلاف
ہے الخ (ت)

اس تقریر میرے بھرانہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس میں
جزم حکم عدم جواز کے اچھا مسامعہ نہیں بلکہ ہے تو مخالفت ہے اب رہی بعض کی بحث
اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابل استناد بھی نہیں، اسی
رد المحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے :

قول المعراج سرایت فی موضع الخ لا یکنی
فی انتقد بہا لنتہ
صاحب معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ
ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں آت

ثانیاً محمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور متقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں پہل
ذخود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر ان کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو
باطل اجاباً (در ذریعہ تقلد کی تقلید ہو جائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے - ت)
ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں۔

اگر کیے حادث ہے اقول محدوده اصل نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت علامہ شامی مذاہم
ابن حجر ان بعض کسی کو تسلیم - رد المحتار میں ہے :

صاحب بدعت ای محرمۃ والا فقد تكون
صاحب بدعت محرم ہو گا اور نہ کبھی بدعت و ایچہ

۴۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	واذا اورد الشروح فی الصلوة	سہ در مختار
۲۹۲/۱	مصحف ابی بکر مصر	" " "	سہ رد المحتار
۲۳۹/۲	" " "	کتاب النکاح، باب الولی	سہ " "

واجبة كغصب الادلة لحدود على اهل الفرق
المبدلة وقصدوا النحو المفهم للكتاب والسنة
ومندوبة كاحداث المعوس باط وصدرة و
كل حسان لوريكن في الصدر الاول ومكرهه
كونخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذينا
الباحل والمشارب والثارب كما في شرح
الجب مع الصغير للمنادي عن تهذيب السوي
ومثله في الطريقة المحمدية للبركوي

ہوئی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دن رات
قائم کرنا اور علم کو کلاسیک کرنا جو کتاب و سنت کی تعلیم کے لئے
ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور
مدرسہ اور بروہ نیکی کا کام جو پچھلے دور میں نہ تھا اور کبھی
مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی
جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا
جیسا کہ امام شافعی نے شرح جامع مغیر میں تہذیب
نمودی سے بیان کیا، اور بروہ کی طریقہ مکہ میں بھی
اسی طرح ہے۔ (ت)

امام ابن حجر فتح البیہ میں فرماتے ہیں :

الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها
وعمل المولود واجتماع الناس له كذالك

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم
کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اسی کے لئے لوگوں
کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)

نور اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبیح و شناعہ نہیں محض ایوان
تو وہ محل میں پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھی تو اس نزول و صعود کے ساتھ شخصیں
کلام کی دہر زبانی، اسی رد المحتار میں بعد نقل جہارت جامع الرموز :

ثم يبدع سلطان الزمان بالعدل والاحسان
متجنباً في مدحه عما قالوا انه كفر و
خسران كما في الترغيب وغيره

پھر بادشاہ وقت کے لئے ردحا کی جائے کہ اللہ
تعالیٰ اسے عدل و احسان کی توفیق دے لیکن
بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ
طوائف نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسارہ ہے جیسا کہ
ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

فرمایا :

اشار الشارح بقوله يجوز ان يحمل قوله شارح نے یہ جائز ہے کہ کہ اس طرف اشارہ

لہ رد المحتار باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۴۱۴/۱

سکھ فتح البیہ

باب الحجۃ

مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

۵۹۹/۱

ثم يرد على الجواز لا المندب لانه حكم
شعري لا بد له من دليل وقد قال في البحر
انه لا يستحب لما روى عن عطاء رضي الله تعالى
عنه حين سئل عن ذلك فقال انه محدث
واذا كانت الخطبة تذكير اعم ولا مانع
من استحبابه فيها كما يدعي لعموم المسلمين
فان في صلاحه صلاح العالم وما في البحر
من انه محدث لا ينافيه فان سلطان هذا
الفرع لا يخرج إلى الدعا له ولا صوابه
بالصلاح والنصر على الاعداء وقد تكون
ابدية واجبة او مندوبة او مختصة.

کیا ہے کہ پھر دعا کو سننے کے الفاظ جو زیر محمول
ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکم شرعی ہے اس
کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور بحر میں ہے
کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے
میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض
فصاحت کے لئے ہوتا ہے اور تو خطبہ میں سلطان کے
دعا کے مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ
تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کا ہونا ہے کیونکہ
سلطان کی اصلاح تمام جہان کی اصلاح ہوتی ہے
اور جو کچھ اس سے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں
کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر
غالب آئے اور بعض اوقات جنت واجب یا مندوب ہوتی ہے اور منقرضات.

اگر کئے زیادت علی السنۃ ہے اقول یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عیسٰی کریمین و بتول زہراء و یحییٰ و عیسیٰ
مسیحیہ و سیدہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و علیہم السلام
سب زیادت علی سنۃ المسطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نہیں گئے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار سنت ہو
اور نہ باعتبار اہانت یا ندب زیادت نہیں۔ درمختار بیان سنن الوضو میں ہے،

لو زاد لطمۃ یثیث القلب او لقصد الوضوء علی
الوضوء لا بأس بہ و حدیث فقد تعدی
محمول علی الاعتقاد.

اگر کسی نے دھن سے زائد بار بار اعضاء کو دھویا اور مقصد
اطمینان قلب یا وضو پر مشغول تھا تو اس میں کوئی عرج
نہیں، باقی فرمان نبویؐ ایسا کرنے والے نے زیادتی
کہ "اعتقاد" کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا، پر
محمول ہے۔ (دست)

اسی رد المحتار میں بذائع امام ملک العلماء سے ہے۔

الصحيح انه محمول على الاعتقاد دون
نفس الفعل حتى لو زاد ان نفس واعتقد ان
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفس فعل پر نہیں
حتیٰ کہ اگر کسی نے اضافہ کر لیا یا کسی کی فکر عقیدہ یہ تھا
کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق
نہ ہوگی۔ (ت)

نور علامہ شامی فرماتے ہیں،

اقول قد تقدم ان المتن عن ابن
قد تعدي محمول على الاعتقاد عندنا كما
صرح به في الهداية وغيره وقال في البديان
انه الصحيح حتى لو زاد ان نفس واعتقد ان
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد (ان ان قال
ان من اسره في الموضوع بقاء النهر مثلاً
مع عدم اعتقاد سنة ذلك نظير من صلا
رأى من النهر ثم أفرغه فيه وليس في ذلك
محذور سوى انه حيث لا فائدة فيه وهو
في الموضوع وإنما على المأمورة فلا أسس
في الحديث اسرافاً قال في القاموس والاسراف
التبذير او ما انفق في غير طاعة ولا يلزم
من كونه شراً انداع المأمورة وغير طاعة
ان يكون حراماً لهم اذا اعتقد سنيته يكون
قد تعدي وظلم لا اعتقاد ما ليس بقسوة
قربة فاذا حمل علمنا ان النهي على ذلك

میں لکھا ہوں کہ پہلے تحریر کہ ہمارے نزدیک فرمان نبوی
"اس نے زیادتی کی" میں منوع اعتقاد ہے جیسا
کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے، اور بذائع میں ہے کہ
صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کسی کی اور اعتقاد
یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گمراہ ہوگا
(آگے چل کر لکھا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے
ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا
اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے
نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا، تو اس
میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل جہت
ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مأمورہ وضو میں زائد
شئی ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا
نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف، فضول خرچی
یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ
ہو، مأمورہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ
خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

اگر کہیں اس میں اندیشہ ہے کہ حرام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی تعرض ہیں کہ یہ نفس امارہ بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ رشتہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صوف اتنا چاہے کہ علماء کبھی کبھی اسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر خضر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب **مشافقۃ الکلام** حاشیہ اذاقۃ الاقام میں اس کی بجزرت تصریحات ائمہ دین و علمائے معتبرین خفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی رد المحتار میں فتح القدر سے ہے:

مقتضی الدلیل عدم المداوۃ لا المداوۃ
علی الترتک فان لودہ الا یہاں ینتفی بالترتک
احیاناً احب باختصار
وہل کانفا صادم مذمت ہے نہ کہ ترک پر مذمت
کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے
کی نفی ہو جاتی ہے احب باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعا ہے عہد کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عہد ہر جگہ مکرر ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے کتبات سے فاضل حبیب دم سسلز نے براہ کافنی نقل کر دیا جس سے اس کی مصححت ظاہر ہو گئی اور تو ہم عہدہ رائل ہو یا۔

وانا اقول وبالله التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن احصار و مفار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مهم قرار پاتا ہے بحث باحث کا اصل پتا نہیں رہتا ہے غیلے میں ذکر سلطانین اگرچہ محدث ہے مگر شعائر سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو تو قبیحہ کہتے ہیں کہ وہاں اس کا منکر و غلبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے موروثی عتاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکرر بھی بقدر اندیشہ فتنہ ہو کہ بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی رد المحتار میں اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے:

و یضہان الدعاء للسلطان علی المنابر
قد صمد من الآن من شعائر السلطنة فمن ترکہ
یخشى علیہ ولذا اذن بعض العلماء لوقیل
ان الدعاء لہ واجب لما قبل متوکلہ
سلطان کے لئے منبر پر دعا کرنا بھی اب سلطنت کے
شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا
اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس سے بعض علماء
نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

من الفتنة غالب لم بعد كما قيل به في
 قبحه الناصب بعضهم لبعض
 کہ سلطان کے لئے دعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے
 ترک پر غالباً فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ
 بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں
 کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطین زمان فساد ہیں اس کا فتنہ اور کچھ نہ ہو تو حدود شرعیہ ایک نعمت
 اٹھا دینا اور خلافت شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جرم مانے لگانا کیا محذور ہے، اسی رد المحتار، حسد
 کتاب الاشرار میں سیدی عارف بائند عبد کبیری مابسی قدس سرہ اللہ سی سے ہے۔

قد قالوا من قال لسلطان من عاتق
 حاول كفره
 علامہ نے مشر دیا جو چار سے دور کے سلطان
 کو عادل کہے گا وہ کافر ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لاسنے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح
 و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور غاشق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ
 صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

إذا مدح المؤمن غضب الرب واهتز له
 العرش مروا ابن ابی الدنیا ف ذم
 العیبة و ابویعلف فی مسند و
 البیهقی فی شعب الایمان عن انس بن
 مالک و ابن عدی فی الکامد عن ابی ہریرۃ
 مرضی اللہ تعالیٰ عنہما
 جب غاشق مدح کیا جاتا ہے رب بر و جل غضب
 فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے۔
 اے امام ابن ابی الدنیا نے ذم العیبة، ابویعلیٰ نے
 مسند و البیهقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن
 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے الکامد
 میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا ہے۔

خطبہ رجب کہ مجبوراً اس میں جملہ بڑے ان بنہ گان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کہ خطبے سے عیدہ بھی کر دیں
 کہ نفس عبادت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جذائی بھی معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ رہے پس

۵۹۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الجمعۃ	رد المحتار
۳۲۶/۵	" " "	کتاب الاشرار	"
۲۳۰/۲	مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت	باب فی حفظ اللسان	کہ شعب الایمان حدیث ۳۳۳

کے لئے اگر یوں کہتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموشی رہتے اس کے بعد ذکر مسلمانین کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا ذکر جامع کلات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعہ واحدہ معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا، يتم ارتباط الأيجاب بالقبول
والحق في المجلس والائ لا يجب انما
كان لفظاً معدوم و القبول له يوجد بعد
واذا وجد لم يكن الا يجب موجوداً والموجود
لا يرتبط بالمعدوم كما افاده في الهداية
وغیرہ۔ اور اس سے ایجاب کا قبول سے ربط تم ہوگا بشرطیکہ
وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً معدوم
ہو اور ابھی تک قبول معرض وجود میں نہیں آیا
اور جب وہ معرض وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا
اور جو کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا،
بدیہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زیر تدریس تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ
پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اس کے قطع ہی کے لئے محمود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع، تبدل مجلس
انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تہذیب آیت مجہد میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیل
مجلس گنہ ہے۔ اسی رد التہار میں ہے ا

لعل وجهه ان الانتقال من عصب الى
عصب والقدية ونحو ذلك احوال اجنبية
كثيرة يختلف بها المجلس حكماً وكلاماً
والاحكام اكثر لما مر من ان المجلس
او البيت يحكم حكماً بمباشرة حمل
بعد في العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان
هذه الافعال كذلك وان كانت في
المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة
لان المسجد مكان واحد حكماً وبهذه
الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ
ک طرف منتقل ہونا اور کچھ ایسا کرنے کے لئے سنان ٹکانا
احوال اجنبی اور کثیر میں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف
ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل
جاتی ہے جیسا کہ پہلے گزرا کہ مجلس اور گھر ہر ایسے
کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جن میں عرف میں
ما قبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال
کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ
مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقتاً تبدیلی
آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی اور ان افعال پر انتقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے
 حکماً مختلف ہو جائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکماً ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں سطح قطع کرنا ہو اس خطور کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے غلبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر
 اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً تجرہ تھی۔ غرض نقلی ذکر میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی عملی نتیجہ
 نہیں اچھا صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے کسی نیت کریں اور جب ذکر وہ ح سلطان
 ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں
 الحافظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خاص ہے، خصوصاً کذب و شتاق کو جہاد میں ملانا، تو اس
 کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بنیت اظہار بر مراتب، جس طرح
 شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے، نزول و صعود ایک و جو ہو رہتا ہے اس صورت میں اس پر
 حکیمر لازم نہیں، ہاں حرام ہے اندیشہ اعتقاد سنیت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود
 بلکہ خود ذکر سلطان اعز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطنت اسلام محبوب و مندوب ہے اور
 اس نیت کے لئے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب
 بدعت شنیعہ باطل مبین، پس احق با فقیر حکم عجیب ثانی ہے ہذا ما ظہری (یہ پھر پرواضح ہو رہا ہے۔ ت)
 واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

منہ سلمہ از ذاک خانہ قمری پر دہلی ضلع بریسال مکان غشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

ایک فریق احمد دو میاں متر اطن فوریدہ فوری میں رہائش پذیر ہیں
 ان کو دو میاں کہا جاتا ہے ان کے نزدیک بنگالہ
 بلکہ تمام ہندوستان میں عجم حرام ہے کیونکہ یہاں جو
 مشہر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول (وہاں)
 حاکم احکام نافذ کرے اور حدود جاری کرے، کی
 تعریف پر پورے نہیں اترتے، حالانکہ
 ایک فریق احمد دو میاں متر اطن فوریدہ فوری انہ صلوٰۃ
 جمہ دایمک بنگالہ بلکہ ہندو حرام گوینہ حیدر ایجا
 شہریت بمعداتی قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 وینفذ الاحکام و تعیم الحدود ای تعریف نیست مگر
 اجرت تسبیح و تہلیل و غیر ذلک ائمہ کی کتہ و یک
 جماعت صلوٰۃ جمہ راجی خوانندہ و ای دیار را

وہ تسبیح و تہلیل پر اجرت لیتے

ہیں ، ایک جماعت

جمعہ اور کرتی ہے اور اس علاقہ کے صاحبین کے

قول کے مطابق شہر قرار دیتی ہے ، اور بعض کا قول

ہے کہ شہر کی اس تعریف بہرہ جگہ جس کی سب سے

بڑی مسجد وہاں کے تمام لوگ جمع ہوں تو وہ ان کی

گنجائش نہ رکھتی ہوئے کے مطابق ملک ہنگامہ اور تمام

ہندوستان کو شہر کہتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں کسی

تہلیل پر اجرت حرام کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے قول کے مطابق حرام اور صاحبین کے نزدیک جائز

ہے مگر میں متقدمین کے قول کی اتباع میں گمانہ کہ متاخرین کی علیٰ ہذا القیاس یہ دونوں جماعتیں آپس میں

تنازع کو رہی ہیں۔ (ت)

شہر گویند بمطابق قول صاحبین و ہر قول البعض و ہر

موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسبحہم خیر من بعض

ایں کہ ملک ہنگامہ و چند را شہر گویند و نماز مذکورہ و

ادائی کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند

وین گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و

نزد صاحبین جائز است مگر قول متقدمین را اتباع

می کنم و متاخرین در پاسہ نشدم علیٰ ہذا القیاس

ایں ہر دو جماعت تنازع می کنند۔

تہلیل پر اجرت حرام کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے قول کے مطابق حرام اور صاحبین کے نزدیک جائز

ہے مگر میں متقدمین کے قول کی اتباع میں گمانہ کہ متاخرین کی علیٰ ہذا القیاس یہ دونوں جماعتیں آپس میں

تنازع کو رہی ہیں۔ (ت)

الجواب

یہ جو شہر کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ مقام جس کی سب سے

بڑی مسجد وہاں کے لوگوں کے لئے گنجائش و مساحت

نہ رکھتی ہو یہ مذہب امام ہے نہ صاحبین کا قول بلکہ

روایت نادرہ مرجوحہ ہے اور اس کی حاجت بھی نہیں

ہندوستان اور ہنگامہ بلاشبہ شہر و رالاسلام میں

ان میں جہد فرض ہے ، اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا

انکار شدید مگر ایسی ہے ، امام اعظم اور باقی مسلمان

کے ہاں شہرہ ہوتا ہے جس کے نوچے ہوں اور دھمی

بازار ہوں اور اس کے لئے دیہات ہوں جیسیں

موجودہ اصطلاح میں ضلع یا پرگنہ کہلاتا ہے اور

وہاں کوئی نہ کوئی ایسا حاکم ہو جو اسے اختیارات

رکھتا ہو کہ مظلوم کو ظالم سے انصاف دے سکے اگرچہ

وہ عطا ایسا نہ کر دیا ہو وہ احکام کو نافذ کر سکے اور

انکہ گویند المصنوع الا یہ اکبر مساجدہ

اہلہ نہ مذہب امام است نہ قول صاحبین بلکہ روایت

نادرہ مرجوحہ است و حاجت ہا و نیست اصحاب و یار

ہند و ہنگامہ بلاشبہ شہر ہستہ دار الاسلام است و

جمعہ در انسا فرض و ترک او محصیت شدیدہ و انکار او

ضلالت بعیدہ و مذہب امام و سایر ائمہ ماحصر

آنست کہ کوچا و بازار ہستہ دارہ و استہ باشد

و مراد و ستا ہا باشد چنانکہ اور در اصطلاح حال

ضلع یا پرگنہ خوانندہ و در حاکمے باشد کہ پرشخصت و

سلطوت خود و او دستم رود از متکبران توان گرفت اگرچہ

نہ گیرد بہین است معنی یغذا از احکامہ و تقسیم

الحدود الا رہند و ہنگامہ چرگوئی خود ترین مقررین

نیز از مصرت خارج شوند و اقامت جمعہ آنجہ

حرام زیرا کہ حدود از حد پاسبانی مفقود و مسدود شدہ
است و بر تسبیح و تمہیل و اجرت خواندن کفر حق و انیت
اجارہ در امور مباحہ باشد و در طاعت و معصیت
کماحققہ المولیٰ بن عابدین الشامی فی رد المحتار
و العقود الدریۃ و شفاء العلیل۔ واللہ تعالیٰ
علم۔

حدود قائم کر سکے نہ گاہی معنی ہے ورنہ چند در چند
کی کیا بات بڑی خود موہین شریفین بھی شہر کی تعریف ہے
خارج ہو جائیں گے اور وہاں جہد حرام ہو گا کیونکہ
حدود کا قیام صدیوں سے ختم اور بند ہو گیا ہے اور تسبیح و
تمہیل پر اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ کرایہ و اجرت امور
مباحہ میں سوتی ہے نہ کہ امور طاعت و معصیت میں۔

صیحا کہ ابن عابدین شامی رد المحتار، عقود الدریۃ اور شفاء العلیل میں اس کی تحقیق کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ۱۳۵ از کلمۃ و حرمت طہ اشتریت مرسلہ مولیٰ عبد المطلب صاحب ۳ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ
اللہ تعالیٰ کی حد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
حدرت میں سلام عرض کرتے ہوئے، جتنی سلام کرے
کا اس مسئلہ میں کیا فرق ہے کہ اہل دیہات پر
جمعہ لازم ہے یا نہیں، جواب کافی سے نواز کر ثواب
کامل حاصل کریں۔ (ت)

الجواب

الجمعة على اهل القرى ليست بواجبة لقوله
عليه الصلوٰۃ والسلام لا جمعة ولا تشريق
ولا صلوٰۃ ظہر ولا ضحی الا فی مہرجا مہ
او فی مہینۃ عظیمۃ و فی فتح القدیر امنہ
قوله تعالیٰ فاسعوا الخ و کرا اللہ لیس علی
اطلاقہ اتفاقاً بین الامۃ اذ لا یجوز
قامتہ فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریۃ
عندہ حکام خصوص الحکام صر ادا

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جمعہ، تکبیرات تشریق،
عید الفطر اور عید ان ضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا
بست بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں
ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی
طرت بجا گو۔ اللہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ
جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی
کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا تو یہاں

فیہ اجتمعوا فقد راہ فی القرية الخاصة
وقد راہ العصر وهو لولی لحدیث علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولو عورض بفعول
غیرہ لان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقدم علیہ
فکیف ولم یتحقق معارضۃ ما ذکرنا ایما
ولہد لم یتقل عن العیبة انہم حیث
فتحو البلاد اشتغلوا بمصیب المصابیہ
الجمہ الا فی الامہب ردون القری ولو کان
للفعل ولو احاداً و یضائن الجمعۃ فرضت
علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وهو بمکہ قبل الهجرة کما اخرجہ
الطبرانی عن اہل بیت عباس رضی اللہ تعالیٰ
عہ فلو یکن اقا متہا من اجل انکفار
فما ہاجر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ومن ہاجر معہ من اصحابہ الخ
المدینۃ لیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فی بنی عسرو بنی عوف اربعۃ
عشر ایام ولم یصل الجمعۃ فی ذلک
علی عدم الجمعۃ فی القری والا لصلی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لجمعۃ ومع ان البخاری روی فی صحیحہ
کان الناس یتنازلون فی رعاۃ یتنازلون
لجمعۃ من منازلہم والعلی فیہا توفی

بال اتفاق بلکہ تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات
کی تخصیص کی اور ہم نے شہر کی اور پھر حدیث علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اونی ہے اور اس کا معارضہ کر
دوسرے کے عل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے
مذکور معنی کے معاد معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لئے
ہم یہ نتیجہ منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے
فتح کے وقت شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے
رکھ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بنائے
تو ان کا یہ عمل منقول ہونا خواہ کوئی ایک ہی روایت
ہوگی، اور یہ بھی مسلم ہے کہ کتبہ حضور علیہ السلام پر
مکتوب میں قبل ہجرت فرض ہوا ہے کہ امام طہرائی نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے
لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا
جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے
مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
چودہ دن تک قبل ہجرت بنی عوف کے ہاں ٹھہرے
مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس
پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں در نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری
نے صحیح روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک
روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالیٰ جمعہ
کیلئے آتے پس وہ خبر میں آتے تو انہیں مبارک پرسی

الغبائر فيصيبهم القار والعرق ويخرج عنهم
 نحر القاحل حديث وفي القديري ولا تصباح
 الجمعة الا في مصباحا مع او في مصلى المصبر
 ولا تحوز في القري قال مولد بحر العلوم
 في اركانہ تحت قوله تعالى يا ايها الذين
 امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة
 فاسعوا الي ذكر الله ودرود الصليبي يحرم
 الصبح ويوجب السعي الى الجمعة بعد سماع
 النداء ثم ان الصبح قد يطول الكلام فيه
 في هاتين الخطبتين والجمعة لا للتجار
 لا يتركون صلاتهم في هذا الزمان
 ونداء من النداء الاول بالصبح والنشوء في
 المصطفى هـ قال ايضاً فيه ذكره للصليبي
 وغيره من المعذرين ان يعصوا الظهر يوم
 الجمعة بجماعة ، ولا بأس بان جماعة للظهر
 للقري لان الجمعة جماعة للجماعات
 في المصطفى فلعلم ان شرط المصبر لوجوب
 الجمعة مشروع لانه جري التوارث من
 لدن رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم في هذا الا ان لا يصل الجمعة

اور پسینہ آتا۔ اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لئے شہر
 کہ جامع مسجد یا شہر کی عید گاہ کا ہونا ضروری ہے یہاں
 میں جمعہ ہرگز نہیں تولد بحر العلوم ارکان الاسلام
 میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "اسے ایمان الو
 جب جمعہ کے دن نماز کے لئے مذاوی جائے تو اللہ
 کے ذکر کی طرف دوڑاؤ اور بیع ترک کر دو" کے تحت
 لکھتے ہیں یعنی اذان کے بعد بیع حرم ہے اور جمعہ کی
 طرف سنی لازم ہے پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے
 کی وجہ سے جمعہ اور غلط فہم ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے
 وقت تاخیر سودا ختم نہیں کر سکتے اور
 اسی لئے خاتول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا
 گیا، پس بیع و شراء کا شہر میں ہر ناظر ہر ہے اور
 وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لئے
 جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے
 البتہ دیہاتی لوگوں کے لئے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج
 نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے
 اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ مکہ
 شہر کا شرط ہونا مشروط ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک کسی بھی
 متواتر ہے کو اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے ، تو

۱۲۳/۱

۱۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

باب من این توفی الحکمۃ

سہ صحیح بخاری

ص ۳۹

۲۔ مطبوعہ مطبع مجیدی کراچی

باب صلوة الحکمۃ

سہ المختصر للقدوری

ص ۱۸

۳۔ مکتبہ اسلامیہ کراچی

فصل فی الحکمۃ

سہ رسائل الارکان

سہ ایضاً

اہل البدو والقری قال عمل علی قول صاحب
 القدری لازم علی المقلدین لانه قوله مطابق
 لہذہب الحنفی واتباعہ ورجحہ وجمعہ وفقہاء
 المحققین ولم یسکرہ احد من علماء الحنفیین
 کما فی الذل المختار فعلیتنا اتباع ما رجحہ و
 ما صححہ کما نوافقوما فی حیوئہم الحق
 احق بالاتباع والمقد البدی بحالہ فحک
 غیر جائز کما فی المدر المختار واما
 لمقد فلا یفقد قضاء بخلاف
 مذہبہ اصلاً فشرط المصلحۃ الجمعة
 معقول عند جمہور الحنفیۃ بلا انکار
 احد لکن الاختلاف بیہم فی تعریف
 المصلحۃ فقال الامام الشافعی موضعہ
 فیہ بنیان غیر منقذہ ویكون التیمیون
 اربعون رجلاً من اصحاب السککین فاذا
 کان کذلک لزمۃ الجمعة و اختلاف
 الروایات فی مذہبنا فی ظاہر الروایات
 بلدة لها امام وقاض یصلح لاقامة
 الحدود و فی فتح القدیر قال الامام
 ابو حنیفۃ المصلح کل بلدة فیہا
 سکک واسواق وبہار سائق ووال یشعب
 المظلوم من الظالم وعلو یرجم الیہ

صاحب قدری کے قول پر مقلدین کے لئے عمل لازم
 ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور
 جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے
 اسے ہی رائج قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے
 کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ در مختار میں ہے
 تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جیسے انہوں نے رائج
 کیا اور اس کی تصحیح کی جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس
 پر ہیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حتیٰ ہی
 اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے
 اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ در مختار میں ہے بہر حال اپنے
 مذہب کے خلاف مقلد کی قضاء اصلاً نافذ نہ ہوگی
 محبت جمہور کے لئے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے
 ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں ہاں
 قرین شہر میں ان کے درمیان خدوٹ پایا جاتا ہے
 امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منقل جوئے
 وال آدمی ہر آدمی ہاں پالیس مکلف آدمی مقیم ہوں
 تو ہاں جمہور لازم ہو جاتا ہے ہمارے مذہب میں
 اس بارے میں روایات مختلف ہیں، ظاہر روایت
 میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی
 ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتے ہو۔ فتح القدیر میں
 ہے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں شہر وہ ہوگا جس میں
 محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی

من الحدود^۱، وروایۃ عن الامام ابی یوسف
 السمری موضوعة بیلغة المقیسون
 فیہ عدد الایسے اکبر میا جد
 یاہم فی الہدایۃ وهو اختار البلیغ^۲ وبہ
 المتی اکثر المشائخ لیساراً وفساد
 اہل الزمان والولایۃ وعنه ایضاً کل
 موضع فیہ یسکن عشرة الاف رجل و
 عنه ایضاً ان کل موضع لہ امیر وقاض
 یحیی لا حکام ویقیم الحدود وهو اختیار
 انکرخی کذا فی الہدایۃ وقال بعضهم هو
 ان یعیش کل محترف بحرفۃ من
 سنۃ الی سنۃ من غیر ان یحتاج الی حرفۃ
 اخری وقال بعضهم ہون یكون یحالی
 لو قصد ہم عد ویکنہم دفعہ وقال
 بعضهم ان یولد فیہ کل یوم
 ویموت فیہ انسان وقال بعضهم ہو
 ان لا یعرف عدد اہلہ الا بکلفۃ و
 مشقة فمحدث اکثر الفقہاء مراعاة
 لغرورۃ زماننا والمعنی بہ عند
 جمہور المتأخرین فی تعریف
 السمری الروایۃ المختارۃ للبدیع

فریادری کر سکے امد ایسا عالم ہر جس کی طرف برگ
 مختلف پیش آئے والے واقعات میں رجوع کر سکیں
 امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے
 جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی
 مسجد ان کے لئے ناکافی ہو۔ بد یہ میں ہے یہ امام
 بخاری کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امرار کا فتنہ دیکھتے
 سے اٹھ مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا، اور امام ابو یوسف
 سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں اس ہزار
 مرد مقیم ہوں، یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا
 امیر یا قاضی ہر جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا
 اختیار رکھتا ہو، امام کو خلیفہ اسی کو اختیار فرمایا ہدایہ
 بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت
 سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری
 صنعت کی محتاجی نہ ہو، بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر
 وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو بعض
 نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی
 مرے، بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی
 تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے
 کی ضرورت کے پیش نظر تقریباً شہر میں اکثر فقہاء کا
 مختار اور متاخرین کا مفتی یہ قول وہی روایت ہے جو
 امام بخاری کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے

مالا یسم اکبر مساجد اہلہ المکلفون بہا
 وقال ابو شجاع هذا حسن ما قيل فيه وفي
 الولوالجية وهو محقق معروفي مشي في الوقاية
 ومقت الخار وشرحه وقد مر في صفة الدار
 على قول الآخر وظاهر ترجيحه وایسده
 صدر الشريعة بقوله لظهور التوافق في
 احكام الشرع لاسيما في قامة الحد وفي
 الامصار وكل موضع يصدق عليه التفسير
 المذكور فهو معتبر يجب الجمعة على اهله
 والا فلا يجب سواء ذلك الموضع يتعارف
 بلفظ القرية او دونها غير المصروف الا من هو
 لاحق في حكم المصروف لا عرفا لتطابق
 تعريف المتأخرين وهذا احسن وما لا يصدق
 عليه التفسير المذكور فهو ليس بمصروف شرعا
 وعرفا ففي لفظ القرية اعتباران شرعا
 بحيث ترسم به وبحيث لا ترسم به
 ففي الاول قصر الجمعة وهي مدينة عظيمة
 وقرية كبيرة وفي الثاني لا قصر الجمعة
 وهي قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما
 يدل عليه عبارة القهستاني وثقة فرضيا
 في القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق
 وفي الجوز قلعة في قرية ولا مفازة لقول

بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو
 شیخ ابو شجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے
 ولوالجیہ میں سب سے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر۔ وقیر میں قنکر
 اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ وقیر در
 میں سے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہر ترجیح
 اسی کو ہے۔ صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید
 کی ہے کہ یہ نواح احکام شرع خصوصاً قامت حدود میں مستثنیٰ
 واقع ہو چکی ہے، ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو
 وہ شہر ہے اور وہاں کے رہت والوں پر جمہ لازم ہوگا
 اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمہ نہیں ہوگا خواہ
 وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے،
 تو اب وہ مقام متأخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر
 میں شرعا ہوگا نہ عرفا اور یہی احسن ہے۔ اور جس پر
 تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ نہ شرعا شہر ہے نہ عرفا
 لفظ قریہ میں شرعا دو اعتبار ہیں ایک وہ جس کی یہ
 قرعینہ کی گئی، دوسرا وہ جس کی یہ تعریف
 نہ ہو سکے، پس پہلے میں جو صحیح ہے در بڑا
 شہر یا قصبہ ہے اور دوسرے میں جمہ صحیح نہیں اور
 یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس
 پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے
 دیہاتوں میں بازار ہوں جمہ فرض ہوتا ہے، اور
 بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمہ نہیں ہو سکتا

۱۳۰/۲

مطبوعہ ایچ ایم سید گنجی کراچی

باب صلوة الجمعة

سہ بحر الرائق

۲۴۰/۱

مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی

باب الجمعة

سہ شرح الوقایہ

۲۶۱/۱

مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسموس ایران

فصل صلوة الجمعة

سہ جامع الرموز

عن رضى الله تعالى عنه لاجمعة ولا تشريق
والاصوة نظري ولا اضني الا في مصر جامعة او
مدينة عظيمة ثم قال فلا تجب
على غير احد المصر كذا في الطحاوى
فيهما عموم وخصوص فثبت بالدلائل
المذكورة فرضية الجمعة مخصصة بالاجماع
فان من الجمعة اهل قرية لا يقل لها
مهر شرعاً لا يقطع الظهر من ذمته وان
صلى الظهر مرادى يعصو تكبيرة لثلاث
الواجب اى الجماعة الظهر باجماع
انقل وهذا من قبلة عظمة العلم
ان الجمعة جامعة للجماعات وقب
اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة
عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف هل
القرى اذ لا جمعة عليها ولا يفهم اداء
الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة و
تقليصها فيكون ذلك في حقهم كما لا يامر
في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير كراهة
مجانس الا برار عقول من يقول ما لفرق
بين الجمعة والظهر غير المحطتين
ومحتمل الجمعة بلا كراهة في كل موضع
مثل الظهر سواء كان ذلك الموضع مهرا
او قرية او قرية وتاركها بلا حد وفاسق و
عاصي محدود وقائله ضال مضل

سنة بخرالان باب صلاة الجمعة

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ ،
تکبیرات تشریق ، نماز عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا
بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں ، پھر کہا اہل شہر کے
ملاوہ یہ کسی پر لازم نہیں ملتا وہی میں اسی طرح ہے ، تو
ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو
دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ
عموم سے نوازا ہے اہل دیہات جمعہ قائم کریں گے
مشرقا شہر نہیں کہا جاسکتا تو ان کے ذمے سے ظہر
ساقط نہ ہوگی اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انھوں
نے کبیرہ کا تکباب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا یہی
نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی
جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قہامت ہے ، واضح
رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے ، ظہر کی جماعت
کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنے
بجائے اہل دیہات کے کہ وہ ان جمعہ لازم نہیں تو وہ ان
ظہر کی جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لئے تفريق و
تقصیل کا سبب نہیں ان کے لئے تو یہ دن جماعت کے
ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لئے اسے دیگر دنوں
کی طرح ہی ہے مجاہد الا برار ، تو وہ شخص جو کہتا ہے
کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق
نہیں ، جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے غرض شہر
ہو یا دیہات یا اود کوئی مقام ہو ، اس کا تارک
خاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے
اور مگر ادا کرنے والا ہے اور اس کا تعلق متقلین سے

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰/۲

ليس من المقلدين وعلى المقلدين
اجتناب عن اقواله وافعاله واحترار
عن مصاحبته ومحالطته والله اعلم وعلمه
احقر احقر لوری ابو الفیض محمد حبیب الرحمن
عفا الله عنه .

نہیں اس کے اقوال وافعال اس کی محبت و
عناطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے اللہ تعالیٰ
کا علم کامل واکمل ہے ۔ کتبہ احقر لوری ابو الفیض
محمد حبیب الرحمن عفا الله عنه ۔ (ت)

الجواب

الذي يدعى عموم الجمعة كل محل ولا
يخصه بمصر ولا قرية فقد خالف الاجماع
وهو ضلال بلا نزاع وقد اجتمع ائمتنا
على اشتراط المصطلها وان الاشتغال
به في القرى تكراه تحريما لكونه اشتغالا
بلا يهيك كما في الدرر ونيرة وقد حققنا
المسئلة في رسالتنا امام احمد وغير موصوع
من صا ونا واما المصطلها في تعريفها هو
ظهير شريفة عن امامنا الاعظم رضي الله تعالى
كما بينا في فتاونا بما لا مزيد عليه واما ما لا يسم
الكل بمساجد اهلنا فقير صاحب حد
المحققين كما نص عليه في الغنية و
كفى قاصيا عليه بالطلاقة امت مكة
والمدينة تخرجت عليه من
المصر وتمتم الجمعة بينهما لان اتساع
مسجديهما لا يوجب وثوقه من يسود
اليهما من الافاق مشاهد مرفق فضلا
عن اهلها ما خاصة والله تعالى اعلم .

جو شخص یہ دعویٰ کرنا ہے کہ جمہ ہر مقام پر ہو جاتا ہے
اس کے لئے کسی شہر و دیہات کی تخصیص نہیں وہ
بال اتفاق اجماع کے مخالف اور نگراہ ہے ہمارے اندکا
اس پر اتفاق ہے کہ جمہ کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے
دیہاتوں میں جمہ کا قیام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ نادرست
کام میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ درو پیرہ میں ہے اس
کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ دواعیہ الہیہ و دلائل فتویٰ
میں مستند و متذکر کی ہے شہر کی صحیح تعریف جو عام عظیم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طاہر اور بیت میں مشغول ہے وہ
ہم نے اپنے فتویٰ میں اس کے دو تفصیل دی جس پر
اضاحہ دشوار ہے ، رہی یہ تعریف کہ جس جگہ کی سبب
سے بڑی مسجد اس کے باشندوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو
محققین علماء کے ہاں درست نہیں ، جیسا کہ اس پر
غید میں تصریح ہے اور اس تعریف کے بطلان پر بھی دلیل
کافی ہے کہ اس صورت میں مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ
دونوں ہی شہر نہ ہوں اور ان میں جمہ کی نافرمانی ہو کیونکہ
یہ مشاہدہ ہے کہ وہ تو مشرق تا مغرب آنے والے راہین
سے نہیں پڑتیں ، یہ جائیکہ وہاں کے لوگوں کے لئے
کافی نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۲ اذینکال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ بعد کی اذان ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور بعد و حیدین کے خطبہ کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ ہوا کرتے ہیں عدم ہوا کر کے دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذان ثانی کا جوابہ امام دس مقتدیوں کو چارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تجبین المتعاقبی میں اول کو اخطا کیا اور نہایہ اور نہایہ میں ثانی کو واضح، تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قول امام ہے، اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ صحیح اس طرف بھی ہے، ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جائز ہیں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کہے، کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ الحمد للہ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کہ فی اللہ دینہ و عینہا (جیسا کہ ہندیرہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۳ از نصیر آباد محلّیہ بیان مدرسہ محمدیہ صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

داد ولد محمد مل عرف پیر کی پیش امام مسجد دور حیدان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۳۱۸ بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لئے لکڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لئے بیٹھے، اس وقت دو شخصوں نے لکڑے ہو کر سست پڑھنا شروع کیا تب مسی داد و ذکر بالانے کہ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اولی و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے۔ آیا یہ مسئلہ ہمسی داد و نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبے میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک نہیں کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا جائز ہے جانتا ہو اس کے حق میں از روئے شرح شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے ناز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں؟ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش اور میر۔ محمد اکبر حان۔ قرالین لکڑ۔ نور محمد ستری، لعل محمد۔

الجواب

اطراف واقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظہم اللہ تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں ان سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اسے وہاں بیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا، خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین و چنان ہے جواب استغفار میں یہاں خط طوطی نہیں ہوتا خصوصاً بار بار وہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی غصہ صیغہ ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجئے کہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجئے تو حوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالیوں کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ اس کی اور باتوں

کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ ان کے دین کا نقصان ہے کہ بائی ہو یا کوئی کافر یہودی جو کسی بُست پرست و غیرِ جم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص پر کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زعمتری و زاہدی و مطرری معتزلہ گزرے ہیں ان کے اقوال فروع فقہ میں نقل و نقل ہوئے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ مگر بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ نظر نہ رکھنا چاہئے۔ بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا مستأنف من ہے اور کسی خطبہ کے وقت نہ سُنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اندہ عز و جل کا نام پاک سُنان کر عزت شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُنان کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کو بحالتِ خطبہ سلام و کلام مطلقاً حرام ہے۔ ہاں دل میں جل بدر دُسی اسد تناسلیر دُلم یس۔ اور غزالیوں سے :

اد اخرج الامام فلا يصلوة ولا كلام الا تمامها
خلا قضاء فائنة لم يسقط الترتيب بينها و
بين الوقتية فانها لا تكره سراج وعبية
لضرورة صحة المجمعحة والا فلا في حرم كلام
ولو تسبىها و امر بمعروف بل يجب عليه
ان يسمع وليسكت (مختصاً)

جب امام آجائے تو اب تمام تک نہ کلام نہ نماز جو
وقت شدہ نماز کی قضا کے علاوہ ہو جبکہ اس میں اور
وقتی نماز میں ترتیب ساقط نہ ہوتی ہو، لہذا قضا
میں کراہت نہیں تاکہ مجدد صحیح ہو، سراج وغیرہ۔ وراگ
ایسی صورت نہیں کہ کلام حرام ہے تو ایک تسبیح
ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح امر بالمعروف بھی، بلکہ اس
پر لازم ہے کہ خطبہ سُنے اور خاموش رہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

يصحت ان قرأ الامام اية ترغيب او ترهيب
كذا الخطبة فلا يأتي بها دعوت الاستماع
ولو كانت اية او سلام او ان صلى الخطيب على
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
الا اذا قرأ اية صلوا عليه و صلى عليه
المستقر سراً بنفسه و وصت بلسانه عملاً
بامري صلوا و انصروا مخلصاً والله تعالى اعلم.

جب امام کوئی آیت ترغیب یا ترہیب پڑھے تو مقتدی
خاموش رہے، اسی طرح خطبہ کا معاملہ ہے، پس
ایسا کام نہ کرے جس سے سماعِ وقت ہوتا ہو اگر چہ
کتابت ہی کیوں نہ ہو یا سلام کا جواب دیا ہو
اگرچہ خلیفہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف
پڑھ رہا ہو البتہ جب خطیب آیت صلوا علیہ کے تو سُننے
والادل میں آہستہ درود شریف پڑھ لے اور زبان سے
خاموش رہے تاکہ دونوں حکوں درود شریف پڑھو اور خاموش رہو پر عمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۲ از ادیب و سیراؤ را چوتانہ ہمارا نا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

مجموعہ دین حبیب خطیب جلد پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے دیکھے کتاب
پڑھتا ہے لہذا فرمائیے دونوں میں کس کا فعل عوامی سنت ہے؟

الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادا سے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اذنی بالسنۃ ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۵۵ از ہنسی استیضہ باندہ محلہ واپارہ شعیبہ مرسلہ محمد جانیہ صاحب دہام مسجد مذکور
الحرم الحرام ۱۳۳۰ھ

جناب مولانا صاحب مجتہد قاہر و مجدد مانتہ حافظہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔ گزارش یہ ہے کہ یہ
رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی صہر ہے اور آج کل یہاں دمسار
ہیں الخطبہ میں تنازعہ ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی فہر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر میں
اور چند علاقے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر، اس وجہ سے لوگوں نے بے وفادارہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے
آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علاقے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے
تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں، جیسا آپ تحریر فرمائیے آمتا کیا جائے۔

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! دعائیں الخطبہ میں ہرگز ایسی چیز نہیں ہے جس سے خلافت پر کچھ بھی زور دیا جائے
ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی، فتنہ پرازی، جدال پسندی، فریق بندی و بی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے وسیع
شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کہ عبارت کہ اس رسالہ میں مستوفی ثبوت ہے اس میں بہت قطع و برید و کمی کی گئی ہے میرا
مسکاس میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقدمین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے
آپائے کرام اور محققین اعلام کار ہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خود مجی میں بھی میں نے جہد پڑھایا اور ضریح
نے ہیں الخطبہ میں دعائیں یا نکلیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد کو، اس رسالہ میں بہت احاطہ فاحشہ ہیں
اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں، یہاں تک کہ صبح والوں کو جھٹایا ہے اور خود شخص بخون حوالہ کتاب پر گھڑ کر دیا ہے
ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جیل ایک رسالہ ہو سکتی ہے مسلمانوں کو کچھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص
اور اس کے استاد ولی بندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و متحافی کے مدرس، اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام
حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمادیا کہ من مثلک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، نہ کہ وہ جو انہیں عالم دین جانے اور چہاں و چہیں ماننے والے ہیں۔
 باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم

۳۵۶۔ ہادی حسن خاں از کانپور نئی سرگ ۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پڑھ ہوگی اور اس کے قریب دودھ کو کس پر کئی قبے ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا قوجروا

الجواب

جامع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے، شرط صحۃ الصلوٰۃ (جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے۔ ت) در مختار میں ہے،

صلوۃ فی البدی فی القری تکوۃ تحریم لاشہ
 اشتغال بہا لا یصح لان المصروف شرط الصحۃ
 دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ
 ایسے محل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ
 اس کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے (ت)

خود پڑھیں گے حکم نوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں جو سہ قائم نہ کریں گے بایں ہرگز مہم پڑھتے
 ہوں منع نہ کریں گے۔ در مختار

کروۃ تحریم صلوۃ مطلقاً او قلاً مع مشورۃ
 الا انہوا فلا یمنعون من فعلہا لایم یترکونہا
 و لاداء الجائز عند البعض اولی من الترتیب
 (ملخصاً)
 طبع آفتاب کے وقت ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل
 ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ
 وہ بالکل ترک کر دیں گے، اور جو بعض کے نزدیک جائز
 ہو اس کا بجالانا ترک سے اولیٰ جوتا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

قوله فلا یمنعون، فادان المستثنی المنع قوله فلا یمنعون، واضح کر رہا ہے کہ استثنا،

۱۰۹ /	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الجمۃ	سہ در مختار
۱۱۴ /	" " "	باب العیدین	سہ ~
۹۱ /	" " "	کتاب الصلوۃ	سہ ~

لا ال حکم بعدہ من النعمۃ عندنا قولہ عند البعض
الی بعض المجتہدین کالامام الشافعی ہوتا۔
منع کا ہے نہ کہ عدم صحت کے حکم کا ہمارے نزدیک،
قولہ عند البعض یعنی بعض مجتہدین مثلاً امام شافعی
کے نزدیک اس مقام پر جواز کا قول ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۷ عبد الستار ابن اسمعیل از برکات

۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری
کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتا ہو یا تمام مساجد ہندوستان کی مار جوتی سپاہی سے امام بدعتیہ ہوں تو ایسی صورت میں
اہل سنت جمعہ کو ترک کر سکتے ہیں یا کوئی اور حکم ہے؟ نیز ایسا ہی جدید کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے
جمعہ و حیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اہل تشیعہ کے ساتھ کسی میدان
خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس پر بھی قہر نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا دہلوی یا غیر مفسد یا
نیچری یا مرزئی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے پیسے
کسی بت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہو کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں اور
اُن کی اقتداء و رجوع حرام قطعی ہے بلکہ اُن کے عقائد پر مطلق ہو کر چوبیس اٹھیں قابل امامت ہائے تکافر جو جائزے سے
شک و کفر و عذابہ قطعی کفر (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ ت) ہاں اگر
کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تفسیل اور سستی کی امامت رعل سے تو اس کے پیچھے جمعہ و حیدین
پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۸ از چندوں برگ ڈاک خانہ واسطے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے
ہیں اب وہاں بھی بیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اس بیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھا جائے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ جگہ عالمی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر وہاں بھی نہیں جمعہ

قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں، اور اگر گاؤں ہے تو ان پر جمعہ نہیں بحالت و بار و بیاں نہ جائیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۹ از کمی خیر ضلع منڈو مسئلہ عبدالستار صاحب سیلی جیتی ۲۲ حب ۱۳۳۷ھ
کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سننا جائز ہے؟

الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے۔ حوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان فقرات پر پہنچتا ہے: اَللّٰہُمَّ کَسِّرْ اَللّٰہَ تَعَالٰی اَمْنًا تَرٰ اَسْسَ کَے سنتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۰ از ریاست فریکوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مطبع سرکاری مسئلہ منشی محمد علی ارم ۲۲ حب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھا یا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان التخل بالجمعة عید و منوع (جمعہ کو نفل بنانا منع نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶۱ از شہر مسئلہ شرکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت و جماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ مخالفت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کی کسی مسجد میں ہے،

الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں مقتدی و جگہ جمعہ ہونے کی مخالفت نہیں۔ جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے

سوائی آدمی ہوں مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہو گا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بغیر دُور تھے عام غازی امام جمعہ مقرر کر لیں، جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعظم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جہودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سیدہ الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پرنسپل

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ پابجائت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن میں دتین مابین اشرافین ہیں، دس پندرہ اچھی فارسی اور دتین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں، ایک صاحب مدسہ طیبہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار مطافعی طیب ہیں، ایک شخص بکھیں بنانا ہے، ایک قرآنی مکتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں، اس کے علاوہ ایک گورنمنٹ مدرسہ ہے، ڈاک خانہ بھی موجود ہے، پانچ چھ آدمی انگریزی دال ہیں جن میں بی اے اور ایف اے بھی ہیں، پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹ ملازم ہیں جو دس روپیہ متین سو روپیہ تک تنخواہ پاسے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے، تین چار دکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہر وقت دستیاب ہوتی ہیں، تین چار بزاز ہیں، دو پنڈاری کی ایک عطار کی دکان ہے، تین چار گھر تصابروں کے ہیں پانچ چھ بچہ مکانات ہیں، سات بچہ کنز لستی میں آبوشی کے ہیں، سوائے گڑائیوں اور چاروں کے ہندو کوئی آباد نہیں، قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے، زمینداری مسلمانوں کی ہے۔ بھنگی، مسٹر، بڑھئی، لوہار، حجام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں۔ قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے، ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے، اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں اور چہداشی میں نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے، حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ وعیدین ترک کی جائے یا بدستور پڑھی جائیں۔

الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم و امان فصل صورت و فیصلہ مقدمات کے لئے ہوتا ہے مثلاً تفصیل اور وغیرہ، جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں اواسے جمعہ وعیدین ضرور اور لازم، اور ان کا تارک گنہگار و آثم۔

فقد صدق عیہ الحد المصیر الصحیح
الس پر شہر کی وہ صحیح تعریف صادق آ رہی ہے جو
المروی فی ظہر الروایۃ عن الامام الاعظم
ظاہر الروایۃ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلدۃ فیہا سکث و اسواق و رساتیق و حیہا و الی الخ مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گڑھے اور بازار ہوں اور کوئی نہ کوئی والی ہوا نذر دت۔

اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم قسطل مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا اور جب سے اس میں جمع ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا۔ صلوٰۃ مسعودی باب ۳۳ میں ہے :

جائے راکہ حکم شہر و اندہ بیدازاں خرابی پذیر د آں وہ جگہ جسے شہر قرار دیا گیا خرابی کے بعد بھی وہ حکم شہر رکھتا ہے حکم شہر سے باقی ماندن اگر ایشان سلطان بنی در انجا انرا اب سلطان نما رہے با قاعلت او کہ سے تو اب نماز آدینہ گزارند وہاں ہو دت۔

آہ اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اٹھا کر اند جائے گا نہ دگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔

قال اللہ تعالیٰ ارایت الساعی ینہی ع عبد ا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیلا و کھو تو جو منع کرتا ہے بندے سے اذ صلوٰۃ و فی حق امیر المؤمنین علی کو جب وہ نماز پڑھے اور اسی آیت کے تحت تفسیر کر دے اللہ و جہلہ - واللہ تعالیٰ اعلم امیر المؤمنین علی کو کہ اللہ و جہد سے بھی ایک روایت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶۶ از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیت الاحناف مرسلہ الراجہ علامہ رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

جناب نقیہ سائب جمیع مکارم اخلاق، فیض محاسن اشفاق، سراپا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی، سلطان العلماء اہلسنت، برہان الفضل، المقتدر، قدوة شیوخ الزمان، مولانا القدوم، بحر العلوم، العظمت امام الشریعت والطریقت، مجدد مائتہ حاضرہ، متبع اللہ المستعین، بطول بقائہم و دامت علی رؤس المسترشدین غیر ضائع و برکاتکم۔ بعد سلام مستوفی و اشتیاق روز افزون آنکہ یکم شہر واد (مشورہ طلب کردہ) ست، حضرت سے، تمنا ہے کہ ایک عرصہ ہوا غریبائے اہلسنت کراچی کی مدد کے محروم رہے تھے حال کوئی اثر پیدا نہیں کیا، جمعہ و جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے تا قابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور زوار شہید وہ رسالتا ب

سے لے لے تقدیر باب الحجۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۳/۲

۲۵ صلوٰۃ مسعودی باب ۳۳ در بیان نماز آدینہ مطبع احمدی ممبئی، انڈیا ۱۷/۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ حدیث کے مسلمانوں اہلسنت فریقہ جہاد اگر سکیں، صدر میں دو مسجدیں ہیں، اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جی کے نزدیک وینڈری اور مذہب معاذ اللہ جنوں سے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور و متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والیاء اللہ تعالیٰ شرک و بدعت سے لہذا ہم مع احباب و متعلقین تراویح و مسند النض ایک کو ایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقاد محفل ہے، اگر کیا کرتے ہیں جو جاکر ایک اور مسجد جو صد سے قریب میل بھر کے فاصل پر ہوگی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور بعض کو دقت ہوتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں برکات و برکات برکت و برکت و برکت ادا کر سکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فردین جو خواہ ہوں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

الجواب

جناب محترم ذی الجہد والکریم اکرم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جمعہ کے لئے شہر یا قناتے شہر کے سر نہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام دیکار ہے۔ ہدایت امام ملک العلماء میں ہے،

السلطان اذا اصر فی داسۃ ان فتح باب دارہ سلطان نے دگر اپنی دار میں نماز جمعہ پڑھی اگر دروازہ جانش وان لم یاذن للعامۃ لا تجوز لیسیم لخصا کھلا تھا تو جائز اور اگر عوام کو شرکت کی اجازت تھی تو جائز نہیں۔ (ت)

در مختار میں ہے،

یشترط لصحتها المصرا و فساد و هو ما حوله لا یجوز مصالحو کد فن المرقی و رکض الخفیل (مختصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔ صحیح جمعہ کے لئے شہر یا قناتے شہر کا ہونا ضروری ہے قناتے مراد شہر کے ارد گرد وہ جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو، مثلاً قبرستان اور گھر دوڑ کے لئے جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۴ از حبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال، ۱۳۴۴ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۹۰۰ کے ہے اور اس میں

ہر چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی، لہذا ایسی بستی میں جہد جائز ہے یا نہیں، وجوب صلوة کے لئے کیا کی شرائط ہیں؟ مدلل بیان ہوں۔

الجواب

جہد صرف شہر و قناتے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں، شہر وہ بستی ہے جس میں متعدد گھر پائے و دائم بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جہد کی سات شرطیں ہیں،

(۱) حریت

(۲) عقل

(۳) بلوغ

(۴) شہر میں اقامت

(۵) اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے۔

(۶) عدم مانع مثل عیس و خوف دشمن و باران شدید وغیرہ۔

ن کی تفصیل اور بعض استثناء اور مختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر و قدرة المشي في الصلاة (ہم سنہ

صحت میں بیانی اور چلنے کی قدرت کو شامل کیا ہے) اور اس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں،

(۱) شہر یا قناتے شہر

(۲) سلطان اسلام یا اس کا نائب یا مادیون یا بغض و تہ سے عام مسلمین نے امام جہد بنایا ہو۔

(۳) وقت ظہر ختم تک باقی رہنا۔

(۴) خطبہ وقت ظہر میں۔

(۵) قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں ماعقلوں کے سامنے خطبہ ہونا۔

(۶) جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں۔

(۷) جمعہ کے لئے اذان عام ہو یا بلا وجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو۔

بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۶۵ھ از مولیٰ پور برہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کہ اندر مساجد احناف کو نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے؟

الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لاندہب تھا اس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہئے لان فیہ تنویہا بلذکرہ

و ترویجاً للمکرمۃ و ذلک لا یحوز (کیونکہ اس میں اس کے ذکر کا احترام اور اس کے محکمہ ترویج ہے اور یہ جائز نہیں۔ ست، خصوصاً اگر اس میں اپنے مذہب کی جاہلیت و درجہ کی ہوجیب تو قطعاً حرام ہے خطب ابن نماز مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علی کے خطبے، مگر اردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از مراد آباد مدرسہ مولوی محمد عبد الباقی صاحب، صفر ۱۲۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبہ جمعہ میں آیہ قرآنی میں تلوذ و تسبیح پڑھتا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ بدعت ثابت نہیں، مگر یہ سنوں ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا، خصوصاً ہمارے بادی مرشد حضرت مولانا صاحب مجتہد ملت ہند یعنی سپہ سالار توحید و انصاف اب یہ تجدید خلافت ائمہ سلف کے ہوئی، کہاں تک ناجائز ہے؟

الجواب

خطبہ میں آیہ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہئے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی بغیر کا ہمیشہ کی پر عمل ہے، اور اگر سرآیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں۔ رد المحتار میں ہے۔
 فی الامداد فی المحيط یقرأ فی الخطبۃ سورۃ او آیۃ فاذا اتم سورۃ فاتۃ یتعوذ ثم یسئو قبلہ وان قرأ آیۃ قبل یتعوذ ثم یسئو و اکثرہم قالوا یتعوذ ولا یسئو۔ (مختص)
 واللہ تعالیٰ اعلم۔
 اور تسبیح نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بریل مدرسہ اسلامیہ مستولہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ نہیں ملا اور وقت بھی تنگ ہو گیا جو اور مسجد سے تلاش کیے لائے اور امام صاحب کہہ کرئی خطبہ نہیں یاد تھا تو اس صورت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے۔ خطبہ مختصر کافی ہے، ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۵ از شہر کانپور قریب خانہ مازاد قدیم مسجد صوبہ اتر پردیش مولانا مولوی سید عابد اللہ صاحب دہلوی
مرسلہ محمد جعفر ۱۲۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجبورہ خطبہ علی کا پڑھنا نماز جمعہ و عیدین میں جائز ہے یا نہیں؟
چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اردو کے بھی شامل ہیں اس وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اردو ہے
اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت نماز جمعہ و عیدین میں پڑھا کرتے ہیں سید محمد علی
شاہ صاحب سکندر آباد دکن جو مرید بھی کہتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انہوں نے یہی عملہ کی پیروی
علی دہلی میں پادری بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجبورہ خطبہ علی کی پڑھنا اور سننا مذہب و عیدین میں ناجائز ہے
اس سے نماز نہیں جوتی ہے کیونکہ علی کا مذہب رافضی تھا۔ لہذا کمال ادب مستند ہی ہوں کہ اس مسئلہ میں
شرعاً کیا حکم ہے۔ آیا مجبورہ خطبہ علی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ و عیدین میں ناجائز ہے یا نہیں؟ اور علی کا مذہب
کیا تھا؟ علی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے۔ مع والہ کتاب مطبع فرامیہ کہ نماز جمعہ
عیدین مجبورہ خطبہ مذکورہ بالا پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں؟ اور درحقیقت اگر علی کا مذہب اہلسنت والجماعت
تھا تو جو شخص علی کو رافضی کہے اس کے حق میں کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا
مرید ہونا کیسا ہے؟ بیوقوف تو جروا

الجواب

مولانا محمد حسن علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ صالح العقیدہ اور واعظ و ناظم اور مقرر اقدس محلہ اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انہیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی
نامی یا خارجی، دکن صاحب نے اگر کسی کی سنی سنی بنے تحقیق کہہ دی تو یہ آیت کریمہ
فَتَبَيَّنُوا لَّان تَعْبُدُوا قَوْمًا بِعَهَالَةٍ فَتُصَوَّبُوا
عَلَى مَا فَعَلْتُمْ وَنَدْمُكُمْ
کا خلاف کیا، صحیح حدیث،
لَا تَذْكُرُوا مَوْتَ أَكْثَرِ الْأَبْخِيَارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
اپنے فوت شدگان کو اچھاتی سے یاد کیا کرو۔ اسے
بخاری وغیرہ روایت کیا۔ ۱۔ ت۔
وغیرہ۔

اور حدیث صحیح :

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمعه
کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ
سنی سنائی بیان کر دیتا ہو۔ اسے تسلیم وغیرہ نے
روایت کیا۔ (ت)

آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر اللہ کی خبر خوب تحقیق کر لو کہیں کسی کو بہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر
پکھلتے رہو، اور حدیث اول کا کہ اپنے اموات کو غیر حبی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو
یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اُس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر
ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من ذكر امر ابي ليس فيه ليعيب به
جو کسی کے عیب لکھانے کو وہ بات بیان کرے جو اس
جسمہ اللہ فی نار جہنم حتی یاتی بنفاذ
میں نہیں اللہ اسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک
ما قال فیہ۔
کہ اپنے کئے کی سند لائے۔

دوسری روایت میں ہے :

كان حق على الله ان يذيبه يوم القيمة
اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت
في نار حتى ياتي بانفاذ ما قال۔ رواه الطبرانی
پیش نہ کرے اُسے آتشِ روزِ حق میں لپیٹ لے۔
بسن صحیح من ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ
اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابی الدرداء رضی اللہ
عنه۔
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور بعض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اس میں کوئی بد مذہب ہی
نہ ہو تو اس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی، یہ دل سے مسئلہ گھڑنا اور شریعتِ مطہرہ پر اصرار
کرنا ہے، ہاں اگر وہ زبانِ خطبہ میں ملانا نہ چاہے کہ خلاف سنت متواترہ ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدمِ جواز
نماز سے کیا علاقہ، شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصروف ہے اور تائب نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ چاہئے
نہ اس کے ہاتھ پر سمیت، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے پر کرم فرماتا ہے۔ ت)
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	انہی عن الحدیث بكل ما سمع	سنہ صحیح مسلم
۴۳۲/۹	مکتبۃ المعارف الرياض	حدیث ۸۹۴۱	سنہ مجمع اوسط
۲۰۱/۴	دار الکتاب بیروت	بحوال الطبرانی البکیر باب فی الشہود	سنہ ۲۰

۱۳۶۹ھ از سر کون تحصیل کھنیا ڈاک خانہ ٹنگ پور مرسلہ تھے خاں صاحب ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ
 جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سوائے ان کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمادیا۔ مشکوٰۃ
 شریف صفحہ ۱۱۳ باب وجوب الجہد میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی سہ اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار۔ یعنی ان چار کے سوا
 سب پر واجب ہے۔ جو کسی کا ذکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور جو، بعض روایت میں مسافر کا بھی
 ذکر ہے۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بایں دو گھوڑا لے کر نہ کرے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر
 ٹھہرے گا۔ پھر وہ منافقوں میں سے ہو جائیں گے یعنی ان کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا، ان
 اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو۔ جماعت کا مستند یہ ہے کہ
 جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ وہ دہروں یا زیادہ ہوں ان کو جماعت کہتے ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف
 باب الجماعۃ وفضلها حلقہ میں ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجہد
 میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص تین جیسے بد ضرورت
 نہ پڑے تو لڑ جائے۔ منافق اس کتاب میں جو نہ لڑتے ہیں نہ لڑتے ہیں۔ لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہئے
 خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بیابان جو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے۔ لفظ
 حورہ محمد اشرف خاں عفی عنہ۔

الجواب

جمعہ ہی میں حرام ہے اور گناہوں میں ناجائز ہے اور عموماً اپنے شروط سے مشروط ہوتے ہیں،
 احادیث سے جو جہاد نہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر اس میں تھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اس
 نے شروع میں کیونکر محبت قرار دیں، اللہ تعالیٰ نے تو سورۃ جہد میں یا ایہ الذین اٰمنوا (اے ایمان والو
 مطلق ارشاد فرمایا ہے اس میں عہدت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثناء نہیں تو کیوں نہیں
 کہتا ہے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر بہما و موجب ظن،
 تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان یتبعون الا
 الظن (وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی۔ بت) اور فرماتا ہے، ان الظن

لا یغنی عن الحق شیئ (بلاشبہ ظن حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔) تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکہ اس نے مطلق کر لیا اور یہ بھی اُس وقت جبکہ ان احادیث احمدی کی صحت ثابت کر سکتے، ائمہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریک پر اکتفا کرنا ظلم شدید و جہل بعید ہے۔ کوئی سی آیت یا حدیث میں یہاں ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو یا بخاری و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے مستحسانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو، قرآن و حدیث متوازنہ اجماع امت کو حجت بناتے ہیں، اور اجماع امت سے کہ جبکہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے اور جو اجماع کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فائق ہے، نصیب ہند و بدست و شیران ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت ہی بڑی پھرے کی جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴ مسئلہ چاب ہدائیں از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرح تفسیری مسائل ذیل میں موہنہ اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کہ کوئی طریقہ فضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیرہ نام افتر، ہاں اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ربع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ٹھٹھیل خاصہ پر ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے ہاں کے وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے اکثر ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگوں کے بھی جانے کا اقبال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کوئی مسجد میں افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے، مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ مانے میں اُن کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از مشہر روہیل ٹولہ مسئلہ طالب علم ہنگالی ۲۳ شعبان ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں میں تقریب شہر کی صادق آئے مثلاً بڑی سے بڑی مسجد میں اس کے اہل نہ جمع ہو سکیں اور گلیاں اور بازار جوں اور اس میں چند مولوی ہوں مسند دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے

گاہوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گاہوں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پڑگنہ ہو اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر میں جو جانا جائے وہاں تک یا اس کا مقرر کردہ حاکم ہو، اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۴۲ھ مسئلہ محکم احمد رحمہ اللہ صاحب صدد بازار ہرودی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟ فتیبا شرعیاتین سب دلیلیں،

۱۔ جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلبۃ الوداع پڑھا ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے غلبۃ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اس کا موجب و مختص کیا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۔ شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ فقہیہ جلیلہ جلست و جماعت میں غلبۃ الوداع کا کیا درجہ ہے فرضی واجب، سنت، مستحب، مباح، صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں۔

۴۔ جس جمعۃ الوداع کو غلبۃ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہو گا یا نہیں؟ اور تارک غلبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے، قابل عتاب و زجر ہے یا نہیں، عتاب و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہونگے امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز؟

۵۔ کتاب تنبیہ الانسان کے حصے میں لکھا ہے،

رمضان کے آخری جمعہ میں حسرت و قسوس کے کلمات پڑھنا مباح ہے لیکن اسلاف سے منقول نہیں، ترک افضل ہے تاکہ عوام اسے واجب یا سنت نہ بنالیں، شرط یہ ہے کہ اس میں رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ شامل نہ ہو ورنہ حرام ہے اور وہ یہ ہے،

اما خواندن کلمات حسرت و افسوس در غلبۃ آخر رمضان مباح است چنانچہ از سلف حق تعالیٰ نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و تشویش نگردد درین شرط است کہ روایت دروغ و بہتان پر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ان نباشد والا حرام ہیں لکن اگر این سنت سے

اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گفتے دیریں حسرت تائی ماہ رمضان الزمان
خدا کے محبوب و مطلوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے اسے ماہ رمضان!

الوداع - (ت)

یہ فتویٰ مفتی سعد اللہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبوعہ نیشنل کالج پور میں چھپا ہے جناب اس
فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد، جو کچھ جو صاف صاف تحریر فرمائیے۔
بینوا توجروا۔

الجواب

- ۱۔ الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔
- ۲۔ ذمہ ہا کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجب معلوم۔
- ۳۔ وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیست حسی سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض و طرائف خلاف
سے مکروہ سے حرام تک۔
- ۴۔ جمعہ کے لئے شرط ہے خاص نبطہ الوداع کرنا چیز نہیں کہ ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا
اُس کے ترک میں کچھ غفلت نہیں، رہنا ترک پر جو ملامت روا جبکہ ترک برہنہ ہے وہاں بیت نہ ہو، ہاں اگر
وہاں بیت ہے تو وہاں کے بچے نماز جیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا
مستحق ہے۔

۵۔ اس فتوے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے اس لفظ کے کہ "افضل ترک است" اس کی بجائیں
چاہئے التزام نہ شاید گا ہے ترک نہ کنند تا حوام گمان و حجب و اعتقاد؟ (اس کا التزام نہیں کرنا
چاہئے کہیں اسے ترک کر دیں تاکہ حوام کو وجوب یا سنت ہونے کا وہم نہ ہو۔ ت) فقد صرح العلماء
انکوام انت الترت احیاناً یزیل الایہام (ملازم کو اپنے تصدیق کی ہے کہ بعض اوقات ترک
کر دینا حوام کے وجہ کو زائل کر دیتا ہے۔ ت) و اللہ سببہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷۷ ار ضلع دھاکہ ڈاکخانہ نہروئی مدرسہ حافظ پور تخلص الرحمان

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک برنگالہ میں ایسی بستیوں ہو کر رہتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی چھتے ہوتے
ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے، ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلے سے
بسا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستقل ہے اور پاروں کے درمیان مواضع منفصلہ میں مزارع اور میدان اور کہیں کہیں

پانس اور دیگر اوتی جنگل ہو کر تے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے کشتی کی ضرورت کم ہی ہو کرتی ہے مگر برقی پن کو نہیں جانتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے۔ در اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے سوا کے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے رستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستے سے پہنچاؤ شوار ہے ہاں کہیں کہیں مویشی کے چسے کے لئے "گوپاٹ" یعنی کچھ زمین افتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی چھوٹی ہے وہ بھی مثل شکر کے اونچے نہیں، ہر ایک پارہ کے انہی بھی متعل ہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں، ان پاروں کا ایک بڑا نام ہو کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تسک و قبلا و گورنی و عداست میں دور ہو، سب سڑان گاؤں میں نہ ڈاک خانہ ہے نہ تھانہ و سنگ و اسواق۔ روزانہ راسل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار ہوتا ہے لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ہوتا ہے مگر ایسے دکان و ایک سے زیادہ نہیں بننا، ایسے گاؤں کے پاروں میں مار جھگڑے کے لئے مسجدیں بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اس میں مشکل چالیس آدمی سما سکتے ہیں، ہر ایک گاؤں یعنی مجموعہ چند پاروں میں، دو ڈھائی ہزار لوگ ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں ہالٹ یا باغ مردوزن سب شامل ہیں، الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محلے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے، مار چھجکانہ کی جماعت نہیں ہوتی، اتفاقاً دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت راتہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی مطابق مذہب حنفی کے درست یا نہیں، بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں، ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہ یا سب سے بنا ہے اور میں ان ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں، بیو تو حروا عبد اللہ اجرا حب۔ زیادہ والسلام

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ پھوٹے پارہ اور ان کا مجموعہ سب گاؤں میں اور ان میں محمد باجوڑ اور پڑھتے گناہ اور مختار میں ہے

صلوة العید فی القرۃ تحریر: ای لاہ دیہاتوں میں تازہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے جو درست ہی نہیں۔ (ت) اشتعال ہوا لا یصمیح اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب

ہوں گے، اور حال متعدد گناہ ان پر لازم ہیں بایں تھم جہاں لوگ پڑھتے ہوں انھیں نہ روکا جائے، کہہ افادہ
 فی الدر المختار فی الصلوۃ عند الشدوق (۱) جیسا کہ رد المحتار میں طالع آفتاب کے وقت نماز کے
 بارے میں بیان کیا ہے۔ (۲) اور خود ہرگز نہ پڑھیں، نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں
 کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ یعنی بلدہ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جگہ جائز ہو سکے واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

۱۳۴۵ھ از قصبہ جہاں آباد خاص ضلع سیل بھیت مرسلہ عاشق حسین بخش قصبہ مذکور
 مورخہ دی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع مسائل ذیل میں،

- (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد ترجمہ اردو زبان میں محض بہ نسبت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے
 تو کیا نقص یا فصل ہے؟
- (۲) خطبہ دراز یا قرأت طویل کا پڑھنا کوئی فصل رکھتا ہے یا نقصان؟
- (۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں نسبت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے؟
- (۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست؟ بشریعت
 بینوا قوجروا۔

الجواب

- (۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان علنا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) قرأت بعد سنت سے راند نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو قتل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت
 ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقہ ہست کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط، زیادہ طویل
 خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) سننیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی، ان کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت
 ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہاں منع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں، واللہ
 تعالیٰ اعلم۔
- (۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی شرعی حکم ہے نہ اس سے منع شرعی، ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں، کبھی

ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں، اور سچی الوداع قلب سے ہے کہ مصائب شریعہ کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگیں، اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا یا رہنا اور جانے کے لئے گھڑیاں گئیں تو جھوٹی الوداع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۸۲ھ از جانب انجمن اہلسنت و جماعت سہسروانی ڈولہ بریل ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت والجماعت کا جو کہ حتی الامکان مشرکوں بدعتیوں و باہیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مقنّب ہے اور ان سے عمل ترک موالات جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نہ رہنا امت اور خصوصاً نماز جماعت کثیر کا شوق ہے، اسے جانکاہ و بگڑا شش پنجامہ عوم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا روز نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت والجماعت انگمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تقریر دار بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تقریر داری و تحت بیہنک وجہ سے ہوا ہے کہ اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب ملتا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا پاتے حاصل ہو گا اور یہ بھی کہ آمد و شد میں اس کی نظر تحت و تقریر وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میل سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اس کے صلح نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آتا یا اس کا گناہ بگڑا ہونا تو لازم نہ ہو گا۔

الجواب

بلکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امامت ہو گا تو اس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید و انتہی ہے، تقریر داری ایک بدعت عمل ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اس کے ترکیب معاذ اللہ رافضی و باہی وغیرہم ضلالت کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اعتقاد ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے ضروریات دین بالاسے منزوع و معلقہ ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں نہ محبوبان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں، نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں، پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت، یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں پیش خود محبت محبوبان خدا کی نیت سے کرتے ہیں، براہ ہدایت و نادانی اس میں لہو و لعب و افعالی ناجائز شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر جو جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز جماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں ان چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا کہ زمانہ مرس میں آج کل مزارات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸۸ از مجلس آرا ضلع ممبئی سنگھ پوسٹ کا دیا، خندہ کار معظم علی صاحب۔ انحراف الحرام ۱۳۲۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار
 میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دے رہے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ
 جمعہ جبکہ درست ہیں تو اس سے فرق نظر کا ساقط نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ کو ایسے ویران کر دیا اور عیدین
 کا نماز بھی منہ کرنا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و غبار عید ادا کرتا ہے وہ
 گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے۔ آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کہتا ہے
 کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب تنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے
 قال اللہ تعالیٰ امرایت الذی ینہی عبادہ اللہ تعالیٰ کافران ہے کیا آپ نے اس شخص کو
 اذا حبسہ اللہ نہیں دیکھا جو نماز پڑھنے سے روکتا ہے (ت)

اور جو انہیں کافر کہتا ہے گمراہ و بد دین ہے، یہ وہ کبیرہ ہے لا اختلاف الا نعمة (۱) ائمہ کے درمیان
 اختلاف کو جو ہے۔ ت، مذکورہ پرامرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۵ جملہ اہل اسلام قصبہ بیربڑ ریاست سوامی ہے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول
 بیربڑہ بذریعہ ڈاک خانہ تحائف عازمی ریاست الور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع ہستندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب نسب
 میں برابر اور برابر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسبِ یاقوت خود ہیں اور قاضی کہ رقم قضائیت و قضائیت و
 نقیض باہمی یہ کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا
 خطیب مسجدی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی حسب
 یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھائیں لیکن قاضی صاحب بر جو بات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اُسی
 چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شہابی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں میں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور
 مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گرد و فواح میں قوم ہندو آبا و سبہ ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت

کہ نماز ہونا زیست و شوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں خلل انداز ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علوہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جو کوئی پڑھنے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب ہے یا نہیں۔ اور جو کون سی مسجد میں ہونا واجب ہے۔ اور اس کے چھوڑنے قصہ میں دو جو روایات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز ہاں روئے شرع شریف مع قشر یا کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ایک قصہ میں زید نامی شخص کہ جو نابینا اور مرض بھگندہ یعنی تائوسہ نامی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاک و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرض نماز میں ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جہد سب قط ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخوابش خضائی خود کرتا ہے اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جو ساقط آپ پر ہو چکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے، زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا آیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس لئے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالشرع حوالہ کتب ائمہ دین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جو ہے قاضی کو کرتی حتی نہیں یہ قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ وہ تین آدمیوں کے ساتھ ایک جمعہ پڑھتا ہے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا بعد باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جگہ خود وجہ مرض یا سفر ماضی مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے نہ یہ کہ صرف اس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اسے بھی اختیار نہیں،

فان نصب اصحاب المجتعة لوالی الاسلام
فان لم یکن طاعة لا للخطیب وحده۔ نہ ہر قوم خواص۔ خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔ (ت)
جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان طاعة العامة معقید بالضرورة
کیونکہ باقی عوام لا تفر ضرورت کے ساتھ معقید ہے۔ ت۔ ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین حقیر معتمد اہل بلد ہو تو وہ حسب معصمت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ وغیرہ کسی نماز میں غیر معذوری کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ وعیدین کی بھی اگر صاحب سلطان، سلام سے ماوراء بن بریا عام مسلمانوں نے اسے جمعہ وعیدین کا امام مقرر کیا ہو اور وہ ناجائز یا کسی پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اس کی صحت امامت کا مانع نہیں جیسے غلام و مسافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشعلہ از نو شہر تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان مسعود عبد الغفور صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ
ایک ایام اللہ کا جلسہ عائد مقرر ہے وہاں سوسے شریف کے دن جلسہ ہوتی ہے اس جلسہ خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ عند اللہ عہد ۱۰

الجواب

جلسہ خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عند ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی، یونہی جمعہ وعیدین بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشعلہ از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسعود حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لٹکائے تو حرج تو نہیں؟

الجواب

بہتر نہیں، حاضری دربار کے خلاف ہے، اور یہ ضعیف یا مرئین ہے اور دھوپ ناقابل برداشت، تو لٹکائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشعلہ از مقام درگڑ مالک توسطہ مرسلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد الجبار صاحب مورخہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافی ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہیے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دے جائیے وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اس پر شرعی فتویٰ کی ضرورت ہے۔ بینوا و تاجر و

الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اس پر اصل کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقت جمع ہو جاتا ہے اُس کے بعد بے پڑے چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اسے قبرستانِ مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے اتفاقِ عملی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی، ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تعمیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں۔ فتاویٰ طبریہ وغیرہ شروع و در مختار وغیرہ میں ہے۔

الصحيح انه يكره السفر بعد الرد الى تبس
ان يصليها ولا يكره قبل الرد الى الله
يعني یہ سننے کے بعد روانہ کے بعد عید ادا کرنے سے پہلے
سفر پر نکلنا مکروہ ہے البتہ قبل از زوال نکلنا مکروہ
تعالیٰ اعلم۔
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئلہ ماسٹر محمد ظاہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسا انجمن سلامیہ
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چارچھ یا تھکا مرتب مکان دیواری یا ٹی کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بتاتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر بٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھود بھی ڈالتے ہیں غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جماعت طیار کر لی اور پلٹے پھرتے واقعہ لوگ آتے انہوں نے ای لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں تحقیق متقدمین احسان پر خواندہ جمعہ مصیب ٹھہری گئے یا غلطی؟ جواب مدلل بادلہ حنفیہ ہو۔

الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہتے ہیں یہ حقیقتہً مسجد نہیں ہوتے، مذاہن کے لئے حکم مسجد ہے۔ در مختار میں ہے۔

کرہ خلق باب المسجد والوطء فوقہ والبول
والنقوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل
فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس
مسجد کا دروازہ بند رکھنا، مسجد کی چیمت پر دلی اور بول
باز مکروہ ہے لیکن یہ اُس گھر کے اوپر مکروہ نہیں
جس گھر میں مسجد ہو بلکہ اس کے اندر بھی مکروہ نہیں کیونکہ

بمسجد شرعاً۔ (مختصاً)

وہ شرعی مسجد نہیں۔ (ت)

مگر جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دے دیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کچھ کے آنے کی ممانعت نہ ہو۔ کافی امام نسفی میں ہے :

السلطان اذا اراد ان يعطي بحدثة في داره فان
فتح بابها وادخل الناس اذن عام جازت۔
اگر سلطان چاہتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز جمعہ اور
کوسے تو اگر اس نے دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کو

اذن عام تھا تو جائز ہے۔ (ت)

تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ نصیب ہوئے۔ ہاں اگر وہاں مسجد بعد ہو تو اس میں عذر نہ ہوئی، ورنہ گھر میں قائم کی تو
کراہت نہ ہوئی، درمختار میں ہے :

لو دخل الأمير قصره وعلق بابه ووصل
باصحابه لم ينعقد ولو فتح واذن للناس
بالدخول جاز وكفى۔
اگر امیر نے اپنے محل میں داخل ہو کر دروازہ بند کر کے
اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز اور کی تو جمعہ نہ ہوا اور
اگر دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کے لئے اجازت عام
تھی تو جائز ہوگی البتہ کراہت ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

لانه لم يقض حق المسجد الجامع ريدي و
مكروه اس لئے ہے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا
نہ کیا۔ (تکلی اور درر۔ (ت)

اور اگر کوئی شرط جمعہ منع ہو تھی مثلاً وہ جگہ معروفا ہے معمر نہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں
کو بلا وجہ شرعی کو ہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان
لوگوں نے پڑھ لی۔ ورنہ عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز
نہ ہوئی، خلاصہ میں شریعہ جامع صغیر امام سعد شہید سے ہے :

من جملة ذلك لا اذن العام يعني الاداء على
ان میں سے ایک اذن عام بھی ہے یعنی، ملائیر

۹۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب ما یضد الصلوة وما یکرہ فیہا	۱۰۳/۱
۹۰۱/۱	” مصنف اب بی مصر	باب الجعہ	۱۰۱/۱
۱۱۲/۱	” مطبع مجتبیٰ دہلی	”	۱۱۲/۱
۹۰۱/۱	” مصنف البانی مصر	”	۹۰۱/۱

مسبیل الاشتہار علیہ

لو کیا جائے۔ (دست)

بدائع وعلیہ وغیرہا میں ہے :

السلطان اذا صلى في داره والقوم مع امرائه
السلطان في المسجد الجامع ان قضاة يأتونه
واذن للخاصة تجازي الصلوة في موضعين ولو
لرباً ذن للخاصة و صلى مع جيش لا تجوز
صلوة السلطان وتجوز صلوة العامة ^{عليه} السلام
تمامه فيما علقنا على رد المحتار - والله
تعالى اعلم .

سلطان نے اپنی دار میں جمعہ پڑھا باقی لوگوں نے جمع امر رسول
جامع مسجد میں پڑھا تو اب اگر دار کا دروازہ کھلا تھا تو
جائز ہے اور نماز دونوں مقام پر ہو جائے گی ، اور
اگر وہاں عام لوگوں کو اجازت نہ تھی بادشہ نے نہ صرف
اپنے انگوٹے کے ساتھ نماز ادا کی تو اب سلطان کی
نماز نہ برقی ، ہاں عوام کی ہر جائے گی اور اس کی تفصیل
ہمارے ماسشیہ رد المحتار میں ملاحظہ کیجئے ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۱۳۹۰
۱۳۹۱ عادی مولوی شمس علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ منظران سلام بریلی محلہ سود گران
۲۵ محرم ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حقا سنت سیدہ رضی اللہ عنہا و حماة بدعت قبیحہ ظلماء کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رحا لافون
الربیعہ والرافضیہ سرکار حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہما کا نام اقدس کے کہ بہ تعینت حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے ؟

(۲) اولی اکامر منکم سے تحقیق ظلمائے دین مراد ہیں یا نہیں ؟ اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان
سے دین و سنت پڑھا ہو اور اس کی دات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچتی ہو اس زمانہ کے علمائے اہلسنت
کے اتفاق سے وہ پیشوا کے علمائے سید الفقہاء ہوں اس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے مقدس قدموں پر تصدیق کر دینے کے لئے وقف کر دی ہو جہاں کوئی دین میں نیا فرقہ اٹھتے دیکھے حتیٰ الوسع اس
کے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے اس کی مبارک زندگی زیادہ ہو ، غیب سے اس کی
مدد نصرت فرمائی جائے تمام اعداء اللہ و اعداء الرسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کے غالب رہنے
کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا بالتفصیل تو جودا عند الملک الحلیں ثم لدی الجلیب

الجمیل جل علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اللہ جل جلالہ مالک و جمیل اور اس کے حبیب جمیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجر پائے۔ ت۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۹۲/۳۹۳ از آگرہ ابو العلاء اسٹیرپرس مسئلہ وحید الدین صاحب ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) ہندوستان کے شہروں میں تہہ در تہہ یا تہہ در تہہ دائرے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ؟

(۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔

(۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باغی مقرر کیا گیا ہے کیا وہ اقامت و ادائیگی جمعہ کے لئے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت، مقررہ حوالہ و حوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خاص کو مناسب ہے۔ در مختار میں ہے۔

فصل العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امام جب مذکور اشخاص مروج و ہوں تو عوام کا مقرر کرنا مع عدم مہم فی جواز للضرورة۔ معتبر نہیں اور مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت کے پیش نظر مقرر جائز ہوگا۔ (ت۔)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ الواعی الیہ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی، ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علماء نے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا، رد المحتار میں ہے۔

ولذا قال المقدس نعم لا نامس۔ ہم ایسی اشعار کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو بتاتے ہیں اگرچہ خواص عوام کی ہذا امثال هذه العوام بل فسد

عليه الغواص ولو بالنسبة اليهم
والله تعالى اعلم۔

نہایت سے چوں۔ (ت)
معاذ اللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، جامع شرائط صحت ہو۔ ابھی درمیان سے گزرا، بیجوز للضرورة (فردورت کے لئے جائز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۹۵ھ از پبلی سمیت محلہ پنجابیاں مستولہ محمد یونس صاحب ۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگہوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگہوٹ میں لاکر بڑھتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگہوٹ اتارتے ہیں اور آگہوٹ کے آگے ایک پل لٹھکے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگہوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز حیدہ و نماز جمعہ اور کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے جو حبہ خوف چوری کے شہر میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو ان کو اسے شرع نماز اُن کی جاتا ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

دریا میں نماز جمعہ و حیدہ نہیں ہو سکتی، اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و حیدہ باطل۔ رد المحتار میں ہے :

فی حاشیۃ ابن السعد عن شرح النظم
الہامی علی سطح البحر لہ حکم دار الحرب
اُسی میں درختی شرح الملتقی سے ہے، البحر المملح ملحق بدار الحرب (تفکیک سمندر) دار الحرب سے ملحق ہے۔ ت۔ اور اگر دریا جو دریا نہ مصر ہے نہ فغان مصر، یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کو اس کے دو پہلوؤں پر آباد ہوں وہ شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز بیچ میں فاصل ہے۔ فتح القدیر میں ہے، اصلہ عند بی حنیفۃ لا بیجوز قید وہابی اس کی اصل امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی ہے

۱/ ۹۷-۵۹۶	مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر	باب الحجۃ	۱
۲/ ۶۷-۲۶۶	" " "	باب استیلاء الکفار	۲
۳/ ۶۷-۲۶۶	" " "	" " "	۳

فی مصر واحد و کذا روی اصحاب الاملاء علیہ
ابی یوسف انه لا يجوز فی مسجدین فی مصر الا
ان یکون ینھما نہر کبیر حق یکون کہ مصرین
وکان یا مریق طع البصر یخدا و کذا لک

کہ ایک شہر میں متعدد جگہ مسجد نہیں ہوتا، اسی طرح
اصحاب الاطواء نے امام ابو یوسف سے روایت کیا
کہ شہر میں دو مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا، ہاں جب
ان کے درمیان بڑی نہر ہو تو وہ اس وقت دو شہروں
کی طرح ہو جائیں گے، اسی لئے انھوں نے بغداد میں
پہلے ختم کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قاتبات ہے نہ کہ قاطع، رجبہ وغیرہ میں نہایت بڑے بڑے مسجید تھے، یہ سب اُس وقت
میں ہے کہ خوف صحیح ہوا تو نامتذہر ہو ورنہ نماز پختگانہ و تہ و تہست فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ اُن کا
استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر، فتح المقدیر میں ہے،

فی الایض ۱۳ کانت موقوفہ فی الشط وھی
علی قرار الارض فصلی قاشا جاز لانھا ادا
استقرت علی الارض فی حکمھا حکم الارض
فما کانت مربوطہ ویکفہ الخروج لہ تجوز
الصلوۃ فیھا، لاسیما و الوقت شرف فی کالدابة
انتہی بخلاف ما اذا استقرت قائمہ حیثند
کالسیریر

ایضات میں ہے اگر روشنی کن سے پرکھڑی ہے اور زمین
پر برقرار ہے تو نماز کھڑے ہو کر ادا کرے تو نماز جائز ہے
کیونکہ اب زمین پر قرار پکڑنے کی وجہ سے زمین کے حکم
میں ہی ہے اور اگر کشتی باندھی ہوئی تھی اور اس سے
نکلنا ممکن تھا تو اب اس پر نماز نہ ہوگی کیونکہ جب وہ
مستقر نہیں تو وہ چار پایہ کے حکم میں ہے بھلا اس
صورت کے جب وہ مستقر ہے تو اس وقت وہ چار پائی
کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر ستر اترنے دیتے ہوں چوگانہ پر چیں اور اترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان تعذروا من
جہۃ العباد (کیونکہ رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از کاشیہ وار ضلع راجکوت شہر پور بندر پنج ہسٹری مسٹر سید غلام محمد صاحب قادری رضوی
امام مسجد عثمانی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بام العالیہ المحققین مقدار الفضول المہ قصین حضرت سیدنا محمد و مناد و مناد مولانا مولوی حاجی قساری

احمد رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ، کیا فرماتے ہیں علامہ دین گریہاں ملک کا ٹھیکہ دار
میں اکثر مقامات پر برواقت ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دُعا مانگی جاتی ہے، خطیب
بر وقت دُعا مانگنے کے منبر پر سے ایک سیر می نیچے اترتا ہے اور بعد دُعا مانگ کر ایک سیر می اوپر چڑھتا ہے
اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک سیر می نیچے اترتا تو زیادہ اس سے اعتراض
کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لئے دُعا مانگنے کے وقت ایک سیر می اترنا چاہئے، عرض یہ ہے کہ یہ
فعل کیسا ہے؟

الجواب

خطیب کا ایک سیر می نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علامہ مجبوری ایک مسقط شرعی کے لئے دکھاتا جس کا
ذکر مکتوبات شیخ مجدد اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے، یہاں وہ مجبوری نہیں نہ سلاطین کے، م کے ساتھ
مبالغہ آمیز غلط الفاظ طمانہ کی حاجت، لہذا یہ فعل جث شخص ہے، رد المحتار میں اس کا بہت سونا نقل کیا،
وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۵ از مجموعہ سؤل فی علم السی عملہ شمارہ مسئلہ حافذ ایس محبوب صاحب، رمضان ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین گریہاں جمعہ کی نماز کا جماعت کس وقت سے ملے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سستیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز
یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ و مثل ہونے سے پہلے اخیر سستیں
ہو جائیں یہ اس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۶ از جے پور بیرون اخیر دورہ ازہ کوٹھی عبدالوہاب علی حال مسئلہ حافذ جس قادری، رمضان ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین گریہاں جمعہ میں بعد جملہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہئے اور اس میں
کیا کی مضامین ہوں، کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہو جائے گا، اور کیا نعت حقو
سرور عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف و ذکر خلفائے کبار و اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین و دعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ ثانیہ پُورا ہونا بایں معنی کہ فرض ادا ہو جائے، یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت

سنت متواترہ قدیمہ دائرہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تفسیر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بشروا ولا تنفوا (خوشخبری دو، نصرت نہ دلاؤ۔) کی مخالفت کرنا دیندار مقل کا کام نہیں، نصرت اقدس سے دعا ہے کہ مومنین تک صحتی باتیں سوال میں نہ کریں سب محمود و محمودی و ماثور ہیں انہیں ضرور بجالانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۹ از شاہجہاں پور محلہ عیسٰی مسئلہ امیر خاں خٹا رام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہاں پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ ول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں اور اگر اہلسنت مع خطبہ تہجد کے تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہرگز یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیہودا تو جہودا

الجواب

نماز قادیانیوں کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی ہیں۔ اہلسنت اپنی اداں کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اسی ہی صحت کرے یہی اداں و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے یا ظل و مرو و محض نماز و ہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۹ از جگندل صبیح چوکیس پگنہ نیا بازار نئی مسجد مسئلہ عبدالستار پاشی ۶ شوال ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ ادنیٰ کے بجائے و خطبہ پند عوام کو احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لئے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے؟ اور وہ کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و روایات جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ بیہودا تو جہودا

الجواب

خطبہ خود و خطبہ پند ہے مگر اُس میں غیر عربی زبان کا خطبہ محکومہ و خلاف سنت متواترہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے ادا ہو جائے گا بھابہ کرام نے غم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور ان میں منبر نصب کئے اور خطبہ پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر کبھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا،

فہو کف و الکف مقیم قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو ردیہ
یہ فعل سے رکنا ہے اور رکنے میں اتباع کی جائے گی
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے کسی شے میں انتراع کی حالانکہ وہ اس میں سے نہ تھی تو وہ مردود ہوگی۔ (ت)

در مختار میں ہے :

همم لو شرح بقدر صریح و شروطاً متعززة و علم
هذه الخلوات الخطیبة

رو المختار میں قرآن افکار شرح در البحار سے ہے :

كوة الدعاء بالعصیة لان عصیة الله تعالى
عنه نهی عن اطاعة الا عما جزم به

اسی میں و تراجم سے ہے :

التكبد بعبادة الله تعالى والله تعالى لا يحب
ظهور العریبة

صحیح ہے اگر اس غار کی تحریر عربی میں شروع کی اور صاحبین
نزدیک بشرطیکہ طبرہ ہو یہی اختلاف خطبہ کے بار میں ہے :

و حاجی زبان میں محروم ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے علی و گون کی پیروی سے منع فرمایا ۔ (تسا)

تکبیر اللہ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو پسند
نہیں کرتا ۔ (ت)

ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مشغول کسی ہندی کو کوئی فعل نامائز کہتے دیکھ جیسے خطبہ ہونے کی عادت میں چلنا
یا بیٹھنا جھلنا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اردو میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت پر نہیں رفع ہوگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مستقل خطبہ حسین صاحب آراء پر اسٹیٹ سیکریٹری
۱۳۰۶ھ

۱۳۴۹ھ

بعالینہ مت فیض و رحمت ہر صیت پناہ جنینت دست نگاہ بالیناب مولانا احمد رضا خاں صاحب زاد محمد
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں :

(۱) قاصی و خطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اس کے متعلق اس کو معاشن زمانہ شاہی سے مل
ہوتی ہے اس نے ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب و غیر ترک موالات کے سلسلہ میں و پس نہیں
کئے تو ایسے خلافت کا ہمہ داور قولا و فعلا اہل کی اور کرنے کو تیار ہے بلکہ خطیب ہونے کے عیدین میں
خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ شستنا جائز ہے ؟

(۲) جامع مسجد اور حیدر گاہ میں ایک شخص حافظ قاری جو دو حج بھی کر چکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے صاحب
قاضی و خطیب مذکور امامت کے لئے نوصہ دار سے مقرر ہے اس کی امامت میں نماز جائز ہے یا نہیں ؟

۱/۴۷۷	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	فصل واداء الشروع فی الصلوة	سنہ در مختار
۱/۳۸۵	مطبوعہ ابائی مصر	مطلب فی الدعاء بغیر العربیة	سنہ در المختار
"	"	"	"

(۳) ایک شہر میں دو خطابت یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی جانبداری اختیار کر رکھی ہے اس کو خطاب و قیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تربیت میں جو مسجد ہے اور اس میں اسی خطاب یافتہ کی جانب امام مقرر ہے، اس کا خطبہ سُنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سُنا اور اس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے، کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ ملتے کوام اور احکامِ خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور احکامِ شرعیہ میں کوئی تفرق ہے یا سب مسلمانوں کے لئے یکساں اور عام ہیں؟ بینوا اقوجو!

الجواب

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصبِ خطبہ و امامت پر مصوب ہے بلا وجہ شرعی اس کے خطبہ سُنے کو ناجائز بتانے والا شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سُنانا منع ہو جائے ان الدین یفترون علی اللہ الکذاب لا یفلحون (بل شبہہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ت)

(۲) جائز ہے اگر اس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو۔

(۳) یہ تفرق محض جہالت اور افتراء بر شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ اذایا بیانِ خطبہ مقرر سادات مسئلہ سید معیر حسین صاحب نائب مدرسہ ملی اسکول

۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کی جائے تو کلماتِ اذان کا جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہئے یا نہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چومنا یا خطبہ میں آنِ حضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اذانِ خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعائیں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ اور کہیں تو حرج نہیں، یوں ہی اذانِ خطبہ میں نام پاک پر انگوٹھے چومنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت سکون کا حکم ہے، خطبہ میں نام پاک سُنی کہ صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰۵ از قصبہ سرسی محلہ بوچرخانہ کلاں پرگزہ سنبل ضلع مراد آباد مسئلہ عاقبتہ بخش و شیخ عبد العزیز
یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ تجدید کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و
مومنات کو ہسکاتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو انہوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ
جمعہ اغوا شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں، یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبہ جمعہ دراصل اردو میں جائز
نہی ہے یا نہیں؟ بینوا تو چروا۔

الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے ”مسامحہ حرمین“ سے ظاہر ہے، اُن کا
خطبہ باطل، ان کی نماز باطل، اُن کے کچے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ اور اردو میں خطبہ
پڑھا سنت متوارثہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے، اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل آتا ہے کہ بدعت ہے
اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرسہ ہی سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۰۶ از آدمین گوالیار مسئلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں نسبتاً بعد نسل مسند قضا
پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت مسلمانانِ مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین ملکہ تمام کار و بار متعلقہ
جمہور قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوبہ ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے
ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشرات چند کس زید کو بلا وجہ بدعت نہ کر کے علیحدہ کر کے عمرو داماد اپنے
کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے، ہندہ بھی زید سے تو باجائزت و اعانت عورت بلا استرخا کے اقوام
اہل اسلام عمرو امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بسند کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سر کسی حاکم کا
کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں، نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ
ادا ہو سکے کہ اس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اُس نے مقرر کیا یا اسی کے مقرر کئے ہوئے نے اذن دیا
وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں، درمختار میں ہے،

الجمعة شرط لاعتقاد السلطان او مامورہ یا قاضیہا
فقالوا یقیناً امیر السند ثم افسطوطی ثم

صحبت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے مامور برائے
اقامت جمعہ کا ہونا ضروری ہے، فقہاء نے فرمایا

القاضی ثم من ولاية قاضي القضاة أو ملتقطا
 کہ جو امیر شہر قائم کرے اسی کے بعد محاسب پھر
 قاضی پھر وہ شخص جسے قاضی القضاۃ نے مقرر کیا حواہ احضارا

پس اگر آباء و اجداد زید سلطنت اسلام سے اسی عہدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطباء
 نمائے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے آئے یہاں تک کہ یہ نیابت زید تک پہنچی تو زید
 خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عہدہ پر مامور کیا جائے گا اور اسی کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر
 بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے
 کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی، رد المحتار میں ہے :

الاذن من السلطان مما يشترط في اول مرة
 فاذن باقائها لشخص كانت له
 ان يادن لغيره وذلك لغيره امت
 يادن لآخره ولم جوا ولا تصح اقامتها
 الا لمن اذن له السلطان بواسطة او
 بدونه اما بدون ذلك فلا اح من نصب
 سلطان کا اذن پہلی دفعہ شرط ہے جب سلطان کسی
 شخص کو اقامت عہدہ کا اذن جاری کر دے تو وہ
 شخص کسی دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے اسی
 طرح وہ آگے ایسا کر سکتا ہے، اقامت عہدہ وہ
 قائم کر سکتا ہے جس کو اذن سلاطین حاصل ہو
 خواہ بلا واسطہ اذن ہو یا بلا واسطہ، لیکن اگر اذن
 نہیں تو عہدہ قائم نہیں کر سکتا اور تظہیر (ت)

اور اگر ایسا نہیں یعنی اس کے اجداد از جانب سلاطین اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انہوں نے نائب نہ کیا
 تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے احصار و امصار میں بلا ریب مام
 و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے
 مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے، رد المحتار میں ہے :

فوجب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود
 من ذكره امام مع عدمه ويجوز للمصنعة
 حوام کا خطیب کو مقرر کرنا مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے
 معتبر نہیں اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت
 کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

تو اس صورت میں بھی وہ سر کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے

۱۰۹۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب الجمعۃ	سکے در مختار
۵۹۲/۱	مصحف البانی مصر	"	سکے رد المحتار
۱۱۰/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	"	سکے در مختار

اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امامت یا خطابت نہیں کر سکتا۔ رد المحتار میں ہے،
 قوله لوصلي احمد بغير اذن الخطيب لا يجوز
 ظاهره ان الخطيب خطيب نفسه والاخر
 صلى ملا ذمه ومثله ما لو خطب بلا اذنه لما
 في بخاية وغيرها خطب بلا اذن الامام
 ولا ما به حاضر لم يحز آثر

غایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی نے جبراً اجازت امام خطبہ دیا اور امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں اور نہ دت۔
 ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقریر زید پر مبنی ہے اب بوجہ شرعی معزول زید پر متفق
 ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس صورت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف
 حررت کی جابلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اجازت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب
 سے معزول کرنے کا اسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصلاً سلطان اسلام ہے اور
 ضرورتاً جماعت مسلمین نہ کہ حررت یا حاکم سلطنت غیر اسلام۔ کما لا یخفی علی من لد بالفقہ اذنی
 الاولاد جیسا کہ یہ سب اس شخص پر واضح ہو چکا ہے۔ تہذیب و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ از بنارس محلہ گندی کہ ٹولہ مسہر بنی بی راجی شہا خانہ مرسلہ مولوی عبد الغفور صاحب

بحاری الادل ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مذہب و جمہوریت پر رکعت سنت کی باندھی، بعدہ امام
 نے غلبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے
 خفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے،

في الدر المختار في باب الجمعة ولو خرج و
 هو في السنة او بعد قيامه لثالثة النفل يتم
 في لاصحاب ويخفف القراءة وايضا فيه في
 باب ادراك العصر لينة وكذا سنة الظهور
 ورماد کے باب الحمد میں ہے کہ اگر امام آگیا اور نمازی
 سنیں اور اگر رہا تھا یا نفل کی تیسری رکعت کی طرف کھڑا
 ہوا تو اصح قول کے مطابق اسے مکمل کر لے اور قرأت
 میں تخفیف کرے تاکہ باب ادراک المغرب میں بھی یہی ہے

وصلة الجمعة اذا اقيمت اما خطب
الامام يشتمها او يعا على القول الرابع
لانها صلوة واحدة ليس القطع للاكمال
بل للابطال خلافا لدرجته الكمال
وقب، نعم كغيرية ولو كانت في
السنة قبل الظهر والجمعة فقيم
او خطب يقطع على سائر الركعتين
يرد على ذلك عبد الله يوسف
رحمه الله تعالى وقد قيل يشتمها
كذا في الهداية، وهو الاصح كذا في
محيط السرخسي، وهو الصحيح هكذا
في السراج الوهاج، وفي الصغير
شرح مكية ادا صعد الامام المنبر يجب على
الناس ترك الصلوة الى اخره في حاشية
رد المحتار على الدر المختار متعلق، لعارضه
الكان حيث قال وقيل يقطع على راس الركعتين
وهو الرابع لانه يتمكن في قصائنها بعد الفرض
ولا ابطال في التسليم على الركعتين فلا يفوت
فرض الاستعاذ والاكد، على الوجه الاكمل
بلا سبب احاد قول وظاهر الهداية اختصاره و
عليه مشي في الملتقى وورق الايضاح والسواحب

اور اسی طرح سنت ظہر اور سنت جمعہ میں اگر تکبیر کہی
جائے یا امام خطبہ شروع کر دے تو قول راجح کے
مطابق وہ پھر رکعت مکمل کرے کیونکہ یہ ایک ہی نماز
کے حکم میں ہے یہاں انقطاع اکمال نہیں بلکہ ابطال
ہوگا۔ یہ اس کے خلاف ہے جسے کمال سے ترجیح دی
اور عالمگیری میں ہے اگر کوئی شخص ظہر اور جمعہ کی پہلی
سنتوں میں تکبیر کہے یا خطبہ شروع ہو گیا تو دو
رکعات ادا کر کے ختم کر دے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالیٰ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام کرے
اسی طرح ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، جمیع تخریج
میں یہی ہے اور یہی صحیح ہے، اسی طرح سراج الوہاج
میں ہے، صغیری شرح منیہ میں ہے جب امام منبر پر
چڑھے تو لوگوں میں نماز کا ترک کر دینا لازم ہے الزامیہ
رد المحتار علی الدر المختار میں کمال کی ترجیح کے بارے میں
ہے کہ بعض نے کہا دو رکعتوں پر اتمام کر دے یہی
راجح ہے کیونکہ فرائض کے بعد ان کی قصائیں ہے
اور دو رکعات پر سلام ان کا ابطال بھی نہیں، پس اب
خطبہ کا سننا جو فرض ہے وہ بھی فرض نہ ہوگا اور کامل لریقہ
پر سن کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اقوال پر آئے کا ظاہر
یہی ہے کہ ان کا غناء ہے، اس پر ملتی، نور الایضاح،
المراہب، جمعة الدرر اور فیض میں ہے شریعت میں

۹۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب اور اک الفریضۃ	سنة در مختار
۱۲۰/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب العاشر فی اور اک الفریضۃ	سنة فتاویٰ مہدیۃ
ص ۲۸۰	مطبع مجتبیٰ دہلی	فصل فی صلوة الجمعة	سنة صغیری شرح نیر المصلی

اسے برہان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، فتح میں ہے سفر
سے منقول ہے کہ اس کی طرف رجوع اس لئے کیا کہ
نوادریں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور اسی
کی طرف سرسری اور بحالی نے میلان کیا ہے اور بزاز پر
ہے کہ اس کی طرف قاضی نسفی نے رجوع کیا کلام مقدس
سے ظاہر اسی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، علیہ میں
کمال کا کلام نقل کر کے کہا کہ اسی طرح ہے جو یہ کہا گیا
ہے الخ شرح وقایہ میں سب جب امام بجا کے تو نماز
حرام ہو جاتی ہے، عودۃ الرعیۃ حاشیہ شرح وقایہ جو
ہمارے استاد مولوی عبدالحی کا ہے میں لکھا ہے
کہ اسحاق بن راہویہ نے سند میں حضرت صاحب سے
روایت کیا کہ ہم حضرت عمر بن روق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
دور میں نماز پڑھتے تھے تو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ منبر پر بیٹھے تو ہم نماز ختم کر دیتے تھے الخ (ت)

الجواب

دونوں قول قوی و نجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نادر ہے
اور ثانی مفاد ظاہر الروایہ والفتویٰ متفق اختصت فالمتصیر الی ظاہر الروایۃ (جب روایات مختلف ہوں
تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مگر المذهب مستند امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جسوط میں اسی کی
طرف اشارہ فرمایا و ناہیک بہ حجة وقدوة (اس میں وہی مقدمہ کافی ہیں۔ مت) فتح القدیر میں ہے، الیہ
اشارتی الاصل (اسی کی طرف اصل میں اشارہ ہے۔ مت) معنی اکثر تصحیح و افتاء صریح بھی اسی

جمعة الدرد والفیض وعزاة في الشؤون لالة
الى البرهان وذكر في الفتح انه حكى عن
السقدي انه رجع اليه لما را في المتوادر
عن ابى حنيفة وانه مال اليه المروخي
وابتلى وفي الزاوية انه رجع اليه القاضي
السفي وظاهر كلام المقدسي الميل اليه
ونقل في الحلية كلام شيخه الكمال ثم قال
وهو كما قال هدا الخ في شرح الوقاية اذا
خرج الامام حرره الصلوة وفي عمدة الرعية
حاشية شرح الوقاية لمولانا واستاذنا
مولوي عبدالحی صاحب مرحوم و معذور
و مخرج اسحق بن راهوية في مسنده عن
السائب كان يصلي في نهر من عصر يوم الجمعة يد
مخرج عصر وجلس على المنبر قطعا الصلوة الخ

۵۲۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ اہلبال مصر	باب اور اک القریضہ	لے رد المحتار
۲۲۴/۱	” مکتبہ رشیدیہ دہلی	باب الجمعة	لے شرح الوقایہ
”	”	باب الجمعة	لے عمدة الرعية حاشیہ شرح الوقایہ
۲۹۳/۱	” مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب اور اک القریضہ	لے فتح القدیر

طرف سے ،

والفائدة ، ان العمل بما عليه الاكثر كما فعلوا
عليه في غير ما كتاب وسيله في مسائل ابدال الجنائن
على الدعاء بعد صلوة الجنائن .
اور قاضی مدیر ہے کہ عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثریت ہو
جیسا کہ فقہانے کتب میں متعدد جگہ اس کی تصریح کی ہے
اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے بذل الجوارز علی
الدعا بعد صلوة الجنائن میں دی ہے . دت .

قول اول کی ترجیح صریح کتب معتدہ مزعمین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانیہ و فتح کے سوا کسی میں فقیر سے نہ گزری
اما الحلیۃ فقد تبعت الفتوح واما الصراقی فانما
تبعم البرهان شروح مواهب الرحمن بشهادة
غنیۃ ذوی الاحکام واما النظر بلسی فانما
اقتفی ثلث الکمال کما هو دایہ فی کل مقال قال
لکلام الی الکمال مع ان الشوبلا فی خالف
نفسه فی جملة غنیۃ کما یأتی .
اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام جہد ارشید و امام ابرصیفہ و لواجی و امام عیسیٰ بن محمد قرہ شہری صاحب مثنوی و امام
ظہیر الدین مرغینانی صاحب تفسیر و علامہ شمس و صاحب سراج و صاحب سراج ، ہوا الصبیحۃ (صحیح قول یہی ہے کہ
امام شمس و قرہ شہری نے فرمایا ، ہوا الاصلۃ (صحیح قول یہی ہے کہ) در مختار میں ہے ، فی الاصلۃ (صحیح قول
میں یہی ہے کہ) تہن تنویر میں ہے ، علی المراجحة (یہ راجع قول کے مطابق ہے کہ) تہن تنویر میں ہے کہ
صحیحہ المشانہ (مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ) تہن تنویر میں ہے ، صحیحہ اکثر المشانہ
(اکثر مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ) تہن تنویر میں ہے ، اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہرو غیر ہا میں اس کی تصحیح و ترجیح

۱۲۰/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۳۰/۱ مطبوعہ عجبانی دہلی
۹۹/۱ مطبوعہ سید کبیری کراچی
۱۴۱/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت
باب الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ
باب صلوة الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ
۱۲۰/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۳۰/۱ مطبوعہ عجبانی دہلی
۹۹/۱ مطبوعہ سید کبیری کراچی
۱۴۱/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت
باب الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ
باب صلوة الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ
۱۲۰/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۳۰/۱ مطبوعہ عجبانی دہلی
۹۹/۱ مطبوعہ سید کبیری کراچی
۱۴۱/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت
باب الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ
باب صلوة الحجۃ
باب اوراک الغریضۃ

مذکور یہاں تک کہ امام اجل محمد الفتویٰ حسام الدین عمر صد شہید قدس سرہ نے فتاویٰ صفری میں فرمایا: علیہ الفتویٰ
(فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) قرینہ لایہ میں ہے:

اقول الصبیح خلافہ وهو انه يتم صفة الجمعة
اربعا وعليه الفتوى كما في الصفري وهو الصحيح
كما في البحر عن الولوالجية والمبتهج الخ.
میں کہتا ہوں صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ
کی چار سنتیں مکمل کرے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ
صفری میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بحر میں دو تجرہ
اور مفتی سے ہے۔ (ت)

لاحرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا: هو قول ضعيف وسر اذ قد عرفت ان النواذر (یہ ضعیف قول ہے اور
قاضی خاں نے اس کی نسبت زاد کی طرف کی ہے۔ ت) یہی روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج امام للخطبہ نہیں اس
مبحث سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی مخصوص متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ عروج امام کے بعد کوئی نماز (سوا اسے
فائزہ واجب الترتیب کے) شروع نہ کرے پہلے سے جرات نظر امام میں داخل و غیر با پڑھ رہا ہے اُس کا سلسلہ قطع کرد
متبادل نہ ہے نہ یہ کہ جو نماز پڑھ رہا ہے وہ حرام ہو گئی اسے قطع کر دے نیت توڑ دے یہ قطع باطل ہے ورنہ اگر ہنوز
نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لئے خارج ہو تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں
لصوص عامر کتب مذہب اس کے مطلق پر متواتر ہیں کہ لا یغتفر (جیسا کہ مفتی ہیں ہے۔ ت) واللہ
مبہجہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ (دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۴۰ از کثور استیثی سائن ضلع سورت مدرسہ برلوی عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جاسے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو
محکومہ شدید و حرام و بدعت سیدہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا اکتفا یہ ہے کہ اس کے جواب
باصواب سے جو رافع جہاں الہو تحریر فرما کر دفعِ خصوصیت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شاذ نہ ہو یا ہی مند کافی۔ مفسر
و ہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہ، و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے منع نہیں
ہو سکتی خصوصاً دُعا کسی چیز جس کی طرف خود قرآنِ عظیم نے بحال ترغیب و تاکید علی الانطلاق بے تحدید و تقيید بلایا و
احادیث شریفہ نے اسے عبادت و منفز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی اجازت ہے پر
دین صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک ملنے فرما کر ایک مجمع کو
یعنے برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگا، صحیح بخاری و مسلم و غیرہ میں حدیث اسی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز تاست، لا جرم علینے کرم
نے شروح حدیث و غیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا۔ مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقۃ شرح

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطیب ثور یجلس فلا یتکلم (امام خلیفہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جاتے۔ ت۔) فرماتے ہیں،

لا یتکلم ای حال جلوسہ فیہ الذکر او الذکر
او القراءۃ سراد لا ولی القراءۃ لروایۃ
ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ ﷺ
زکعتہ کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا
قراءۃ کے علاوہ بات نہ کرے، قرأت اولی سہ
کیونکہ ابن حبان کی روایت سہ کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت
فرماتے تھے (ت۔)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف
میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں،

واستفین من ہذان حال الجلوس بین الخطبتین
لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یشکر اللہ او
یدعوہ شراً۔
اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام
بیٹھا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ
آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعائی کی جائے (ت۔)
علامہ زرقانی، مکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لہ فیہ میں فرماتے ہیں،

ثور یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی
روایۃ امت حاتم انہ کان یقرأ فیہ
ای الجلوس وقال الحافظ معاذک) الخ
اخبرنا مر۔
پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جاتے (یعنی بلند آواز سے
گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن حبان کے منافی
نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس)
میں قرأت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد
وہ جو پہلے بیایا ہو چکا ہے۔ (ت۔)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اسی وقت
میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا،

لہ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ طہان ۲۷۰/۳
لہ فتح الباری شرح البخاری باب القعدۃ بین الخطبتین يوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۷/۳
لہ شرح الزرقانی علی المواہب ابواب الثانی فی ذکر صلوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۵/۳

ہی مابین ان بیجلس الاہام الیٰ ہذا امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت
تقصی الصلوٰۃ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا، شروع خطبہ سے غمِ خطبہ تک ہے
رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبد اللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام
سے غمِ نماز تک ہے۔ یونہی تمام عامر شعی تا بھی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے
روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعی سے دوسری روایت میں عمر ابن خطاب سے ختم خطبہ تک اس کا وقت بتایا
رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ
ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز
تک رکھا رواہ حمید بن منجویہ (اسے حمید بن منجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی
ان میں داخل، تو یہاں دوا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد و خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے
دوا کر لی ہو جسے خطبہ سے مناسبت ہو تو اس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین مکہ ملازم طیبی شریع
مشکوٰۃ نے ہاتھیں اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود
ارشاد اقدس مابین ان بیجلس الاہام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے،

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان
ساعتہ الجمعۃ کہ آن ساعت میان نشستن امام ست
بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان
دو خطبہ مراد داشتہ الخ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے
بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے
سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی
نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا
لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اہل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس
قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علا چاہے جو امثال باب مثل لیلۃ اللہ

یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجساماً ام
گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو
کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلقہ ہو اس کے

علاقہ گفتگو بالاتفاق مکرر ہے۔ (د)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول اعدا اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام
خوب ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعائیں کہ زبان کو حرکت دے جو تو بلا شبہہ جائز
کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریعت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر
دروہ عین مطلوب، تو بین الخطبتین کلام ماکت ہے دل سے نہ بنا پر پہلی روایت۔ رواۃ آثار میں ہے،
اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر آئے
لا یجوز ان یصلوا علیہ بالبحر بل بالقلب تو بالحرک بجا آئے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے
وعلیہ الفتویٰ دہلی ہے
اسی پر فتویٰ ہے، دہلی دست

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکرر، اور امام اپنی وسعت کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو
میشک نہ سبب منع جنسی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جمالات
وہاں یہ ہے کہ عدم درود و حضور عدم حضور ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے ممانعت خاصہ خدا و رسول
کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جل و سف و تکلم ہے بلکہ اس لئے کہ ادا آخریہ الامام علاصوۃ ولا کلام درجب
امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ تاپس حایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انہیں
بتا دیا جائے کہ نہ کہ محاذ اللہ پر حتیٰ گراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان شیعائے
نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا حاشا للہ نہ
ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ تاپس ان پر عقلوں کی ہر زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الہ
الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے ان بیباکان پر سرف سے جھگڑنے آئے گا۔

و یعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کدوٹ پر پڑا
کھائیں گے۔ (د)

۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب الحجۃ	۱۱۳/۱
۹۰۹/۱	مطبوعہ البابی مصر	•	۹۰۹/۱
		۲۲۴/۲۹	۲۲۴/۲۹

قول اربع حالت سہی پھر بھی ان دعا کرے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز و اجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس تریخ کے ساتھ اُس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت قسح بالتصریح جا رہا ہے جس میں حالانکہ ہر لحاظ خصوص وقت و رد اُس کا بھی نہیں :

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع سے آہستہ میں حرج نہیں، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت غلبہ میں ذکر اقدس میں گرا آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے :

كما قد منها عن الرضی وهو معنى ما قال
الذی المختار من قوله والعباد انه یصلی
علی سبغی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد
سید اسماء فی نفسه اشوان مال القہستانی
فی التاویل بالاحفاد خلافاً لہ فی الجوہرۃ
و غیرہ من لکب المعنویۃ قل الشاخی
ہاں یسمع نفسه او یصحح الحروف فانہم
فسرود بہ وعن ابی یوسف قلب کما فی انکرمانی
قہستانی واقتراف فی الجوہرۃ علی الاحیاء حیث
قل ولم یطو بہ لا بہا تدرک فی غیر ہذا
لحال والسمع یقوت اللہ مختصراً و اما قول
القہستانی انہم فسرود بہ قائما اراد بہ
وفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل
فانت ظاہر اللفظ هو ارادة القلب ومع
ذلك مر بما اطلقوه وفسرود بہ ای بالاسرار

جیسا کہ رضی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں، درختار
کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ جواب یہ ہے
کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی
سُن کر دل میں دفعہ شریف پڑھا جائے اور اگر چہ
قہستانی کا میلان اختصار کی طرف ہے مگر جوہرہ اور
دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں۔ ثانیاً یہ کہتے ہیں کہ
اس کا اپنا نفس میں سے یا حروف کی قسح ہو کیونکہ
علامہ نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے، امام ابو یوسف
سے مروی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرنا ہی میں ہے
قہستانی نے جوہرہ میں، غری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے
الفاظ میں اس کے ساتھ ملحق نہ کرے کیونکہ اس حال
کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ
سہل و سہل جہاں کا اختصاراً۔ رہا قہستانی کا
قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر بھی کی ہے اس سے
ان کی مراد اس جہد کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی اختیار کردہ تاویل

عن القولین فی تحدید ۴۔ میں تھا کیونکہ ”فی نفسہ“ ظاہراً الفاظ تو وہ قلب پر وال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔ (ت)

مثلاً امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہ عین حالت خطبہ میں بیدار کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن سہل بھی صرف ادنیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اس پر بھی وجہاً تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ ادنیٰ واجب نہ کہیں گے۔ حلیۃ اندر میں ہے:

قد فی الہدایۃ ذاکان بحیث لا یسمعوا لادایۃ
فیہ عن الصحابۃ فی المبسوط وقد اختلفت
الشیخون المتأخرون فیہ فعن محمد بن
صلیۃ الانصات ادنیٰ وعن نصیر بن یحییٰ
انہ کان بیدار وکان یحرک شفطیہ بالقرآن
و فی العنایۃ ان الانصات مختار انکون و
صاحب الہدایۃ وقال بعضهم قراءۃ القرآن
اولیٰ و هو اختیار الفصل ۱۰

کا مختار ہے۔ بعض نے مسترمایا تلاوت قرآن ادنیٰ ہے۔ فضلاء کے ہاں یہ مختار ہے۔ (ت)
رد المحتار میں فقہ سے ہے، الا حوحد السکوت و بہ یفتی (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر
فخریٰ دیا جائے گا۔ (ت)

و ابعداً بعض علماء کا کہن ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام دنیوی ممنوع ہے دعا و
ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی، اگرچہ صواب اس کے خلاف ہے کما تھذہر عنہ الدردر (حبیب
کودر کے حوالے سے گزرا۔ (ت) جبہ الفنی نامی عبارت میں فرماتے ہیں:

اما ما بین المؤمنین علی دعا الخطیب التوضی
عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر
طیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے
نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التبيين ونحوه فلا يكره في الاصطلاح وبين على ما مشها ان هذا من اشتباه عرض له رحمه الله تعالى من تصحيح النهاية والعناية لتجوز الكلام الاخرى وانما كلامهما فيما قبل شروع الخطبة وبعدها لانها ثم هو ايضا لا يخلو عن نظر كما يظهر من مراجعة ما علقنا على هامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع كما افاده الزيلعي لذا لم يمش عليه في عامة الكتب المعتمدة كالبحر والنهر والذريعة المختار

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسییحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہایہ اور غنایہ کی تصحیح سے عارض ہو ا کیونکہ انہوں نے کلام اُخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محل نظر ہے جدا کہ حاشیہ رد المحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہو گا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتدہ میں اس مسئلہ کو احتیاطاً نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نسر، رد اور رد المحتار (دست)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ من العلماء من قال بالسكوت على النجوم كان كافراً ما في من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اما اليوم فغير لا تره آج ونقله عنه القهستاني۔

بعض علماء نے کہا کہ دو گوں پر سکوت رسانہ سب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیاست میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اور اسے قسمستانی نہ نقل کیا ہے۔ (دست)

علمائے محققین تو ایسے مسائل اجتماع میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذ باللہ قربت تا بہ تضلیل و اکفار۔ سیدی عارف ہاشم حق تعالیٰ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں،

مسئلہ در پیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مسجد میں مؤذن جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے

بلادنا و غیہ یومہ الجمعۃ من المؤذنین حتیٰ امکن تخریجہا علی قول من الاقوال

ملہ حدیقة النذیرۃ نور ۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ
ملہ جامع الرموز بحوالہ محیط فصل فی صلوة الجمعة
مطبوعہ مکتبہ لوریہ رضویہ فیصل آباد ۳۰۹/۶
مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۶/۱

فی مذہب او مذہب غیر نافلیست بمتکرر یجب
 انکار و النہی عند و انما المتکرم و قدر
 الذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے تو یہ ایسا ناجائز
 نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، مگر
 تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور حاکمیت پر اجماع ہو۔

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاطلاق منوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع عوام قطعی
 تو یہ حضرات مافہم خود اپنی خبریں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدہ
 اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر فقرا اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کہیں درود
 پڑھتا ہے اور رفقہ یہ بھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول دعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک
 تشدد شرع کبھی روا نہیں فرمائی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ السلام
 واحکمہ

مستعلمہ از ہل کتور ضلع ادکنڈ مکان سومار سید صاحب مرسلہ سید عیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض آب جامع علوم فقلیہ و عادی فنون عقلیہ علامہ و ہر فائدہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں
 صاحب ادا اللہ فیوضہ ادا اے آداب کے بعد بندہ سید عیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے
 چونکہ آپ مشاہیر علمائے نام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف جہ نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے
 سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرک ہیں و نیز جواب سوال حلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا اتنا سس
 خدمت فیض و رحمت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی و شافعی میں ہیں، الخطبتین
 ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و منسوخ ہے یا نہیں؟ مترجم اور دوا اللہ المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ
 بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا
 کے دعا مانگنی بین الخطبتین بہت سید و غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات پنج ہے یا غلط؟ چونکہ آپ بریلی
 بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کاغذی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض
 و صلا دہی عوام الناس ہے۔ میتوا توجروا

الجواب

مسئوئیت مصطلحہ کہ تارک مہتوجیب عتاب اللہ و آتم مستحق عذاب الہی ہو و العیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی دُعا کوئی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرحلاً اجازت جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز جہادت و انجائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کا کثیر پر بن تقیید و تحدید نفوس قرآن عظیم احمدیث متواترہ نبی رؤف رحیم علیہ و علیٰ آلہ الفضل الصلوٰۃ والتسلیم ماطن اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تفسیر فریادات علمائے قدیم و حدیث سنن و ادب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت قربا اتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یہ نہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بددین مروج و معمول ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ اندر شافعیہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں حلیہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات استثناء الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محضہا بہا مطلقۃ فیہا کراہۃ التحذیر (بخلاف ہمارے اندر احواف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلق کراہت مکررہ تحریمی ہے۔ مثلاً ملا مرعہ الفی ناجسی قدس سرہ القدسی حدیثہ فی شرح طریقہ محمدیہ اُذات ایضا مسئلۃ الشطریم میں فرماتے ہیں،

الکراہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرت
الی التذہیبیۃ لا التحرمیۃ بخلاف مذہبنا
شرائع کے نزدیک مطلق کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی
پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے
(اس میں تحریمی پر ہے)۔ (ت)

اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و میں الخطبتین و کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام البری صفت
اردیل شافعی کتاب الاذون میں فرماتے ہیں،

لا یجب الاستماع وهو شغل المصم بالسمع
استماع واجب نہیں اور استماع سے مراد کانوں
کو سماعت میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

لا یحرم نکل حال الخطبۃ لا علی الخطیب
ولا علی المامومین السامعین وغیرہم
خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں خطیب پر نہ
مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

لکن یکرہ الاقرض جہم کا نذر من یقع فی
بئر او عقر ب ویتعلو خیرا او نہیں عن شیء
اُسی میں ہے ۔

لا یکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین
ولا بین الخطبة والصلوة

علامہ ابن الدین شافعی تفسیر امام ابن حجر مکی فتح العین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں ،

یکرہ الکلام ولا یحرم حالہ الا حطۃ لا قبلہا
ولو بعد الجلس علی المنبر ولا بعدہ ولا بین
الخطبتین ولسن تثبیت العہد والرد علیہ
ورفع الصوت من غیر بالغة بالصلوة والسلام
علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر
الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قال شیخنا ولا یبعد ندب التقرص
عن الصیۃ بل ارفع صوت وکذا التامین
لنداء الخطیب آمہ مختصرا ۔

مستحب ہونا بعید نہیں اس اختصاراً (ت)

یہ بھی مدح ہے جنہی میں امام ثانی قاضی رافعی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً
جواز ہے ۔ اوقات عشر غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد دعائیں خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی
مثلاً ذکر تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعا خاص کلام دینی و عبادت الہی ہے ۔ مرا فی الفلاح
میں ہے ۔

ما خرج لا صلا صلوۃ ولا کلام وهو قول جب امام آجائے تو کوئی کلام و نماز نہیں ۔ اور یہی

سہ الانوار لا مال الابرار فصل صلوۃ الجمعة
سہ فی فتح العین شرح قرۃ العین
سہ فی صلوۃ الجمعة علامہ الاسلام پور پرسی ترویج گاری انڈیا

الامام وقال ابو يوسف ومحمد لا بأس
بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب واذا نزل
قبل ان يكبر واختلف في جلوسه اذا سكنت
فخذ اني يوسف يباح لان الكراهة للاختلال
بفرض الاستماع ولا استماع هنا ، وله
اطلاق الامم^۱ وبعض اختصاره -
مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں غس کا واقع ہونا ہے دریں میں استماع نہیں ہے ان کی
دلیل امر کا اطلاق ہے اور مختصراً (ت)

صاحب مذہب امام احمد سید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک
کلام سے مخالفت قرآنی۔ مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصبیح بھی مختلف آئی ، بعض فرماتے
ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے ، اوقات خشہ میں دینی کی اجازت عام ہے ، نہایت وغیرہ میں اسی کو اصرار کیا
ایسا ہی فخر الاسلام نے بیسوط میں فرمایا ، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا ، امام ذیلی نے قیمن الحقائق میں
اسی کو اصرار کیا۔

قلبت واطلاقات المتن واکثر الکتب حیه
ماشیة وعامة التفاسیر مع ماشیة کما
یظہر بہر اوجه ما علقنا علی رد المحتار
فہو اصمہ المتصحیحین فیما اعلم کیف لا وقد
صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعاً
فلولہ نہی الامام الا عنہ لا رقعہ الخلاق مع
ان الکتب المعتمدة عن آخرها متظافرة علی
اثباتہ -

میں کہتا ہوں کہ متنوں کے اطلاق پر اور اکثر کتب
اسی پر جاری ہیں اور عام تقریبات اس سے مستخرج
ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے
اور میرے علم کے مطابق دونوں تصبیحوں میں یہ اصح
ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی
ہے کہ کلام دنیوی باہ اتفاق مکروہ ہے ، اور اگر امام
نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع
ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے
ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

بکر ارائی میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام آجائے تو

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے :

اطلق في منهج الكلام فشمول التسيب والذكو
والعقارة وفي النهاية اختلف المشائخ على
قول ابي حنيفة قال بعضهم انما كان يكره
ما كان من كلام الناس اما التسيب ونحوه
فلما وقع في بعضهم كل ذلك مكره و الاول
اصح و لكن في العناية وذكر اشارهم ان
الاحوط الانصات و يجب ان يكون
محل الاختلاف قبل شروعه في الخطبة
ويبدل عليه قوله على قول ابي حنيفة و
اما وقت الخطبة فان الكلام مكره تحريما
ولو كان اصرا بمعروف او تسبيحا او غيره كما
مخرج به في الخلاصة وغيرها انتهى باختصار

منع کلام مطلقا کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی
شامل ہوگا، نہایت میں ہے کہ مشائخ نے امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض
نے کہا یہاں وہی گفتگو مکرہ ہے جو لوگوں کی
(ذبیہ گفتگو) ہو۔ وہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکرہ
نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکرہ ہے اور پسلا
اصح ہے اور حایہ میں بھی اسی طرح ہے، مثلاً
نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری
ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے
ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ ”ابو حنیفہ کے
قول پر“ دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام
مکرہ نہ ہوگی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس
کی مثل جو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے
انتہی باختصار (ت)

طحاوی در المختار بحث الفاظ اذان میں ہے :

اسی کا قول ”اس کے علاوہ الفاظ“ مثلاً
احوط اظہر ہیں۔ (ت)

قوله وغيرها حتى الاحوط والاظهر۔

در مختار میں فتاویٰ خیر سے ہے :

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکر ہو سکتے ہیں لفظ
فتویٰ، لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ
مؤکر ہے اور مختصراً (ت)

بعض الالفاظ اكد من بعض فلفظ الفتوى
اكد من لفظ الصحيح والاحوط اكد من
الاحتياط اه مختصرا۔

۱۴۸/۲	مطبوعہ ایچ ایم سید کمپنی کراچی
۵۴/۱	مصطفیٰ البابا بی مصر
۱۵/۱	مصطفیٰ مجتبیٰ دہلی

باب صلوة الجمعة	سکھ بکرائی
خطبة الكتاب	سکھ رد المحتار
”	سکھ در مختار

بالجملہ علامہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً امام معین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور یہ سب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکتوبہ دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو اصدائے صحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مشکلاتی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلہ عمل اعتراض و انکار نہیں۔ بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں ہے۔

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جب نہ جب مسئلہ میں دو، تو اب سمجھ ہوں تو ان میں سے اقتضاء والا فاء یا احدہما۔ ایک پر فتویٰ اور قضا جائز ہوتی ہے۔ (ت)

ولہذا فقیر غفرلہ تعالیٰ تاکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ س معین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملة القول فی ہذا الباب و المتفصیل فی فتاویٰ بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہ بھی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتویٰ میں ہے۔ ت)

ترجمہ در مختار کی علامہ بریلوی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علامہ بریلوی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے ائمہ علامہ اپنے عصر و عصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی فائزہ المحققین سیدنا ابوالقدوس سرہ الماجدہ، فقیر برسوں جماعت میں اقتداء اسے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سب معین کو دعا کرتے و یکو کہ کبھی انکار نہ فرماتے اور ترجمہ کے زمانے سے پہلے بریلوی میں اس امر کا استغناء ہوا، مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذہ المصطفیٰ سید العلماء سند العرفاء مولانا ابجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا علامہ نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علامہ کرام نے اُس پر مہر فرمایا یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مستفی بقیہ تسلیں میں مسدود و مشمول اور الطیبات مسائل کے لئے یہاں منقول،

سوال: چرمی فرمایہ علامہ دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھا امام کو بعد قرائت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقاتوں

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دعا مانگنا یا تو اٹھا کے تمس ہے یا نہیں؟ یعنی اذہوا
الجواب: بیٹنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدۃ
 میں الخطبتین یوم، جمعہ میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا
 عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمرو
 قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعد بیہما
 مسدد نے ہیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں
 نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں
 کے درمیان بیٹھتے۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کی سنت بمقدار تین آیات ملکی میں بالقرین بیان کیا ہے،
 والی اس عشر الجلس بین الخطبتین
 ہکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلس
 بیہما مقدار ثلاث آیات فی طہر الروایۃ
 ہکذا فی السراج الوہاب
 پندرہوی سنت دو خطبوں کے درمیان بیٹنا ہے
 اسی طرح بحر الرائق میں ہے، ان کے درمیان
 بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات
 کی تلاوت کی مقدار ہے۔ ایسے ہی سراج الراجح
 میں ہے۔ (ت)

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظہر جلیل شرح حصن حصین
 کے اس وقت مانگنا دعا کا طبعی سے نقل کیا،
 وساعة الجمعة ارجى وقت وقته مابین ان
 یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقف
 الفصلۃ -
 اور ساعت جمعہ کی بہت امید دانی ن وقتوں کا
 ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید
 قوی ہے قبولیت کی اور وقت ساعت جمعہ کا ہے

مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔ (ت)
 ظاہر تر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور دوسری وقت
 حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، گناہات العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طبعی نے بیٹھنے سے

۲۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب القعدۃ میں الخطبتین	لے صحیح البخاری
۱۴۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة	لے فتاویٰ ہندیہ
۲۱ ص	افضل المطابع لکھنؤ	اوقات الاجابة	لے حصن حصین

بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی، اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجماعت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے۔

حدیث قال: لَسْتُ بَرَأَ عِنْدَ الْجُلُوسِ مِنَ الْخُطْبَتَيْنِ
 حکماء الطیبی عن بعض شراح المعاصیر: ^۱
 ان کے الفاظ میں تیسواں مقام دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، اسی قلمی نے بعض شارحین معاصیر سے نقل کیا ہے۔ (د)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ اوقات اجماعت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے کی طیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا۔

العاشر ما بین خروج الامام الی انت مقام
 الصلوة الحادی عشر ما بین انت یجلس
 الامام علی المنبر الی ان تقضى الصلوة
 الثانی عشر ما بین اول الخطبة والفراخ
 منها الثالث عشر عند الجلوس بیمن
 الخطبتین۔
 دسواں امام کے نکلنے اور اقامت نماز تک ہے
 گیارہواں امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر ختم
 نماز تک ہے، بارہواں شروع خطبہ سے لے کر
 اس سے فراغت تک ہے، تیرہواں دونوں خطبوں
 کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے۔
 (د)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہم غانیہ میں نقل عن النبی مرقوم ہے۔

ولو سکت الخطیب حیث جلس ساعة قال
 ابو یوسف ینباح له التکلم فی تلك الساعة۔
 امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو
 امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو
 مباح ہے (د)

اور در مختار میں بھی اس کے مرقوم ہے، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح اکتب بعد کتاب اللہ کے ہے صحیح بابہ رفع الیدین فی الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہ اسے

۱۔ فتح الباری باب الساعة التي فی يوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۴۱/۳
 ۲۔ حاشیہ شرح حصین السیوطی

۳۔ فتاویٰ تارخانیہ کتاب الصلوة، شرائط الجمعة مطبوعہ دارالعلوم الاسلامیہ کراچی ۶۹/۲

رسول اللہ کے! چلا کہ ہوئے جاتے ہیں چار پاسے اور ہلا کہ ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکہ سے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے امد و درخواست دعا کی کہ:

حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز
عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس
قال یئسنا ان نسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقل
یا رسول اللہ هذک المکراخ و هذک الشاة
فاجاب اللہ ان یسقینا فمد یدیه و دنا

چار پاسے ہلا کہ ہو رہے ہیں بکریاں ہلا کہ ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے اور دعا کی۔ (مت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور مانگنا دعا کا میں حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور تحقق ہے، پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کہاں مستحق ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح، صلوة کے دعا مانگنا، تہ اشاک کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بعد رسائیات کے مجتہبی سے اور سندہ اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی مفتاح الصلوۃ میں مرقوم ہے:

ورمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولیٰ
جائز خواہ بود علی الخصوص ورا حدیث آئمہ کہ
ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام
فی الخطبة الی ان یتقضى الصلوة کما
صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی
فی شرح مسلم و قال هو الصواب پس باید
دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس
وقت دعا کرنا خصوصاً بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہئے
کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت
امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک
ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے
شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

کرد وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار ستر آیت
وار دست کما فی المعجبۃ وغیرہ عربیہ آتشی
الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة و قنا عذاب
الدنیا کہ عمل در ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ
واقع گردد و اگر دست برداشستہ بخواند موافق طریقہ
دعا کہ در احادیث مست واقع گردد و عمل بزرگان
نیز مست۔

مواہب ہے لہذا امام کے بیٹھے کے وقت ، جو
ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے
جیسا کہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے ، یہ دعا پڑھ لی جائے
اسے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی
عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں
آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت
اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعا میں
ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے
جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔

اور ایسا ہی پنج فقرہ الاوراد کے مرقوم ہے اور پنج حصص حصص کے ایک آداب دعا میں رفع یدین
کو پسند حدیث تحریر کیا ہے و رفعہما مع و ان یکون رفعہما حذو المنکبین و اذن یعنی آداب دعا
سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے ، نعل کی یہ صحیح سستہ میں ، اور یہ کہ ہوسے ہاتھ
اٹھانا برابر ہونڈھوں کے ، نعل کی سنس ابرو داؤد و احمد و عاکم نے ، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا
ساتھ رفع یدین کے چاہئے ، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے بحث اور بہ فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و
لایح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و
الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ حفراقلہ - محمد رضا علی خاں - سید یعقوب علی رضوی - غلام اعلیٰ سید محمد علی
سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور علی وہ - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جملہ
اتحاد حکم۔

حضرت علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، یہی وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمہور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ، دوسری میں سورۃ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبحان ربك الاعلیٰ اور دوسری میں ہلکے حدیث النخاشیۃ ثابت ہے، اور حسب حاجت و مصیحت کی عیسیٰ کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کسی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا ان کا قصور ہے جس میں وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت، ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے یا عیشِ تکلیف ہو گا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ کو رُخِ خلاص سے پڑھنا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰
۱۲

اَوْفَى السَّعَةِ فِي اِذَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

(اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْکَرِیْمِ

مسئلہ اذانِ جمعہ کے بارے میں شاکوہیل ضلع سہٹ ڈاکخانہ بنگلہ دیش پور مدرسہ مولوی محمد زابدین صاحب
۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانِ جمعہ کے اندر دینا کیسا ہے، جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جودی جاتی ہے آیا وہ اذانِ جمعہ کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اور برقعہ یا راولی بلا کر اہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کر اہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل اصحاب و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر اتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذانِ خطیب کے سامنے کہے، ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علماء کا اطلاق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان، اور در مختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہو یا ہوا کہ مؤذن خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا مسجد میں کھڑا ہو کر اذان مکتب فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے، اگرچہ جہاں تک اطلاق میں یدیدہ آتا ہے

سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بیٹو! توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدر و نظم و شرح نقایہ بر جہندی
بحر ارائق و فتاویٰ ہند پر و مخطوط علی مراقی الفلاح وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے
فتاویٰ حایہ میں ہے ۱

ينبغي ان يؤذن في المسجد
ولا يؤذن في المسجد
یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد
میں اذان نہ کہی جائے۔

بعینہ یہی عبارت فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علیگیر میں ہے۔ فتح القدر میں ہے،
الاقامة في المسجد لا بد واما الاذان فعلى
المشذمة فان لم يكن ففي فناء المسجد و
قانون الايودن في المسجد
یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منار
پر ہو۔ منار نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد
میں ہو۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

نیز محراب الجہر میں فرمایا،
هو ذكر الله في المسجد اى في حدوده كراهة
الاذان في داخله
وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوائی مسجد کے
اندر اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الرقايہ لعلامة عبد العلي میں ہے،

في ايود المشذمة اشعار بان السنة في الاذان
ان يكون في موضع عال بخلاف الاقامة
فان السنة فيها ان تكون في الاسفل و
ايضا فيه اشعار بان لا يؤذن في المسجد
فقد ذكر في الخلاصة انه ينبغي ان لا
ياختص به۔
یعنی صدر الشریعہ قدس سرہ نے اذان کے لئے منار
کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں
سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں
سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو، نیز اس میں تنبیہ ہے
کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے، خلاصہ میں اس کی
ممانعت کی تصریح ہے لہذا باختصار۔

۳۷/۱	مطبوعہ خشى نوکشتور لکھنؤ	مسائل الاذان	لے فتاویٰ قاضی خاں
۲۱۵/۱	۴ نورید صوبہ سکھر	باب الاذان	لے فتح القدر
۲۹/۲	” ” ”	باب الجہر	لے ”
۸۴/۱	” ” ”	باب الاذان	لے شرح النقایہ للبرجندی

بحر الرائق میں ہے :

فی الفتیۃ یسئ الاذان فی موضع عال و
الاقامة علی الارض و فی المغرب اختلاف
المشائخ و الظاہر انہ یسئ المکات
العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی و
فی السراج الوہاج ینبغی ان یؤذن فی موضع
یکون اسمع للجیران و فی الخلاصة ولا یؤذن
فی المسجد الا مختصرا۔

اُسی میں بعد چند ورق کے ہے :

السنة ان یکون الاذان فی المنارة والاقامة
فی المسجد۔

حاشیہ الطحاوی میں ہے :

یکون ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی
عن النظم ، فان لم یکن شہ ، مکان مرتفع
للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتحة۔

یعنی فتیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا
سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف
ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مستنون ہے یا نہیں اور
ظاہر ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت
ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں چوٹی چٹا
جہاں سے زمیانیوں کو خوب آواز پہنچے ، اور خلاصہ
میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اور مختصرا۔

سنت یہ ہے کہ اذان منار سے پر ہو اور تکبیر
مسجد میں ۔

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قستانی میں
قلم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند
مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس آس کے متعلق
زمین میں اذان نہ جیسا کہ شیخ القدری میں ہے ۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جی میں بعد وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ
ایسے ہی کلمات مرتبہ معتبرہ میں اذان ثانی بعد کا استثناء دکھائے مگر ہرگز نہ دکھائے گا ، بل لفظ بین یدی
الاحامہ (امام کے سامنے رہت) یا بین یدی المنبر (منبر کے سامنے رہت) سے استدلال نہ کر
فی السؤال وہ محض تاواضح ہے ، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر
کے آگے مواجد میں ہو اس سے یہ کہان کہ امام کی گرد میں منبر کی لگ پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط

سہ بحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

سہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۶۱/۱

سہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۰۰ ص

کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے) سمت مقابل میں منہائے جنت تک صادق ہے جو وقت طلوع
مواجد مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کے گاکر آفتاب میرے سامنے ہے، یا فارسی
میں مہر دوبروئے می است (سورج کیسے چہرے کے سامنے ہے۔ ت) یا عربی میں الشمس بین
یدی (سورج میرے سامنے ہے۔ ت) حالانکہ آفتاب اسی سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور
ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: یٰٰعٰلَمٰہِیْنِ اَیْدِیْہُمْ و مَا خَلْفَہُمْ اِنَّہٗ سَمَاعٌ جَانِبٌ ہُوَ کَہُوَ اِسْمُ
سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزرا گیا۔ یہ ہرگز ماضی مستقبل سے مخصوص نہیں
بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یٰٰرَہْمٰنُ اَکْرَمُ عَلَیْہِمْ اَللّٰہُ اَلَّذِیْہُ ذٰلَکَ اَنَّہُ تَزَکَّیْہُ فَاذْکُرْ فَاِذَا
لہ عَابِیْنِ اَیْدِیْنِ و مَا خَلْفَہُمْ و عَابِیْنِ ذٰلَکَ اَنَّہُ تَزَکَّیْہُ
اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے
پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن عالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق
مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواری و خواہی و فرق فی السجود دلیل ہو، قال اللہ تعالیٰ،

وہو الذی یوصل الیہ حشرنا بین یدی
سر حشر حق اذ اقلت صحابا ثقالا سقنہ لبدن
عیدت فانزلنا بہ النساء الایۃ۔
اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں باران رحمت
کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے اُجھارے
بوجھل مادل ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی
طرف تو لٹا اُس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے) نے قرب مطلق کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی مٹا اُترے
بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے ویاں پہنچ کر برسے۔ وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا)
ان ہوا لا تذیرکم بین یدی عذاب
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اسے
کافرو! تم گناہ کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں وہ سزا دے
ایک تخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے

تیرہ سو تین سو تیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا خانے مسجد کی کسی زمینی میں جہاں تک سائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اس پر ضرور میں یدیدہ (اس کے برو۔ ت) صادق ہے بلو شبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے برو منبر کے آگے اذان ہوئی اور اسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد ابوہریرہ امام کو بھی بین یدیدہ شامل ہے ولہذا برو خطیب کہنے کے بعد ان غفلوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل دعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و چرایہ و در مختار و غیرہ میں کہیں اس کی بوجہ نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس میں یدیدہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اس ادعا سے تواتر کا حال بھی کھل جائے، سنن ابی داؤد و شریعت میں بسند حسن مروی ہے،

حدیثنا المنقیل ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق بن عمار عن الزهري عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال كان يؤذني بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے برو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہی ابوہریرہ بنی و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔	حدیثنا المنقیل ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق بن عمار عن الزهري عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال كان يؤذني بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما
--	---

اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس برو بروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت و خلفائے راشدین سے کیا تواتر ہے، ہاں یہ کہنے کا اب ہندوستان میں یہ اذان متخل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے بعد تصریحات حقہ کے خلاف کہی بات کا ہندوؤں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندوؤں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں قرآن تصریحات ائمہ کے مقابل میں یدیدہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں۔ پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنت کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذان ثانی بکھراؤ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوتی ہے جس طرف زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

بِشَاءِ وَاللّٰهِ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بعض دیگر جہاں سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین میں سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلافتِ تعمیر کا یہ اعلان نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۲-۱۳ ہجری میں فقیر بہ نسبت خاکبوس کسی استاذ علیہ حضرت سلطان الادب محبوب الحق والہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریل سے شدہ احوال کر کے حاضر بارگاہِ حیات پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا اذان کچھ واسے نے مسجد میں اذان کی فقیر نے حسبِ عادت کہ جو امر خلافت شرع مطہر پایا مسجد گزارش کو یہ اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو ان نوذن صاحب سے بھی بہتر ہی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہ کدکمان نکھا ہے؟ میں نے قاضی خان، قاضی غامگیری، مفتی اسدیر کے نام لئے، کہا ہم اُن کی نہیں مانتے، فقیر بھی کہ حضرت طاقتہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ کسی کچری میں ذکر ہیں۔ فقیر نے کہا حکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی جل جلالہ کا سچا حقیقی دوبارہ تواریع و اعلیٰ سے آپ انہی کچریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چہرہ اسی بندہ کا عید گواہوں کی ماضی، کچری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارنا ہے یا باہر؟ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چپڑانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گایا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے)

الحمد للہ حق واضح ہو گیا۔

اقول وبالله التوفیق یہاں دو نکتے اور قابلِ لحاظ و غور ہیں،

اول اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اذنا تانا مگر اذان کے لئے جدا بکھا جانے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لئے بنوایا ہو تو اس میں وضو جائز ہے کہ اس قدر مستثنیٰ قرار پائے گا، اشیاء میں ہے،

تکون المصطفیٰ والموضوء فیہ الا
ان یکون ثم موضع
عن ذلک لا یصل فیہ
مسجد میں نکل اورو وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت
میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور
اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو

ولا قبل شئ يغل بجر متناه اخذته صما
 یا فی الوقت من ای الوقت لونی فوق سطح
 المسجد بیتا سکی الاما قبل تمام المسجد یت جاز لانه
 من مصالحه اما بعد فلا یجوز ویجب الهدم۔
 مسجدیت سے پہلے رہائش سادہی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے بہت جلد قائم ہو سکتے ہیں اور اس کا گنا ضروری ہے۔
 اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرون مسجد فناء مسجد میں تھا بعد مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق
 مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہو گا کہ یہ بھی وہی صورت ہے
 کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصروع ہو چکا تھا کما لایخفی (جیسا کہ
 محقق نہیں۔ ت) ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود باقی مسجد نیا مکان اذان کے لئے مستثنیٰ کرنا چاہے
 تو اس کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ بعد تمام مسجد کسی کو اس سے استثناء یا فعل کو وہ کے لئے بنا کا اختیار
 نہیں، درمختار میں ہے۔

لہذا فی الوقت بیتا للاحاد لایضو لاند من
 المصالح اما لو تمت المسجدیت ثم اراد
 لبنا، من، ولو قال عنیت ذلك لم یصدق
 تاثر منیة فاداکان هذا فی الوقت فکیف
 بطیرۃ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد
 کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے۔ لہذا اس کا گنا ضروری ہے اگرچہ وہ دیوار مسجد پر ہو۔ (ت)
 دوم متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یا نہی تعمیر کرتے ہیں کہ قلاں مسجد میں
 اذان ہوتی مشغور منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کسی گز کے فاصلے پر ہو اور اس پر اذان کہی جائے
 تو شخص بھی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلو، یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو
 اٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو محال انکار نہیں، لہذا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر
 اللہ فی المسجد (یہ مسجد میں ذکر الہی ہے۔ ت) کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ (یعنی مسجد

کے حدود ہیں۔ (ت) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکھ لکھ الاذان فی داخلہ (کیونکہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ت) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی شخص نا شناس نظر نہ دیتا ہو۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقف
ان من سنن الہدی الصلوٰۃ فی المسجد
الذی یؤذن فیہ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنن ہدی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو۔ (ت)

وامثال عبارات کثرت خروج من لم یصل من مسجد اذن قبلہ (اس مسجد سے نکلنا مکروہ ہے جس میں اذان دی گئی ہو۔ ت) ہے (حوکا کہ کھائے اور اسباب حدیث ابن ماجہ)

عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذّن فی المسجد ثم خرج لم یخرج لِحاجتہ و هو لا یرید الرجعة فهو منافق
امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ کیا تو وہ منافق ہے۔ (ت)

یہ (حوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان) (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے ظرف ہے اذان کے لئے نہیں۔ ت) و لہذا علامہ مناوی نے تفسیر میں اس حدیث کی بڑی شرح فرمائی (مسجد ادراک الاذان) دھسو (جس نے اذان کو پایا) یعنی اذان کو سننا، حالانکہ وہ (مسجد میں تھا) الم (ت)

بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو پس ہے،
احمد یسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلا یخرج
امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز ادا کیے بغیر

احد کمرحق یمنیؒ

کوئی مسجد سے نہ نکلے۔ (ت)

بالکل جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انہیں دو ٹوکوں سے ایک پر محمول ہیں۔

اقول اس سے پہلے کی یہ عبارت بھی واضح ہو گئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو، مسجد سے دور اور جگہ میں نہ دی جائے اور یعنی مسجد کے حدود اور فناء سے مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام مختار علیؒ نے اطلاق نے کی ہے یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ اذان اول بازار میں مقام زورار پر دینے کا حکم دیا، مسجد سے دور اذان نہ دی جائے مثلاً جب مسجد مغربی البغداد ہو اور اذان شرقی میں دی جائے تو اس پر اذان دوسرے محلہ کی ہوگی اس مسجد کی اذان اسے شمار نہیں کیا جائیگا جیسا کہ واضح ہے بکلام جلالی کلام نظم پر استدراک نہیں جیسا کہ قسطلانی نے گمان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ہم نے گھست کر کی اور سامنے امام کا معنی بیان کیا اس سے واضح ہو گیا کہ "بین یدیدہ" کے الفاظ مقام کے مناسب قرب کا تعاضل کرتے ہیں نہ کہ اتصال کا، بکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے دوسری اذان

اقول وہ یمنیؒ مافی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او مافی حکمہ لا فی المسجد صہ اھ ای یؤذن فی حدود المسجد و فناءہ کما فسرہ الامامہ المحقق علی الاطلاق اوق نفس المسجد ان کان ثمد موجدہ اعدہ من قبل او یؤذن فیما ہوی حکمہ تقر بہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذا مال المسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث احدث لا اذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن فی المسجد فی السجید منہ فامس المسجد اذا کان غری فی البسید مثلاً و اذان شرقیہ مل اذن لمسجد حتی آخر لا یعد ذلک ذالالہ کما لا یحقی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی و باللہ لتوفیق و بما قد متامن تحقیق مفاد بین یدیدہ و انہ یستدعی بقریۃ الحال قریباً نیاسب المقام لا الاتصال و وضہ یحمد اللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین یدیدہ ما قصہ ، اع

بین الجہتین ادسا متین لیمین المنبر والامام
ویسارہ قریباً منہ ووسطہما یا المسکوت
فیثقل ما اذا اذن فی زاویة قائمة او حادة
او مضرجة حادثہ من خطین خاص جبین
من ہاتین الجہتین آخر فلیس القرب مسکوا
ولا بالاتصال مشہرا وانما اسرارہ اخراج
البعد الہدی لا یعد بہ الا اذان اذانی ذمت
المسجد کما ذکرنا فی کلام الحلایین۔

دی جائے کے تحت قہستانی نے جو کہا وہ بھی واضح
ہو گیا کہ اذان عین منبر و امام اور اس کے بائیں جانب
اس کے قریب ہو یا ان دونوں کے وسط میں ہو یہ
ان صورتوں کو شامل ہے جب اذان راویہ قائمہ یا
حادیہ یا مضرجہ میں ہوتی جو ان دو خطوط مذکورہ
کے دو جہات سے پیدا ہوا اور تو یہاں قرب کا
انکار نہیں اور اتصال پر دلالت نہیں، اس سے
ان کا مقصد اس بُعد کا ذکر کرنا ہے جس میں اذان
کو اس مسجد کی اذان تصور نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے
اسے جلوئی کے کلام میں ذکر کیا۔ (ت)

غرض عامہ کتب معتبرہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی
عقد و عرفاً و شرعاً قائل قبول نہ ہوتی۔

الا ترى ان العلامة الطحطاوى كيف اقتصر
في الحكم على حكاية ما في القهستان في عم
النظم ولم يصرح على استدراكه اصلا علما
منه ان الاستدراك مستدرک لا يبتغي
نقلا۔

کیا آپ نے نہ دیکھا علامہ طحطاوی نے کس طرح اکتفا
کیا اس حکم پر جو قہستانی نے نظم سے نقل کیا تھا
اور اس کے استدراک کے باطل دہلے نہ ہوئے،
انہیں علم تھا کہ یہ استدراک قائل ہے لہذا اس کا نقل
کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

نہ کہ کوئی لفظ محض ناصریہ کلمات صاف لائق ترمیم و تصحیح ہو،

کما لا یخفى على ذي عقل نحييهم هكذا ينبغي
التحقيق والله سبحانه وتعالى التوفيق والمحمد لله
رب العالمين وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا
محمد وآله وصحبه اجمعين۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا احکم۔

جیسا کہ ہر عاقل پر محض نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا،
اللہ بخیر تدفین کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و
صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ
وصحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ
اتموا احکم۔ (ت)

باب العیدین

(عیدین کا بیان)

مسئلہ ۱۴۱۲ از سہرام محلہ پرتہ ضلع آترہ مسئلہ قدرت اللہ صاحب ۵ شوال ۱۳۲۹ ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ پابند صوم و صلوٰۃ متقی نے اول خضر عید لاضعی
 پڑھ کر ایک اور صلوٰۃ و سلام ہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر یا و از بلند خود کہا اور مصلیوں سے کہلایا پھر
 باریک اللہ لنا و لکم پڑھ کر بیٹھ پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا ؟ اس
 نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کعبہ میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 یا ساریۃ الحبل ہے ، یہ دعویٰ مدعی کا کہل تک صحیح ہے اور ایسے فعل کا ترکیب کوئی طاعت ہے یا نہیں ؟
 بینوا توجروا۔

الجواب

لیک و درود کہ اس نے خود کہا حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں
 مامور یا تسکوت ہیں ، اگر حالت وجہ میں ایسا ہوا جیسا کہ اُس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل نے
 عالم متقی متقی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے معہذا مسئلہ شرعیہ معلوم کر لینا دوسری بات ہے

وہ ضرور چاہئے مگر حوام کو سستی عالم متقی پر اُس کی کسی لغزش کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ
 نص علیہ الاثمۃ واثمات الیہ الاحادیث (جیسا کہ ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس دیش میں بھی
 اس پر رہنمائی ہے۔ مت) یہ اس کے حق میں ہے جو سستی عالم ہو ورنہ آج کل بہت گمراہ بددین بلکہ مرتدین مثلاً
 وہابیہ دیوبندیہ اپنے آپ کو سستی عالم کہتے ہیں وہ ملامت کیا اُس سے ہزاروں درجہ سخت تر کے مستحق ہیں، واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

سارور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب مکتبہ نے اپنے فتاویٰ کی جلد ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دو گانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دُعا مانگنا حضور سرور عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب وہاں یہ ہے کہ اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے استدلال ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب فتویٰ دے گئے ہیں ان کی ممانعتوں کے یہاں تک اثر ڈالو کہ لوگوں نے بعد فراغ النیچہ گانہ بھی دعا چھوڑ دی اس سے باز رہے ہیں حق کیا ہے؟ بینوا تو بھروا۔

الجواب

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمارے لئے عید کو محبوب بنایا اور اسے برپا کر کے قرب کر لیا بنایا، یوم سعید میں دعا کا حکم دیا، کلام عید میں قبولیت کا وعدہ فرمایا اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات اقدس پر جس کا چہرہ عید، دیدار عید، میلہ دعید ہے، آپ کی آل محترم اور صحابہ عظام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
جَعَلَنَا الْعِیْدَ وَجَعَلَهُ مَقْرِبًا لِّكُلِّ عَمَلٍ
وَأَمَرَنَا بِالسَّلَامَةِ فِی الْیَوْمِ السَّعِیْدِ وَوَعَدَنَا
بِالْإِجَابَةِ فِی الْكَلَامِ الْخَمِیْدِ وَالصَّلٰوةُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی مَنْ وَجَّهَهُ عِیْدٌ وَلِقَاؤُهُ عِیْدٌ وَ
مَوْلِدُهُ عِیْدٌ وَآیَةُ عِیْدٍ وَ عَلٰی أَلَمَّا نُكْرَامُ وَصَحْبِهِ

الغلام ما دعا الله في العيد عيد سعيد و
تعاين النور والسرور غداً العيد و اشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً
عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه و
آله و صحبه من يوم ابد الى يوم يعيد امين
امين يا عزيز يا صمد

پر بھی جب تک کوئی عید سعید عید کے موقع پر دعائے
کرنے والا ہے اور جب تک عید تک صبح کو نور و سرور
پا رہے جائیں ہیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سرا کوئی
معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے اور
رسول ہیں آپ کی ذات، آل اور صحابہ پر درود و سلام
ابتدائی دی گئے کہ آخری دن تک ہو اے نائب اللہ

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرمائے۔ ت)
نماز عیدین کے بعد دعا عزرائلیہ عالیہ تابعین عظام و محدثین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت،

قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا الحمد
النسفي الصفي النقا دري البركاتي البريلوي
غفر الله له وحقق امله انبانا المولى
عبد الرحمن اسراجو السكي صفي بلد الله المحرم
بيته عند باب الصفا ثمان يمين من ذي الحجة
سنة خمس وتسعين بعد الالف والمانتين
في سائر مروياته المحد يثية و الفقهية
وغير ذلك من حجة نمانة جمال بن عبد الله
بن عمر السكي عن الشيخ الاجل عابد السندي
عن عمه محمد حسين الانصاري اجاز في به الشيخ
عبد الحافي بن علي المزجاوي قرأه على الشيخ محمد
بن علا والدين المزجاوي عن احمد النخلي
عن محمد اباهلي عن سالد السنوري عن
النجم الشيطي عن الحافظ زكريا الانصاري
عن الموفق بن حجر العسقلاني انا سبه
ابو عبد الله الجديري انا تمام لدين الاتقاني انا

فقير عبد المصطفى احمد رضا الحمد
بريلوي اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اور اس کی امید
بر لاسے) کہتا ہے کہ میں شیخ عبد الرحمن السراج کی
صفتی بلد اللہ المحرم نے باب صفا کے پاس اپنے گھر
۲۲ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ کو اپنی تمام مرویات کی اجازت
دی خواہ وہ حدیث کی صورت میں تھیں یا فقہ کی صورت
میں یا اس کے علاوہ تھیں انھیں مرویات کی اجازت
حجت زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر کی نے دی انھیں
شیخ اجل عابد سندی نے انھیں ان کے چچا محمد حسین
انصاری نے دی، اس نے کہا مجھے ان کی اجازت شیخ
عبد الحافی بن علی مزجاوی نے، انھیں شیخ محمد
بن علا الدین مزجاوی سے قرآن کے طوائف انھیں آحمد النخلی
نے انھیں محمد اباہلی نے انھیں سالم السنوری نے انھیں
نجم شیطی نے انھیں حافظ زکریا انصاری سے انھیں
حافظ ابن حجر عسقلانی نے انھیں ابو عبد اللہ جری نے
انھیں قوام الدین الاتقانی نے انھیں بردیان احمد بن

عبد العزیز المحدث الدہلوی عن ابيه عن
 الشيخ تاج الدين القلي صفي الحنفية عن
 الشيخ حسن العجمي عن الشيخ خير الدين
 الرملي عن الشيخ محمد بن سراج الدين
 الحاموي عن محمد بن الشبلي عن ابراهيم
 النكري يعني صاحب كتاب الفقه عن امين الدين
 يعني من محمد الاقصراني عن الشيخ محمد
 بن محمد البخاري الحنفی یعنی حیدر
 محمد پارسا صاحب فصل الخطاب عن الشيخ
 محمد بن محمد بن محمد بن علی البخاری طاهری
 عن الامام محمد بن الشریعة یعنی شارح التوقایہ
 عن جد تاج الشریعة عن والده صدر الشریعة
 عن والده جمال الدین السجوی عن محمد
 بن ابی بکر البخاری عرف باسمه راہ حق
 شمس لائفة المرتضی عن شمس الانفة الحلوانی
 کلاهما عن الامام الاجل ابی علی النسفی
 امام احمدی فقال عن ابی علی وکذا عن
 ابی سہابة الاندلسی واما الاستروشنی فقال انا
 ابو علی الحسین بن خضر النسفی انا ابو بکر
 محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشهیر
 بالفضل انا ابو محمد عبد الله بن محمد
 بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السدوقی
 انا عبد الله محمد بن ابی حفص الکبیری
 انا ابی انا محمد بن الحسن الشیبانی اخبرنا
 ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم قال کانت

شیخ محمد بن سراج الدین الحاموی نے انھیں احمد
 بن شبلی نے انھیں ابراہیم النکری صاحب
 کتاب الفیض نے انھیں امین الدین کنی بن محمد
 قسری نے انھیں شیخ محمد بن محمد البجاری
 الحنفی یعنی سیدی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب
 نے انھیں شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی
 بخاری طاهری نے انھیں امام صدر الشریعة
 یعنی شارح التوقایہ نے انھیں ان کے جد تاج الشریعة
 نے اپنے والد صدر الشریعة سے انھیں ان کے
 والد جمال الدین سجوی نے انھیں محمد بن ابی بکر
 بخاری المعروف امام راہ نے انھیں شمس الاندلس
 الرازجری نے انھیں شمس الاندلس حلوانی نے
 اور ان دونوں نے امام اہل بڑی نسبی سے
 ان دونوں نے کہا عن ابی علی، اسی طرح انھوں
 نے تمام سند کو عن کے ساتھ بیان کیا، استروشنی
 نے کہا میں ابو علی الحسین بن خضر النسفی انھیں
 ابو بکر محمد بن الفضل بخاری، در یہ امام فضل
 کے ساتھ مشہور ہیں انھیں ابو محمد عبد الله بن
 محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السدوقی نے انھیں
 عبد الله محمد بن ابی حفص الکبیری ان کے والد
 نے انھیں محمد بن حسن الشیبانی نے
 انھیں امام ابو حنیفہ نے انھیں حماد نے
 انھیں ابراہیم نے بیان کیا کہ عسید بن ک
 نماز خطبہ سے پیٹہ ادا ہوتی پھر نماز کے
 بعد امام سواری پر کھڑے ہو کر دُعا کرتا تھا،

الصلوة في العيدين قبل الخطبة ثم يقف الإمام على
 راحلته بعد الصلوة فيدعو ويعلن نية اذان
 ولا اقامة

یعنی سید عالم محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام علی
 حماد بن ابی سینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خبر دی کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 نماز عیدین حلیہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے نماز کے بعد دعا مانگا اور نماز بے اذان و اقامت
 ہوتی، یہ امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے تھا، تاہم سند یہ زہری فرماتے ہیں کہ انہوں نے روایت فرمائی لا اقل الاکابر
 تابعین کا معمول تھا تو نماز عیدین کے بعد دعا مانگا کرتے، بعض کی سنت جو اور پڑھا ہر راحلہ پر وقوف و عدم وقوف
 سنت و نہی کی نفی نہیں کر سکتا کیونکہ یہی، پھر ہمارے امام محمد سیدنا امام محمد اعلیٰ اللہ درجائہ فی دارالابد نے
 کتاب الآثار شریف میں اس حدیث کو روایت فرمایا کہ مقرر رکھا اور ان کی عادت کو یہ ہے جو اثر اپنے مذاہب
 ہوتا ہے اس پر تفریق نہیں فرماتے تو حقیقہ اہل حقیقہ مضمون و ادب اہل تثلیث قرون دونوں کے حق میں جو یہ
 مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ اولی القدر ایضاً مرام و اتمام کلام کے لئے اس مسئلہ میں مقال کو دو
 عید پر منقسم کرتا ہے،

عید اول میں قرآن و حدیث سے اس دعا کی اجازت اور ادعائے بالعیین کی غلطی و شناخت،
 عید دوم (قرآن سے موزوں نکتوں سے اسناد پر کلام اور ادہام بالعیین کا ازالہ تام و العون من
 اللہ فی الانصار) (مد اللہ کی جو العام عطا کرنے والا ہے۔ ت)

العید الاول جعل فضل اللہ الموصول (عید اول) اور اللہ ہی کے فضل پر مجبور ہو سکتا،
 ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کبھی مانفت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہرگز منوع نہیں
 ہو سکتا، جو ادعائے مع کسے اثبات مانفت اُس کے ذمہ ہے جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی حمدہ برآ
 نہ ہو سکے گا بقاعدہ مناظرہ ہیں اسی قدر کتنا کافی، اور اسانید سائل کا ثر وہ لیجئے تو چونکہ قرآن و حدیث سے
 قلب فقیر پر جائز ہوا جو کبھی ہوش استماع کیجئے۔

فی قول وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری الفتح (اللہ ہی کی توفیق ہے اور اس سے
 تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) اولاً قال المولیٰ سبختہ و تعالیٰ،

فادافرقفت فالصیب ۵ والی ربك فارغب ۵ جب توفراغت پاسے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرفت راغب ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اسح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین جبرالامہ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصیب دعا میں جدوجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دعائیں مشغولی ہو اور اپنے رب کے حضور الحاج و زاری کر۔ تفسیر شریعت جلالین میں ہے ،

فادافرقفت من الصلوة فالصیب ، تعب فی ذلک ، سبب تہارتہ فارغ ہو کر یا میں تعب اور مشقت والی ربك فارغب "تفویج" ۵ خطبہ جلالین میں ہے ،

ہذا تکملة تفسیر الامام جلال الدین المحمدي علی سبطہ من الاعتماد علی ارجحہ الاقوال و ترک التطویل بذکر اقوال غیر موضیعیۃ (۱) ملخصاً علامہ زرقانی شریع براہب لدیر میں فرماتے ہیں ،

ہو الصبیحہ فقد اقتصر علیہ الجلال وقد المتزم الاقتصاد علی ارجحہ الاقوال ۵ یہی صحیح ہے اسی پر جلال نے اکتفا کیا ہے حالانکہ انھوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ رائج اقوال ذکر کریں گے۔ دست

اور پڑھا ہر کہ آیت کریمہ مطلق ہے اور باطلا قبلہ نماز فرض و واجب و نقل سب کو شامل تو بلا مشہور نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل ، یہی احادیث سے بھی ادوار صلاوات کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد ، و لہذا علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعائیں گننے کو آداب سے گنتے ہیں ، امام شمس الدین محمد ابن الجزری حصص حصین اور مولانا علی قاری اُسی کی شرح خزائن میں فرماتے ہیں ،

سۃ القرآن ۹۴/۲۵۷

سۃ جلالین کلاں سورۃ الانشراح میں مذکور ہے مطبوعہ اصح المطابع دہلی ہند ۵۰۲/۲
سۃ خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصر ۳/۱
سۃ شرح الزرقانی علی الموابہب اللدنیۃ المقصد اثباتی فی اسامیہ مطبوعہ مصر ۱۹۵/۳

العامل انہی یوقی اجزہ اذا قضی عملہ
رواہ احمد والبخاری والبیہقی و ابو النبیخ
فی الثوب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عالم کو اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل
تمام کر لیتا ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، بیہقی اور
ابو النبیخ نے ثواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔

تو سائل کہنے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مرنے کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے
وہ روزہ دار ہو کہ ہر حتم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی و غلیب و ابن نعیم و ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ
سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :
محل نختہ دعوة مستجابۃ۔ ہر حتم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں سہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
من حتم القرآن فله دعوة مستجابۃ۔ جو قرآن حتم کرے اس کے لئے ایک دعا مقبول ہے۔
اسی لئے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اس کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔ امام محمد
مسند اور ترمذی باہانہ تمکین جامع اور ابنائے ماجہ و حبان و غیرہ اپنی تصانیح اور بڑے مسند میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلاثة لا ترد دعوتهم الصائم حين يفطر
تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار
الحديث۔ جب افطار کرے۔ الحديث

ابن ماجہ حاکم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا :

ان دعائهم عند قطرة الندوة ما ترد
بیشک روزہ دار کے لئے وقت افطار بالیقین ایک
دعا ہے کہ رد نہ ہوگی۔

امام حکیم ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پر نور

مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۲۹۲
مسند شعب الایمان باب فی تعظیم القرآن حدیث ۲۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۴۲
مسند المعجم الکبیر مروی از عرابی بن ساریہ حدیث ۶۴۷ ۱۸/۲۵۹
مسند سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لا ترد دعواتہ
۱۲۶ ص ۱۲۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

لکل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره
اعطیہا فی الدنیا و ذخیرہ فی الآخرۃ ۔
ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک
دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دسہ دی جائے یا
آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔

وفی الباب احادیث أخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض و واجب و نفل سب کو عام کہ خصوص میں قید
خصوص نہیں۔ و ہذا امام عبد العظیم مدری نے دو حدیث پیشین کہ الترفیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا
اور علامہ مناوی نے تفسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مردی غلیل دہقنی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بعد لفظ دعوة الصائم (روزہ دار کی دعا۔ ست) کے و لو فلتاً (اگرچہ وہ نفل روزہ ہو۔ ت)
تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ احصل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزہ سے زائد موجب رضا سے ذوالجلال
والاکرام سے یہ نہیں اپنے علوم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فرائض حلیت و جامعہ فرائض سے خاص نہ ہوگی،
اور یہ کہ خاص ہو حالانکہ خود حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا
پاگنیے کا حکم دیا اور فرمایا جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز ناقص ہے۔ ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ حضرت فضیل بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی وادار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین و تختم
و تضرع و تسکن و تقنم یدیک یقول
ترفعہما الی ربک مستقبلًا بطنہما و جہتہ
و تقول یا رب یا رب من لم یفعل ذلک فہی
کذا و کذا۔
یعنی نماز نفل دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات
اور تضرع و زاری و تذلل، پھر بعد سلام و تلو
ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھاؤ، ہتھیلیاں چہرے کے
مقابل رکھ کر عرض کر اسے میرے رب اسے رب میرے
جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز چنیں و چنان یعنی ناقص ہے۔

مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرعہ آیا،

من لم یفعل ذلک فهو خداج جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز میں نقصان ہے۔

۱۔ زاد راماصول الاصل الستوی فی ان لصائم دعوة ۱/ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۸۳
۲۔ تفسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ثلاث و اربع مستجابات مکتبۃ الامام الشافعی آریاض ۱/ ۲۶۷
۳۔ جامع الترمذی باب ما جاء فی التضرع فی الصلوة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۵۵ و ۵
۴۔ مسند احمد بن حنبل حدیث مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۷

علامہ طاہر کلمہ مجتبیٰ بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

فید ثوبت نعم یدیک وهو عطف علی محدث وقت
ای اذا فرغت منها فسلو ثم اسفع یدیک سائلا
فوضعه الخدر موضع الاثر
پھر سنجیدیاں چہرے کے مقابل کرے اس کا عطف
محدوث پر ہے یعنی جب ان دو رکعتوں سے فارغ ہو
اور سلام کہے تو دعا کے لئے ہاتھ بلند کرے یہاں خبر
امر کی جگہ ذکر ہے۔ دلت

تیسیر میں ہے،

ای اذا فرغت منها فسلو ثم اسفع یدیک
فوضعه الخدر موضع الطیب الخ
لا جرم حکم حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بزرگتر ندی و نسائی نے اشارہ کیا
کہ قلنا یا رسول اللہ ی الدعا، اسمع قال جوف النیل الاخر و دبر الصلوات المکتوبات (ایم نے عرض کی
یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ کُسنی جاتی ہے، فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد) مولف
حلی قاری علیہ رحمۃ الہی نے اُس کی شرح میں لکھا
دبر الصلوات المکتوبات ای عقیب الصلوات
المعروضات والتقیید بہا لکونہا افضل
الحالات فہی ابھی لاجابة الدعوات
دبر الصلوات المکتوبات کے یہ معنی کہ فرض نمازوں
کے بعد، اور ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ سب
حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امید اجابت
زیادہ ہے۔

دیکھو صاف صریح ہے کہ نماز کے بعد محلیت دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ فضیلت
زیادہ خصوصیت ہے اور سائیں نے خود بھی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کون سی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی
تقیید فرمائی گئی، بالحد جب تخصیص فرائض باطل ہو چکی تو اخراج واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اُن پر دلیل مطلقہ

۱۴۷	ص ۱۴۷	مطبوعہ غشی ٹوکسور لکھنؤ	تحت لفظ قنع	کلمہ بحار الانوار علی مجتبیٰ البحار
۹۹/۲	ص ۹۹/۲	مکتبۃ الامام الشافعی الریاض	حدیث مطروۃ ایل ثنی ثنی الخ	تیسیر شرح الجامع الصغیر
۲۲	ص ۲۲	مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند	ادقات الاجابة	حصین حصین
۱۸۸/۲	ص ۱۸۸/۲	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الدعوات	جامع الترمذی
۱۳	ص ۱۳	مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند	صفوہ مذکورہ کا حاشیہ	حواشی حصین

کے سوا حدیث نافلہ پر سبیل اولویت ناطق تکہ جب ارباب فوافل تک محل دُعا و منظر اجابت میں تو واجبات کہ
 اُن سے اعلیٰ و اعظم اور رضا سے اتنی میں اور فردا تم میں کیونکر اس فصل سے خارج ہوں گے ہل ہل اگلا
 قرعہ جیہ المبرج جیہ (یہ ترجیح مروجہ کے سوا کچھ نہیں۔ ست)

تم اقوال بلکہ واقع و نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لئے
 ثبوت خاص ہے کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شہدہ فی
 الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط کر دیا صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کے حضور روایت
 و درایت ظنون و شبہات کو بار نہیں اگر اُس کے نزدیک شئی مطلوب فی الشرع حقیقہ نامور ہے قطعاً فرض
 ورنہ یقیناً نافلہ ثلاث لہما (ان دو کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں۔ ست) تو یہ کہ میں زیر قول تنقیح فہم
 فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہم ما یقتضی بہ وہو مباح و مستحب و واجب و فرض و آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ افعال تعالیٰ اقدس مباح، کچھ مستحب، کچھ واجب اور کچھ فرض ہیں۔ ست) تحریر فرمایا:

ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ
 ایسا یتصف بذلک بان جعل التوکل واجباً
 علیہ لا مستحباً او فرضاً والا فالثابت عندہ
 بدلیل یكون قطعاً لا محالۃ حق قیاسہ و
 اجتہاداً ایضاً قطعاً لہما
 یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال ہر ایک نسبت
 ان سے متصف ہیں مثلاً توکل آپ پر واجب ہے نہ کہ
 مستحب یا فرض، ورنہ آپ کے ہاں دلیل سے ثابت
 امر یقیناً قطعی ہو گا حتیٰ کہ آپ کا قیاس و اجتہاد بھی
 قطعی ہے الخ (ست)

امام محقق علی الاطلاق امامہ الفخ میں فرماتے ہیں:

الذمور یلا حظاً باعتبار سبب یا اعتبار بعد ورنہ
 من الشارح و باعتبار ثبوتہ فی حقنا فلاحظہ
 بالاعتبار الثانی ان کانت طریق ثبوتہ عن
 الشارح قطعاً کان متعلقہ الفرض و ان
 کان ظہراً کان الوجوب و لہذا لا یثبت ہذا
 القسم اعنی الواجب فی حق من سہم من
 النسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافہۃ
 لزوم میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ وہ شارع علیہ اسلام
 سے صادر ہوا اور دوسرا یہ کہ اس کا ثبوت ہمارے
 حق میں ہوا تو دوسرے اعتبار سے اگر اس کا ثبوت
 شارع سے قطعی ہے تو اس کا تقاضا فرضیت ہے
 اور اگر ثبوت ظنی ہے تو وجوب۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قسم
 (وجوب) اس شخص کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی
 جس نے براہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

مع قطعیت دلالة المسبوع فليس في حقه الا
القرص او غير الاثر من السنة فما بعد ها
وطهر بهذا ان ملاحظته بالاعتبار الاول
ليس فيه وجوب بل الفرضية او عدمه
اللزوم اجمالا هو ملخصها

سنا جانے کہ مسبوغ کی ولایت قطعی تھی تو اس کے حق میں وہ
فرض ہی ہو گیا یا لازم نہ ہوگا سنت ہو گیا اس سے نچلا
درجہ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اول کے اعتبار سے وہ
وجوب نہیں بلکہ فرضیت ہے یا بالکل لزوم ہی نہیں
احد مخلصا (ت)

پس بکھارے بشہادت قرآن و حدیث و اقوال علامہ شایبہؒ کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیرہ ہر گز
ماز کے بعد دُعا مانگا شرعاً جائز علیہ مندرجہ و در غریب ہے و بہر المطلب۔

ثانیاً اقول وبالله التوفیق دُعا جس قرآن و حدیث و اجماع، تحریر و حدیث اعظم مندوبات
شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تحریر مسنون و محبوب، قابلِ بِل ذکر، اھناک دعا تر کویا
سرتبہ (حضرت زکریا علیہ السلام نے دیا ہے آپ سے دعا کی۔ ت)۔ حدیث میں ہے حضور پر نور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان لربکم فی، یا مدھر کم لطحات، فتقرضوا
لہ لعلہ ان یحببکم ففحة منها ملا تشقون
لعدھا ابداً۔ رواک الطبرانی فی الکبیر عن
ما محمد بن مسلمہ رضى اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے
دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تھل و کرم و جود کے
ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی
وقت تمہیں مل جائے تو پھر تمہی بد بختی تمہارے پاس
نہ آئے۔ اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ور غر حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع مسلمین کا نشانی دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہو کر دعا
مانگے کچھ عرض کریں کچھ آمین کہیں، کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے،

عن حبیب بن مسلمہ الفہری رضى اللہ تعالیٰ عنہ
وکان معجبا بالدعوة قال سمعت رسول اللہ
یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معجبا لدعوت
تھے، فرماتے ہیں میں نے حضور پر نور سید عالم

سے فتح القدر باب الامامة مطبوعہ نوری رضویہ سکھر ۳۰۱/۱
سے القرآن ۳۸/۲
سے المعجم الکبیر ردی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳۳/۱۹

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول لا یجتمع
منذ فیدعو بعضهم یؤتم بعظمتهم الا
اجابہم اللہ علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جس
نہ ہوگا کہ اُن کے بعض دعا کریں بعض آمین کہیں، مگر
یہ کہ اللہ عزوجل اُن کی دعا قبول فرمائے گا۔

علماء نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا۔ جن میں سے ہے، واجتماع المسلمین
یعنی مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے۔ علی قاری شرح میں
فرماتے ہیں،

ثم کل ما یکون لاجتماع فیہ اکثر کما جمعة
و لعیدین و عرفة توقع فیہ رجاء الاجابة
اظہر
یعنی جس قدر مجمع تشریح کا جیسے جمعہ و عیدین و
عرفات میں، اسی قدر امید اجابت ظاہر
ہوگی۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کتاب ہے پھر دعائے نماز پر اختصار بہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی
طلب ثابت، خود حدیث سے گزرا حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے
بعد پانچ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی عازر کرنا قص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہر حکم
اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قرب الہی کا ہے یعنی جو جس میں بالخصوص حکم دعا تھا، حضور پر نور سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اقرب ما یکون العبد من ربه وهو صاحب
فاکثر والدعاء
والنسانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
سب سے زیادہ قرب بند سے کو اپنے رب سے
حالتِ بھود میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت
کرے۔ اسے مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت
ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ اگر سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ بھود میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ مولانا علی قاری
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں، کل ذکر دعا ہے (ہر ذکر دعا ہے۔ ت) امام حافظ الدین النسخی
سے المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء حبیب بن مسلمہ کان حبیب الدعوات مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۶/۲
کے حصے میں اوقات الاجابة مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۳

سہ حرثین شرح حصے میں

بکے سنن النسائی اقرب ما یکون العبد من اللہ عزوجل مطبوعہ نور محمد کاخانہ تجارت کتب کراچی ۱۴۰۰/۱
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح فضل ثانی۔ مکتبہ المدینہ عمان ۱۱۲/۵

کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریف میں فرماتے ہیں،

قال تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً ۝

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے، تم اپنے رب سے کہو

پکارو گڑ گڑا کر اور آہستہ (ت)

کل ذکر دعاء (ہر ذکر دعا ہے۔ ت) اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ایذان الاذنی والاذان النقبور (دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نا در تحقیق۔ ت) میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام مستوفی فقیر کے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوضوء (صبح کا جو اس بارے میں کہ اذان سے وہاں ٹل جاتی ہے۔ ت) میں ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا هبط وادیا (جب کسی پھل جگہ اترے تو دعا کرے۔ ت) وضع کیا اور اس میں فرمایا: فیہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت) ارشاد الساری میں ہے،

فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابق فی باب التبیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا هبطنا کتبنا وانزلنا سبنا هذا انحد الحدیث احمد بعد من السند۔

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے جو کتاب الجہاد کے باب التبیح اذا هبط وادیا میں گزری ہے الفاظ یہ ہیں، جب ہم بلند جگہ چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کا آخری الفاظ میں احمد بخلاف ہے۔ (ت)

دیکھو امام بخاری عمیر الرحمة الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التبیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا (جب نیچے اترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اترے تو دعا کرے۔ ت) کا ایک مصداق بتایا تو بآئنگہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدہ کہ۔ علاوہ بریں نمازیں آدمی ہر قسم کی دعائیں مانگ سکتا کما بسط الاثمة فی کتب الفقہیۃ (جیسا کہ امام کوام نے کتب فقہ میں اس کی تفصیل بیان

لہ کافی شرح وافی فصل فی تکبیر التشریف

۹۴۳/۲

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کتاب الدعوات

لہ صحیح البخاری

۲۱۸/۹

مطبوعہ دارالکتب العلمیہ برط

باب الدعاء اذا هبط وادیا

لہ ارشاد الساری

کی ہے۔ ت، اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا پاس ہے اور طلب میں مظنہ اجابت کی تھری کا حکم اور یہ وقت بحکم، حدیث اعلیٰ مقام اجابت سے، تو بلا شبہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شریعت سے ثابت ہوئی اور حکم فقہ حموالہا کی تعمیل ٹھہری وہو المقصود۔

تھرا قول اگر مجمع عیدین کے لئے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آئی تو اس عہد میں دخول ثابت تھا
 نہ کہ حدیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دُعا پر نہایت تحریریں و ترغیب آئی یہاں تک کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانہ غیر صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے یکسر پاک و منزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین میں کناریاں اور پریشانی نہ آئیں باہر نہیں اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں حتیٰ کہ حالتی غور توں کو حکم ہوتا ہے اگلب جٹیں اور اس دن کی دُعا میں شریک ہو جائیں، امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تخرجوا الصوائق وذوات الخدور والحيض و
 يعزل الحيض النمل والشهد والخير و
 دعوة المسلمين
 فوجن کناریاں اور پردہ والیاں اور حائضہ طور میں
 سب عید نگاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے
 اگلب جٹیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دُعا میں
 حاضر ہوں۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے:

قالت كن فومران مخرج يوم العيد حتى
 تخرج البكر من حدرها حتى تخرج الحيض
 فيكون حلف الناس فيكون بتكبيرهم و
 يدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك
 اليوم وطهرته
 یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں
 کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک
 کہ کناری اپنے پردے سے باہر نکلیں یہاں تک
 کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں
 کی تکبیر پر تکبیر کہیں اور ان کی دُعا کے ساتھ
 مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں۔

امام بیہقی اور ابوالرشیح ابی جہان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 عنہما قول اس حدیث نفیس کا شاہد روایت امام عقیلی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مندرجہ ہے
 صحیح البخاری باب شہود النی نقض العیدین الخ
 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 ۱۳۲/۱

سے راوی،

انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 يقول اذا كانت عداۃ الفطر بعث اللہ عز وجل
 الملائكة فی کل بلد (و ذکر الحدیث الی ان
 قال) فاذا ارزوا الی محملا هم فیقول
 اللہ عز وجل (وساقی الحدیث الی ان
 قال) ویقول یا عبادی سلونی فوعزتی و
 جلالی لا تسئلونی الیوم شینا فی جمعکم
 لاخرتکم الا اعطیتکم ولالہ نیاکم الا نظرت
 لکم، فوعزتی لاستقرن علیکم حثراتکم
 ما رقبتمونی وعزتی و جلالی لا اخزیکم و
 لا افضحکم بین اصحاب الحد و الاصفوا
 مغفورا لکم قد ارضیتونی و رضیت عنکم
 (مختصر من حدیث طویل)

یعنی حضور پر نور سید یوم الفطر علیہ افضل الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا، جب عید کی صبح ہوتی ہے موی
 بسجنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے
 بعد حدیث میں فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا
 اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا، پھر
 ارشاد ہوا جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں
 آتے ہیں موی بسجنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا
 ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں) پھر
 فرمایا رب تبارک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا
 ہے اے میرے بندو! مانگو کہ مجھے اپنے عزت و
 جلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لئے
 مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سزل
 کر دوں گا اُس میں تمہارے لئے نظر کروں گا (یعنی دنیا
 کی چیزیں خیر و شر دونوں کو تمہیں ہیں اور آدمی اکثر اپنی
 نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اے اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے
 اُس میں کمال رحمت نظر فرمائی جائے گی، اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کے برابر بلا
 دفع کریں گے یا دُعا روز قیامت کے لئے ذخیرہ بنائیں گے اور یہ بندے کے لئے ہر صورت سے بہتر ہے بلکہ
 اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا رقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا' مجھے اپنی عزت
 و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں نصیحت و رسوائی کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پاسے ہوئے، بیشک تم نے
 مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا۔

فقیر غفرلہ الفنی القدر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یا عبادی سلونی ہے یعنی اے میرے
 بندو! مجھ سے دعا کرو، اور آخر اصفوا مغفورا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوئی۔

تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز جو تا سہ کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید مسلمانوں سے دُعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر واسے بدگفتی اُس کی جو ایسے وقت مسلمانوں کو اپنے رب کے حضور دُعا سے روکے فقال الله العفو والعافية امين (ہم اللہ تعالیٰ سے فضل و بخشش طلب کرتے ہیں۔ آمین۔ ت)

ثالثاً اقول وباللہ التوفیق ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم باسانید صحیحہ جتیدہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو داؤد و دارمی و ابو یوسف بن ابی شیبہ استاد بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ اور نسائی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور عالم بافادہ تصحیح حضرت جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور نسائی و حاکم بتصریح تصحیح و ابوالقاسم طبرانی باسانید جتیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرح منہ
حق یقول ثلاث مرات سبّحتک اللہم ربنا
و بحمدک لا الہ الا انت اغضضی و تب علی
و نکان اتی حیرا کان کالطابع علیہ و ان
کان مجلس لغو کان کفارة لما کان فی ذلک
المجلس ۱

جب تم میں کوئی کسی مجلس میں بیٹھے تو نہ ہار دیا
نہ چٹے جب تک تین بار یہ دُعا نہ کرے پاکی ہے
تجھے اسے رب ہمارے اور تیری تعریف بھی لاتا ہوں
تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور
مجھے توبہ دے کہ اگر میں جیسے میں اُس نے کوئی
نیک بات کہی ہے تو یہ دُعا اس پر ٹھہر ہو جائے گی
اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا جو کچھ اُس میں گزرا یہ دُعا
اس کا کفارہ ہو جائے گی۔

یہ لفظ بہ روایت امام ابو یوسف بن ابی الدنیا حدیث جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں، اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی

لہ الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الدنیا کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۴
المعجم الکبیر مردی از جریر بن مطعم مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۳۹/۲
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۳۷/۱

سے تو یوں کہ مجلس نکرہ سیاق شرط میں واقع ہے تو عام ہوا، تخصیص الجامع الکبیر میں ہے،
 النکرة في الشرط تعميم وفي الجزاء تخص كسهي
 في التثني والاثبات
 دیتا ہے جیسا کہ نفی و اثبات میں ہے۔ (دست)
 جامع صغیر میں ہے،

انه نكرة في موضع الشرط وموضع الشرط نفی
 والنكرة في النفي تعميم
 یہ موضع شرط میں نکرہ ہے اور مقام شرط نفی ہے اور نکرہ
 مقام نفی میں عموم کا معنی ہوتا ہے۔ (دست)
 معہذا الاسماء شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں، امام شافعی علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،
 اذا تمام صورتوں میں عام ہے جیسا کہ اسما و شرط کا
 اذ عام في العمود على ما هو حال اسماء الشرط.
 حال ہوتا ہے۔ (دست)

ترقعا تمام صلوات فریضہ واجبہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے تخصیص معنی مردود
 و باطل، اور جہت معنی سے یوں کہ جلسہ غیر سے اٹھتے وقت یہ دعا کرنا اس غیر کے نچا پراشت کے لئے ہے تو
 جو غیر جس قدر اکبر و اعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری و اہم اور بلاشبہ غیر نماز سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو
 ہر نماز کے بعد اس دعا کا نکلنا مکہ ترکہ ہوا یا رب، مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اس کے حفظ کی جانب نیا نہ نہیں
 یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد ماورائے عیدین یا ماورائے نماز میں
 ہے یا اس کے بعد یہ دعا کرنا، لیکن اللہ میں جلسہ صلوات کا اس حکم میں دخول محرم لفظ و شہادت معنی شہرت
 کرتا ہوں خود حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صحت تصریح کہ حضور
 پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو اس حکم میں داخل فرمایا تحریک حدیث
 تو اوپر سن چکے کہ نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سنئے، نسائی کی نورا من
 الذکر بعد التسمیم میں ہے،

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت ان
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

لے تخصیص الجامع الکبیر
 لے الجامع الصغیر
 لے فتح القدر

كان اذا جلس مجلسا او جلسي تكلم بكلمات
فما أتته عائشة من الكلمات فقال ان تكلم
بغير كان طاب عليهن الى يوم القيمة وان تكلم
بشركات كفر مرة له يسبحنك اللهم وبمحمدك
استغفرنك واتوب اليك

کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے،
ام المؤمنین نے وہ کلمات پوچھے، فرمایا وہ ایسے
ہیں کہ اگر اس مجلس میں کوئی نیک بات کہی ہے تو
یہ قیامت تک اس پر قمر ہو جائیں گے اور بُری کہی
ہے تو کفارہ۔ اے میں تیری تسبیح و حمد بجالاتا ہوں
تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں۔

پس بحمد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نبیؐ نے بعد از نماز کے خود حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یبوحن بزور تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجئے تو حدیث ام المؤمنین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا نکلتا
بتاریخ ہے کہ جیسے ذیل اذ داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور بخلاف نماز عیدین، تو حکم مذکور انھیں بھی
شامل۔ پس یہ حدیث جلیل بحمد اللہ خاص جزئیہ کی تصریح کامل۔

مرا بعا قول وباللہ التوفیق اسی سب سے قطع نظر کیجئے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات و خیر
اجل مطلوبات شرعیہ سے ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تعینہ وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً
اس کی اجازت دی اور اس کی طرف دعوت فرمائی اور اس کی تکثیر کی رغبت رکھی اور اس کے ترک پر وعید رکھی،
مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے،

وقال ربکم ادعونی استجب لکم
اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں
قبول کروں گا۔

اور فرماتا ہے،

اجیب دعوة السداع اذا دعائت
قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھ
پکارے۔

حدیث قدسی میں فرماتا ہے،

لے سنن الفسائی کتاب المسود نوع من اللہ کہ بعد التسليم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۷۱ء

۲۹/۲۰

۱۸۶/۲

احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تو اترا پر خیمہ زد، ایک جملہ عالم اُن سے حضرت
حامد محققین شام المدققین سیدنا الوالدہ قدس سرہ العاجد نے رسالہ مستطابہ احسن الوعایا لأدب
الدعا میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس کی شرح مستحکمہ ذیل المدعا لاحسن الوعایا
میں اُن کی تحریجات کا پتا بتایا، باقی کتاب الترغیب امام منذری و حصین حصین امام ابن الجزری وغیرہ تصانیف
علمائے احادیث کی کفیل ہیں، میں بحرف اطالمت احادیث فضائل سے عظمت عنان کر کے صرف اُن بعض حدیثوں
پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی تاکید یا اُس کے ترک پر تنبیہ یا اُس کی تکفیر کا حکم اکید ہے۔

حدیث ۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علیکم عباد اللہ بالیساء۔ رواہ الترمذی۔ خدا کے بندو! دُعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

حدیث ۲: ریدین خاجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: صلوا علی واجتنبوا فی الدعاء۔ رواۃ
 الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر
 وابن سعد وسمویہ والبخاری والیاءوردی و
 ابن قانع۔
 ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو۔ اسے
 امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد
 سمویہ، بخاری، یاءوردی اور ابن قانع نے
 روا کیا۔

حدیث ۳۱: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 لا تعجزوا فی الدعا فانہ لن یهلك مع الدعاء۔
 رواہ ابن حبان فی صحیحہ۔ والحاکم
 وشمسہ۔
 دُعائیں تقصیر ذکر و نماز کے بارے میں گاہرگز ہلاکت پرگاہ
 اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت
 کو صحیح قرار دیا۔

حدیث ۴۴: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **مَدْعُوْتُ اللّٰهِ لَيْسَ بِكُمْ وَنَهَارُكُمْ فَاتِ الدَّعَاءُ** رات دن تمہارے دُعا مانگو کہ وہ مسلمان کا

صلاح المؤمن ^۱۔ رواۃ ابو یعلیٰ
 حدیث ۵ : عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اکثر داء الدعاء بالعافية ^۲۔ رواۃ الحاکم
 عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے
 سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶ : انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
 اکثر من الدعاء فان الدعاء ^۳ یہ دعا قضا
 المبرم ^۴ اخرج ابو الشیخ فی الثواب۔
 دعا کی کثرت کر دے کہ دعا قضا کے مبرم کو رد کرتی ہے۔
 اسے ابو الشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل الدعاء میں دیکھئے۔

حدیث ۷ و ۸ : جہادہ صامت و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی تفصیل ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی، اذا نکتہ ایسا
 ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا، اللہ اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وہی الدعاء ایسے
 الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

رواہ الترمذی و الحاکم عن عبادۃ و صحابہ
 و احمد و البزار و ابو یعلیٰ باسانید جیدۃ
 و الحاکم و قال صحیحہم الا سناد عن ابی سعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
 اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت جہادہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا، امام حماد
 بزار اور ابو یعلیٰ نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت
 کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث ۹ و ۱۰ : سلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور و اہل بیت

صلی اللہ علیہ وسلم مروی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۳۲۹/۲

۱۸۰۶/۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۲۹/۲ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۶۳/۲

۱۴۳/۲ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی اجواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۱۸۰۶/۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت مروی از ابو سعید الخدری مسند احمد بن حنبل

مخصوص و مقید کرنے والا کون؟ خدا و رسول عز مجہد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون؟ قال تعالیٰ،

وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْهتُمْ أَنْ تَسْتَكْبِرُوا الْكِبْرَ بِهَذَا
حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لَتَعْتَزُوا عَلَى اللَّهِ الْكِبْرَ
رَأَى الْبَدِينِ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
لَا يُفْلِحُونَ ۝

اور نہ کہو اسے جو تمہاری باتیں جھوٹ بیان کرتی ہیں
یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو
بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا عجبلا
نہ ہو گا۔

اصل یہ ہے کہ رَأَى الْبَدِينِ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ حکم صریح خدا ہی کے لئے ہے۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیأت خاصہ علی معین سے مخصوص اور اس پر مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کرے گا دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیأت و محل پر مقصور نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہے گی جو اس سے بعض صورت کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زندہ شرع مطہر نے انہیں کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ علماً و مطلقاً اُن کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ تکثیر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خاصاً) کئے کہ ہر دعا باہدایت ذکر الہی ہے اور اُس پر علما نے تنصیص بھی فرمائی، مولانا قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اکل دعاء ذکر (ہر دعا ذکر ہے۔ ت) تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تعظیم افراد اتم یا مساوی، و ابرم تعظیم افراد اخص مساوی ہے کہ لا ینحی (جیسا کہ غنی نہیں ہے۔ ت) ان دلائل جلال کا و فور کامل حد احصا کا طرف معت بل خیر خیر لہ المولی القدر نے اپنے رسالہ نسیم العیبا فی ان الاذان یحول الموباد میں اس دعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں، از انجملہ حدیث حسن ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

عہ ذکر اتم صرف بنظر کلیہ حاضر ہے ورنہ سابق گزرا کہ دوسری طرف سے یہی کلیہ ہے تو دعا و ذکر قطعاً مساوی اور اب اتحاد اولہ اور بھی واضح و بلی ۱۲ منہ (م)

اکثروا ذکر اللہ حق یقولوا مجنونون علیہ ذکر الہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔
و حدیث حسن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یزال
لسانک مرطباً من ذکر اللہ یعنی ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہ۔

و حدیث جیدہ لاسناد ام الس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
اکثر من ذکر اللہ فامک لاتاتین بشئ اللہ کا ذکر بکثرت کر کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو
احب الیہ من کثرة ذکرہ۔ خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من لہ یکثر
ذکر اللہ فقد برئ من الایمان جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔

و حدیث یحییٰ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیا نہ شیء حضور کرور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے۔

الی غیر ذلک من الاحادیث والاشار (ان کے علاوہ متعدد احادیث و آثار ہیں۔) یہاں صرف
بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو علوم تمامی اوقات و احوال میں لیں ہیں:
آیت ۱: قال جل ذکرہ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ
اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی
کمرہوں پر۔

علائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جیسے احوال میں ذکر الہی و دعا کی عادت کرو۔ بیضاوی

۴۹۹/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	کتاب الدعاء	سید المستدرک علی الصحیحین
۱۴۳/۲	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب الدعوات	سید جامع الترمذی
۲۰۵/۵	مطبوعہ آیتہ اللہ علی قم ایران	ذکر کثیراً کے تحت مذکور ہے	سید درمثور بحوالہ الطرانی
"	"	"	سید " البحر الاوسط "
۴۰۱/۲	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	کتاب الذکر والدعاء	الترغیب والترہیب
۴/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب فی الرجل ینکر اللہ تعالیٰ علی غیرہ حضور	سید سنن ابی داؤد
			سید القرآن ۱۰۳/۴

میں ہے ،

داووا علی الذکر فی جمیع الاحوال
ای داووا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی
جمیع الاحوال

ارشاد العقل السلیم میں ہے ،

داووا علی الذکر اللہ تعالیٰ و حافظوا علی
مراقبتہ و مساجاتہ و دعائہ فی جمیع
الاحوال

آیت ۲ : قال عذاسمہ ،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا
كَثِيرًا

تمام احوال میں ذکر پر مداومت کرو۔ (ت)
یعنی تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر
دوام اختیار کرو۔ (ت)

تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت
کرو ، اور مراقبہ ، مناجات اور رب سے
دعا کی محافظت کرو۔ (ت)

اسے ایمان والو ! اللہ کا ذکر بکثرت
کرو۔

علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشد میں ارشاد فرماتے ہیں ، یعم الاوقات والاحوال یہ
آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳ : قال تعالیٰ شانہ ،

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَیْذِكُرُوا آبَاءَكُمْ اَوْ اَشْدَّ
ذِكْرًا

اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے
ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں ، اريد به ذكر الله تعالى في الاوقات كلها اس

۱۔ افکار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مصطفیٰ ابابلی مصر ۲۰۴/۱

۲۔ تفسیر النسفی المعروف بتفسیر المذاریک " " " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۴۸/۱

۳۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم " " " " احیاء التراث الاسلامی بیروت ۲۲۸/۲

۴۔ القرآن ۴۱/۳۳

۵۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت ۱۰۶/۴

۶۔ القرآن ۲۰۰/۲

۷۔ کافی شرح دانی

آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴: قَالَ تَبَارَكَ مَجْدًا ،

وَإِذْ كَرَّمَ اللَّهُ كَثِيرًا ۖ وَابْكُرْتَ خَدَاكَ ذَكَرُكَ

معالم میں ہے: فی جمیع المواطن علی السراء والضراء تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵: قَالَ قَدَسَ أَدْبَارُهُ ،

وَالَّذِي كَثُرَتْ أَلْفَاظُ الْكِرَامَاتِ أَعَدَّ

اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۖ

خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولانا شیخ محقق مجدد الحق محدث دہلوی قدس سرہ ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و توہید میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

لا یغنی ان الذکر والتسبیح والتہلیل والتوہید لا یجوز بہ لانہا مشروعة فی کل الامکنۃ والاثر مان یجی

اللہ کی اس تمجیدی ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی تو یہی بندگان خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہرگز اس دعا سے مانعت نہ فرمائی۔

اسے عجیب! ان سے پوچھئے کہ اللہ نے اس کی تعین اجازت دی ہے یا اللہ پر جوٹ بانڈھتے ہو۔ (ت)

قَدْ أَتَى اللَّهُ آيَاتِنَا لَكُمْ آمَرَ عَلَى اللَّهِ تَهْتَكُونَ ۖ

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

پس بھدا اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السؤال قطعاً جائز و مندوب، اور اس سے مانعت محض بے اصل و باطل و معیوب،

سۃ القرآن ۲۵/۸ و ۱۰/۶۲

۲۲۵/۵ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

سۃ معالم التنزیل علی حاشی خازن پ ۲۱

سۃ القرآن ۲۵/۲

۳۲۶ می ادارہ تعمیر و ترویج لاہور

سۃ ما ثبت بالسنۃ خانہ کتاب

سۃ القرآن ۵۹/۱۰

والحمد لله هادي القلوب والصلوة والسلام
 على شفيع النوب وآله وصحبه عبد يسي
 العيوب ما تاب للشمس الطلوع والغروب
 آمين !

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو دل کو رہنمائی عطا
 کرنے والا ہے اور صلوة و سلام ہو گناہوں کی شفاعت
 کرنے والے پر آپ کی آل و اصحاب پر جن کے عیوب
 معدوم ہیں جب تک شمس کے لئے طلوع و غروب
 ہے ، آمین ! (ت)

العید الثانی و بجزو الجیب حصول الامانی (اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے مقاصد کا
 حصول ہے۔ ت) پہلے وہ فتویٰ پیش نظر رکھ لیے کہ مستدین کا حاصل سعی و مبلغ وہم ظاہر ہو عا شا اس فتے
 میں جواز و عدم جواز کی اصلاً بحث نہیں، نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ عجیب نے ناجائز کہا بلکہ سوال یوں
 ہے ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ (ان رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا قول ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ جناب
 رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب و تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر یا بدون ہاتھ اٹھائے
 بیٹھ کر یا قیام کیا تھا تو جو خداوند احد اللہ یحسن العباد (کتاب کی سند کے ساتھ اسے بیان کر کے
 اللہ تعالیٰ کے پاس سے بہتر اجر و جزا پاؤ۔ ت) اور جو اس پر یہ ہوا المعصوب روایات حدیث سے اس
 قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے
 معاودت فرماتے، دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں اسی طرح صحابہ کرام و تابعین عظام سے
 ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ اعلم

محمد عبدالحی
 ابراہیم

حررہ الاجی حضور بہ التوی ابراہیم محمد عبدالحی تجاود اللہ عن ذنبہ الجلی والحقنی

اقول وباللہ التوفیق وبہ العز و جہل ادب الی تحقیق (اللہ کی توفیق اور تحقیق کی جستجی

پراسی سے مزاج ہے۔ ت) قطع نظر اس سے کہ یہ فتویٰ محل اجتماع میں کہاں تک پیش ہو سکتا ہے حضرات
 مانعین کو ہرگز معیہ نہ ہیں مضر، جواز و عدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں، سائل و عجیب دونوں کا کلام ورود و عدم
 ورود میں ہے پھر عجیب نے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونے پر حسب مذہبی
 دیکھا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا کھا اور ہر مائل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ ان
 کے جواہر بامہران فی حدیث میں بار بار فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اس کا پتا دیتے ہیں فقیر نے
 اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ صفائح الذہین فی کون الصحافہ بکفی الیدین میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا
 بھی عجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ اللہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کہ

عوماس، ام کا رشا نقل کرتے خصوصاً جبکہ سائل درخواست کر چکا تھا کہ بینوا و افتوا بسند الکتاب و کتاب کی سند کے ساتھ بیان کر د اور فتویٰ دو۔ ت) تو آج کل کے ہندی علماء کا نہ دیکھنا نہ جھونے کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے۔
 آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے حدیث صحیح سے اُس کا لفظ صریحاً، غرتہ بعین قدست اسرار ہم سے واضح کر دیا
 والحمد للہ سب الفہمیں پھر خصوصاً جزیئہ سے قطع نظر کیجئے جس کا التزام عقلاً و فقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو
 فقیر نے خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعصب
 اس کی قدر جانے گا والحمد للہ والمنة پھر سوال میں تتبع تابعین و ائمہ اربعہ سے استعصار عجا مجیب نے اُن
 کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا! اب خود اس سے ثبوت نہ کیا! چوری مات کا جواب نہ ہوا، بہر حال
 محل نظر و استناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فی ثبوت کرتے ہیں اور تقریب
 یکہ حدیثوں میں یہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کون سا رہا؟
 اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہو گا، وہ سر سے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا ذکر
 نہیں، یہ عدم ثبوت کا دعویٰ ہو گا، اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثبات نہیں کہتے ہیں، بلکہ نہ کرنا ہی ثابت
 ہے، اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے، بھی اسی طرف ناظر کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز اد
 یہ بھی کہ حدیثوں سے صاف ثبات کہ نماز و خطبہ و معاودت میں فعل نہ تھا، پس دعا نہ مانگنا ثابت ہوا یا نہ ہو شاید
 صحاح تابعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محل اول پر محل کریں، لہذا فقیر غفرلہ المولیٰ القدر
 دونوں محل پر کلام کرتا ہے دیا اللہ التوفیق۔

محل اول پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیر باطل،

اولاً یہ تو اصل کسی حدیث میں نہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی
 بغیر حقیقی معاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل خدا واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی
 حدیث میں ناسے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے نہ مکر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر دالی نہیں کہ در حرف دعا سے
 فصل کی مانع ہو، فرائع شرح مسلم میں فرمایا،

الفاء للترتیب عن سبیل التعقیب من غیر
 مہلة و تراخی بعد فی العرات مہلة و تراخیاً۔
 فار ترتیب کے لئے ہے یہ بغیر مہلت و تراخی کے
 تعاقب کے لئے ہے عرف میں اسے مہلت شمار
 کیا جاتا ہے اور تراخی بھی صحیح ہے۔ (ت)

یا نہایت حقیقات ضعیفہ فلسفہ نہیں محاورات صافیہ عرفیہ ہیں اگر زید وعدہ کرے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو نماز کے بعد معمولی دوحرفی دعا ہرگز عرفاً یا شرعاً بطلان فوراً موجب خلاف وعدہ نہ ہوگی، مستطیع سجدہ و دست صلا تہ میں شکینا ہی ہوگا کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔

شکیانیاً دعا تابع ہے اور توابع فاصل نہیں ہوتے واجبات میں ضم صورت شکیا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تابع فاتحہ ہے، حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بتوں زہرا صلوات اللہ و سلامہ علیہا ابراہیم وعلیہا کی نسبت فرمایا،

معقبات لا یغیب قلوبنا دو واحمد و مسلمہ والترمذی والنسائی عن کعب بن جحولا مرخصی اللہ تعالیٰ عنہ۔
پچھتہ محاسن نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن جحولا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یا انہم علیا فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن توابع فرالغ سے ہیں درمختار میں ہے،

یکبر تاخیر السنۃ الا بقدر اللہ انت
استثنیٰ من اللہم انت السلام الذی مقدار سے زائد
اسلام الخ
تأخیر کر وہ ہے۔ (د)

لما روا مسلم والترمذی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقف الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام وعلیک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام واما ما ورد من الاحادیث فی الاذکار عقب العسلوة فلا دلالة فیہ علی الاتیان بہا قبل السنۃ
کیونکہ مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف اللہم انت السلام وعلیک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کی مقدار ہی بیٹھتے تھے، اور دیگر روایات میں جو نماز کے بعد اذکار کا ذکر ہے اس میں یہ دلالت نہیں کہ وہ اذکار سنن سے پہلے ہوتے تھے بلکہ بعد میں بھی بجا لائے جاسکتے ہیں

سنن النسائی فروع آخر من عدد التسبیح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۸۸/۱
فصل اذا ارادوا الشروع فی مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۱۹۸۸/۱

بل یحصل علی الاتیان بها بعد ہا لان السنة
من لواحق الفریضة وتوابعها وحکماتها
فلن نکي اجنبیة عنها بما یفعل بعد ہا
یطلق علیہ اہل عقیب الفریضة ینے

شأننا، تاکہ مفاد ہا اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہیے کہ حضور پرور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے نو برس عید کی تہادیں پڑھی ہیں تو احادیث متعددہ کا قائل متعددہ پر محمول ہونا ممکن، پس
اگر ایک حدیث صلوٰۃ وخطبہ اور دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر دلالت کرے اصل بکار آہ نہیں
کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثبوت نہ ہوگا تو (قول وہ) متھو سے منزلوں در در سے کمال بخشنے۔

راجعاً مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم لفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث
نہ آئی ومن ادعی فعلیہ الیمان (اور ہر اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل لاتے۔ ت) اور ایک آدھ جگہ
یصلی فخطب فعاذ (نماز پڑھائی، پس خطبہ دیا اور لوٹ گئے۔ ت) جو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع
حالی کے لئے محرم نہیں کما قصدا علیہ (جیسا کہ علماء نے اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور ہم قائل وہ جب
لزم نہیں کہ ترک مرتبہ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فی خطبہ فیہود (آپ نماز پڑھاتے خطبہ
ایتے اور لوٹ جاتے۔ ت) بھی فرض کر لیں تو ہنوز اس کا تکرار پر دلیل ہونا محمل نزاع نہ کہ دوام، تو عجیب
اپنے رسالہ غایۃ المعالی میں کلام حافظ ابو زرعہ مرقاۃ

ان فی الصحیحین وغیرہما عن سعید بن
یزید قال سألت انس بن مالک کان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی
تعلیہ فقال نعم وظاہر ان ہذا کان
شأنہ وعادۃ المستمرة دائماً
بحارۃ وسلم وغیرہما میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسالہ کتاب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلین کے اندر نماز اور فرما
تے ہ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اس کے ظاہر سے
یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا دائمی معمول تھا اللہ عزوجل

تعل کر کے لکھتے ہیں،

حدیث انس سے ان کا اس پر استدلال کہ نعلین میں نماز
اذا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت دائمی تھی
عمل نظر ہے کیونکہ الفاظ حدیث میں ایسی کوئی شئی
موجود نہیں شاید انہوں نے لفظ کان سے استنباط
کیا ہو مگر یہ استنباط ضعیف ہے کیونکہ امام نووی
نے شرح مسلم کے کتاب صلوٰۃ اللیل میں تصریح کی ہے
کہ لفظ کان محمدین کے عرف میں ہرگز دوام و
استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ (ت)

ما ذکرہ من دلالة حدیث انس علی حکون
العادة النبویة مستمرة بالصلوٰۃ فی اتصال
منظور فیہ لعدم وجود ما یدل علیہ فیہ
ولعلہ استخرجه من لفظ کانست وهو
استخراج ضعیف لما نص علیہ الامام
النووی فی کتاب صلوٰۃ اللیل من شرح
صحیح مسلم من ان لفظ کان لا یدل علی
الاستمرار والدوام فی عرف فقہ واصلاح

اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج المکمل فی ائادۃ مدلولات یفعل میں ہے۔
خامساً یہ سب تو بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجئے تو وہ اور ہی کچھ اظہار فرماتی ہیں صریح سند وغیرہ
خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلفظ ثمر وارد، ثمر فاصد و حملت چاہتا ہے تو ادعا کہ احادیث میں
اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حرف اتصال اگر وہ ایک حدیث میں ہے تو کلمۃ انفصال آئے دس میں اب روایا گئے،
حدیث ۱: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں نماز عید الفطر
ادا کی ان سب نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر
خطبہ دیا۔ (ت)

واللفظ لمسلم قال شهدت صلوٰۃ الفطر
مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و
ابی بکر و عمر و عثمان مع نبی اللہ تعالیٰ عنہم
فکلہم یصلیہ قبل الخطبة ثم یخطب۔

حدیث ۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایات
یصلی فی الاضحی والفقیر ثمر یخطب بعد
الصلوٰۃ۔

سہ رسالہ غایۃ المقال من مجموع مسائل جلد ثانی فصل فی الصلوٰۃ مطبعہ چشمہ فیضی بکھنؤ ص ۱۰۹
سہ صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ فور محمد کا رخاۃ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱
سہ صحیح البخاری - قیدی کتب خانہ کراچی ۱۳۱/۱

اقول تم مسئلہ ہو اور مسئلہ کو احتمالی کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل کمالاً یخف علی ذی عقل
(یکسی صاحب عقل پر پوشیدہ نہیں۔ ت) متعذرات بار بار مجرد ترتیب بے معنی اتصال و تعقیب کے لئے
آتی ہے، امام بلال الدین سیوطی اتفاق میں زیر بیان فت فرماتے ہیں،

قد تمجی لمجرد الترتیب نحو فراغ الی آھلہ کبھی کبھی فار محض ترتیب کے لئے آتی ہے، مثلاً
فجاء بعجل سمین ۛ فقربہ الیہم فاقبلت ای آیات میں (ترجمہ آیات) پھر اپنے گھر گیا تو ایک فرہ
امراتہ فی صرة فصکت وجھہا۔ فالزاجرات پھر اسے آیا پھر اسکان کے پاس رکھی۔ اس پر اس کی
سرجواہ فالتالیات بیون پہاں آئی پھر اپنا، تھا ٹھونکا۔ پھر قسم ان کی کہ
جھوک کر پڑیں پھر ان جہ عتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ (ت)

بلکہ مسلم الثبوت میں ہے،

لفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی فار بطریق تعقیب ترتیب کے لئے آتی ہے خواہ
الذکر الذکر وہاں ترتیب ذکر کی ہو

ترتیب فت کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر عمل اولیٰ ہے یا دس شکر کا مجاز پر۔
مسائل و مسائل یہ عدم فصل بطور سلب محرم لیتے ہو تو ہمیں کیا مفرد تھیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاب کی کی ضرورت
نہیں کہ سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور محرم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت و واضح۔ صحیح حدیثیں
تفصیل کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز و خطبہ میں وہ حدیث (۱۰) کہ ابو داؤد و نسائی و

عہ اقول یہ حدیث صحیح ہے،

رواہ ابو داؤد عن محمد بن الصباح البزاز اس کو ابو داؤد نے محمد بن الصباح البزاز سے (جو صدوق
صدوق والنسائی عن محمد بن محمد بن یحییٰ بن یوب ثقة واجت ما جت عن ہدیة بن
عبد الوہاب صدوق و عمر بن رافع الجعفی ہیں) اور نسائی نے محمد بن یحییٰ بن ابیہ سے (جو ثقتہ ہیں)
اور ابن ماجہ نے ہدیہ بن عبد الوہاب سے (جو کہ صدوق ہیں) اور مسلم بن رافع الجعفی (جو کہ ثقتہ ہیں) تمام نے
(باقی اگلے صفحہ پر)

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی :

واللفظ لابن ماجہ قال حضرت العید
مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلوة
فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس
ومن احب ان یدہب فلیدہب۔

اگر تشرک کا خیال نہ بھی کیجئے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فیصلہ نماز ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل
ہوا اور خطبہ و معلومت میں تو فصل کثیر اسی حدیث میں سے ثابت ہو عنقریب گزری جس کی ایک روایت

بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے :
صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
ثم خطب ثم اقی النساء و معہ بلال فخطب
و ذکرھن و امرھن بالصدقۃ فرایتھن
یہوین یا یدیمھن یقنن فنھن ف ثوب
بلال ثم انطلق هو و بلال الی بیتہ۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثقة ثبت کلھم قالوا ثنا الفضل بن موسی
ثقة ثبت ثنا ابن جریر عن عطاء
وہما مہما عن عبد اللہ بن السائب
رضی اللہ تعالیٰ عنہما و لابیہ صحبتہ
فتصویب دس و ابن معین ارسالہ غیر متاثر
عندنا بعد ثقة الرجال فالحدیث صحیح
علی اصولنا ۱۲ منہ (م)

کہا کہ میں فضل بن موسی (جو ثقہ اور مضبوط ہیں) انہوں نے کہا
ہیں ابن جریر نے عطاء سے (یہ دونوں مقام میں مسلم
ہیں) نے عبد اللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان کو
اور ابن کے باپ کو صحبت ہے) پس ابوداؤد اور نسائی
کی تصویب ہوئی اور ابن معین کا رجال کے ثقہ ہونے
کے بعد اس کو مرسل بنانا متاثر نہیں کرے گا، پس
ہمارے ہاں یہ حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (م)

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بدلہ رضی اللہ
عنه کا شانہ نبوت کو تشریف فرما ہوئے۔

دیکھو خطبہ کے کتنی دیر بعد معاودت ہوئی یہ وعظ و ارشاد کہ بیسیوں کو فرمایا گیا جو یہ خطبہ نہیں بلکہ اُس سے
جدا ہے، صحیحین میں روایت جا بر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتے ہیں کہ:

ثم خطب الناصب بعد فلما فرغ نبي الله
صلى الله تعالى عليه وسلم نزل فاق النساء
فذكرهن ثم احدث.
یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے خطبہ فرمایا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
خطبہ سے فارغ ہوئے اُن کے بیسیوں کے پاس
تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی، الحدیث۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں ناقل:

هذه الرواية مصروحة بان ذلك كانت
بعد الخطبة.
یہ روایت اس پر تصریح ہے کہ یہ عمل خطبہ کے
بعد تھا۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

انما نزل اليهن بعد فرغ خطبة العيد.
آپ خواتین کے اجتماع میں خطبہ عید کے بعد تشریف
لے گئے تھے۔ (ت)

پس بعد اللہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ مہرم روز کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہنا محض
ہر کس خام اور اس محل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام والحمد للہ ولی الانعام (سب تعریف اللہ کیلئے
جو انعام کا ملک ہے۔ ت)

اب محل دوم کی طرف چلتے ہیں کہ یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا مانگنا مذکور نہ ہوا۔

اقول یہ حضرات مانعین کے لئے نام کو بھی مفید نہیں، سائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا
سقیہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور پوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس

۱/۲۸۹ سلم صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۸/۲۹ سلم شرح الرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۱/۲۸۹ سلم منہاج نووی شرح مسلم مع مسلم کتاب صلوۃ العیدین فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدم جواز کا فتویٰ جان لینا محض
جہالت ہے مرہ۔

اولاً عید اول میں گزر کہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت فعلی بتا رہی ہے۔

ثانیاً ثبوت فعلی نہ ہو تو قول کیا کم ہے بلکہ میں وہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ اب عید اول کی
تقریریں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود یہ عید قبل و علا کا اپنے
بندوں سے تعاضا کے دعا فرما رہا ہے۔ اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے، اگر کہئے
وہ حدیث ضعیف ہے اقول فصائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور اثبات استحباب
میں کافی و دانی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول (جیسا کہ اکابر علماء نے اس پر تصریح فرمائی ہے)

خود حبیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے،
حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ
امام ہمام در فتح القدر در کتاب الجنائز فرماتے ہیں
والاستحباب یثبت بالضعیف غریب
الموضوع انتہی ہے

ثالثاً جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لئے جداگانہ ثبوت
قولی یا فعلی کی اصل حاجت نہیں کہ باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری
ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس بابیت کلیہ یا فرد منشر کا جہاں وجود ہو حکم کا درود ہو اور فردیت
بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعینی متساوی تو جس قدر خصوصیات و تعینات معقول ہوں سب بالیقین
اسی حکم مطلق میں داخل، جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو اس کا عدہ جلیلہ
کی تحقیق مبین حضرت خاتم المحققین امام المدققین حجرۃ اللہ فی الارضین سیدنا ابوالوالہ قدس سرہ الماجد
نے کتاب مستطاب اصول الرش و تقمع مباحی الفساد میں افادہ فرمائی من شاء فلیست شرف
بمطل لعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرے۔) یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت
وہابیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسماعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں،

عدم النقل لا ينفى الوجود (عدم نقل نفی وجود کو مستلزم نہیں۔ ت)۔ خود عجیب اپنی سعی مشکوٰۃ میں ترمیم
الشریعة امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں، عدم الثبوت لا يلزم منه اثبات العدم (عدم ثبوت سے
اثبات عدم لازم نہیں آتا۔ ت)

صاحب غایم حدیث جانتا ہے کہ بار بار رواۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ
ترک دلیل عدم نہیں ہوتا، لیکن کہ یہاں بھی برہنا کے اشتہار حاجت و ذکر نہ جانی ہو اس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح
سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہر
انہوں نے یہ طریقہ اتنے صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حفظ۔ سب سے اہم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا،
حضرات تابعین اگر دیا نہ پرائیں تو پچ پچ بتا دیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیر میں خود بھی دعا درود پڑھتے اور
اسے جائزہ مستحب جاتے ہیں، اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھا دیں یا اپنے
بدعتی ہونے کا اقرار کریں، اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے تسک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طریق نامقبول
نظہر ہے ہیں واللہ الموفق۔

ثامناً نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ ما اتکم الرسول فخذوا
وما نهکم عنه فانتهوا اور رسول دے وہ لے اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ما فعل
الرسول فخذوا وما نهی عنہ فانتهوا اور رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اُس سے بچو کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے
منقذین ہیں۔ امام ابو بکر کے علم نسب پر بر علم و جد طریقت شاہ عبد العزیز صاحب بلوکی رحمۃ اللہ علیہ اثنا عشر میں
فرماتے ہیں،
نکدین چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر
کسی چیز کا نہ کرنا اور شئی ہے اور منع کرنا اور
شئی ہے۔ (ت)

تاسعاً اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم حاجت ہو تو کیا جواب ہوگا، شاہ ولی اللہ اور اُن کے
والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور صاحبزادے شاہ عبد العزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسماعیل اودان کے

۱۵ فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ سکسٹر
۱۶ کتاب سعی مشکوٰۃ فی رد المذہب المشہور لعبد الحی خلیفہ رواۃ و جمالت الخ مطبوعہ مکتبہ فیض کھنؤ ص ۹۷
۱۷ القرآن ۲۳/۵۷
۱۸ تفسیر اثنا عشریہ باب ہم مطالبی ابو بکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

کہ پاکہ پختہ عشق در شیب و یجر
(تو نے اندھیری رات میں کسی سے عشق بازی کی)

پھر ان میں بھی قصہ استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا، بعض مفید ضوابط و اصول اور بعض میں فروع کا طعنے اصولی فصول واللہ المستعان علی کل جہول۔

الاصول — عبارت ۱: مجرمہ فداویٰ بلد اول کے صفحہ ۵ پر علامہ سید شریف کے حاشیہ مشکوٰۃ سے استناد اُتقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث،

من احداث فی امرنا ہذا مالیس منہ
نہیں ہے ہمارے امر میں نئی ایجاد کی وہ اس میں سے
نہ تھی وہ مردود ہو گئی۔ (ت)

فہورۃ۔

کی شرح میں فرمایا،
اللعنی ان من احداث فی الاسلام سہا
لہ یکن لہ من الکتاب والسنة سند ظہر
او حقی ملفوظ او مستنبط فہو مردود علیہ
انتہی بلکہ

یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی را
پیدا کرے جس کے لئے قرآن و سنت میں ظاہر
یا پوشیدہ، صراحت یا استنباط کسی طرح کی
سند نہ ہو وہ مردود ہے انتہی۔

ترصاف ثابت ہو کہ قزوینی لکھتے ہیں مردود و خصوصیت نہ ہمارے مردود نہیں بلکہ علوم و اطلاق اباحت میں دخول پسند
کافی ہے کہا ہوا مذہب اہل الحق (جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔ ت)

عبارت ۲: اُسی کے صفحہ ۵ پر امام ابن حجر مکی کی شرح میں شرح اربعین سے ناقل،
النساء من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی
آلہ وسلم من احداث فی امرنا ہذا مالیس
منہ مایناہیہ اولاً یشہد لہ قواعد
الشرع والادلة العامة انتہی

یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی فوج پیدا چیز بدعت
سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شرعیت
کے قواعد اطلاق و دلائل علوم تک اس کی گواہی
نہ دی۔

عبارت ۳: اُسی صفحہ میں خود لکھتے ہیں،
گمان نیری کہ استحسان شرعی صفت آن مامورہ
یہ گمان نہ ہو کہ استحسان شرعی ایسے مامور پر کہ

است کہ صراحتہ در ذیلے از دلائل اربعہ امر با و وارد شدہ باشد مگر استحقاق صفت ہر مامور بہ است خواہ صراحتہ امر با و وارد شدہ باشد یا نہ قواعد کلیہ شرعیہ سندش یافتہ شدہ باشد نہ

صفت ہوگا جس پر دلائل اربعہ میں سے صراحتہ کوئی دلیل وارد ہوگی بلکہ استحقاق ہر اس مامور بہ کی صفت ہی سکتا ہے خواہ صراحتہ اس پر امر وارد ہو یا قواعد کلیہ شرعیہ سے اس پر سند ہے (ت)

جہارت ۴ : صفحہ ۵ پر لکھا

ہر محدثیکہ وجودش بخصرہ در زمانے از ازمائے ثلثہ نباشد لیکن سندش در ذیلے از اولہ اربعہ یافتہ شود ہم مستحسن خواہ شدنی بینی کہ بکسے عارض نشد

ہر وہ نئی شی جس کا وجود تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں نہ ہو لیکن اس پر اولہ اربعہ سے سند موجود ہو تو وہ بھی مستحسن ہوگی آپ مدارس وغیرہ کی ایجاد نہیں دیکھتے (ت)

جہارت ۵ : صفحہ ۵۲۱

کتاب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ از منہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بہ سبب انراض صاحب کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا ہے

الفروع — جہارت ۶ : صفحہ ۱۱۲

اگر میں تسلیم کروں کہ ذکر مولد تین زمانوں میں سے کسی میں نہیں اور مجتہدین سے اس کا حکم منقول نہیں لیکن شرح میں جب یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ ہر وہ فرد جس سے علم کی اشاعت ہو وہ مندوب ہوتا ہے تو ذکر مولد بھی اسی میں شامل ہے تو ضروری ہے اسے بھی مندوب کہا جائے۔ (ت)

اگر میں تسلیم کروں کہ ذکر مولد در ازمائے ثلثہ نبود نہ از مجتہدین حکم او منقول شد لیکن چون در شرح این قاعدہ محمد شدہ است کل مرد من افاضتہ العلم فہو مندوب و ذکر مولد نیز زیر آنت واجبہ حکم مندوبیت او دادہ خواہ شد

جہارت ۷ : صفحہ ۲۹۸

بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت قبل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

۹/۲	مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محلہ کھنہ	کتاب المحظوظات	سنت و منہ مجروحہ فتاویٰ
۱۱۳/۱	"	کتاب المساجد	سنت مجروحہ فتاویٰ
۱۲/۶	"	"	سنت

اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدوین اعتقاد سنت پرے گا وہ ثواب پائیگا
کیونکہ حدیث میں وارد ہے،

الصلوة خیر موضوع من شاء فليقل
ومن شاء فليكثر
نماز سب سے بہتر عمل ہے جو چاہتا ہے
کم کرے اور جو چاہتا ہے زیادہ کرے (ت)

اقول سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور اسی میں
بعض کے لئے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد خیالات و بدیست میں ہے وہ حاصل (اور
یہی حاصل ہے۔ ت)

جہارت ۸ : صفحہ ۲۹۴

الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ
اگر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوئے تو امید ثواب ہے مگر
اس طریقہ کا ثبوت قرآن ثلاثہ میں نہیں ہے

جہارت ۹ : مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۰

کسیکے ہی گوید کہ وجود یہ و شہود یہ از اہل بدعت اند
قولش قابل اعتبار نیست و غشائے قولش جہل و
نادانیت است از احوال ادلیار از منہ توحید
وجودی و شہودی و شسری کہ دم ہر دو فرقہ ساختہ
قابل طاعت است و اللہ اعلم
جو شخص یہ کہتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود
و اے اہل بدعت ہیں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں
اور اس کی وجہ اس کا احوال ادلیار اور منہ توحید
وجودی اور شہودی سے جہالت و نادانیت ہے
اور وہ شاعر جوان و دونوں طبقات پر طعن کرتا ہے
وہ قابل ندامت ہے واللہ اعلم (ت)

ذراتیہ الایمان کی بالا خوانیاں یاد کیجئے۔

جہارت ۱۰ : صفحہ ۴۲۱

فی الواقع شعل برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت

۱۵۳/۱	مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محل لکھنؤ	کتاب الصلوۃ	۱	مجموعہ فتاویٰ
۲۲-۲۵/۲	"	کتاب المحظروا الایاتہ	۲	"
۵۸/۲	"	"	۳	"

ہاں افراط و تفریط اس میں منحرف خلافت کی طرف ہے، تقریب اس کی مکتوب مجدد العثمانی میں
جا بجا موجود ہے واللہ اعلم

بعض اللہ وہ عالم کہ تمہارے مذہب کا مذہب پر معاذ اللہ ہر ائمہ مشرک و مجوز مشرک ہو چکا اس پر اعتقاد اور اس کے
فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں رہا۔

عبارت ۱۱: اسی کی جلد سوم صفحہ ۵۰ میں ہے،

سوال: وقت ختم قرآن و تراویح کا سر
سورۃ اعراس می خوانند مستحق است یا نہ
جواب: مستحق است بے

سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورۃ
اعراس پڑھنا مستحق ہے نہیں؟
جواب: مستحق ہے۔ (ت)

عبارت ۱۲: صفحہ ۱۱۲

فہم مسلم کہتے ہوئے سر یا سینہ پر ہاتھ رکھنے میں
ظاہر کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اما جمع میان تکلم بالغاۃ سلام و دست برداشتن
بر سر یا سینہ نہادی پس ظاہر الالباس بہ است

عبارت ۱۳: صفحہ ۱۱۲

سوال: میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ کہنے
درست ہے یا نہیں؟
جواب: درست ہے۔ (ت)

سوال: بسم اللہ زبشتی بر پیشانی میت از انگشت
درست یا نہ؟

جواب: درست است بے

عبارت ۱۴: صفحہ ۱۱۳

سوال: قیام وقت ذکر و دعوت با سعاد کے جواب میں قیام بالقصر کا قرون ثلاثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض
احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیام نہ کرنا نقل و تحریر کے ٹکٹے ہیں،
لیکن علامہ عزمین شریفین زادہ اللہ شرفا قیام
می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولد
فرماتے: کے علماء قیام کرتے ہیں، امام برزنجی رحمۃ

لے مجروحہ فتاویٰ

لے مجروحہ فتاویٰ

لے

لے

باب التراویح

باب المعافاة والمعافاة

باب ما يتعلق بالموتی

مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محل کھنہ

"

"

۵۴/۳

۱۲۱/۳

۱۲۳/۳

می فریسنہ و قد استحسن القیام عند ذکر مولد الشریعت ائمۃ ذور وایۃ ودرایۃ قطوبی
 کان تعظیہ علی اللہ تعالیٰ علید و سلم غایۃ مرامہ و صرعاۃ انتہی

رسالہ مولد میں لکھتے ہیں صاحب روایت و درایت، لکھ ذکر مولد شریف کے وقت قیام مستحسن تصور کرتے ہیں مبارک ہے ان علماء کے لئے جس کا مقصد و منزل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تعظیم ہے انتہی (ت)

یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہر اسے جس کی نہایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب لکھنوی رحین علیہ السلام کی مجالس تبرکات، پناہ و شریک ہوا بیان رستے دور انہیں مجالس تبرک لکھتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و مشاہدہ قرائن مجالس ملائکہ کائنات کا قیام پر مشتمل ہونا یقینی۔ مجیب موصوف اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں،

در مجالس مولد شریف کہ از سورۃ الفتح تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورۃ تکبیری گویند و اقام شریک مجالس متبرکہ کہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردہ ام جم در کہ معطلہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جہدہ عبارت ۱۵، طرفیہ کہ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں،

مولد شریف کی مجالس میں سورۃ الفتح سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں ہر سورت کے اختتام پر تکبیر لکھتے ہیں راقم الحروف کہ معطلہ، مدینہ منورہ اور جہدہ میں ان مجالس مبارکہ میں شریک ہوا ہے۔ (ت)

سوال و پارتہ جہدہ سالار مسعود غازی و در مصروف خود آرد یا تصدق نماید؟

سوال، سالار مسعود غازی کے جہدہ سے کا کپڑا، اپنے مصروف میں دیا جاسکتا ہے یا اسے صدقہ کر دیا جائے؟

جواب، ظاہر اور استعمال پارتہ مذکور بعرف خود بھی کہ موجب بڑہ کاری باشد نیست و اولے آنست کہ بمساکین و فقراء و بدیہ

جواب، ظاہر اپنے استعمال میں لانے میں کوئی گناہ نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقراء پر خرچ کر دیا جائے۔ (ت)

ذرا حضرات محالین اس اولیٰ آنست (بہتر یہ ہے۔ ت) کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق

۱۳۰/۲	مطبوعہ مطبعہ یوسفی قرنگی محل لکھنؤ	باب قیام میلاد شریف	سالہ مجروح فتاویٰ
۵۲/۳	" " " "	باب القراءۃ فی الصلوۃ قراءۃ فاتحہ خلف اللہام	سالہ "
۶/۳	" " " "	باب مایکل استعمالہ و مایکل	سالہ "

فراموشی و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائی و مسائل عجیب میں بکثرت ملیں گے
وہیما ذکرنا کفایۃ اللہ واللہ سبیلہ ولی الہدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ کافی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی
دات پاک ہے اور وہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت۔ ۱)

بھگوان اللہ جواب اپنے مفتی کو پہنچا اور تحقیق ہی تا دوزخ علیہا لب نہ رہا مگر سعی با نفعین کا وہ پہلا رونما یعنی
غرام کا بعد نماز فراغت بھی دعا سے دست کش ہونا یہاں اگر میں نقل احادیث پر اتروں تو ایک مستقل رسالہ ملا
کروں مگر حکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتویٰ طوفان نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کا کام عظیم
نذیر گیسوی کی بھی مہر ہے، انجور قذافی مدظلہ و مصلحتی، بہ۔

چہی فرمایند علما نے دین اندری مسئلہ کہ رفع یدین در
دعا بعد نماز چنانکہ معمول اندریں و یا درست بر حسب
فتا مستحسن می نویسد و احادیث در مطلق رفع یدین
در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیث وارد دست
یا نہ بینوا تو جبروا۔

ہو المصوب وری خصوص نیز
حدیث وارد دست عاف ابو بکر احمد بن محمد بن
اسحق بن السنی در عل الیوم و الیلہ می نویسد حدیثی
احمد بن الحسن بن محمد بن ابی اسحق
یعقوب بن خالد بن یزید ابی لسی حدیثا
عبد العزیز بن عبد الرحمن المقرشی عن
خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ما من عبد
یسئ کفیه فی دبر کل صلوۃ ثم یقول
اللهم اللہ و الہ ابراہیم واسحق
و یعقوب و الہ جبرئیل میکائیل و اسرافیل
اسئلک ان تستحب دعوی فانی مصطر و تعفف
فی دین فانی مبتلی و تسالنی

اس بارے میں علما کیا فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا
میں ہاتھ اٹھانا جیسا کہ اس علاقے کے اندک طریقہ
ہے کیسا ہے؟ فقہاء نے اسے مستحسن لکھا ہے احمد
میں مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے
کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ بیان کئے اجر پاد۔
ہو المصوب، اس بارے میں خصوص

حدیث بھی وارد ہے حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق
بن السنی اپنی کتاب عل الیوم و الیلہ میں لکھتے ہیں کہ
مجھے احمد بن حسن انھیں ابواسحق یعقوب بن خالد
بن یزید ابی لسی نے انھیں عبد العزیز بن عبد الرحمن
المقرشی نے انھیں خصیف نے حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد
اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیا اور پھر عرض کیا۔ اے اللہ
میرے معبود، سیدنا ابراہیم واسحق اور یعقوب کے
معبود، جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے الہ! میں تجھ
سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول کیجئے میں مفضل
مجھے میرے دین میں محفوظ رکھئے، میں مبتلا ہوں مجھے

اپنی رحمت عطا کیجئے میں نہایت گنہگار ہوں میرے
 فقر کو دور کر دیجئے میں نہایت مسکین ہوں۔ تو
 اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو حسالی
 دروٹائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

برحمتک فاقی مذنب و تنفی عنی العقری فاقی
 متهمسکین الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان
 لا یزید ین یہ خائبتین واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عید الخ
 ابرو الحسنات

یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید وہ روایت
 بھی کرتی ہے جو ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں
 اسود عامری سے انھوں نے آپ سے والد سے بیان
 کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 ساتھ نماز فجر ادا کی آپ نے سلام پھیرا، ہاتھ
 اٹھائے اور دعا کی الحدیث، لہذا نماز فرض کے بعد
 سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے جیسا کہ
 علامہ اذکیار پر مخفی نہیں۔ (ت)

الجواب صحیح و یؤیدہ ما
 رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ فی المصنف
 عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت
 مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 الفجر فکلم سلام المعروف و رفع ید ین و
 دعا الحدیث فثبت بعد الصلوة المفروضة
 برفع الید ین فی الدعاء عن سید الانبیاء
 اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كما
 لا یخفی علی العلماء الاذکیار۔

محمد عید الخ
 نذیر حسینی

لطیفہ: فقیر غفرلہ الرول القدر نے دعا یہ کہ اس خیال ضلال کے زود ابطال کو کہ جو کچھ بخصوہ قرون عشرہ
 سے منقول نہیں منسوخ ہے، عجیب کی پندہ جبارتیں نقل کیں مگر لطیف یہ ہے کہ خود ہی فتوے جس سے یہاں
 انھوں نے استثناء کیا اس خیال کے ابطال کو پس ہے، عجیب کی عادت ہے کہ شروع جراسبہ میں
 هوالمصوب (وہی درست کرنے والا ہے۔ ت) یہی لفظ اس فتوے کی ابتداء میں بھی لکھا کہ سمعت
 نصہ (جیسا کہ اس کے الفاظ آپ پہلے پڑھ چکے۔ ت) اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور

نہ ہوا واجب نہیں کہ شہر میں پڑنا مطلقاً گناہ ہو، نقایہ و کنز و دوائی و غرر و اصلاح و مفتی وغیرہ متون میں بلفظ ندب ہے، و نقایہ میں بکلمہ حبیب، ہدایہ میں بلفظ مستحب تعبیر فرمایا۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے:

الافضل اذاؤها في الصحراء في سائر البلدان تمام شہروں میں میدان میں عید ادا کرنا افضل ہے
وفي مكة خلاف كنه
لیکن مکہ میں اختلاف ہے۔ (ت)

مقی تنویر و فتح القدر و درر و ہندیہ و مفرات و بزازیہ و عید و خانہ و غلامہ و غزاة المقتین و
قادی ظہیریہ وغیرہ میں ہے:
الخروج اليها سنة (عید گاہ کی طرف نکلنا سنت ہے۔ ت)

مکرمی سے:
التوجه الى المصلى مندوب كما افاده في التجهيز وان كانت صلوة العيد واجبة حتى لو صلى العيد في الجامعة ولم يتوجه الى المصلى فقد ترك السنة
عید گاہ کی طرف جانا مندوب ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے
اگرچہ نماز عید واجب ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے جامع مسجد میں عید پڑھی اور عید گاہ کی طرف نہیں گیا تو اس نے سنت کو ترک کیا۔ (ت)

شرع نقایہ قسطنطنیہ میں ہے:
الخروج اليه يندب وان كانت الجامعة يسعهم فالخروج ليس بواجب
عید گاہ کی طرف نکلنا مندوب ہے اگر جامع مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو ابتر نکلنا واجب نہیں۔ (ت)

۴۹ ص	مطبوعہ راجع ایم سعید کمپنی کراچی	باب العیدین	لکھ کنز الدقائق
۲۳۵/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	"	لکھ شرح و قایہ
۱۵۱/۱	المکتبۃ العربیہ کراچی	"	لکھ اہدایہ
۲۹۸/۳	مکتبہ احادیث عثمان	باب صلوة العیدین	لکھ مرقاة شرح مشکوٰۃ
۱۱۴/۱	مطبع مجتہبان دہلی	باب العیدین	لکھ تنویر الابصار مع الدر المختار
۱۵۹/۲	راجع ایم سعید کمپنی کراچی	"	لکھ بحر الرائق
۲۴۱/۱	مکتبہ اسلامیہ گنیہ قماروس ایران	فصل صلوة العیدین	لکھ جامع الرموز

غیر میں جامع الفقہ و ملت الفقہ و ذخیرہ سے ہے ۱

یجوز اقامتہ فی المصروفاتہ و موضعین
فاکثرو بہ قال الشافعی و احمد
شہر اور قنائے شہر میں عید دو یا زیادہ مقامات پر
ادا کی جا سکتی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی
یہی رائے ہے۔ (ت)

ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہ تہادون و بے پردائی اس کے ترک کی عادت کرے
اُسے ایک قسم اثم لاتی ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالغت کے باعث۔

فی شرح المنیۃ للصلحۃ ابراہیم الحنبلی
لا یتروک ما رفع الیہ من عند التکلیف لانه سنۃ
مؤکدۃ ولو اعتاد ترکہ یا شہد لا نفس التروک
بل لانه استخفاف وعدم مبالاۃ بسنۃ
واظہر علیہا النہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مسندۃ ہمزہ ما لو ترکہ بعض الاحیان من
غیر اعتقاد لا یا شہد و ہذا مطلق فی جمیع
السنن المؤکدۃ ص و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
شرع غیری میں ملا سہ یا تیم ملی سکتے ہیں کہ تکبیر کے وقت
ہاتھ اٹھانا ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے
اور اگر ترک کو عادت بنا لیتا ہے تو گناہگار ہوگا مگر
نفس ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسی سنت کو چھوڑنے
اور اس سے لاپرواہی کی وجہ سے ہوگا جس پر نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام عمر جمشکی فرمائی۔
ہاں بغیر عادت کے بعض اوقات ترک کر دے تو
گناہگار نہ ہوگا اور یہی اصول تمام سنن مؤکدہ میں
جاری ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) غزوہ کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی درج صحت رکھتا ہے اگرچہ اسے اُس کی مراد فضائے خالی ہو۔
اقول وہ اللہ التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ نماز عیدین بیرون شہر جنگل میں ہو
شارح عید الصلوۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شرکت و کثرت مسلمان رکھی ہے یہ بات
نفس خروج و اجتماع سے حاصل اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بنا لیں پس قولی ملو کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرون
شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل بلاشبہ صحیح ہے۔ دوم سنت، سنت کہ تکبیل و تاکید اصل سنت
کے لئے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادت اظہار شعار و شرکت ہے، مسجد
عید گاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلوۃ فی الصحا کا ثواب حاصل مگر صلوۃ فی انفسا
میں اتباع اتم پر جو ثواب ازید ملتا وہ نہ ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصیبت شرعیہ سے مترشح نہ ہوا، اس معنی پر
لے غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المستملی فروع خروج الی المصلی مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۲
لے " باب صفۃ الصلوۃ " ص ۳۰۰

قول زید بھی رو بصحت ہے زمانہ اگر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلحت سے عید کف دست پران
تھا جس میں اصل تعمیر نہ تھی بدینہ طیبہ کے شرعی دروازہ پر، کما فی المقصد التاسع من المواہب (جیسا
کہ مواہب اللدنیہ کے نویں مقصد میں ہے۔ ت) مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر، کما
فی الزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن شہبہ فی الاخبار المدینۃ عن ابن غسان الکشاف
صاحب مالک وصنی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ زرقانی میں فتح الباری سے ہے کہ عمر بن شہبہ نے آثار المدینہ
میں ابو غسان الکشاف جیسا کہ صاحب مالک وصنی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے روایت کیا ہے۔ ت) تاسمی ابن ماجہ و صحیح
ابن خزیمہ و مستخرج المعانی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ۱

ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے
کا نہ یفند و الی المصلی فی یوم عید والعزۃ دی صبح سویر سے عید گاہ کی طرف نکلتے آپ کے آگے آگے
تعمل بیت ید یہ فاذا بلغ المصلی نصبت کسی کے ہاتھ میں نیزہ اٹھایا ہوتا، جب آپ عید گاہ
پہنچتے ہیں ید یہ فہو المصلی الیہا و ذلک انت المصلی میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے نیزہ گاڑ
کان فضاء لیس فیہ ما یستر بہ دیا جاتا آپ اس کے سامنے جو کہ نماز پڑھتے اور
یہ عید گاہ میدان میں تھی وہاں کوئی دیوار وغیرہ نہ تھی (ت)

اب صد ہا سال سے اس کا احاطہ بن گیا، علامہ سید نور الدین محمودی قدس سرہ استظهار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت
زمانہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی، کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبہ
الطیبۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طیب طیب طیبہ و آلہ الطائب و بارک وسلم (جیسا کہ ان کی کتاب
تاریخ طیبہ میں ہے تمام پاکوں سے پاک پر صلوة وسلم ہو، اُن کی آل پاک پر ہوا و برکات و
سلام ہو۔ ت) اور واقعی جب امیر المومنین محمود نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی
تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوا اُن سبب کی بھی
تعمیر جدید خواہ تجدید فرمائی کسا استغناء عن عمدة القاری للسلامۃ الامام البدر محمود العینی
عن عمر بن شہبہ عن ابی غسان عن غیر واحد من اهل العلم (جیسا کہ عمدة القاری علامہ
بدر الدین محمود العینی نے عمر بن شہبہ سے انھوں نے ابو غسان سے اور انھوں نے متعدد اہل علم سے
بیان کیا ہے۔ ت) علامہ کرام کہ عیدین کے لئے مصلیٰ کو جانا مسنون و مستحب بتاتے ہیں وہی یہ بھی

بحث فرماتے ہیں کہ مصلیٰ عید حج احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں ۱۰ اور اس میں بول و براز و وحلی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی مگر بانی نے یہ عمارت اس لئے نہ بنائی، بحر الزمان میں ہے :

جناز گاہ اور عید گاہ میں اختلاف ہے محیط میں اسے صحیح کہا کہ جناز گاہ کا حکم بالکل مسجد وان نہیں اور عید گاہ کے بارے میں بھی صحیح ہے مگر جواز اقامہ کے حق میں ہے، وان سبہ ازہم فی متصل نہ ہوں، غنایہ وغیرہ میں ہے کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتویٰ میں قرار یہ ہے کہ عید گاہ اور جناز گاہ جواز اقامہ کے واسطے سے مسجد کے حکم میں ہیں اگرچہ متصل نہ ہوں اور ان کے علاوہ میں مسجد کا حکم نہیں ہے نہایت کی جہارت سے یہی ظاہر ہے کہ عید گاہ اور جناز گاہ کے اوپر وحلی اور بول و براز عبادت ہے اور یہ محل نظر ہے کیونکہ بانی نے اسے اس لئے نہیں بنایا لہذا اگرچہ انہیں ہم مسجد کا حکم نہیں دیتے مگر یہ تینوں چیزیں (وحلی بول و براز) اس کے اوپر جائز نہیں اور اس کا فائدہ بقیہ احکام میں ظاہر ہوگا جو ہم ذکر کر رہے ہیں اور جنہی و عاتقہ کا داخلہ بھی ہو سکتا ہے (ت)

اگر عید گاہ کا محراب دس ذراع تھا اور لوگوں کی صف ستر ذراع، صفیں متصل ہوں تب بھی تمام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

مطبوعہ ایچ ایم سید پبلی کراچی
خیر مطبوعہ نسخہ
۲۶/۲
ص ۵۱

اختلفوا فی مصلی الجنائزۃ والعید فصحح فی المحيط فی مصلی الجنائزۃ انه لیس له حکم المسجد اصلا وصحح فی مصلی العید کذلک الا فی حق جواز الاقامۃ وان لم تتصل الصفوف و فی النہایۃ وغیرہا والمختار للفتویٰ فی المسجد الذی اتخذ لصلوۃ الجنائزۃ والعید انه مسجد فی حق جواز الاقامۃ وان انفصل الصفوف وفقد الناس و فیما عدا ذلک لیس له حکم المسجد وظاہر ما فی النہایۃ انه یجوز الوطء والبول والتخلی فی مصلی الجنائزۃ والعید ولا یغنی ما فیہ فان البانی لم یعد ذلک حینئذ ان لا تجوز ہذا الثلاثۃ وان حکمتا یکونہ غیر مسجد وانما ظہر فائدتہ فی بقیۃ الاحکام التی ذکرناھا و فی حل دخوله للجنب والعائض الخ۔

جو، بر الا خلاط فی فصل فی العید میں ہے :

لوکان محراب المصلی حشرۃ اذرع وصفت بالقوم مائۃ ذراع ولا یتصل الصفوف جانت صلوۃ اکمل ینہ

سہ بحر الرائق
باب فیفسد الصلوۃ وما یکو فیہا
فصل فی العیدین
سہ جواهر الاخلاطی

جامع الرموز میں ہے، المصلى معوط بالفتاء (عید گاہ وہ ہے جو میدان میں احاطہ بنا ہو۔ ت)
صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا، باب العلم بالمصلى یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لئے
کوئی علامت امام پر محمود نے اس علامت میں غبارت مصلے کو بھی داخل فرمایا، عمدة القاری میں ہے،

باب العلم الذى بالمصلى ش ای هذا
باب فی بیان العلم الذى هو بمصلى العيد
والعلم بفتحتين هو المشرق الذى عمل
من بناء او وضع حجر او نصب عمود ونحو
ذلك ليحرف به المصلى

باب عید گاہ کی علامت کے بیان میں ہے ش
یعنی یہ باب اس علامت کے بیان میں ہے
کہ یہ جگہ عید گاہ ہے العلم عین اور لام دونوں
پر تہ ہے اس سے مراد علامت ہے خواہ
بنا کی صورت میں ہو یا پتھر لکڑی وغیرہ نصب
کرنے سے ہو جس سے اس کے عید گاہ ہونے کا پتا
چل سکے۔ (ت)

بالجملہ تعمیر عید گاہ کا جواز ہے، اگر افضل فضا کے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجئے (کراخول
نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً
بلاد ہندوستان میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یوں ہی رکھیں تو آدمی ہا فوراً جنب، عائن سبب اس
میں چلیں گے، پیشاب کریں گے، مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ علامہ شرنبلالی فیئہ ذوی ال احکام میں فرماتے ہیں،
صدر المشید نے فرمایا کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے
فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ وہ جگہ جو جنازہ یا عید
کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اسے جواز اقتداء
میں مسجد کا حکم دیا جائے گا اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں
اور اس کے علاوہ اس کا حکم مسجد وال نہیں ہوگا
امام جمہوری نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اہل
کاکی نے ذکر کیا اور اسی کی مثل فتح القدیر میں ہے

ذكر الصدر الشهيد المختار للفتوى في
الموضع الذي يتخذ لصلاة الجماعة و
العيد انه مسجد في حق جواز الاقتداء و
ان انفصل الصفون رفقاً باناس و
فيما عدا ذلك ليس له حكم المسجد كذا
ذكره الامام المحبوبي اه ذكره الكاكي و
مثله في فتح القدیر ويخالفه ما قاله

تاج الشریعۃ والاصح انہ ای مصلی العید
یاخذ حکمہا ای المساجد لایہ احد لا قامة
الصلوة فیہ بالجماعة لا عظم الجمع علی
وجه الاعلان الا انہ اییم ادخل الدواب
فیہ ضرورة الخشیة علی حیایعہا وقد یعوز
دخال الدواب فی بقعة المساجد لمکان العدا
والضرورة انہ فقد اختلف التصحیح فی مصلی
العید واتفق فی مصلی الجنائزۃ

اور تاج الشریعہ نے اس کی مخالفت کی ہے ماذراصح
یہ ہے کہ عید گاہ مسجد والا حکم رکھتی ہے کہ نہ عید گاہ
جماعت اعظم کے ساتھ اجتماعی صورت میں بطور علان
اقامت نماز کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے البتہ اس میں
چار پاؤں کا داخل مباح اس لئے قرار دیا گیا ہے تاکہ
ان کا خیاب نہ ہو اور عذر و ضرورت کے پیش نظر مسجد
کو بند میں چار پاؤں کا داخل جائز ہوتا ہے، عید گاہ
میں صحیح اقوال میں اختلاف ہے مگر جنازہ گاہ میں اتفاق
ہے۔ (ت)

اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہو نا وارد نہ ہو گا کہ دینہ طیبہ میں روز اول سے بعد اللہ تعالیٰ اسلام ہی حاکم
اسلام ہی غالب ہے حمد اطہر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے جمہور اللہ ترجیح اگر حسب
اس تصحیح کے خلاف پر ہیں تاہم قول صحیح ہے اور خلاف علماء کا لحاظ بالا جماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو
نہ خود اپنے مذہب میں خلاف قوی یا اختلاف تصحیح، ہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جسگہ
صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نماز صحرا کا ثواب بابت سے
نہ جائے گا، تو قولی مرد واضح الصحت ہے ہذا کلمہ ما طہر لی والعلہ بالحق عند العلیم علی (محمد پریمی
واصح) ایہ اور حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ علیم و بلند کے پاس ہے۔ (ت) واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الفربار ۳۰ محرم ۱۳۴۲ھ
۱۴۱۹ھ
علمائے دینی ای سوالوں میں کیا فرماتے ہیں۔

- (۱) نماز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان ترکیب چندہ اور کسی (مسلمان حج) کی
بدع و شمار، خوشامد وغیرہ مثلاً امام نے بیج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (حج)
صاحب کے ہوتے مجھے نماز پڑھانے کا حق نہ تھا البتہ الی کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں، قرآن و
حدیث، اجماع مجتہد و تعامل علمائے فقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں؟
- (۲) ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوتی یا نہیں؟

(۳) امامت جمعہ و عیدین و امامت نماز پنجگانہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے؟
 (۴) قاضی شرع کسے کہتے ہیں، قاضی کے شرائط کیا ہیں، حج شرعی قاضی ہے یا نہیں، اگر ہے تو ہرنج یا صرف مسلمان حج، اگر صرف مسلمان حج تو کیوں؟ بیہودا تو بھروا

الجواب

چندہ کی تحریک اگر کسی امر دینی کے لئے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فتنہ و مسکنت میں تھے، حاضرین سے ارشاد فرمایا، تصدقوا صدقہ روز۔ ایک صاحب نے ایک پکڑا، دوسرے صاحب نے دوسرا پکڑا دیا، پھر ارشاد فرمایا، تصدقوا صدقہ روز۔ یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اُسٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لئے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں، ان کو اس سے باز کر لیگی تو تمہارے ہی لئے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو، مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگر دیکھیے ہی ضروری کام کے لئے ہر زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکر وہ خلاف سنت ہے، لہذا اُس وقت نہ پانے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گروہ نسا پر تشریف لے گئے اور اُن کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زور و تادار کر حاضر کر لی تھیں اور بلا لے رضی اللہ تعالیٰ اپنے دامن میں لے گئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو قاضی خلافت احکام شرعیہ کو کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو اگرچہ اس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبہ جمعہ یا عیدین میں اُس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالاً علی الحل الحرام (کیونکہ یہ حرام پر مشتمل ہے۔ ست، اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرائط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے، ان عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ اُس کی شرط نہ اُس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی، یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دینی ہے اور منبر کہ خاص مسند سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطہراً مدح فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لہ
 عرش الرحمن
 فرماتا ہے اور اس کے سبب جہنم کا عرش ہل جاتا ہے۔

نہ اسکا مل لاین مدی تحت اسم سابق بن عبد اللہ
 مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ ساکنہ لہ ۱۳۰۷/۳

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حکم پر فرض ہے کہ مطابقی احکام الہیہ کے حکم کرے، اگر خلاف حکم الہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک عمدہ اور ایک خطا۔ عمدہ کہ قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

من لم یحکو بہما نزل اللہ فلا ینک ہم الفسقون
اولئک ہم الظالمون اولئک ہم الکھرون

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابقی فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں۔ (دت)

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر نہ مانتا ہے یعنی اگر خدا کا حکم کرتی ہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم فاسق۔ اور اگر خطا ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ خطا جو جبہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی تسدیم و فسق ہے، صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں، قاضی فی الجنة و قاضیات فی النار۔ ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں، وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً غلب حکم کرے یا جو جبہ جہل، یہ دونوں نار میں ہیں، جو جبہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقت احکام ممکن نہیں تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا بلکہ اس سے اگر کوئی حکم مطابقی شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاق مطابقت کا اعتبار نہیں دہذا حدیث میں فرمایا:

من قن فی القرآن برأیہ فاصاب فقص
جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک
اخطا ہے

دوسری صورت غطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الہیہ کے مطابقی ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں، اگر وہ مجتہد ہے اور اس کے اجتہاد نے غطا کی تو اس غطا پر اس کے لئے اجر ہے اور وہ فیصلہ برائے اس نے

سۃ القرآن ۴۷/۵

سۃ القرآن ۴۵/۵

سۃ القرآن ۴۳/۵

سۃ السنن لابن داؤد کتاب العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۸/۲

رکھا تا قذیبہ، اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیانِ زمانہ، اور جہد و جد میں اس نے کی نہ کی اور فہم حکم میں اس سے غلطی واقع ہوئی اور سب پر اور عالم اور اس عمدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں، یہ سب احکام قاضیانِ سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لئے ہیں جو اسی کام کے لئے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں، بخلاف حال کہ اکثر اسلامی سلطنتوں کے جہی میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گھر سے ہوئے باطل قانون بھی خلافت میں اور قاضیوں کو ان پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے ان کی شناخت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے، ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی شر میں جو خباثت ہے قابل اگر اس پر آگاہ ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اس نے باطل کا نام شرع رکھا، ولہذا انہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ:

من قال لسلطان من مات عادل فقد كفر به
ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے۔

کہ وہ خلاف احکام الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الہیہ عدل نہیں ہو سکتا، عدل حق ہے تو اسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے، تو معاذ اللہ احکام الہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے، بہر حال جو قاضی خلاف احکام الہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہو سکتا، جب قاضیانِ سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں، رہی رہبرِ اری اس میں اگر چہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں جبر پر چڑھانا اور ان میں بہت دستاویزی سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے:

عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
أكل الربو وموكله وكاتبه وشاھد یہ و
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا
کافہ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر
قال هم سواي

اور فرمایا سب برابر ہیں۔

جمعہ وعیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنجگانہ میں صرف اتنا

ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بد مذہب نہ ہو، فاسق ملعون نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز باطل ہو جائے گی بحدت نماز جمعہ و عیدین کہ ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کسما فی الدار المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کسے کا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۱ از حاکم بنکالہ ضلع مین سنگھ مرسلہ عبدالکیم ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ جب مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے مگر سخت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں پڑھے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۲ از حاکم مرسلہ سردار امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خیر دی جائے اہل اسلام کو درود دعویٰ کرتا ہے اسلام کا اور اس کی فرصت بہت ہے، اگر وہ قصداً نہ آئے تو اس کو کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد، تندرست، عاقل، بالغ، قادر پر واجب ہے۔ قادر کے یہ معنی کہ نہ اندھا ہو، نہ ٹولا ہو، نہ لہجھا، نہ قیدی، نہ کسی ایسے مریض کا بیمار دار ہو کہ یہ اُسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے، نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے، نہ اُسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سہما خوف ہو، نہ اُس وقت جینہ یا برف یا کیچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جانا سخت مشقت کا موجب ہو،

فی التَّوْبَةِ حَبِيبٌ مَلُوتُهُمَا اَيُّ الْعِيدَيْنِ عَلَيَّ	تخویر میں ہے عیدین کی نماز ان پر لازم ہے جن پر
مَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ بَشَرًا نَهَا سَوَى	جمعہ لازم ہے، خطبہ کے علاوہ شرائط بھی دی
الْخُطْبَةُ وَفِي جُمُعَةِ الدَّرِ الْمَخْتَارِ	میں احد درمختار کے باب جمعہ میں ہے کہ
سنة درمختار باب العیدین	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

شرط لا اعتراضاً اقامۃ بصر و صحتہ و
الحق بالمريض والمرضى والشيخ الفاني
وحريۃ و ذكورة و بلوغ و عقل و حسود
بصر و قدرته على المشي و عدم رحيس
و خوف و مطر شديد و دحل و شلج و
نحوهما ۛ ملخصاً في رد المحتار قوله
المريض هذان بقى المريض ضاعفاً مخروفاً
في الاصحاح عليه و جوهرۃ قوله و عدم
خوف ای من السلطان اولیٰ من غیر قال فی
الامداد ویلحق به المفسر اذا خاف
ان حبس كما جاز التيسيم به قوله و نحوهما
ای کبر و شداید ۛ ملقطاً۔

اس کی فرضیت کے لئے شہر میں مقیم ہونا اور معتد
ہونا شرط ہے اور مریض کے ساتھ مریض (مریض
کا تیمار دار کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض
ضائع رہ جائے) شیخ فانی مکتبہ ہے حریت، ذکوریت،
بلوغ، عقل، نظر کا ہونا، چلنے پر قدرت، نہ
قیدی، نہ خوف، نہ شدید بارش، نہ کیچڑ، نہ
برف و غیرہ ہوا و محضاً رد المحتار میں ہے کہ
ماتن کا قول کہ مرض یعنی مریض کا تیمار دار وہ کہ اسے
چھوڑ کر گھر سے چلا جائے تو مریض ضائع رہ جائے
علیہ و جوہرہ اور ماتن کا قول عدم خوف، سلطان
کا یا چور کا، مخ۔ ادا میں ہے اس کے ساتھ
مفسر بھی لائق ہے جب اسے حبس کا خوف ہو

جبکہ اس کے لئے تخیم جائز ہے۔ ماتن کا قول و نحوہا یعنی دونوں کی مثل یعنی شدید سردی اور ملتقطاً
تو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز حیدرہ و جہ شری ہو، پھر
نہ پڑے تو گز کا اور شرعاً مستحب نزا و تعزیر ہوگا لاسی تکابہ معصیۃ کا حد فیہا (کیونکہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہے
جس میں حد نہیں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملتقطاً از رام پور متصل مراد آباد محلہ قذافیٹ گھر فرنگی محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب
۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

پرمی فریاد علماء دین دین مسئلہ کہ تکبیرات زوائد
عیدین بکدام سالی مشروع شدہ اند و علقش چہ
بود؟
اس بار سے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی
تکبیرات زائد کس سال شروع ہوئیں اور ان کی
علت کیا ہے؟

۱۱۲ / ۱	مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی	باب الحجۃ	سہ در مختار
۹۰۲ / ۱	" " "	مطلب فی شروط الحجۃ	سہ رد المحتار
۹۰۳ / ۱	" " "	"	سہ "

الجواب

تشریح نماز عید و رسالہ اول از ہجرت ست فی
البدن شرح فی الاولی من الہجرت و او معروف
نہ شد و شرح مگر برہیں شیخ و وضع و حکمت و تکبیرات
اظہار سرور دینی و امتثال قولی و تعالیٰ ست عز
جلالہ و لتکملوا العدة و لتکبروا اللہ علی
ماہد نکوہد فی عید الفطر و قد لہ عز
جل لتکبروا اللہ علی ماہد نکوہد بشو
المحسنین فی عید لاضحیٰ۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

نماز عید ہجرت کے سال اول میں شروع ہوئی اور
میں ہے کہ نماز عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی
اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی مگر اسکی سبب
و طریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت
و مہینہ گزشتہ کی گزشتہ اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر
اللہ کی بڑائی بیان کرو یہ عید الفطر میں ہے۔ اور اللہ
تعالیٰ کا فرمان ہے تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت
پر تکبیر کرو اور محسنین کو بشارت دو۔ یہ عید لاضحیٰ کے
بارے میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲ سائل مذکورہ بالا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکرۃ
جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں یا بینوا تو جہودا۔

الجواب

نماز عید الفطر میں جو برج عذر ایک دی کی تاخیر و دیر لکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں
بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں بلکہ یہ کہ مع الکرۃ جائز ہو
عامر معتبرات میں اس کی تصریح ہے، مصنف خطبہ کہ شخص مجبور ہے قابل اعتنا نہیں، اسے نماز عید اضحیٰ سے
استنباء گزرا کہ وہاں دور و زکی تاخیر و دیر عذر طاکراہت اور بلا عذر برجہ کراہت روا ہے۔

فی الدر المختار و تاخیر بعد رکعتی الی الزوال
من العدة فقط و احکامہا احکام الاضحیٰ
لکن يجوز تاخیرھا الی آخر ثالث ایام الفطر
و مختار میں ہے کہ عذر مثلاً بارش کی وجہ سے فقط دوسرے
دی زوال تک مؤخر کی جاسکتی ہے اور عید الفطر کے
احکام عید الاضحیٰ کے احکام کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ

بلا عذر مع الكراهة وبه ای بالعذر بدونها
فالعذر هنا النفي الكراهة وفي الفطر
للصحة ^{له} منغص وفي نور الايضاح
وبشرح مراقب الافلاح كلاهما
للعلامة الشربلالي مؤخر مملوطة عید
الفطر بعدد الى الفد فقط و قید
لعذر بدو جواز لنفي الكراهة فاذا لم
یکن عذر لا تعبر فی الغذاء ملتقطا وفي
مجسم الانهر للفاضل شیخی زاده العذر
فی الاضاح لنفي الكراهة وفي الفطر
لدجواز وفي شرح النقایة للشمس القهستانی
لو ترکتم بغیر عذر سقطت کما فی الخزانة ^{آه}
ففي شرح المنیة الكبير للعلامة المحمدي
مملوطة عید الاصحی تجوز فی الیوم الثاني
والثالث سواء اخرت بعدد او بدو منه
اما مملوطة الفطر فلا تجوز الا فی الثاني
بشرط حصول العذر فی الاول ^{آه} وفي الفتاوی
البحانية ان فاتت صلوة الفطر فی الیوم
الاول بعد ریضی فی الیوم الثاني

کو بلا عذر یا یا مخر کے قیسر سے دن تک مؤخر کیا جاسکتا
ہے، ہاں کراہت ہے اور عذر ہوگا تو کراہت نہیں
ہوگی، یہاں عذر کا ہونا نفی کراہت کے لئے ہے
اور عید الفطر میں صحت کے لئے ہے ^{آہ} تخفیفاً اور الايضاح
اور اس کی شرح مراقب الافلاح میں علامہ شربلانی
فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے عید الفطر کو دوسرے دن
تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، عذر کی قید جواز کے لئے ہے
نفی کراہت کے لئے نہیں، تو جب عذر نہ ہو تو دوسرے
دن نماز صحیح نہ ہوگی ^{آہ} ملتقطاً، مجمع الانهر میں فاضل
شیخی زاده کہتے ہیں کہ اصحی میں عذر نفی کراہت اور
فطر میں جواز کے لئے ہے، شرح نقایة للشمس قهستانی
میں ہے کہ اگر نماز عید بغیر عذر کے چھوڑ دی تو وہ ساقط
ہو جائے گی، خزانہ میں بھی اسی طرح ہے ^{آہ} شرح نیز
کبیر عطارد علی میں ہے کہ عید الاصحی کی نماز دوسرے
اور قیسر سے دن بھی جائز ہے خواہ عذر کی وجہ سے مؤخر
ہوئی یا بلا عذر، لیکن نماز عید الفطر اگر پہلے دن کسی عذر
کی وجہ سے ادا نہ کی جاسکی تو فقط دوسرے دن پر بھی
جاسکتی ہے ^{آہ} فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی عذر
کی وجہ سے عید الفطر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن

۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب العیدین	سنة در مختار
۲۹۳	مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتابت کراچی	باب احکام العیدین	سنة مراقب الافلاح مع حاشیة الطحاوی
۱۷۵/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب صلوة العیدین	سنة مجمع الانهر شرح طبعی الابکر
۱۷۵/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران	فصل فی العیدین	سنة جامع الرموز
۵۷۱	سہیل اکیڈمی لاہور	باب العیدین	سنة غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی

وای قانت بغیر عذر لا یصلی فی الیوم الثانی
فان قانت فی الیوم الثانی بعد از او بغیر عذر
لا یصلی بعد ذلک واما عید الاضحی امت
قانت فی الیوم الاول بعد از او بغیر عذر
یصلی فی الیوم الثانی قانت قانت فی
الیوم الثانی بعد از او بغیر عذر یصلی فی الیوم
الثالث قانت قانت فی الیوم الثالث بعد
او بغیر عذر لا یصلی بعد ذلک و فی الهندیة
عن تبیین الامام الرضی العذر ههنا تنفی
انکراهة حق لواحدوها الم ثلاثه یا معن
غیر عذر رہا سرت الصلوة وقد اساءوا فی الفطر
للجور وحتی لواحدوها الی الغد من بغیر عذر
لا یجوز تنقی و مثله فی س من الحقائق للعلامة
العینی -

اواکی جاسے اور اگر عذر نہ تھا تو دوسرے دن نہیں
پڑھی جاسکتی ، اور اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکی
خواہ عذر تھا یا نہیں ، تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی
باقی نماز عید الاضحی اگر عذر یا بغیر عذر پہلے دن رہ گئی
تو دوسرے دن پڑھ لی جائے ، اگر دوسرے دن فوت
ہو گئی عذر تھا یا نہ تھا تو تیسرے دن پڑھ لی جائے ،
اگر تیسرے دن بھی نہ گئی خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو
اس کے بعد ادا نہیں کی جاسکتی ، ہندیہ میں امام
رضی کی تبیین سے ہے کہ یہاں عذر نفی کر اہت کے لئے
ہے ، حتی کہ اگر بغیر عذر کے تین دن نماز مؤخر کر دی تو
اب بھی نماز جائز البتہ تاخیر کر کے پڑا کیا اور فطر میں
عذر جواز کے لئے ہے حتی کہ اگر بغیر عذر کے نماز دوسرے
دن تک مؤخر کی تو اب اس کی ادائیگی جائز نہ ہوگی
انتہی ، علامہ عینی کی رمز الحقائق میں اسی طرح ہے :

بالجملة اس کا خلاف کتب متہ اول میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزارا۔

مگر یہ کہ میں نے جواہر خلاطی میں یہ عبارت دیکھی کہ
جب نماز عید الفطر پہلے دن فوت ہو خواہ عذر تھا یا
نہ تھا تو دوسرے دن اواکی جاسے اور اس کے بعد
نہیں پڑھی جاسکتی اور تو گمان یہ ہے کہ خلاطی کا
غلط ہے کیونکہ میں نے متعدد مسامی میں دیکھا ہے
کہ وہ کتب معتدہ اور اسفار معتبرہ کے خلاف لکھتے ہیں
یا یکاتب کی غلطی ہو سکتی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ،

اللهم الاماریت فی جواہر الاخلاطی من
قولہ اذا قانت صلوة عید الفطر فی الیوم
الاول بعد از او بغیر عذر یصلی فی الیوم الثانی و
لم یصل بعد از او فیصلی من یکون خلطاً من
الاخلاطی حافی سائت له غیر ما مسئلة خالف
فیہا المکتب المعتمدہ والاسفار المعتمدہ او یکوت
من خطا الناسخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ ہے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی؟ اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی؟ اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی؟ اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی؟ ینوایحوالہ الکتاب وتوجد ایوم الحساب (کتاب کے حوالے کے ساتھ بیان کرو اور حساب کے دن اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر دونوں امام ما دون باقامت نماز عید تھے تو دونوں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عیدین میں خطبہ سنت ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اسارت و کراہت ہے۔

فی الدر المنثور تجب صدوتهم عن صفت
تجب علیہ الجمعية بشرائطها المتقدمة
سوی الخطبة فانها سنة بعد هـ ف
رد المحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب
اصلا هم واساء لترك السنة فی التنویر
تودی بمصر بمواضع اتفاقاً۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

رد مختار میں ہے کہ عیدین کی نماز ان لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے اور خطبہ کے علاوہ تمام شرائط بھی جمعہ والی ہی ہیں کیونکہ عید کے بعد خطبہ سنت ہے رد المحتار میں ہے کہ بکر میں ہے حتی کہ اگر بالکل خطبہ دیا ہی نہیں تو نماز صحیح ہوگی لیکن ترک سنت کی وجہ سے بُرا کیا۔ تنویر میں ہے کہ شریعی بالاتفاق متقدم مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۲۵ از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ پیریار بازار موضع قاضیہ گاون
۱۲۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط نہیں بلکہ پنج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے

سنة در مختار	باب العیدین	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۱۴/۱
رد المحتار	"	مطبعہ البانی مصر	۶۱۱/۱
سنة تنویر الابصار	"	مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۱۳/۱

اور باقی چھ ماہ میل بکریاں اُسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں، تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں؟
(۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں؟ اور مصافحہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لئے وقف نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی، فان مصلی العید حر فاهو عادی لا یمنع المقرب من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلوة العید او للمملوک الموقوف لها من جرمة المالك .
کیونکہ عید گاہ سرخا زمین کا وہ ٹکڑا ہے جیسے بادشاہ اسلام یا مسلمانوں کی ایک جماعت نے نماز عید کے لئے چھڑا ہو یا وہ مالک کی طرف سے نماز عید کے لئے وقف ہو۔ (ت)

کیونکہ نہ مسجد اور نہ صحت صلوة کے لئے شرائط وقف کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے خواہ وہ نماز عید ہو یا جمعہ یا اس کے علاوہ کوئی نماز ہو جیسا کہ کتب میں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
فانه ليس المسجد ولا الوقف من جهة شرائط صحة صلوة اصل صلوة العید کانت او الجمعة او غیر ذلک كما نصوا علیہ فی کتبہ المذہب - واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بعد نماز عید مصافحہ و مصافحہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اس کی طرف منہ نہ ہوں جیسے خوبصورت امر یا اجنبی محل فتنہ سے مصافحہ بلکہ مصافحہ بھی اگر بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی نہ ہو۔ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ مصافحہ۔

جیسا کہ درمختار حبشی معتبر کتب میں ہے اور اس کی تفصیل چارہ رسالہ "وشاح الجید فی مصافحۃ العید" میں خوب ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
كما فی الدر المنثور وغیرہ من معتمدات الاسفار وتفصیل المسائل موكول الی رسالتہا وشاح الجید فی تحلیل مصافحۃ العید۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر بلال شرال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن

اداکریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہر جگہ اور قسمستانی میں ہے ،
 اذا صلي الامام صلواته مع بعض القوم لا يقضى من فاتت تلك الصلوة عنه
 لا في اليوم الاول ولا من العدد انتهى
 جب امام نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھا دی تو جن کی نماز فوت ہو گئی وہ اسے قضا نہیں کر سکتے ، نہ پہلے دن اور نہ دوسرے دن ، انتہی (ت)
 بینوا تو جروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اسے نہایت حق اور سوا اب کی توفیق عطا فرما۔ ت) صرورة
 مستفسرہ میں جماعت یا قیامانہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعی مسموع ،
 في الدار المحتارة وتؤخر بعد ركعة طهر الحب
 اور مختار میں ہے عذر کی وجہ سے نماز فطر فقط دوسرے دن تک مؤخر کی جائے گی جیسے بارش۔ انتہی (ت)
 الزوال من العدد فقط انتهى

اور صلوٰۃ عید میں حراز قہد و متفق علیہ ہے بخلاف عید کراس میں خلاف ہے اور رائج جواز ،
 في الدار المختارة تؤدى ببعض واحد بسوا غيره
 اور مختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات
 کثیرۃ اتفاقاً
 پر نماز عید ادا کی جاسکتی ہے (ت)
 قرادے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر مسموع ہو سکتا ہے کلام قسمستانی وغیرہ اس صورت
 میں ہے جب عامہ اہل بلہ پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار
 پڑھنے سے باز رہے گا ، ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل ،

قال من فاتته صلوٰۃ العيد مع الامام لم يقضها
 لان الصلوة بهذا الاصفة لم تعرف قربة الا
 بشرائط لا تتم بالمنفرد آت
 فرمایا جس کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہو گئی وہ اسے
 قضا نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح کی نماز شرائط کے ساتھ
 مشروع ہے اور وہ شرائط تنہا پختہ کی صورت میں پوری نہیں ہوتی۔

۲۷۴/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ قاسم آباد	فصل فی صلوٰۃ العیدین	سہ جامع الزمر
۱۱۶/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	باب العیدین	سہ در مختار
"	"	"	سہ "
۱۵۴/۱	المکتبۃ العربیہ کراچی	"	سہ الہدایہ

یا تو یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون میں السلطان ادا کر چکا اور اب باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کون کرنے
فاضل محقق حسن شریب دلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر
اذ قال من فاتته الصلوة فلم یجد رکعاً مع
کیونکہ انھوں نے کہا ہے جو نماز امام کے ساتھ نہ
الامام لا یقضیہا لانہا لم تعرف قرینة
پڑھ سکا وہ اب قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز شرائط کے
الایضاح لا تتم بدون الامام ای السلطان
ساتھ مشروع ہے اور وہ امام یعنی سلطان یا
اس کے نائب کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی (ت)
او ماموراً۔

اس لئے فاضل سید احمد مہری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں،

ای وقد صلاھا الامام او ماموراً فان کان
یعنی امام یا اس کے نائب نے نماز پڑھا دی پس اگر
ماموراً یا قاتماً لہ ان یقیضہا
وہ امامت عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھ
سکتا ہے (ت)

اقول وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی
اقول اس کی طرف عبارت تعایہ وغیرہ میں جو
مام نے تعریف کی ہے وہ بھی اشارہ کرتی ہے جیسا
کہ کلام کے اسالیب کے ماہر پر محقق نہیں۔ (ت)
عن العامرات باسالیب الکلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے ہیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض
خطا اقول بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت جعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن
کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کرچکے تو اس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قل
لا فی الیوم الاول ولا من الغد نہ پہلے اور دوسرے دن۔ ت۔ اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت
حیدین میں باہ اتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تا آخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت مفرح تعایہ کے یہ معنی ہوتے
کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہو گا اور نماز عید کا بھی حکم اس
امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جانا یعنی جماعت سابقہ کے بقا نہ ہو گئی
باقی سب کی تا جائز کہ فی السداد المختار علی الصرح فی الجمعة لمن سبق تحریر متہ (جیسا کہ درجہ)
میں مروج قول کے مطابق ہے کہ جمہ ان لوگوں کا ہے جن کی تحریر پہلے ہو۔ ت۔ تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم

بیان کئے اور قاطع شغب پر ہے کہ درختوں میں دھورت فوت مع الامام قصر کج کی،
 لو حکمہ الذہاب الی الامامہ الا غیر فعلی لانہا
 توادی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً
 کیونکہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر نماز
 حید لدا کی جاسکتی ہے (مت)

حاشیہ طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے،

لو قدر بعد الفوات مع الامامہ علی ادراکہا
 مع غیرہ فعل لا اتفاق علی حوازی تعدد وہا
 اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے
 امام کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے تو نمازی وہاں
 چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جوہر اتفاق ہوتا ہے

دیگر نفع فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑے اور حال غدر میں روز
 اول و دوم یکساں آج پڑے گا تو کل کرن مانع، مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین وجہ کے لئے معذور ہو اسے بھی فوت
 ہوئی ہو کہ امامت کے لئے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک
 نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ الموضع والیہ

۱۳۳۱ھ از پبلی سمیت حضرت العیدین جناب مولانا وحی احمد صاحب محدث شوری رحمہ اللہ تالی
 ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسألی ذیل میں،

- (۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بنا اجازت
 عید گاہ بنانے کے فقط دو گناہ ادا کرنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نماز کا ثواب اسی قدر
 ملے گا جس قدر مسلمان کی وقت کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم؟
- (۲) اور صورت اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنالی تو وہ وقت کبھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لئے
 ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر باقی ہے اور وقت کے احکام جاری نہ ہوں گے؟
- (۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گرنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بجا کر اہستہ ہو گئی یا نہیں؟
- (۴) محلی احسن عید گاہ کے مفہوم میں اس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح

ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ حیدر گاہ ہے۔ بینوا تو جو رہا

الجواب

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے، زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ پکیریں گے سقن سے ہے نہ مستحبات سے، سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو،

وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ فِي مَرْنِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَمَنَ الْحُلُفَاءَ الْمُرَّاشِدِينَ مَرَضَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مِنْ حَادِي لَا رَمِي بِهِمْ وَقَفَ وَلَا بَنَاءَ۔
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں عید گاہ افتادہ زمین تھی، نہ وقف نہ تھی اور نہ تعمیر شدہ تھی۔ (ت)

(۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حدیث میں ہے،

مَدَى لَا مَرْضَى لِلَّهِ وَرَسُولُهُ رَوَاكَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشَّعْبِ عَنْ طَوْسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي جَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَقَفَا۔
افتادہ زمینیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں۔ اسے بہیقی نے شعب الایمان میں طاؤس سے اور انھوں نے ابی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حضرت ابی جباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ موقوف روایت ہے (ت)

حاکم وقت نے جب اجازت دے دی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کر دی وقف صحیح لازم ہوگی احکام مصلی اس پر جاری ہوں گے۔

(۳) نماز بلا کراہت صحیح ہے،

لَمَّا صَارَ الْإِسْرَافُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ جَلَّ وَعَزَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
جیسا کہ گزرا کہ زمین اللہ جل و علا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ (ت)

(۴) محاط ہونا مفہوم مصلی میں داخل نہیں،

لَمَّا قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي مَرْحَلَتِهِمْ مِنْ الْخُفَاءِ كَانَتْ فِي أَرْضِهِمْ بَيْعَاءٌ بَيْنَهُمْ بَنَاءٌ وَهَـ
پیچھے ہم نے بیان کیا کہ نماز حیدر سرور و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء کے دور

فی الفقہستانی ملہ علی العادۃ الحادثۃ بناء
 قصد بہ التصریف لا اشتراط بناء - واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

میں چٹل میدان میں بغیر کسی عارت کے ہوتی تھی،
 اور قسطنطنیہ میں جو کچھ ہے وہ عادت معروفہ پر مبنی
 ہے یہ نہیں کہ بناء کو بطور شرط بیان کیا گیا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔ دست

مسئلہ ۱۳۳۲ قاضی عبد الحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجیر شریعت ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء کے شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں
 میں رنگ برادر مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عید کی دو قیامتوں کے اپنے اپنے امام کے ساتھ عید میلہ
 نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کر سکتا ہے، عیدین اور
 جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون، اور نہ ہر وقت بغیر دست
 بستہ عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لئے مقرر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو
 شخص امام مقرر نہیں ہوتے ترجمانی میں مقرر نہیں ہے، اکی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف
 مذہب جنسیت و شافیت عذر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سُنی اور
 دوسرا وہابی یا غیر مقلد، تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے، دُستیں
 رکازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی ولس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۳ از شہر علم بازار صندلی خاں مرسلہ ہدایت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
 زید عید کی نماز سے پہلے درزی کا کام کرتا رہا، بچہ نے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ
 حرام ہے اس لئے کہ اُس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

بحر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے اسے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز۔
 نہ اُس اُجرت میں کوئی حرج ہے، ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھا تو وہ کام حرام ہوتا اُجرت پھر بھی
 حرام نہ تھی، یہ تو علت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ خدمت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے
 متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دی ہے نہ کہ غمت کا، اُس دن کا اور دنوں سے امتیاز
 چاہئے، اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور

ضرورت ہو جب تو کوئی گنہگار کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۴ نماز عید میں امام نے تکبیر کو کبیر کے بعد سورۃ فاتحہ شروع کی الحمد للہ سب العالمین کھٹے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قراءت شروع کی، اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہوئی، ایسا شخص احنی بالامارۃ نہیں ہو سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۴۳۵ اپنی بیعت محلہ شیر مرسلہ حاجی حامد حسین صاحب و عسکریہ الدین صاحب
۲ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی، بعد اس کے زید عید گاہ کو گیا اور وہاں بکر امام تھا، اُس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہو گئی، تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا، ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہئے تھا یا نہیں؟ آیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی جو کہ پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے؟ اور دیگر مقتدیوں کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کہ جس نے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی، جن لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی، ان میں جو نادان تھے اُن کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا، وہ مختار میں ہے،
لا یصح اقتداء عفتہ من بمتنفل ولا نادر
فرض پڑھنے والے کی نقل پڑھنے والے کی اقتداء
درست نہیں اور نہ نذر پوری کرنی والے کی تنفل کی اقتداء
رد المحتار میں ہے،

لان التذرع واجب فیلزم بناء القوی علی
الضعیف صح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
کیونکہ تذرع واجب ہے لہذا قوی کی ضعیف پر بنا
لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از سلسلہ ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلہ کے لوگ مسجد میں جمعہ وعیدہ کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تقاضا و تسلسل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لئے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اس نے یہ امر کیا کہ تین جنگولہ جگہ نامناسب ہے، ایک جہد دیگر سے اگر تیسرے جنگولے کے متصل کوئی عافیت ہو تو جھگڑا لڑائی ہمیں سب لوگوں نے اس بات پر متفق ہو کر یہ عمل شروع کیا کہ عیدہ کے دن تین جنگولے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطی اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں اب یہ بات سب دوسرے کسی صاحب علم نے سن کر یہ اقتبازی فعل بدعت سیئہ محرمہ ہو دکان کام ہے وہ لوگ اپنے عیدہ دن تو اردوں میں کیا کرتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور مشابہت کفار ہے، اسی سے بچنا واجب، حدیث اذان میں اس کا فیصلہ ہو چکا، نادر و ناقوس وغیرہ سب روک کر دئے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلامے کلام اللہ ہے۔ اور عیدین کے لئے اذان کا بھی حکم نہیں، احادیث مجیدہ میں ہے کہ تضرعاً قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دی اور انہ اقامت کلمہ انی صرف الصلوۃ بجامعۃ دوبار پکارا جاتا ہے۔ اسی پر قنطار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ پڑھنا تغافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بریلی مدرسہ منتظر اسلام مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیدرگاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حیدرگاہ میں مسجد کا مال لے جانا منوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از تاراکانڈی مدرسہ اسلامیہ پوسٹ پاکندہ ضلع یمن سنگھ مسئلہ محمد عبدالحافظ صاحب مدرس اول تاراکانڈی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز کے بعد قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر گناہ ہے تو حنفی کتب سے متعدد حوالہ جات سے بیان فرمائیے مولوی اشرف علی کی کتاب بہشتی گوہر میں لکھا ہے

چرمی فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندین مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا خوانستن جائز است یا نہ، بر تقدیر اول و ثانی چرمی کہ کتب حنفیہ با ظہار و دلائل متعدد بیان فرماتے ہیں کہ بہشتی گوہر مصنف مولوی اشرف علی مرقوم است

کہ باتباع سنت دعا مانگنے سے دعا نہ مانگے۔
 کہ اس صورت میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعا
 مانگنا بہتر ہے۔

الجواب

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہجو کے ست
 کہ ہر علمائے کرام حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و
 تقضیاً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ او مرتد ست و
 آنکہ ہر کہ بر اقوال طعونہ او مطلع شدہ در کفر او شک
 آورده و کا فراست و این کتاب ہر بسیاری از مسائل
 فاسدہ و اخلاط کا سدہ مشتمل ست دیدن آہا حرام
 و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید باتباع
 سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است
 و التعمیل فی مسائل عامہ و العید فی حل
 الدعاء بعد صلوة العید . واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہشتی گوہر اور بہشتی زیور دونوں کتابیں اس شخص کی
 ہجو جس کے بارے میں علامہ حرمین (رحمہ اللہ) کا
 تعالیٰ زیادہ شرف و تعظیم عطا فرمائے) نے تحریر فرمایا ہے
 کہ وہ شخص (اپنے کفریہ الفاظ کی وجہ سے) مرتد ہے
 اور جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر
 ہونے میں شک کرے وہ کافر ہوگا۔ یہ بہت سے
 غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے اس کا پڑنا حرام
 ہے اور حرام کی گمراہی کا سبب ہے جبکہ عید کی نماز
 کے بعد سنت معروہہ اور آثار خاصہ کی اتباع میں جائز
 اور مستحب ہے، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ
 ”سورۃ العید فی حل الدعاء بعد صلوة العید“ میں ہے،
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۳۹ھ ازین سوگیا ڈاک خانہ خاص ضلع ڈیر و گرہ ملک آسام مسئولہ عبداللطیف
 ۱۴ شوال ۱۴۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں،

(۱) اگر تار کی خبر پر افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پلنے کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لئے ایسے
 موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اور مسلم جماعت کے سردار پر ہیز گار نے کنا آج تار کی خبر سے افطار کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو، لیکن
 ایسے تنگ وقت پڑنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے
 روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے، عابغیر رضا مزار کے نماز پڑھنی
 جائز ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب

(۱) تارکی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع متعذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانہا تو خود عذر الی العد کما نصوا علیہ (کیونکہ عذر کی وجہ سے نماز عید کو دوسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس پر نص ہے۔ مثلاً اور اگر شہر کے لئے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں، دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لئے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و منکر ہے اور دیہاتوں کا نہ آسکنا کوئی عذر ہی نہیں، درمختار میں ہے :

تؤخر بعد رکب طری الی الن وال من العد فقط و
الاصل یجوز تأخیرھا الی آخر ایام النحر
بلا عذر مع الکراہۃ وبالعدوبد ونہا
فالعد رہنا لنفی الکراہۃ و فی الفطر للصحتۃ
تو یہاں عذر نفی کراہت کے لئے ہے اور فطر میں عذر صحت کے لئے ہے۔ (ت)
روالمختار میں ہے :

قوله بعد رکب طری دخل فیہ ما اذا لم یخرج
الامام وما اذا ختم الہدول فشہد و ابہ
بعد المرو ل او قبلہ بحیث لا یکون جمع
الناس یکہ
ما تن کا قول کہ عذر ہر شوق بارش، تو اس میں وہ صحت
بھی شامل ہے جب امام نہ آیا ہو اور وہ صورت بھی
جب چاند مخفی رہا، اور اس کے نظر آنے پر زوال کی
بعد گو ای ٹی یا اتنی پہلے کہ لوگوں کا جمع ہونا ممکن
نہ تھا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

تجب صلوتہم (ای العیدین) علی من تجب
علیہ الجمعۃ
عیدین کی نماز انھیں لوگوں پر لازم ہے جن پر
جمعہ لازم ہے۔ (ت)

۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب العیدین	سہ درمختار
۶۱۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	۔	سہ روا المختار
۱۱۴/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	۔	سہ درمختار

رد المحتار میں یہ بیان شرح مواہب الرحمن سے ہے۔

وجوب مختص باهل المصنوع . واللہ اس کا وجوب اہل شہر کے لئے مخصوص ہے ۔
تعالیٰ اعلم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) اوپر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار و رکن شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ، یا اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لئے تاخیر ناجائز تھی اور وہ صوبے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ، ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل نا جائز تھا اسی روز نماز عید پڑھنی واجب ہوتی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ائین مکان غیر خادم علی اسسٹنٹ مسدود یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹
الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين
والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله
واصحباہ اجمعين چھ فرمایند علما و فضلاء دین
دین مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ نژاد شہر باشد بجز
عید گاہ بشرط تکرار یا نہیں در مساجد دیگر بجز اردو
ست یا ممنوع و بر تقدیر قاضی فاسق نماز را ملک
خود قرار دادہ نماز عید دیگر مسجد شہر را بجاست
حکام بندہ کنائیدہ و بدیدی سبب کہ مردمان شہر
پس من نماز ادا نمایند پس با تقدیر قاضی فاسق نماز
درست است یا نہ و حکم قصائے قاضی فاسق و
پیوان ادھیت بیان فرمایند بالتشریح بحوالہ
کتب مرحومہ اللہ اجمعین۔

مسئلہ یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹
سبب تخریف اللہ کے لئے سبب جو تمام جہانوں کا
پالنے والا ہے اور آخرت متقین کی ہے اور صمد و
سلام نازل ہوا اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب تمام پر ، علماء و
فضلاء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عیدین
کی نماز قصبہ یا شہر میں عید گاہ کے علاوہ بشرط تکرار
یا انھیں دیگر مساجد میں ادا کی جاسکتی ہے یا ممنوع
ہے ، اگر قاضی فاسق نماز کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے
شہر کی دوسری مساجد میں حکام کو ہدایت سے منع
کر دیتا ہے تاکہ تمام لوگ میرے پیچھے ہی نماز دے
کریں تو فاسق کی اقتدار میں نماز درست ہوگی یا نہ؟
قاضی فاسق کی قضا کا حکم ادا اس کی پڑی کرنے والا کی
کیا حکم ہے بحوالہ کتب تصنیف جواب عطا کریں رجاء شاہ جیس (ستہ)

الجواب

رفق عید گاہ سفت ست فی الدار المختار الخرج عید گاہ کی طرف جانا مست ہے ، در مختار میں ہے

الیہای الجبائۃ لعلوۃ العید صنفۃ و ان
 وسعہم المسجد الجامع ہوا الصحیحۃ
 اما واجب نیست اگر بہ مسجد نماز گزار نہ قطعاً درست
 و سبب خل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشد نہ فی
 رد المحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ
 الی خصوص الجبائۃ و تکرار نماز عید در مصر واحد
 بمواضع کثیرہ بالاتفاق جائز نیست فی
 الذریعۃ بتودی مصر واحد بموضع
 کثیرۃ اتفاقاً و اقتدار بغاسق معلن مکررہ تحریمی
 قریب بحرام است و هو الذی یقتضیہ الدلیل
 ولا یعدل عن رأیہ ما وافقہما ما وایۃ
 علامہ ابراہیم علیہ در غنیۃ فرمودہ یکرہ تقدیم العاسق
 کما حۃ تحریرہ و کذا المجتہدین پس تا وقتیکہ
 نماز پس صالحی صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ رضا
 اقتدا ہا دانستہ اما اگر طحا نماز دیگر مساجد بندہ کراہ شہ
 و جہر باقتدا سے اور اسے نیابند مجبور باشند و معذرت
 و وبال این ظلم و جبر ہرگز وہی آن فاسق مغرور نہ یکنند
 اللہ نفس لا وسعہ نماز عید از اعظم شعائر اسلام
 است بایں علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی

جماعت عید کے لئے جہانہ (نماز کی وہ جگہ جو جنگلی میں
 بنائی جائے) کی طرف نکلنا سنت ہے اگرچہ جامع
 مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو، اور یہی صحیح ہے لیکن
 نکلنا واجب نہیں اگرچہ شہر کی مسجد میں نماز پڑھ ل
 تو یقیناً درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں اگرچہ سنت
 کا ترک ہوا ہے، رد المحتار میں ہے کہ واجب مطلق
 'کذا ہے نہ مفسر میں یہ عہدہ کی طرف نکلنا، اور
 ایک شہر میں تکرار نماز عید بالاتفاق جائز ہے۔
 و مختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد
 مقامات پر عید ادا کی جا سکتی ہے، فاسق معلن کی
 اقتدار مکررہ تحریمی حرام کے قریب ہے، اور دلیل کا
 قضا بھی یہی ہے اور اس روایت سے عدول
 مناسب نہیں جو روایت کے موافق ہو۔ علامہ ابراہیم
 علیہ غنیہ میں فرماتے ہیں فاسق کی تقدیم مکررہ تحریمی ہے
 اور اسی طرح بدعت کی، جب تک کسی صالح صحیح القراءۃ
 سلیم العقیدہ کی اقتدار میسر ہو ہرگز کسی فاسق کے
 پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اگر ظلم دیگر مساجد نماز کے لئے
 بندہ کردی گئی ہیں اور اس کی اقتدا کے علاوہ اور کوئی
 راستہ نہیں تو اس پر مجبوری اور معذرتی ہے، اس کا

۱۱۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب العیدی	۱۱۴/۱
۱۱۲/۱	مطبوعہ ایبائی مصر	~	۱۱۲/۱
۱۱۶/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	~	۱۱۶/۱
۵۱۳/۱	مہیل اکیڈمی لاہور	فصل الامارۃ	۵۱۳/۱
		۲۸۶/۲	۲۸۶/۲

رد المحتار مع المصباح قال اصح ما سالا ينبغي
ان يقتدى بالفتاوى الا في الجمعة لانه في
غيرها يبعد ما عدا غيره اذ قال في الفتاوى
وعليه فيكون في الجمعة اذا تعددت اقامتها
في المصغر على قول محمد المفتي به لانه
بسبب ان التحول بينا كبريتا حلالا
جمعه واجاز جانب نصارى وغيرهم كلام ناهي مقرر
باشد ان عمدة قضاء جزاء اسم بے کسی ولفظ بے معنی
بہرہ نذر نہیں حکم قضائے ایشاں پر گفتہ آید جسک
بر موجود باشد و قضائے ایشاں خود معدوم است
کہ حقیقت در کنار صورت قضایم نذر آرسہ اگر
مراد آفتست کہ فساق و یائین کار با معصین کردن
جواب آفتست کہ ہرگز نشاید حال امامت
خود حاصل شد و منسرخ از تولیت آنکہ توثیق و
اشہاد است و آن خود از فاسق حاصل نہ باشد
واللہ تعالی اعلم۔

وبال بھی اس فاسق پر ہی ہوگا اور اقدہ تو اسے کسی
ففس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا۔
نماز عید اسلام کے عظیم شعائر میں سے ہے، اس
عارضہ کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جاسے۔ رد المحتار
میں مزاج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب نے
فرمایا جوہر کے علاوہ فاسق کی اقتدار نہ کی جائے کیونکہ
دوسری عازروں میں کسی دوسرے کی اقتدار ہو سکتی
ہے اور، فتح میں ہے کہ اس بنا پر جوہر میں بھی اقتدار
مکروہ ہے کیونکہ امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق
شہر میں متعدد جگہ جوہر ہو سکتا ہے تو دوسرے مقام کی
طرف چلے جانا ممکن ہو اور یہ جو نصاری کی طرف سے
نکاح، امامت جوہر و احیاء کے لئے عمدہ قضا پر
مقرر ہوگئے ہیں، یہ اسم بے کسی اور لفظ بے معنی ہیں ان
کی قضا کیا حقیقت رکھتی ہے حکم موجود پر ہوگا اور ان
کی قضا خود معدوم ہے جو در حقیقت قضا ہی نہیں،
اگر سوال یہ ہے کہ ایسے فاسق لوگوں کو اس عمدہ پر
مقرر کرنا کیسا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہرگز جائز نہیں اور امامت کا معاملہ خود اہم ہے، والی بنانے سے مقصد
ان کی توثیق و اشہاد ہے جو فاسق سے حاصل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۲ از دین خود ملک پر تنگال محلہ کماراموڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب

۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۲۶ھ سے بنی
ہوئی ہے، بعض مسلمان اہل شہر کو اپنے محلہ سے ریل میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور
بعض اہل محلہ ریل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں، سال مذکور سے جلد اہل شہر اسی عید گاہ میں ہر

نماز عید ادا کرتے رہے حال میں اُن اشخاص نے بھی سے بہت نزدیک عید گاہ یعنی بیعت نفاست دنیوی کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ اُن کو کسی نے عید گاہ میں نماز پڑھنے سے مخالفت بھی نہیں کی، آخر صرف اُسی نفاست کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گھڑی کہ ہم بانیان عید گاہ کی طرف واسطے عید گاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گنا ادا کرنا ترک کر دیا، دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے اس سال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے، تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورہ بالا میں اپنی جدید گاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نہ درست؟ اور درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے ہو جانے سے قلت جماعت عید گاہ سابقہ موجب کئی ثواب ہے یا نہیں؟ اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عید گاہ جدید ٹھہری گئے یا نہیں، اگر یہ دو گٹھڑے تو عید گاہ سابقہ کو محض نفاست دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی بابت ہی شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے؟ بینوا تو جوہر۱۔

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لئے دو عید گاہ بیرون شہر مقروہ کو زمانہ برکت نشان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اب تک معهود نہیں نہ زہارا اس میں شرع مطہر و دین منور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اُس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کہ جس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی و مصلحت دینی خلاف متواتر مسلمانین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے، درمختار باب العیدین میں ہے، لا ان المسلمین توارثوا فوجہ اب حاشا (کیونکہ یہ مسلمانوں کے ہاں متواتر ہے لہذا ان کی اتباع لازم ہے۔ ت) رد المحتار کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے، توارثہ الناس فیکوہ ترکہ بلا عذر (لوگوں کے ہاں متواتر ہے لہذا اس کا ترک بلا عذر مکروہ ہوگا۔ ت) اور یہیں سے ظاہر کہ تعدد مساجد عید گاہ پر اُس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے، سنن ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے،

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ببناء مساجد فی الدور وانت تنظف و
 تطیب لہ۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر علاقے میں مسجد
 کی تعمیر اور ان کی نظافت و طہارت کا حکم دیا۔
 (ت)

جب یہ تعمیر مصیبت دینی سے خالی ہوئی اور اُس میں کوئی منہضت دنیوی نہ ہو نا برہی تو محض جہت ہوئی اور
 ایسا ہر جہت ناجائز و منکر ہے، ہذا میں ہے،
 العبت خارجہ الصلوٰۃ حرامہ فاما ظنک فی
 الصلوٰۃ۔
 حلیہ میں ہے،
 جہت کام غار سے باہر حرام تو نماز میں کیا حال
 ہوگا۔ (ت)

الفرق بین العبت والسفہ علی ما ذکرہ بدر
 الدین انکر دی ان السفہ مالا غرض فیہ
 اصلا والعبت فعل فیہ غرض نکتہ یس
 بشرعی وعبارۃ غیرہ العبت مالیس فیہ
 غرض صحیح لغا علیہ
 جہت اور سفر میں فرق بقول علامہ رد المحتار، اگر دی
 کہ یہ ہے کہ سفر وہ عمل جس میں کوئی غرض نہ ہو جہت
 وہ فعل جس میں غرض ہو لیکن شرعی نہ ہو۔ دیگر لوگوں کے
 افکار میں جہت وہ فعل ہے جس کے فاعل کی غرض
 صحیح نہ ہو (ت)

یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت
 وبال ہے

کما وردت بہ احادیث عبد الباقی عن
 انس والطریق عن واثلہ وفیہ عن عیرہما
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 جیسا کہ انس پر پہنچی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے، طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے اور اس سلسلہ میں ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم سے مرویات ہیں۔ (ت)

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہو اور اسراف حرام ہے قل اللہ تعالیٰ
 ولا تفسروا انہ لا یحب المسرفین (اللہ تعالیٰ کافران ہے اور اسراف نہ کر دو کہ اللہ تعالیٰ اسراف
 لے سنن ابن ماجہ اتحاد المساجد فی الدور
 باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ عینا
 لک حلیۃ العمل شرح فیتہ المصلی
 ص ۶۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 ۱۱۹/۱ المکتبۃ العربیۃ کراچی

سکھ القرآن ۱۴۱/۶ و ۳۱/۷

کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔) صورت مستفسرہ میں یہ سب شناختیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفعانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بنا براہ نفعانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کہ لا یغنی و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۳ از موضع چندی ضلع پٹی جھیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ہم الحرم الخرام ۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عید قرباں میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جائے کھانا نہ کھائے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جائے تا جب کہ اپنے دوکان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے مکان سے کھانا نہ کھائے اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے عید گاہ کو جاتے ہیں یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کو سنتے ہیں تو ان کے واسطے شرع شریف سے کیا ہے پس اس امر میں ان سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی و یا کوئی نقصان ان کی نماز میں عائد ہوگا۔
بیّنوا اتقوا۔

الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قویٰ جس طرح سبائی نے ذکر کیا وارد نہیں، ہاں حضرت قتادہ بن انس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے بعد نماز گشت قربانی سے تناول فرماتے۔

الترمذی و ابن ماجہ عن حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کو کوئی چیز نہ کھاتے اور یوم النحر کو نماز ادا کر کے تناول فرماتے، اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا اور اس سلسلہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہاں تک کہ نماز سے واپس لوٹتے اور اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔ اسے

الترمذی و ابن ماجہ عن حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم النحر حتی یصلی ورواہ الدارقطنی فی سنتہ حتی یرجع فیأکل من ضحیتہ صحیحہ ابن قطان و فی وسط الطبری عن ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما قال من السنة ان لا يخرج يوم
الفطر حتى يطعم ولا يأكل يوم النحر
حتى يرجع

ابن قطن نے صحیح قرار دیا۔ طبرانی کی اوسط میں حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ سنت
یہ ہے کہ یوم الفطر کو کھانے کے بغیر نہ نکلا جائے
اور یوم النحر کو نماز سے واپسی پر کھایا جائے۔ (انت)

بہر حال یہ امر استحبائی ہے یعنی کرے تو ثواب نہ کرے تو حرج نہیں، ایسے امر کے ترک کو حکم عسودی
نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں، درمختار میں ہے،

یہ التو میں کما، مؤخر کرنا مندوب ہے اگرچہ قربانی
نہ دینی ہو اور اگر کھالیا تو اس میں کراہت نہیں
احد مختصراً (دست)

یہ تباخیر اکلہ عنہما وان لم یطعم ولا
اکل لم یکن احد باختصار

رد المحتار میں ہے،

ای یصدب الاصلک عما یفطر الصائم من
صبحہ الی ان یصل قال فی البصر وهو
مستحب ولا یلزم من ترک المستحب
ثبوت الکراهۃ اذ لا بد لہا من دلیل تخصیص
وفی البدائم ان شاء ذاق وان شاء لم یزق
ولا بد ان لا یذوق شئاً فی وقت الفریغ
من الصلوۃ حتی یکون تناولہ من القرابین
احد مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی نماز کی ادائیگی تک ہر اس شئی سے رکن مندوب
ہے جس سے صائم کا روزہ افطار ہوتا ہے، بحر میں
فرمایا، یہ مستحب ہے اور ترک مستحب سے کراہت
وزم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے مستقل وسیلہ
ضروری ہے اور بدائع میں ہے اگر پاس ہے تو چمکے
اور نہ پاس ہے نہ چمکے، اور ادب یہی ہے کہ نماز سے
فارغ ہونے سے پہلے کوئی شے نہ کھائے یہاں تک
کہ اس کا تناول قربانی کے جائز سے ہو احد مختصراً
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴۴ زیر بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علامہ کے حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جان کر سر شنبہ
کو دس ذی الحجہ یعنی جان کر عید اضحیٰ کی امامت کرتا ہے لیکن شبہ سر شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم

سے مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والوسط باب الاکل یوم الفطر فی مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۹۹/۲
سے درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۱۶/۱
سے رد المحتار مصنف ابابانی مصر ۱۱۸/۱

تشریف لائے اور غویٰ نے ثبوت رویت صحیح زبان کر سہ مشتبہ کو حید نہیں کی، لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی حدیث سے جو کہ ثبوت رویت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتا نہیں چلا جس کے پاس ثبوت گزارا وہ اس قدر فرما کر بس کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کہ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ زیدی بھائیو! آج عید ہے، اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بچا ہے سر شنبہ کے چار شنبہ کو کہ وہ احتیاطاً تو بہتر ہوا اس آخری فقرہ پر سوال ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کر، تو جس علماء نے عید نہیں کی وہ فسادات ہیں کہ کہ قربانی نہیں ہوتی اور اگر چار شنبہ کو کرو گے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچا دلی، زید اس فقرہ کے تلفظ سے مجرم شرعی ہے یا نہیں، اور جو لوگ مشورہ دے کہ اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش مبینہ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو، یہ لوگ اچھا کام کرتے ہیں یا ناگوار؟

الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف معتبر شرعی سے بچنے کا حکم شرعاً ملہ میں ہے اتنی بات پر جو اسے ذیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه	مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا مال اس کی آبرو، اس کا خون، آدمی کے ہر ہونے کو درست ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تکفیر کرے۔
ودمه حسب امرئ من الشرائع يعقرا احد المسلم	اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

البتہ وہ نماز پڑھی اس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے طعن یہ کہ اگر وہ جن کو علاقے حاضرہ کنارہ سمی علماء میں نہ کہ فقیہ ماہر جی کے فتوے پر اعتماد جائز ہو ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے انھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو انھوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سر شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لئے جس طرح وقت شرط ہے یونہی اعتقاد اصلی میں وقت آجانا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اسے طلوع صبح میں شہد تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو۔ رد المحتار میں ہے:

وكد، يشترط اعتقاد دخوله ولو شك له تصحيحه
صلوتہ وان ظهر انه قد دخل

اسی طرح اس کے دخول کا اعتقاد بھی شرط ہے لہذا
اگر شک ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اگرچہ ظاہر ہی ہو کہ وقت
شروع ہو چکا ہے۔ (ت)

اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط
درکار نہ تھی، عید الاضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر کردہ ہے، تاخیر لا بعذر میں ہے،
یجبور تاخیرھا الى ثالث ایام التحریم لا عدد ہذر کے بغیر نماز عید الاضحیٰ کو پیام نوح کے آخر تک مؤخر
مع انکراھۃ وہہ بدو نہاۃ واللہ تعالیٰ کرنا کر بست کے ساتھ ہاڑ ہے اور عذر کی صورت
اعلم۔ میں بغیر کراہت کے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵۵ از کانپور محلہ نئی شرک مدرسہ حاجی فہیم بخش عرف چھٹی ۱۳ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے
ساتھ ادا کی نماز و خطبہ کے بعد عمرو نے جو اختلاف رویت قربانی کے لئے بنیال مزید احتیاط مانعت کی، بکرنے
دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام اولے نماز
وہاں موجود تھا بکری اقتدا میں تکرار نماز کی، پس ایسی صورت میں عمرو کی کون سی نماز واجب اور کون سی نفس ہوگی؟
بیّنوا توجہ و اسحکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز
ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر یہ ثبوت شرعی بلا تردید پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی
دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵۶ از ملک بنگالہ ضلع کمرلہ موضع چام پور مدرسہ مولوی عبد الحمید صاحب غزوہ صفر ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متبیین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت
میں عید الاضحیٰ کے یعنی روئے کے نوبت ان اصلى اللہ تعالیٰ رکعتی صلوٰۃ العید مضعی الود (میں نے نیت
کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نماز عید الاضحیٰ پڑھ رہا ہوں الخ۔ ت) تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟

۲۹۶/۱	مکتبہ رشیدیہ کورٹ	باب شروط الصلوٰۃ	مذہب رد المحتار
۱۱۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبان دہلی	باب العیدین	مذہب درمختار

الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلوٰۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نہ نیت زبانی کی نماز میں حاجت و نردہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فساد معنی ہے۔ تو اس غلطی کا محبت نماز پر اصل اثر نہیں ہو سکتا، دل میں عید اضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید اضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ مثلاً نماز تراویح کا نام نکلتا ہے اس نماز سے کوئی مناسبت ہی نہیں جب بھی محبت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے، جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں۔ درختار میں ہے

المعتبر فیہا عمل القلب لا اثرہ للارادة فلا
عبارة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه
کلام لامیۃ ۱۱۶
یہاں اعتبار فعل دل کا ہے جو ارادہ کو لازم ہے لہذا
زبان کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ اس نے دل کی
مخالفت کر دی ہو کیونکہ وہ تو کلام و العفۃ ظاہری
نیت نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے۔

فلو قصد الظہر وتلفظ بالعصر سہواً اجزأاً
کما فی الہدای قہستانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اگر ارادہ ظہر کا تھا مگر سہواً عصر کہہ دیا تو نماز ہو جائیگی
جیسا کہ زبیدی میں ہے قہستانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

۱۳۲۶ھ از شہر ربیع الاول کچھ مسئلہ فقیہی ہدایت یار خاں صاحب قیس، محرم الحرام ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقعت
ہے یا نہیں؟ اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں؟ اس احاطہ کے اندر غیر قرین جوتے پختے ہوئے جاسکتی ہیں یا
نہیں؟ اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے؟ خطبہ کے وقت دکانداروں یا خزانچہ والوں کا
گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالفشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

عید گاہ ایک زمیں ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لئے خاص کی، امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے

اسی میں ہے :

مصححۃ الشریعة ان معصی العید لہ حکم المساجد والہ تعالیٰ اعلم۔
 تاج الشریعة نے عید گاہ کے لئے مسجد کے
 حکم کی تصریح کی ہے۔ (۱۔ ۱۰)
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴۸ علم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طرہ ادا کیا کہ پہلی رکعت میں بعد
 شلاک کے اول قرائت سے چار تکبیریں کہیں، دوسری رکعت میں قبل قرائت سے چار تکبیریں کہیں اور قرائت کر کے
 نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد شلاک کے تین تکبیریں کہیں بعد قرائت اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں
 کہیں اور قرائت ادا کر کے نماز تمام کی تو اس صورت سے نماز عید ہوگئی یا نہیں، بدینہ اقوجو۔

الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولیٰ کہیں چار چار تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت قبل قرائت تکبیر ہونی، اور
 دوسری صورت میں یہی بات خلاف اولیٰ ہوتی، مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و
 گناہ کا ارتکاب ہوا، ہاں بہتر نہ کیا، درمختار میں ہے،

ہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة ولون اذنا بعدہ
 الی ستة عشر لا نہ ماثور

یہ ہر رکعات میں تین تکبیرات ہی اگر امام اضافہ کرے
 تو سولہ تکبیریں کی اتباع کی جائے کیونکہ یہ ان تکبیر
 منقول ہیں۔ (د۔ ۱)

رد المحتار میں ہے :

ذکر فی البهران الخلاف فی الاولویۃ ونحوہ فی
 الحیة

درمختار میں ہے :

یوالی سند باین القرائتین (دونوں رکعتوں کی قرائت کو تکبیرات زائدہ کے فصل کے بغیر ادا کرنا مستحب ہے رت)

۳۸۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	سہ رد المحتار
۱۱۵/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	باب العیدین	سہ درمختار
۹۱۵/۱	مطبوعہ البابی مصر	"	سہ رد المحتار
۱۱۵/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	"	سہ درمختار

روا المختار میں ہے ،

اشارہ لی انہ لو کبر فی اول کل رکعتہ جار لا یت
الخلاف فی الاولیۃ ۱۰
واللہ تعالیٰ اعلم ۔
اس میں اشارہ ہے کہ اگر ہر رکعت کی ابتداء میں تکبیر
کہہ لی تو جائز ہے کیونکہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے (۱۰)

مسئلہ ۴۹۹ از اورنگ آباد ضلع گیا در سلسلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید الضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ
شروع کیا، اشائے خطبہ اولیٰ میں مستحییٰ سے کہ آپ لوگ درانور سے سبحان اللہ تو پڑھیں، سب چپ بستے
پھر دوبارہ سہ بارہ کہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کہیں یہ کلمہ ختم لوگوں کا منہ کیوں بند ہو گیا، تب لوگوں نے پاؤں پر ہنسنے
سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہہ لیا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا یا پھر
نعتیہ خطبہ پڑھ کر منبر پر چٹیا اور اٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ لوگوں نے اٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام
علیک مع اشعار اور دو کتبہ میرا دم و جزیر تم سے پڑھا اور زید نے پھر کچھ اردو میں دُعا مانگی اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح
تمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل مرائی سنت متواترہ ہوا یا خلاف سنت مراسر بہت اور ایسا کرنے والے پر عذ الشریع کیا
حکم لگایا جائے گا؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب

حالت خطبہ میں کلام اگر چہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا سلام
(جب امام آجائے تو صلوة و کلام نہیں۔ ت) امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے، اُن
جاہلون کا وبال بھی اُس پر بغیر اس کے کہ ان کے وبال میں کمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

من دعا الى هدى كان له من الاجر
مثل اجر من تبعه لا ينقص ذلك من
جس نے کسی اچھی بات کی طوط بُلایا اس کو اتہار کرنے
کے اجر کے مثل اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی

۶۱۶/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب العیدین	لہ روا المختار
۲۰۱/۲	المکتبۃ الاسلامیہ الریاض	کتاب الصلوۃ باب صلوة الحجۃ	لے نصب الرایۃ
۳۳۸/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الحجۃ	فتح الباری

اجورہم شیئاً ومن دعا فی ضلالة کان علیہ
 من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذلک
 من اثامہم شیئاً رواہ الاثمة احمد وصلم
 والاربعة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہ ہوگی، اور جس نے بُرائی کی طرف بلایا اس پر گناہ ہوگا
 اتباع کرنے والوں کی مثل اور ان کے گناہ میں بھی کمی
 نہ ہوگی۔ دسے امام احمد، مسلم اور چار ائمہ نے حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وِشَاحُ الْجَيِّدِ فِي تَحْلِيلِ مَعَانِقَةِ الْعِيدِ

(نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي عید مرحمتہ وسو كل قریب
وبعید ، وحصل احب المؤمنين معانقۃ
بعض الوعد وعفو الوعد ، وافضل الصلوة
واكمل السلام علی من تعانق عید جماله
بمعید فوالہ ، فوجه عید ، وید
عید ، یسعد بهما كل سعید ، وحلی
حزب الال والاصحاب الذین همما
العیدان لایام الایمان ، وعلی كل من عانق حیداً
وِشَاحُ الشَّهَادَتَيْنِ بِجَمْعَاتِ الْإِيقَاتِ مَا تَعَانَقَ
الْمَلَوَاتِ ، وقوارد العیدات ، هَتَاهُمُ اللَّهُ
بِأَعْيَادِ الْإِسْلَامِ ، وعید الوویة قلب
دار السلام ، ولغایہ مزید ، واثہ یبید فی
وینعید ۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس کی عید محبت ہر دور و نزدیک
کو محیط ہے ۔ اور جس نے اہل ایمان کی عیدوں کو صحافی
وعدہ اور معافی و عید سے بنگلیہ کیا ۔ اور بہتر درود اور
کامل ترین سلام جو ان پر حق کی عید جمال (ان کی) عید
خجروہ نوال سے ہم آغوش ہے ۔ جن کا چہرہ زیب بھی عید
اور دستِ مطاب بھی عید ۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے
فیروز مند ہے اور ان کے آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر
جو ایام ایمان کی دو عیدیں ہیں اور ہر اس شخص پر جس
کی گردن گوہر حقین سے آراستہ قلاوہ شہادتین سے
ہمکنار ہے لایہ درود و سلام ہو ، جب تک روز
شب یا ہم بنگلیہ اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے
درود پذیر رہیں ۔ اللہ انہیں عید دے اسلام اور جنت
میں عید دیدار کی مبارکباد سے نوازے ۔ (ت)

اَتَّيْعَتْهُمُ حُنُودًا سَالٍ حُسْنٍ كَرِهَ رُوِيَ عَنْهُ لَعْنَةُ اَلْعَرَبِ فِي لَعْنَةِ اَلْاِسْلَامِ بِرُوِيَ عَنْهُ اَلْعَرَبِ فِي لَعْنَةِ اَلْاِسْلَامِ بِرُوِيَ عَنْهُ اَلْعَرَبِ فِي لَعْنَةِ اَلْاِسْلَامِ

شرع میں ممانعت صرف قادم سفر کے لئے وارد ہوا، بے سفر و عت و ناروا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے یوں ہی سنا:

ابن سنیوں نے اس باب میں فقیر حقیقہ العیظی احمد رضا محمدی مکی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفرلہ و حقیقہ ائمہ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں ممانعت سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیص سفر تراشیدہ حضرات نے۔ بعد ازاں اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعویٰ سے انکار کر دیا کہ،
”میں اس تخصیص کا دعویٰ تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا“

خیر یہ بھی ایک طریقہ توبہ رجوع ہے اور الزام کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جائے، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں۔

فل قادم سفر، سفر سے آئے والا۔ (مترجم)

فل یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے ممانعت کا جائز ہونا ثابت ہے، اور ممانعت کا جواز محض آدم سفر کی حالت سے خاص کرنا ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے حدیث و فقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں۔ (مترجم)

فل جب انہوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے اپنے قول پر نہ رہے اور جواز ممانعت بلا تخصیص تسلیم کر لیا۔ البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی سے کام دیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کھٹے سے انکار کر ڈالا۔ مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا لگیں مانتے ہیں، تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں، استاد محترم حافظ ملت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ یافی الجامعۃ الاسلامیہ مبارکپور فرمایا کرتے تھے کہ علامتے دیوبند اور ان کے قسمی کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بوق نہیں۔ اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں، تو ان کے عقیدے کی رو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجاسکتی، اسی لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں۔ اگر جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں، کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔

(مترجم)

اب اس حیدر مفتی ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد فیض المصطفیٰ سے پھر اُلجھے، انھوں پھر وہی فتوے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے کچے تھے ہرگز نہ سلجھے، انھوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائی تو جواب چاہا، مدت تک انکار پھر بعد اصرار وعدہ و اقرار، بالآخر مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب صفحہ ۵۲۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر اس سال فرمایا بعد بعض جہارات رد المحتار و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریفین سے حاشیہ چڑھایا۔ سائل مضمون جو ہے کہ جواب ضرور ہے آخر تحقیق حق نامعلوم ہے، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دئے اور رسالہ میں فتویٰ سابقہ کے ساتھ جمع کے کوناظر دیکھیں، نفع پائیں۔ فقیر کو دعا ہے خیر سے یاد فرمادیں وہ اللہ التوفیق و ہدایۃ الطریق

اس رسالہ کا پہلا خط فتویٰ سابق و تحریر کا حق و حیدر پر انقسام، اور بنظر تاریخ کہ سبتمبر محرم ۱۳۱۲ھ کو لکھا گیا "و شہد الجہد فی تحلیل معانقۃ البید" نام۔ واللہ الحمد و فی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

عید اول میں فتویٰ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشکلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالت سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اسے قدم مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

کچھ لوں کے اوپر سے معانقہ بطور پردہ کرامت و اظہار محبت، بے فسادیت و موقاد شہوت، بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیث کثیرہ و روایات شہیرہ ناظرین اور تخصیص سفر کا دعویٰ محض بے دلیل، احادیث نبویہ و تصریحات فقہیہ اس بارے میں پر وجہ اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدک شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے، کمالاً بخیر (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

فل معانقہ کی تائید ہر قدر حسب قاعدہ "قائت کئی ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا اور پورے نام کا عدد ۱۰۰۰ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

فل ان ہی سطور میں آنحضرت نے پورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا، جامع سطور کی قدر سے تشریح درج ذیل ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دینی مسند الفردوس اور ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی۔

انہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المعافاة فقال تحية الامم و
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافاة
 کو پوچھا، فرمایا، تحیت ہے امتوں کی، اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جواز معافاة کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں،

- (۱) معافاة کپڑوں کے اوپر سے ہو۔
- (۲) نیکی، اعزاز اور اظہار محبت کے طور پر ہو۔
- (۳) غرابی نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معافاة سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

دلیل اس کا ماخذ وہ روایات و احادیث ہیں جن میں قید سفر کے بغیر معافاة کا ثبوت ہے، جو لوگ صرف
 آمد سفر کے بعد معافاة جائز بتاتے ہیں ان کا جواب یہ ہے،

- (۱) ان تمام احادیث و روایات میں مطلق طود پر جواز معافاة کا ثبوت ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ
 بس سفر سے آنے کے بعد معافاة جائز ہے، باقی حالات میں ناجائز۔ بلکہ بعض احادیث سے صراحت آمد سفر
 کے علاوہ حالات میں بھی معافاة کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

- (۲) شریعت کا قاعدہ ہے کہ حکم مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اسے مطلق ہی رکھنا واجب و ضروری ہے۔

- (۳) معافاة کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قید سفر کے بغیر ہے، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر
 ہر حال میں معافاة جائز ہوگا۔

- (۴) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور قید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور
 مانا جائے گا۔ مگر معافاة کے بارے میں سوائے شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمد و سفر وغیرہ کی
 کوئی قید نہیں۔

- (۵) لہذا جواز معافاة کے بارے میں بے دلیل شرعی آمد سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)
- وہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معافاة کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے
 پھر فقہ حنفی کے مستند ماخذ سے وہ نصوص تحریر فرمائے جی کا حاصل ابتداء رقم فرمایا۔ (مترجم)

اے ابراہیم خلیل اللہ میں علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام۔

اگر معافہ کرتے یا بچتے کے اوپر سے ہر قسم کے
تذکیہ جائز ہے اور طغیانی (ت)

اگر ممانعت کرے واسطے دونوں مردوں پر گرتا یا مجتہد ہو
 قویہ ممانعت بالاجماع جائز ہے (احکام النکاح ۱۰۷)

مذہبی (امام احکم و امام محمد) اور امام ابو یوسف میں اختلاف ایک مسجد کے اندر مصافحہ کے بارے میں ہے لیکن جب مصافحہ کرنے والا کرتا یا جتہ پہننے ہو تو بالاجماع اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (نت)

اگر اس کے جسم پر گرتا یا جتے ہو تو بلا کر اہت بالا جماع جائز ہے ، چاہے میں اسی کو صیغ قرار دیا ، متوفی فقہ میں یہی ہے ۔ (۱۰۷)

اس کا معائنہ سب اس فطرح جو کہ کرتا یاچتہ

صالح و زیدہم و اول من عاقب خلیل اللہ
ابراہیم علیہ

حقانہ نہیں ہے۔

ان كانت العائفة من فوق قبيح او جبيبة
جاءه عند الكل أم ملصبا.

مکمل الاثر ہے ۔

اذا كان عليهما قيسٌ اوجبةٌ جارٍ بالإجماع
او ملغية -

آتش ہے :

قالوا يا خلافت في المعاهدة في ازار واحد واما
اذا كان عيب قميص او جبة فلا بأس بها
بالاجماع وهو المصحيح.

در مختار میں ہے،

لو كان عليه قميص اوجبة جازيلا كراهة
بالاجماع وصحته في الهداية وعليه
المتون في

شرعاً تعاقب میں ہے :

رِغَائِهِ إِذَا كَانَتْ مَعَهُ قَبِيضٌ أَوْ جَبِيهٌ

له كتاب الصفاء الكبير ترجمه نمبر ۱۱۳۱ عمر بن حفص بن عمر
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۵۵/۲

کتاب الخطر والاباحه مطبوعه نوکشتور کهنه ۶۸۳/۴

سنة ١٢٨٨ هـ / ١٨٧١ م

۴۲۴/۴

۲۲۴/۶

اور غیرہ لغویکرہ، لا جماع وهو الصحیح^۱ یا اور کچھ حاکل ہو تو بالا جماع مکروہ نہیں، اور یہی
(مطلخصاً)۔
(صحیح ہے اہل مطلقاً) (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ سمیع النابلسی نے حاشیہ در رمولی خسرو وغیرہ میں جویم کیا، اور
یہی وقایہ و تعایہ و کنز و اصلاح وغیرہ متون کا مفاد۔ اور شروع ہدایہ و حواشی در مختار وغیرہ میں مقررہ ان
سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی ہوتی ہے۔
اشعۃ المعانی میں فرماتے ہیں،

اما معافۃ اگر خوف فتنہ نہایت شروع است خصوصاً
نزد قدوم از سفر^۲ معافۃ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے
خصوصاً جب سفر سے آ رہا ہو۔ (ت)

یہ خصوصاً "بطلان تخصیص پر نفس صریح۔ رقیق احادیث نہیں ان میں زیادہ کے لئے حجت نہیں کہ ان
الکتابت سے تو نہی مطلق۔ پھر اطلاق پر رکے تو حالت سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زیادہ بھی ہم سے موافق۔ اور
توفیق پر چلے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معافۃ بدوہر شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالت سفر بھی
بلکہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بحال معافۃ چر شد۔

۱۔ شرح نقایہ (قد علی قاری) کتاب النکاح باب
۲۲۹/۲ مطلوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۰/۲ باب المصافحۃ و المعافۃ۔ فور یہ رضویہ سکھر

۱۔ یہ ان احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معافۃ سے معافیت آئی ہے۔ تو یہ جواب یہ ہے کہ ان
احادیث میں معافیت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں معافیت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معافۃ
ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معافۃ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیث نہیں
ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی۔ لا محالہ جواز معافۃ اور معافیت معافۃ دونوں قسم
کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی، اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔
اور تطبیق یوں ہے کہ جہاں معافۃ سے معافیت ہے وہاں معافۃ بدوہر شہوت مراد ہے۔ اور جہاں جواز معافۃ
کا ثبوت ہے وہاں معافۃ بے شہوت و خفا و نیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداء ذکر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ
معافۃ بدوہر شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معافۃ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے۔
احادیث جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق مختلف فقہاء کرام نے فرمائی ہے اعظم حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حوالہ
کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

امام محمد بن زکیہ عینی الحنفی اور اکمل الدین بابر بنی عسائیہ اور شمس الدین قسستانی جامع الرموز اور آفندی شہنشاہ زادہ شرح طحطاوی اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام جلال الدین شریعہ وافی اور سیّد امینی والدین آفندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ عبد الغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء اہل تشیع فرماتے ہیں،

وهذا العطاء الاكمل، قال وفق الشيخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اہل السنۃ وسید الحنفیۃ) بیت الاحادیث فقال المکروه من المعافاة ما كان على وجه الشهوة وعبارة المصنف (یعنی الامام برهان الدین الفسوف) بقوله ان اراد احد فانه سبب نقصانها فاما على وجه السبب والكرامة اذا كانت عليه قيص او جبة فلا بأس به ^{یہ}

(یہ اکمل الدین بابر بنی عسائیہ کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہل سنت کے امام اور حنفیہ کے بزرگ) نے (معافاة کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا مکروہ وہ معافاة ہے جو بطور شہوت ہو۔ اور مصنف (یعنی امام برهان الدین فسوف) نے اسی کو ایک تہم میں معافاة کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ یہ سبب شہوت ہو سکتا ہے، لیکہ نیکی اور اعزاز کے طور پر کرتا یا جتہ پہنے ہوئے معافاة ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور کمر نکر و اہل گاہک بے حالت سفر معافاة کو مطلقاً ممنوع ٹھہرا ہے حالانکہ احادیث کثیرہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار اسے صورت مذکورہ بھی معافاة فرمایا۔

فل یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سزاوارتہ ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جو میں اُسی معافاة کا ذکر ہے چونکہ اعزاز اور اظہار محبت کے طور پر ہے۔ خرابی نیت اور مواد شہوت سے ہر طرح دور ہے۔ مغربے حالت سفر ہے۔ لہذا ان احادیث سے صراحت یہ ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ صرف قدم سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معافاة بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اور جب خود سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معافاة کا ثبوت حاصل ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا اسے بدعت و ناروا نہ کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

حدیث اول: بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بطریق معیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
وہذا لفظ مؤلف منها دخل حدیث بعضهم فی بعض (اگر ہاں ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے
بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ ت)

یعنی ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت
بول زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکان پر نشر لعین
لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا
حضرت زبیر اپنے پیچھے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں
بار پہناتی ہوں گی یا سنلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوست
ہوئے حاضر آئے، نگہ میں بار پڑا تھا، سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے،
حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے،
یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور
نے ”مجھے دکھا کر دعا کی، الہی! میں اسے دوست
رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور ہر اسے دوست
رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رجمہ وبارک وسلم۔

حدیث دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک
راں پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری راں پر امام حسین کو
اور ہمیں لپٹا لیتے۔ پھر دعا فرماتے، الہی! میں
اس پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

حدیث سوم: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،

قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فجلس بعناء بیت فاطمۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فقال اذلی الحسن
من علی فحبستہ شیئاً فظننت
امہا تلپیہ ستخابا او تغسلہ فجاء
یشتم و ف عنقہ السحاب
فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سیدہ ہکذا فقال الحسن
بیدہ ہکذا حق احسب کل منہما
صاحبہ فقال صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اللہم
انی اُحِبُّهُ فَأَحِبُّهُ وَأَحِبُّ مَنْ
يُحِبُّهُ

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یاخذ بیدی فیقعہ فی علی فحینہ
ویقعہ الحسین علی فحینہ الا خیری
ویقمنائکم یقول رب انی ارحمہما فادرحمہما

فَبَسَّطَ فِي السَّبْيِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى صَدْرِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ لِيَهْدِيَ
سَيِّدَ عَالَمٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْتَدِي بِحُجَّتَيْهِ
لِثَنَائِهِ بِحُجَّتَيْهِ عَافِيَا، أَلَمْ يَكُنْ مِنْ عِلْمِكَ
سَكَّادَةً.

حدیث چہارم : امام احمد اپنی سند میں یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :
ان حَسَنًا وَحُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
يَسْتَبْقَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَضِيْلَهُمَا إِلَيْهِ.

حدیث پنجم : جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے :
سَيِّدَ عَالَمٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا حضور
کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے ؟
فرمایا : حسین اور حسن۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں
کو حضرت زہرا سے بلو کر بیٹے سے لگا دیتے اور
ان کی خوشبو سونگتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم و
ہذاک وسلم۔

حدیث ششم : امام ابو داؤد اپنی سنن میں
بَيْنَمَا هُوَ يَحْدُثُ الْقَوْمَ وَكَانَتْ فِيهِ
مَزَاحٌ بَيْنَا يَضْحَكُهُمْ فَطَعَنَهُ السَّبْيُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بَعُودُ
فَقَالَ أَحْمَسُ بَنِي قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ أَمْتُ
عَلَيْكَ قَبِيضًا وَلَيْسَ عَلَى قَبِيضٍ فَوْضُ الْمَنِيِّ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَبِيضِهِ

۱/ ۵۳	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	مناقب ابن عباس	۱/ الصحیح البخاری
۱۶۲/۴	دار الفکر بیروت	" "	۲/ مسند احمد بن حنبل
۵۳۹-۵۰	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	مناقب الحسن و الحسین	۳/ جامع ترمذی

فاحفظنه و جعل یقتل کشفه قال انما
امردت هذا یا رسول اللہ ﷺ
انہوں نے حضور کو اپنی "کنار میں لیا" اور تہیہ گاہ
اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی: یا رسول اللہ!
میرا یہی مقصود تھا۔

عز دل عشاق حیلہ گر باشد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ علیہ وسلم
حدیث ششم: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،
مالقیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قط
الاہی فحیی وبعث الی ذات یوم ولہ اکن
فی اہل فلما بحث احببت بہ فاتیحتہ
وہو علی سریر قال ترمی فکانت تلک اجود
واجود ۛ

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن
میرسہ بلاسنے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، آیا تو
خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تحت پر جلوہ فرماتے تھے گلے
سے لگایا "تو اور زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔"

حدیث ششم: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،
قالت رأیت السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الترمذی وقلہ وھو یقول باحب
الوجید الشہید ۛ

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور
نے مولیٰ علی کو "گلے لگایا" اور پیار کیا، اور فرماتے
تھے میرا باپ نثار اس وجید شہید پر۔

حدیث ششم: طبرانی کبیر اور ابن شاذان کتاب السنۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل
الی صاحبہ فیسبح کل رجل منهم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ
ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد
فرمایا، ہر شخص اپنے یا رکی طرف پیرے۔ سب نے

ۛ سنن ابوداؤد باب قبلة الجسد (کتاب الادب) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹۳/۶
ۛ ۛ ۛ باب فی المعافاة (ۛ ۛ ۛ) مطبوعہ مجتبیٰ لاہور ۳۵۲/۶
ۛ مسند ابویعلیٰ مسند عائشہ مطبوعہ موسس علوم القرآن بیروت ۳۱۹/۶

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا بار ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم و تلمیح و تحلیب بندہ اوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ہم خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اسی وقت تم پر وہ شخص چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و برگزیدہ کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعت انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہو گئے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔

حدیث یازدہم و تلمیح و تحلیب بندہ اوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اٹھنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی، کیا حضور

الی صاحبہ حق بنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال لو کنت مقتدا خلیلا لا اتخذت اباً بکر خلیلا وکتبه صاحبہ۔

قال کت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یتلم علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احد حیدر امنہ ولا افضل وله شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی علم ابوبکر فقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبلہ و التزمہ۔

حدیث یازدہم و تلمیح و تحلیب بندہ اوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقفاً مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر قصفاً فتحه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عانقه و قبل فاما فقال حتی اقبل فالی بکر فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابی الحسن منزلة

ابن بکر حندی کہتا تھا کہ عہد
ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ
میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم^{۱۲} ابن عبد ربہ کتاب بجمہ الجلاس میں مختصراً اور ریاض الفوائد میں ام المومنین صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقولاً، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار کے
حرب و قتال فرمانا، اور ان کے چہرہ مبارک پر ضرب شدہ آیت اس سخت صدمے میں بھی حضور اقدس
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہا، حضور پر زور صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارالافتاء میں تشریف فرما
تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں بچنے کی درخواست کرنا مفسداً مروی، یہ حدیث ہماری کتاب
مطلع القمرین فی ابانۃ منبہۃ النعمین (۱۲۹۷) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حق، اذ اهدأت الرجل وسكن الناس
خروجنا به يتسكى عليه حتى ادخلناه
على النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم فانكبت عليه فقبله
وانكب عليه المسلمون ورق له
صلى الله تعالى عليه وسلم
برقة شديدة. الحديث.

یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سوسے ان کی
والہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی مہن ام جیل
رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف
دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمت اقدس
میں حاضر کیا، دیکھتے ہی پروار وار شمع رسالت پر
گر پڑے (پھر حضور کو بوسہ دیا، اور صحابہ
غایت محبت سے ان پر گرے۔ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم^{۱۳} حافظ ابوسعید شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے راوی،

قال بعد رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم المنبر ثم قال ايست
عثمان بن عفان؟ فوثبت وقال انا

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما
ہوئے پھر فرمایا، عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بے تابانہ اُٹھے اور عرض کی، حضور! میں یہ

لے سیرت حافظ عمر بن محمد ط

لے ریاض النفرة ذکرام الخیر مطبوعہ حشری کتب خانہ فیصل آباد ۶۱/۷

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ أُذُنٌ يَتَنِي قَتْنَا
وَمِنْهُ فَتَنَتْهُ رَأَى مَسْذِيرًا وَ قَبَّلَ
بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَلَم

حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا، میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینہ سے لگایا اور
آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہارم^{۱۴} : حاکم صحیح مستدرک میں باخارہ قصیح اور ابویعلیٰ اپنی مسند اور ابونعیم فضائل صحابہ میں
اور برائے نجدی کتاب اربعین مسیحی بالماہ النبی اور عمر بن محمد طاسیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے راوی،

قال بينا نحن مع رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم في نفر من المهاجرين
منهم أبو بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة
والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن
أبي وقاص فقال رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم لئن ههنا كُفُّ رَجُلٍ أَلِي كَهْوَةٍ
فَهَقَّ إِلَيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم إلى
عثمان فاعتقه وقال أنت وليي في الدنيا
والآخرة

ہم چند مہاجرین کے ساتھ نہ صحت اقدس حضور سید
الرسالین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے ماضی
میں خلفائے اربعہ وطلحہ وزبیر وعبد الرحمن بن عوف
وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم
میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور
والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی طرف اٹھ کر تشریف لائے اسی سے معاف کیا اور
فرمایا، تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانچم^{۱۵} : ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰؑ اپنے والد ماجد مولیٰ علی مرتضیٰؑ رحمہ اللہ تعالیٰ
وجہما سے راوی،

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
عائق عثمان بن عفان وقال قد عانقت أرحي
عثمان فمن كان له أخ فليعتقه

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاف کیا اور فرمایا، میں نے
اپنے بھائی عثمان سے معاف کیا جس کے کوئی بھائی ہو
اسے چاہئے اپنے بھائی سے معاف کرے۔

۱۴ شرف المصطفیٰ (شرف النبی) باب بیست و نهم
۱۵ المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۶ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طبع
ص ۲۹۰ مطبوعہ بیروت ۹۴/۳ ۵۴/۱۳

اس حدیث میں علاوہ فضل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معاف کرنا چاہئے۔
حدیث شانزدہم : کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے، عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے "ٹھکے لگایا اور فرمایا،
 ذَرِيَّةُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت)

اوکھارو عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و آلہ و سلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے "اٹھتے۔)
 بالکل اجماعاً حدیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیص سفر محض بے اصل و فاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر
 ہر صورت میں معاف نہ سقت، اور سقت جب ادا کی جائے گی سقت ہی ہو گی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر
 شرح سے تصریح نہیں ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امام طاہر مافعیین اسمعیل دہلوی رسالہ مذکور میں کہ
 مجموعہ زبدۃ الانصاف میں مطبوع ہوا صاف مقرر کہ معاف روز عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حدیث
 قل (یوں کہا۔ ت)

ہر دو ضاع از دستہ آن خوانی و فاتحہ خوانی کنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت
 و غورائیدی طعام سوائے کندن چہا و دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے
 امثالہ دعا و استغفار و اذعیہ بدعت سست سوائے تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا

صلی اللہ علیہ وسلم دہلوی پیشوایان علماء دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں :

- (۱) ایصالِ ثواب کے لئے کنواں کھودنا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔
- (۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا اور اسی طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔
- (۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوتیں، بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔ لہذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیک کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہو سکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی حسن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴) روز عید کا معاف، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد معاف بدعت حسنہ جائز اور اچھا ہے

بدعتی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تری

منکرین اہل حضرت کا پورا رسالہ نہ مائیں تمام احادیث و فقہی نصوص سے انکھیں بند کر لیں مگر انھیں اپنے پیشوا "عظم
 کے اقرار صریح اور کلام واضح سے ہرگز مغفرت ہونا چاہیے۔ (مترجم)

بدعت حسنہ بالخصوص اسٹ مثل معافۃ روز عید
و مصافحہ بعد نماز جمعہ یا عصر
سب بدعت ہیں، مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے
عید کے دن معافۃ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ
کرتا (بدعت حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا الہریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ البی

الاق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سنی حنفی قادری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

اس کے معارضے میں جو فتویٰ مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے،
”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبہ عید کے جو مصافحہ و معافۃ دو گون میں مروج ہے
و مسنون ہے یا بدعت ہے؟ یَسْتَوِیَانِ تَوَجُّدًا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)
ہو المصنوع (وہی رتی تک پہنچا کر لیتے) بعد عید مصافحہ و معافۃ مسنون نہیں، اور علماء اس باب
میں مختلف ہیں، بعض بدعت مباح کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ عنی حکم فقہ یر ترک اس کا

حکم اس کے بعد فتویٰ مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں،

(۱) عبارت اذکار کا اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارت در مختار کہ یہ بدعت مباح بلکہ حسنہ ہے کما ہو موجود فی الدر و ان اقتصر العیوب

النقل (یہ در مختار میں موجود ہے اگرچہ عجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ ت)

(۳) عبارت رد المحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی
نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارت مدخل ابن حاج مالکی المذنب کہ غیبت کے بعد ابن حنین نے جائزہ لکھا، اور عید میں ان دو گون سے

جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی پر صفحہ آئندہ)

حکم عید میں ان دو گون سے معافۃ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

سلف مجموعہ زبدۃ النصارح

ابوالحسنات محمد عبدالحی

عبارت کہ ماضیہ پر کچھ کر پیش کی گئیں نہ کر دے یہ ہیں۔

اذا تردّد الحکم بین سنتہ و بین عتہ کاتب ترکہ جب حکم سنت و بدعت کے درمیان مترّد ہو تو
السنة راجحاً علی فصل البدعة ۱۲ رد المحتار اور کاتب بدعت پر ترک سنت کو ترجیح دی جائیگی۔

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

عبد اللہ بن عثمان فرماتے ہیں میں نے مدینہ منورہ میں جبکہ وہاں علماء صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ
نماز عید سے فارغ ہو کر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سُنّت سے نقل مساعدا ہو تو کیا کتا ورنہ ترک اولیٰ
سہ ۱۲۰ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

فلان جہاں صاحب فرنگی محلّی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معاذا حدیث سے
ثابت نہیں۔۔۔ رہے علماء و فقہاء۔۔۔ تو ان میں اختلاف ہے، کچھ بدعت مباح کہتے ہیں کچھ بدعت
مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے ذکر کرنا بہتر ہے۔ ذکر کرنا بہتر ہے۔ سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کرنا تو جائز
ہے۔۔۔ مولانا فرنگی محلّی کا یہی فتویٰ (جوان کے مجموعہ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے
ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰ حضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں، ساتھ ہی انہوں نے اس مجموعہ فتاویٰ
کے ماضیہ پر معاذا عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ جہاں بھی لکھ دیں جنہیں کتاب و شائع الجید فی تحسین
معاذا العید میں اعلیٰ حضرت نے بعینہ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے ان پر بحث کی۔ (مترجم)

فل یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کسی بدعت کا ترکیب ہوتا ہے، نہ کہ کوئی سنت چھوٹی ہے،
ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اس سے سنت اگر چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا ترکیب تو نہ ہوگا۔
معاذا عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے التماس ہم
میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے ملاد بری بدعت ہے اور معاذا عید ایسا ہرگز نہیں
بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنت اور خصوصیت بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصد حسن کے ساتھ ہو تو
مستحسن ہے، لہذا آپ کی عبارت مذکورہ معاذا عید پر منطبق (خفت) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقطاته
مكره المصافحة بعد اداء الصلوة
بكل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ماہبا فحوا بعد اداء الصلوة ولا نہا
من سنن الرافضیۃ ثم نقل عن ابن حجر
من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل
لہا فی الشریع وانہ ینبہ فی عمدہ اور
يعز و ثانیاً قال وقال ابن الحاج من
المالكية في المداخل انها من المبدع و
موضع المصافحة في الشریع اما هو عند لقاء
المسلم لا خیه لا فی ادبار الصلوات فی حیث
وضعها الشریع یضعب فینبی عن ذلك و
یزجر فاعله لما اقب به من خلاف
السنة اورد المصنف قوله
لا یخسرو الخ ولا یخفی است
فی كلام الامم من نوع مما قضا لا منت

عہ کتبہ المعترض حاشیہ علی ما نقل فی
النہای النکویۃ فی جماعۃ الاذکار للامام النووی
رحمہ اللہ تعالیٰ من قوله "لا ہاس بہ قامت
اصل المصافحة سنة وكونهم ما فطوا علیہا
فی بعض الاحوال وقرطوا فی کثیر من الاحوال
او اکثرها لا یخرج ذلك المعص عن كونه من
المصافحة التي ورد الشریع باصلها" (۱۳۸) منہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہ)

روا مختار میں ہے کہ میں نے امام الحرم میں ملتقط سے منقول
ہے کہ ادا سے نماز کے بعد مصافحہ ہر حال مکروہ ہے
(۱) اس لئے کہ صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا ،
(۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور
پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ
بدعت مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں
اس کے ترکیب کر آدمی متنبہ کیا جائے گا ، نہ مانے تو
سرزنش کی جائے گی ۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی
درئل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور
شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان
بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد
اوقات مصافحہ کا شرعی محل نہیں ، شریعت نے جو محل
مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھنے تو غمانوں کے بعد مصافحہ
کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ
وہ خلاف سنت فعل کا مرتکب ہے اور بدعت
دعائیہ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارت اذکار پر

فتاویٰ مولوی عبدالحی عسکری میں امام نووی کی کتاب
اذکار سے منقول عبارت پر بریل کے معترض مولوی صاحب
نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے :
"اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل
مصافحہ سنت ہے ، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ
کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات
میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے بعض
حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس
مصافحہ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہو گا جس کی اصلیت شریعت سے ثابت ہے۔"

اتبان السنة في بعض الاوقات لا يستحق
بداعة مع ان حصل الناس في الوقتين
المذكورين ليس على وجه الاستحياء
المشروع، لان محل المعالجة المذكورة
اول السلافة وقد يكون جماعته
يتلاقون من غير مصالحة ويتصاحبون
بالكلام وبمداكرة العلو وغيره منة
عديدة ثم اذا صلوا يتصاحبون فاحت
هذا من السنة المشروعة وهذا صرح
بعض العلماء بانها مكروهة وفتح انها من
البدع المذكورة ۱۲ اكد ان المراقبة.

تو بعض علماء سنہ صراحت فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذہب بدعتوں میں ہے۔ یہی جبارست مرقاة
میں ہے۔ (دست)

عید ثانی میں

تقریر جواب و تقریر جواب و ازالہ ادبام و کشف حجاب — یعنی اُس تحریر کی نقل جو برسم جواب مولوی مفتوح
کے پاس مرسل ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك و نصلی علی رسولك الکریم

جناب مولانا! دام مجدکم، بعد ما حوالہ السنون علیہم، فتویٰ فقیر دربارہ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاویٰ
مولوی عبدالحی صاحب کھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۶۸ طبع اول میں جو فتویٰ معانقہ

مولوی صاحب مصروف کی تحریر میں اسی طرح یہ "ح"
نہی ہوئی ہے مگر یہ عبارت مرقاة میں نہیں ہے بلکہ
میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (دست)

عنه هكذا بخطه وليست بهذه الحاء في
عبارة المراقبة ولا لها محل في العبارة
كما لا يخفى ۱۲ عنه رضى الله تعالى عنه (دست)

مندرجہ ذیل پیش کیا اور اس کے حاشے پر تائید آنکھ جبارت بردار تھا وہ مرقاۃ بھی تحریر فرمادی، مسائل منظر کے جب جناب سے یہ گزارش ہوئی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مستند ہے تو فرمایا، ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے؟ اور واقعی یہ فرمانا ظاہر دیکھا ہے فقیر کو اگرچہ ایسے معارضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسب اصرار مسائل، محض بغرض احتیاطی حق و باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر عمل نہ فرما فقیر ہر مفسر مسلمان کو مستحق ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہل علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگی حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظر غور و تحقیق حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مروج و ماحول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی ابطل — قال تعالیٰ :

فَيُثَبِّرُ بَنِي إِدْرِيسَ بْنِ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ قَوْعُشِي سَاءَ أُنْ بَنَدُونَ كُوجَاكَ دُكَارَاتِ شَنِينِ
فَيَتَّبِعُونَ الْحَسَنَةَ (ت)

التماس اول : اس مجموعہ فتاویٰ سے استناد الزانا ہے یا تحقیقاً؟ علی الاوّل فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی معاصر کی تحریر مجھ پر محبت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔

فل حاصل یہ ہے کہ ہم نے معاندانہ جیدہ کا جواز احادیثِ کبریٰ سے ثابت کیا، مستند فقہی جبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور قصص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحی صاحب کا فتویٰ مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں ایسی مخالفت دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر مسائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ ہنگامہ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اُسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علماء کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑنے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

فل توضیح : آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں،

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مافی ہونی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

دوم: شاید جناب نے اس مجروحہ کو استثنائاً ملاحظہ فرمایا اس میں بہت جگہ مسائل و نکات ہیں جو آج کل کے فرقہ مانعین کے بالکل مخالف و قانع اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشانہ دوں۔
جلد اول صفحہ ۵۳۱ پر لکھتے ہیں:

کتیب فقہیہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا۔

صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

”الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھا اور نکاحات حسرت و رجعت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ نکاحات یا عیش و لذت و توبہ و سامعان ہو سکتے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ششم میں نہیں ملتا۔“

جلد دوم صفحہ ۷۱ میں ہے:

لکھتے ہیں کہ یہ گویہ کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند
توش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و
نادانیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید
وجودی و شہودی و شاعر سے کہ ذہم ہر دو فرقہ ساختہ
قابل ملامت ست۔
جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں
اس کا قول قابل اعتبار نہیں اور اس کے قول کی
بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحید وجودی و
شہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے، اور جس
شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ و شہودیہ) کی مذمت
کی ہے وہ قابل ملامت ہے۔ (دست)

صفحہ ۴۲۱ پر ہے:

”شغل برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں
افراط و تفریط اس میں مغر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوبات مجدد المصائب ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس نے ملنے کے کسی عالم کی تحریر مجرب پر حجت ہے۔
(۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اسے سب کے لئے معتد اور مستند بیان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل
سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابل استدلال اور علم پر حجت و سند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں
صورتیں صحیح نہیں تو اس مجروحہ فتاویٰ کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

سید محمد رفیع فتاویٰ عبدالحی

سید محمد رفیع فتاویٰ عبدالحی کتاب المنظر والاباحہ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ

میں جایا موجود ہے؟

جلد سوم صفحہ ۵۵ میں ہے،

سوال : وقت ختم قرآن و تراویح ستہ بار سورۃ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب : مستحسن است۔

صفحہ ۱۲۴ پر ہے۔

سوال : بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از اہل سنت درست است یا نہ؟

جواب : درست است۔

صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

در مجلس مولد شریف کہ از سورۃ الفتح تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورۃ تکبیر می گویند و اقسام شریک مجلس متبرک بودہ این امر را مشاہدہ کردم ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جندہ یک

طرف تریہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھے ہیں۔

سوال : تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب : مستحسن ہے۔ (ت)

سوال : اٹلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب : درست ہے۔ (ت)

میلہ و شریف کی محفلوں میں سورۃ الفتح سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد تکبیر لگتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ محفلہ میں بھی، مدینہ منورہ میں بھی اور جندہ میں بھی۔ (ت)

فلان ادواح سے توجہ طلبی، تصویر کشی، شغل برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سوا ایک مدلل رسالہ ہے ایہ قوتہ النواسطۃ فی قلب عقد السرابطۃ (۹-۱۳) جس میں نص میں ملتا۔ اود مستندین مانعین کی عبارتوں سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابل مطالعہ ہے۔ (مترجم)

سلسلہ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی			
۵۴/۳	مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ	باب التراویح	۱
۱۲۳/۱	" " "	باب ما یتعلق بالمرق	۲
۵۲/۳	" " "	باب القراءۃ فی الصلوۃ	۳

سوال: پارچہ چند اس کا رسود غازی در
 معرفت خود آرد یا تصدق نماید ؟
جواب: غلام آزاد استعمال پارچہ مذکور بصرف
 خود و بچے کو موجب بزدہ کاری باشد نیست و
 اولیٰ آنست کہ بساکنین و فقراؤں پہنچے

سوال: سید سالار رسود غازی کے چندے
 کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے ؟
جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے
 اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے
 کہ مساکین و فقراؤں کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے ؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے ؟
 خصوصاً شغلِ برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں ؟ اور جس کتاب میں ایسے
 اقوال مندرج ہوں مستند و معتد ٹھہرے گا یا پائیہ احتجاج سے ساقط ہوگی ؟ بینوا تو جوہر و
 سوم ؟ مولوی صاحب نے اس فتویٰ میں معافۂ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے"
 اس سے عافیت و برکات حاصل کرابت بھی ثابت نہیں ہوتی "اؤ لویت ترک نہ مشروعت و اباحت کے منافی
 نہ کرابت کو مستلزم" رد المحتار میں ہے۔

الاقتصار علی الناحیۃ مستنون لا واجب فکان
 انضم خلاف الاولیٰ و ذلک لاینافی المشروعیۃ
 و الاباحتۃ بمعنی عدم الاشع فی الفعل
 والشرکیۃ

غازی فرض کی عیسوی چوتھی رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر
 اکتفا کرنا صرف مستنون ہے، واجب نہیں۔ تو
 ان رکعتوں میں سورۃ طہ یا غلاف اولیٰ ہو گا اور یہ اس کے
 جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت باری معنی
 نہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

ہاں فقہاء اگر یہ حکم کریں کہ غلام امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ
 مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کر لینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں
 مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معافۂ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اس
 کا نہ کرنا بہتر ہے تو اس سے معافۂ نہ کرنا جائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا
 کہ کرنے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر عافیت معافۂ کے بارے میں فتویٰ مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے
 خلاف استدلال ہے۔ (ت)

لے مجموعہ فتاویٰ باب یکل استعمالہ و مالیکل
 لے رد المحتار مطلب کل صلوٰۃ مکروہہ ترجیح اعدا تھا
 مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ
 مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی
 ۱۱۶/۲
 ۴۵۹/۱

اسی میں ہے :

صَلَّوْهُ فِي الْمَسْجِدِ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ عِنْدَ
مَسْئَلَةِ الْأَصْلِ بَأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مَنْ تَرَكَ
الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتَ الْكِرَاهَةِ "أَدْلَا بَدَلُهَا
مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ" أَمَّا وَأَشَارَ إِلَى ذَلِكَ
فِي التَّحْرِيرِ الْأَصُولِيِّ بِأَنَّ
تُخْلَفُ الْأَوَّلُ مَا لَيْسَ فِيهِ
صِبْغَةٌ فَهِيَ كَتَرَكَ صَلَاةَ الْفَرْضِ
بِخِلَافِ الْمَكْرُوهِ تَنْزِيهِهَا

یہ کہ الراقی میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ نماز عید سے پہلے
کچھ کھالینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اسی مستحب کو
اگر کسی نے ترک کر دیا تو وہ فعل مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا
کیونکہ ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں،
اس لئے کہ مکروہ ہونے کے لئے کوئی خاص دلیل
ضروری ہے، اور اس کی طرف تحریر اصولی میں بھی
اشارہ کیلئے کہ حفاظ اولیٰ وہ ہے جس میں ممانعت
اور نہی کا صیغہ نہ ہو، جیسے نماز چاشت کا ترک بخلاف
مکروہ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ

ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولیٰ صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا تو تصریح فرما دیجئے
کہ عید کا ممانعت شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصل کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کہ لے تو مضائقہ نہیں۔
چہارم، آپ نے جو عبارات رد الحاد و مرقاۃ نقل فرمائیں ان میں ممانعت عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں
آئی میں تو مصنف بعد نماز فجر عصر یا نماز پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصب اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک
مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرما سکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں تھے ہیں یہاں بھی جاری"۔
اقول : یہ محض ہوس ہے، ان عبارات میں تین دلیلیں مذکور ہوئیں،

(۱) محل مصنف ابتدا سے طلاقات سے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ مصنف مخصوصہ سنت روافض ہے۔

(۳) صحابہ کرام نے یہ خاص مصنف نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی انفسہا خود ہی علل اہل ناقابل قبول ہیں کماحقہ توفیق اللہ تعالیٰ
فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) و لہذا
قول اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصنف مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کماستدل کرنا شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ ث۔ مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معافۃ عید سے دو دلیل پیش کرتا اصلاً علاقہ نہیں۔

عملی مصافحہ خاص ابتدائے تھا ہو تو بھی "معافۃ" کی اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلم نہیں و حسن ادملیٰ فعلیہ۔ البیان (مجموعی ہو بیانی اس کے ذکر۔ ت۔)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و مستند لکھنا مسروع نہیں ہو سکتا، بلکہ معافۃ مثل تقبیل انظار و شراہ و یثاقت و رواد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے تھا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معافۃ۔

جناب نے فتویٰ فقیر میں حدیث جبرائیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شہاب و مجمع کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پر سے میں امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا۔ — و نیز حدیث انس بن حذیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور و الاصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گڑنا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بڑھایا۔ — و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اٹھائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معافۃ فرمایا۔ — و نیز حضرت بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی، یہ کہ کوئی نا محرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگایا۔ — ان سب صورتوں میں ابتدائے تھا کا وقت کہاں تھا کہ معافۃ فرمایا گیا۔ — یوں ہی پیار سے اپنے بچوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا مستیہ اولی ملاقات ہی پر جائز ہوگا، پھر محافعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر و عصر اگر کسی وقت کے رد افضی نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت کے علماء نے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معافۃ عید کا زبردستی اس پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیکھئے کہ یہ راضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے "ورنہ کوئی امر جائز کسی بد مذہب کے کہنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

بحوالہ راقی و در مختار و رد المحتار و غیر ملاحظہ ہوں کہ بد مذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہ شرعاً مذموم یا آنکس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو ان سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زہار و جبر محافعت نہیں۔

ربا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیل منع نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تینوں کتب مستندہ اختری
مجموعہ فتاویٰ و رد المحتار و مرقاة شریف اور ان کے سوا صدر مکتبہ مفتاح السمس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہاء کرام
سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نوید ہیں جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور محدثات کو اقسام
غشہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعہ فتاویٰ کی جارتیں گزریں، رد المحتار میں ہے،

شارح کا قول صاحب بدعت یہاں بدعت سے
مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی
ہے۔ جیسے گواہ فرقوں کا نہ کرنے کے لئے دلیل قائم
کرنا، علم نو سیکھنا جس سے کتاب و سنت کو سمجھ سکیں۔
مستحب بھی جیسے مرلے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا
اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو۔ مکروہ
بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی
جیسے کھانے پینے کی لذت چیزوں اور کپڑوں میں وسعت
و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح
جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول
ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب الطریق النہیہ
میں مذکور ہے۔ دت،

قوله ای صاحب بدعة ای محترمة
والا فقد تكون واجبة كصحب الأدلة
لرد علي أهل الفرق الضالة وتحسب
لبحر المفهم الكتاب والسنة ومداواة
كأحداث نحو رباط ومدرسة وكل
إحصائي لم يكن في الصمد الأول و
مكرهة كزخرفة المساجد ومباحة
كالوسع بلذيل المأكول والشارب و
الثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي
عن تہذيب النووي ومثله في الطريق
المحمدي للبرکوي

مرقات شریف میں ہے،

ایسا فعل ایجا کرنا جو کتاب و سنت کے مخالف
نہ ہو بڑا نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے (ت)
پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصل ذکر فرمایا۔

احداث ما لا ینتزع الکتاب والسنة کما
ستقر به بعد لیس بعد عموم ہے
پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصل ذکر فرمایا۔
مانگیر میں ہے،

مصنف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

لاباس بکتابہ اسماء السور وعدد الآی

وهو ان كان احدا ثا فهو بدعة حسنة
 وكم من شواكث احدا ثا وهو بدعة
 حسنة

تقداد کئے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگر چہ نہی
 ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور
 بدعت سی چیزیں ایسی ہیں جو فرایجاد تو ہیں مگر بدعت
 حسنہ ہیں۔ (ت)

امام ابن الہمام فتح القدر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں،
 ثم اثبات بعد هذا هو نفى الصدوقية، اب
 ثبوت انكراهية فلا الا ان يثبت دليل
 احده

پہ اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز
 مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن
 مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوت کراہت پر کوئی
 اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانعے، اور تھم ثابت تابعین کو بھی غیر مذموم
 ہاتھ ہیں، تو صرف عدم فعل صحابہ سے استدلال ان کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے۔ کلام ان بہا حث
 میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل حدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف جمل کافی ہیں و باللہ شہیق۔
 چہ بسم، رد المحتار و مرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب سنے دیکھیں تو درود و غیرہ و کثر الدقائق و وقایہ و تعابیر و
 جمیع و منتفی و اصلاح و ایضاح و تنویر و غیرہ عامہ متون مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے جو سب جنہوں نے
 مطلقاً بلا تعلیل و تخصیص مصافحہ کی اجازت دی۔ در مختار و حاشیہ علامہ طحاوی و شرح علامہ شہاب شلبی و

اول مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانعے ہیں،

(۱) زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اثنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحہ مذکورہ کی
 مخالفت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق
 یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (ت)

فتح اللہ العین حاشیہ کنز و تنقیہ ذوی الاحکام حاشیہ مراقی الفلاح و نسیم البیاض شرح
شفائے امام قاضی عیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المؤمنین و مسوئی شرح منوطا و تلمذہ شرح اربعین علامہ برکاتی
للامام محمد آخندی و حدیثہ نذیر شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ النابلسی و فتویٰ امام شمس الدین بن امام سراج الدین خانوی
و غیر ہم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی جوتیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید
کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت بنا سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے :

احلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایۃ
والمجموع والملتق و غیرہا یغیب مدارج
مطلقاً ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعت
ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ السنووی فی
الذکارۃ و غیرہ فی عیدہ علیہ

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہ کے اتباع
میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے
خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ
بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مبہمہ حسنہ ہے،
جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء
نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے :

کثیرۃ نقیید الیحد و حناقہ فی الزاویہ واحد
و جازع مع قعیص کمصافحۃ یث

آدمی کا بوسہ دینا اور مصافحہ کرنا ایک ازار میں
مکروہ ہے اور گرتا پس کر ہوتا جائز ہے، جیسے
مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

حدیثہ نذیر میں ہے :

بعض المتأخرین من الحنفیۃ صرحوا بکراہۃ
فی ذلک ادعاء بانہ بدعت مع انہ داخل
فی عموم سنۃ المباحۃ مطلقاً

بعض متأخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے
کا دعویٰ کرتے ہوئے اسے صراحتاً مکروہ بتایا ہے
باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر
مستثنیٰ ہے۔ (ت)

۳۸۱/۹	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب المخطوط والاباحۃ	لے در المختار
			لے اصلاح و ایضاح
۱۵۰/۲	مطبوعہ مکتبہ قوریہ رضویہ فیصل آباد	المثل الثامن الاربعون	لے الحدیث النذیر

مجمع البحار میں ہے :

هِيَ مِنَ الْمَبَاحِ الْمُبَاحَةِ (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت)

آپ کی اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے :

قال الشيخ ابو الحسن البكري و تقييداً
بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في
زمانه والا فمعقب الصلوات كلها كذلك
كد في رسالة الشرنبلالي في المصافحة
وتُقبل مثله عن الشمس الحائقة وأنه
أفتى به مستنداً لا بعصم
النصوص الواردة في مشروعيتهما
وهو الموافق لما ذكره
الشارح من اطلاق المتوفى

شیخ ابو الحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و
عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ
ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر و عصر
کی خارج تمام اذکاروں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی
علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انہوں نے
مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ
شمس الدین حازنی سے منقول ہے، انہوں نے
جواز مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور
نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے
بھی جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور یہی اس کے
حوائج سے جو شارح صاحب درختہ علامہ الدین
تھکنی نے متون فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاد ول اللہ دہلوی مستوی میں کلام امام نووی نقل کر کے کہتے ہیں :

اقول وهكذا اينسخت امت يقال في
المصافحة يوم العيد

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر و
عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال
مصافحہ روز عید میں بھی جاری ہونا چاہیئے۔ (ت)

اور بعض نسخ مستوی میں "والمصافحة يوم العيد ايضا" (اور روز عید کے "مصافحہ" میں بھی۔ ت)
بھی ہے۔

۲۵۰/۲	مطبوعہ نول کشور ٹھکانو	۲۵۰/۲	مجمع البحار الانوار تحت لفظ صفحہ
۳۸۱/۶	مطبوعہ راجہ ایم سعید کینی کراچی	۳۸۱/۶	رد المحتار کتاب النظار والاباحۃ
۲۲۱/۲	" " "	۲۲۱/۲	مستوی باب استحباب المصافحة

”مناسبت فی تحقیق مسائل المصاحف“ میں مذکور شرح اور عجیب سے ہے :

لا وجه لجواب ابن حجر التافی و قد
سئل عن المصافحة بعد الصلوة فقال
هي بدعة انتهى ، لان حالة السلام حالة
اللقاء لا ف المصافحة لها حرمة
خاصة غائبة عن الناس مقبلا
عن الله تعالى ، فلما ادعى حقه
قيل له ارجع الى مصالحتك وسلم
على اخوانك لقدومك عن غيبتك ، و
لذلك ينوي القوم بسلامه كما
ينوي الحفظة ، و اذا سلم يندب
المصافحة او كسفت كالسلام . كما
اجاب شيخ الاسلام شيخ
مشائخنا شمس الدين محمد
بن سراج الدين الحانوق
وقد رفع له هذا السؤال فقال
نعم العلماء على ان المصافحة
للمسلم لا للكافر مستفونة من غير
ان يقيدوها بوقت دوم و قد
لقوله عليه الصلوة والسلام
من مباح اخاء المسلم
وحرك يده تناثرت ذنوبه و
نزلت عليها مائة رحمة
تسعة وتسعون منها
لا سبقهما و واحدة لها حبه

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق
جواب دیتے ہوئے اسے بدعت کہا ہے ، اُن کے
اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں ، اس لئے کہ
مصافحہ بعد نماز بھی مصافحہ اول ملاقات ہے کیونکہ
سکون نماز کی حالت ، حالت ملاقات ہے ۔ اس لئے
کہ جب سستی نے ترمیم باز نہ دیا تو وہ انسانوں سے
غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا ، پھر جب حق اللہ
کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ اب
اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے
مسلمان بھائیوں کو سلام کر ، کیونکہ تو اپنی غیر حاضری
اور غیبت سے آ رہا ہے اسی لئے تو اپنے سلام میں
دوگوں کی بھی نیت کرے گا ، جیسے محافظ فرشتوں کی
نیت کرے گا ۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے
مندوب یا مسنون ہے ۔ جیسے سلام ، اسی طرح
شیخ الاسلام ، ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد
بن سراج الدین حانوقی نے جواب دیا ہے ، اُن کے
سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا علماء
نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص
وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص
فرمایا ہے ، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے : جس نے اپنے مسلمان بھائی سے
مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھٹکے
ہیں اور دونوں پر کل ستر چھتیس نازل ہوتی ہیں ، تناخی
اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی اور

وقل ایضا ما من مسلمین
 یلیقیاں فی تصفح ان الا غفر
 لهما قبران یتفرق فالحدیث الاول
 یقتضی مشروعیۃ المصافحة
 مطبقا، **عم** من ان تكون
 عقب الصلوات الخمس والجمعة و
 العیدین او غیر ذلك، **لامت** النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم
 یقیدها بوقت دون وقت والدلیل
 العام عند الحنفیۃ اذ لو یقع فیہ
 تخصیص من الادلة الموجبة للحکم قطعا،
 کالدلیل الخاص وقانون الدلیل
 العام یعارض الخاص لقوته،
 والدلیل ہنا عام لا یتصفیغ
 "من" من حیثہ العموم وکذا نقل
 عن شیخ مشائخنا المہتمم
 المقدسی حدیث "من صافح مسلما قال
 عند المصافحة اللهم صل علی محمد
 وعلی آل محمد لیسبق من ذنوبہ شیء"
 فصیغۃ ایضا من صیغہ العموم ذکرہ
 اثباتا لدلی فی رسالۃ المسماة "بسعادة
 اهل الاسلام" لہ

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے اور
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب
 دو مسلمان ایک دوسرے سے ملے پھر مصافحہ
 کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی
 ہے۔ پہلی حدیث کا معنی ہے کہ مصافحہ مطلقاً
 جائز و مشروع ہو خواہ نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے
 بعد ہو یا کسی اور وقت۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقید
 نہ فرمایا۔ اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی ہے
 ہے جو دلیل خاص کا ہے، جبکہ دلیل عام حکم کو قطعی طور
 پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوتی ہو
 بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیل عام اتنی قوی ہوتی
 ہے کہ دلیل خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ
 ہوا کرتی ہے اور یہاں دلیل مصافحہ بھی عام ہے
 اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "من" ہے جو صیغہ عموم
 سے ہے۔ یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی
 سے یہ حدیث منقول ہے جس نے کسی مسلمان سے
 مصافحہ کیا اور بوقت مصافحہ (دروہ شریف) اللهم
 صل علی محمد وعلی آل محمد پڑھا تو اس کے
 گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ اس حدیث
 کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی
 نے اپنے رسالہ "سعادة الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔

علامہ سید ابوالسعود اندلسی حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

شہاب الدین غزالی کی شرح میں ہے نماز فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

فی شرح الشہاب الغزالی وما اعتاده الناس بعد صلوة العصر والعصر فلا أصل له لكن لا بأس به الخ

فتیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوة العیدین میں ہے :

عید کے دن عید گاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے اور پابستہ طہ تقبل اللہ و ما وینکھ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جیسا کہ بزرگوار ائمہ میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس باب سے میں سعادت اہل الاسلام بالصافحۃ عقب الصلوۃ والسلام نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق آخر و التهنية بتقبل الله منا و منكم لا تنكر كصاف. بحسب كذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند سعد لقى ولنا فيها رسالة سميتها بسلامة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوة والسلام۔

فتح المبین علی شرح العلامة الملا سبکیں میں ہے :

عید کے دو مسرت و خندہ رُوئی ظاہر کرنا اور تقبل اللہ منا و منکھ (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارکباد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، شریب اللہ۔ (ت)

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة (الی قول) والتهنية بتقبل الله منا و منكم وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقاء شريبا لية۔

علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں :

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

کذا اطلب المصافحة فهي سنة

فتح المبین حاشیہ علی شرح ملا سبکیں کتاب النکاحیۃ فصل فی الاستبصار مطبوعہ ایچ ایم سید کمپنی کراچی ۲۰۲/۱
فتیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوة العیدین مطبوعہ احمد مصر ۱۴۲/۱
فتح المبین علی شرح العلامة الملا سبکیں " " ایچ ایم سید کمپنی کراچی ۳۲۵/۱

اطلاق متون کے موافق ہو۔

انہوں نے یوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فترتی میں اختلاف ہو گیا، اور عمل اُسی پر ادنیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو (تحریرات)۔

حیث قال قد اختلف التصحیح والفتویٰ
کما رأیت والعمل بما وافق اطلاق
الفتویٰ ادنیٰ - بحر^۱
در مختار میں ہے،

یہ حکم بر بنائے معتقد ہے، اس لئے کہ اختلاف
ترجیح کے وقت اطلاق متون ہی کو ترجیح ہے (تحریرات)
اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب تو اس قول کا اختیار فقہارت سے بالکل بر طرف ہے،

هل المعتمد لانه متفق اختلف التصحیح من غير
اطلاق المتون، بحر^۲
در مختار میں ہے،

ہم عام متعلیٰ پر تو بس اُسی کی پیروی کرتا ہے
جسے ان بزرگوں نے راجح و صحیح قرار دے دیا۔ (ت)

اما نحن فعليتنا اتباع ما رجحوه و
صحتهم^۳

اسی میں ہے،

مرجح قول پر حکم اور فترتی دینا جہالت اور اجماع
کی مخالفت ہے۔ (ت)

الحكم والفتيا بالقول المرجح^۴ حاشیہ و
خوف للاجماع^۵

الحمد للہ اب حق با حسن وجہ واضح ہو گیا، اُمید کرتا ہوں کہ جناب بھی اب تو مصافحہ مذکورہ و معافہ عید کے
جوار و اباحت پر فترتی دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امور جائزہ کے طعن و انکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے
واللہ انہادی وولن الا یادی

ششم، الحمد للہ کہ ضمنی تقریر میں مسئلہ مصافحہ بعد صلوة بھی صاف ہو گیا، اور تعلیلات ثلاثہ کا علیل ہونا
بھی منکشف ہو گیا۔ ثانیاً پر کلام تو صراحت گزار اور ادلی کا جواب عبارت تکملہ شرح اربعین و تسیم الاریاض سے
واضح ہوا کہ بعد ختم نماز طہا بھی ابتدائے نماز ہے، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہوا، تو مصافحہ کیوں

۴۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	مطلب بہم الفتی	شہر و المختار
۴۳/۱	"	"	شہر و المختار
۴۴/۱	"	"	"
"	"	"	"

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تفصیل ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلام فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذکور ہے ورنہ نہیں۔

تفصیل کلام: اتنا اور سن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنت جیسی تک ثابتی احترام رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت ہے۔ اور جب ان میں سے رواج اُٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا، احترام کیوں مطلوب ہو گا۔ مصافحہ بعد نماز اگر مستند واقع تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لقاء پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ ان اعدائے سنن کو سنن سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ ملت سرے سے مرفوع ہے۔

در مختار میں ہے :

بجعلہ لطن کفہ فی بیداء البصری ، وقیل
الیمنی الا انہ صنف شعائر البر و الفض
فیجب التحریض عنہ ، قہستانی وغیرہ ۔
قلت ولعدہ کان و مان فتنہ
(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں تفصیل کی طرف کرے۔
اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ راغبیہ کا شعاع
ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ)
میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہو گا پھر ختم ہو گیا، تو
اس پر غور کرو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

ای کان ذلک من شعائرہم فی الزمن السابق
ثم انفصل والقطعة فی هذا الزمان
فلا ینہی عنہ کیفما کان
یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان
زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا، تو اب اس سے حالت
نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہو گیا، فاحفظ واحمد وکن من الشاکرین والحمد للہ
سبب التعلیل (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے
جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم : سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارت مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاة شریف
میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے :

نعم ، لو دخل احد في المسجد والناس في
الصلاة وعنى امادة الشروع فيها بعد الفراغ
لوهب في جهدهم لكن بشرط سبق السلام على
المصافحة فهذا من جملة المصافحة المستنونة
بلا شبهة

(ت)

ان میں مصافحہ تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل لئے ، باتیں
کر چکے ، ملاقات ہوئی ، اُس وقت مصافحہ ہراندہ گچہ اور اس بعد سلام آئیں میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر
ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے نماز کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہو گئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا اب
بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحہ مستنونة ہے کہ خاص اول نماز پر واقع ہوا ، ظاہر ہے کہ جماعت حید
میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعد سلام ان کی نماز اول نماز ہوتی ہے ، تو مرقاة کے طور پر
بھی انہیں مصافحہ سے اعتدال مانعت نہیں ہو سکتی ۔ پھر مصافحہ حید شرکائے جماعت واحد ہی سے خاص
نہیں بلکہ تمام اہل بیت جنہوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اول ملاقات
بعد الصلوٰۃ پر باہم مصافحہ کرتے ہیں ۔ یہ مصافحہ تو یقیناً ابتدائے نماز پر ہوتے ہیں ، جو جہارت مرقات سے
برسبیل قیاس جناب اور جہارت فنادی تھنہ سے مراحہ ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں ، حالانکہ
مانعین زمانہ کا منع ، مصافحہ بعد نماز اور مصافحہ حید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق ، اور وہ آپ ہی کی
جہارت مستندہ کی رو سے باطل و ناجائز ہے ۔ پس اگر انہیں جہارتوں پر عمل فرمائے تو تصریح فرمادینے کہ نماز حید سے
پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعد نماز مصافحہ نہ کریں ، اور جو ہتھوڑ نہیں ملے انہیں مصافحہ بلا کراہت جائز و جہار
ہے ، یوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلا تاثر مصافحہ کریں خواہ پیش از نماز
یا بعد از نماز مل لئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے نماز ہے ۔ ان سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی
مستندات سے ثابت ۔ لا جرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی ، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات مانعین آپ کو
کیا کہتے ہیں ، واللہ المستعان علی جہالات الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں
کے غلوں سے ڈرتے ہیں ۔ ت)

مستمع و اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقات میں اور تحقیق جلیل و نافع ،

خیالات مانعیں پر سبقت قاطع تھی وہ بھی فعل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

وَمَعَ هَذَا إِذَا قَدْ سَلِمَ يَدُهَا مِنْهَا فَحَقَّةٌ
فَلَا يَنْفَعُ إِلَّا عَرَضُ عَنِّهِ بِجَذَبِ الْيَدِ لَهَا
يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ مِنْ أَفْعَالٍ عَلَى مُسْرَاعٍ تَأْتِي
الْأَدَبُ فَحَاصِلُهُ أَنَّ الْإِبْتِدَاءَ بِالْمَصَافِحَةِ
حِينَئِذٍ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ مَكْرُوهٌ
لَا الْمَجَاذِبَةَ وَأَمَّا كَأَنَّ قَدْ يَفَالُ
فِيهِ نَوْجٌ مُعَاوَنَةٌ عَلَى الْبِدْعَةِ ۖ وَاللَّهُ
تَعَالَى أَعْلَمُ۔

کی خاطر داری، اس ادب کی مراعات پر مقدم ہے، لہذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہیے۔
لہذا انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعین زمانہ کے خیالات سے کتنا بعد ہے، یہ حضرات تو خواہی خواہی
اپنی شیعت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعات مسلمین کی مخالفت کو ذریعہ فخر اور غایت تشریح کئے
ہوئے ہیں، مگر علمائے محققین مسلمان کا دلی رکھنے کو رعایت ادب اور ترک محرمات پر بھی مقدم جانتے، وہ ان
کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعث شہرت مانتے ہیں۔ لہذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی
نہیں صریح، غیر قابل تاویل نہ آئی ہو، عادات اناس میں مراعات ہی کر کے ان کا دل خوش کیا جائے اگرچہ
وہ فعل بدعت ہو۔ عین، عظم میں ارشاد ہوا،

إِلَّا سَرَّارٌ بِالنَّسَاقَةِ لَا قِيَمَةَ لَدُونِهِ
وَصَبَرَ مُعْتَادًا إِنْ عَصِيَ بِهِ

وال یعنی ادب و اولیٰ چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطر داری ہوتی ہے تو ادب اولیٰ کی رعایت نہ کرے دل مسلم کی رعایت
کرے، دل مسلم کو تکلیف پہنچانا اور لستہ شکستہ کرنا ترک اولیٰ و مخالفت ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایت ادب و
اولیٰ اور دوس کا پاس خاطر دہنوں میں ہو سکتے ہیں وہاں بلاشبہ ترک ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے مراعات
مانعت آئی ہے تو بعض مسلمان کی خاطر داری کے لئے اس امر ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

حَسَنٌ وَإِنْ كَانَتْ بِدْعَةً ۚ

اور لوگوں کے ہمد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت

اور نواکھا دہی ہوں۔ (ت)

امام حجة الاسلام محمد غزالی قیداً من بسترۃ النقای احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں :

الموافقة في هذه الامور من حسن العظيمة
والعشرة اذ المخالفة موحشة و
لكل قوم من سم لا بد من مخالفة الناس
يا حلا قهر كما ورد في الخبر لا سيما
اذا كانت اخلاق فيها حسن العشرة و
المعاملة وتطبيب القلب بالمساعدة و
قول القائل امت ذلك بدعة لو يكن في
الجماعة فليس كل ما يحكم بما احته منقولة
عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم واما المحدثون
بدعة تراعى سنة ماضية لها ولم يقل الناس
عن شيء من هذا الى قوله ، وكذلك سائر انواع
المساعدات اذ قويت بها تطبيب القلب اعظم
عليها جماعة فلا مانع بمساعدة تهم حليها
بل الاحسن المساعدة الا فيما ورد فيه
فهو لا يقبل التأويل ۚ

یعنی ان امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حسنِ صحبت اور
معاشرت سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت
و لاقی ہے اور ہر قوم کچھ سمجھتی ہوئی ہیں کہ ان میں
ایسا ساتھ دینا ضروری ہے ، جیسا کہ حدیث شریف
میں اس کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں کسی معاشرت
اور باجماعت چاہتا رہتا اور موافقت کر کے دل خوش کرنا ہو
اور رکھنے والے کا کہنا کہ یہ بدعت ہے ، صحابہ کے زمانے
میں نہ تھا ، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے
ہی منقول ہوتا ہے ، بڑی تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت
مأثورہ پر کافر و کرے اور اس فعل سے شرع میں کہیں
مانعت نہ آئی ۔ اس طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ
ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو ، اور ایک گروہ کی رسم
ہو گئی تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی
بہتر ہے مگر اس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو
قابل تاویل نہ ہو۔ (ت)

دیکھئے اہل بیت کے قلوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد یہ ہیں ، اللہ عز و جل جسے نیک توفیق دے وہی
ان نفیس الہی ہدایتوں پر عمل کرے ۔

حضرات مائیں ان سے منزلوں دور ہیں ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ۔
بالجملہ اگر آپ کو مرقات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرمادیجئے کہ بعد عید جو شخص معانفے کو ہاتھ بڑھائے

اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معافۃ کر لیں۔ اُنھوں نے کہ مرقاۃ سے سند ملا تو بالکل الٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ فرمائی ہو بلکہ انھیں زمانہ جہارت میں قطع و برید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدمی جہارت کہیں نقل کر دی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کر لیا، اب کہ پوری جہارت پر مطلع ہوتے ضرورت کی طرف رجوع فرمائیے گا واللہ التوفیق۔

تھم : بھرا اللہ تعالیٰ ہماری تحقیقاتِ رائفہ سے آفتابِ روش کی طرح واضح ہو گیا کہ معافۃ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ علاوہ نہیں بلکہ وہ سنت و مباح کے اندر ہے، یعنی من حیث الاصل سنت اور من حیث التخصیص مباح، اور تقدیرِ حسن محمود و مستحسن، تو کما ہر ہوا کہ جہارت ردائے اہل بیت ۱

اِذَا اَشْرَدَ اَلْعُكُوْثُ نَبِیْتُ سُنَّةً وَ
جب تک کسی سنت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو
ترکِ سنت کو از کتاب بدعت پر ترجیح حاصل ہے دت

یہ دقت اہم
کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ بہت تو اس سے بچنے کے لئے سنت کا چھوڑنا تک گوارا کیا اور نہ بدعتِ مباح سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، و ہذا ظاہر علی کل من لم یحفظ من عقل صافی (یہ ہر اس شخص پر عیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ قصور ہے۔ ت)

وہم : فتویٰ فقیر میں میاں اسماعیل دہلوی کی بھی جہارت تھی جس میں معافۃ عید کے تحسین ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ عجز و خاوی و جہارت ردائے اہل بیت و مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں :

ایک وہ، طائفہ انھیں جس کے نوگر ہیں یعنی ہفوات باطلہ و غرافات عاقلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جہاتیں وہ یقیناً منقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش و خروش ہے اصول و فروع طائفہ کے خلاف لکھا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دو ام یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاً امثال مرقاۃ و ردائے اہل بیت کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شوقِ اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامولی تو صراحتہ اس کی تصریح فرما دیجئے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاح الحق وغیرہ تصانیفِ شخص مذکور، مولانا علی قاری و علامہ رشاقی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

تصریحات سے زد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جاسیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائل نزاعیہ جن میں جھگڑے مانعین کو بے حد شور و شغب ہے یوں یا تحسن و جوہ انضام پائیں گے اور ہم آپ بتوفیقہ تعالیٰ شخص مذکور کی خلافت عقائد و وظائف مکاتذ پر متفق ہو کر حق نامہ کے اعلان میں باہم فائدہ و معاون یک دیگر ہو جائیں گے۔

وبالله التوفیق والوصول الی سواء الطریق،
 و آخر دعوانا ان الحمد لله رب
 العالمین، والصلوة والسلام علی سید
 المرسلین محمد وآلہ وصحبہ
 اجمعین، امین !

اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سید ہی راہ نمک
 رسائی ہے، اور ہماری آخری پکاریہ ہے کہ ساری
 تعزین اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار
 ہے، اور درود و سلام پر رسولوں کے سردار محمد
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب
 پر۔ خداوند قبول فرما۔ (ت)

کتبہ عبد المذنب | احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ
 النبی اکلاقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

باب الاستسقاء (نماز استسقاء کا بیان)

۱۳۵۱ھ از محلہ کوٹ پرگنہ مستقبل ضلع مراد آباد مکان مولوی لائق احمد صاحب مدرسہ مظہر عینی صاحب
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ

نماز استسقاء نماز ہے یا دعاء اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہیے، بینوا توجروا

الجواب

نماز استسقاء صاحبیں کے نزدیک سفت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت
شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجا لائیں غشیت و خشوع اُس کی اصل ہے
اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرفوع اتوا حاشا اللہ اس ملک میں جیسے کفار ہیں ہماری یہ طویروں کے باعث
کہ نہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفار کے مفسد کے کا
اندر لیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول باری رحمت
کے لئے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توبہ بر عزیز غفار فقط استغفر وار یکم اندکان غفار یہ سلسل
السماء علیہ کو صدر راہ (قرمیں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شر اسے کا
عینہ بھیجے گا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماخذ ومراجع

سني دقا بحري

مصنف كتاب

نام كتاب

١

- | | | |
|------|---|---|
| ٣١٦ | جلد الرحمن بن عمر بن محمد البندري المعروف بالنحاس | ١ - الاجزاء في الحديث |
| ٣٣٦ | ابو العباس احمد بن محمد الناطقي الحنفي | ٢ - الاجناس في الفروع |
| ٦٨٣ | عبد الله بن محمد (ابن مودود) الحنفي | ٣ - الاختصار شرح المختار |
| ٢٥٦ | محمد بن يونس البغدادي | ٤ - ادب المفرد البغدادي |
| ٩٢٢ | شهاب الدين احمد بن محمد القسطلاني | ٥ - ارشاد الساري شرح الفهري |
| ٩٥١ | برسود محمد بن محمد الهادي | ٦ - ارشاد العقول السليم |
| ١٢٢٥ | مولانا عبد العل بن بحر العلوم | ٧ - الاركان الاربع |
| ٩٤٠ | شيخ زين الدين بن ابراهيم بن نجم | ٨ - الاشباه والنظائر |
| ١٠٥٢ | شيخ عبد الحق بن محمد بن الدهلوي | ٩ - اشعة اللمعات شرح المشكوة |
| ٢٨٢ | علي بن محمد الزردوي | ١٠ - اصول البزدي |
| ٩٢٠ | احمد بن سليمان بن كمال باشا | ١١ - الاصلاح والايقاض طريفة في الفروع |
| ٤٦٩ | قاضي بدر الدين محمد بن عبد الله الشبلي | ١٢ - آكام المربان في احكام الجاني |
| ٤٥٨ | قاضي بربان الدين ابراهيم بن علي الطرسوسي الحنفي | ١٣ - الفتيح الواسع كل الى تحرير المسائل |
| ١٠٦٩ | حسن بن حماد الشرنبلالي | ١٤ - احاد الفلاح شجرة نور الايضاح |
| ٤٩٩ | امام يوسف الاردوبي الشافعي | ١٥ - الاقوال على الاقرار |

- ٢٢٢ - عبد الملك بن محمد بن بشران
 ٢٦٢ - احمد بن محمد المعروف بابن السنن
 ٢٠٤ - احمد بن محمد بن عثمان الشيرازي
 ١٨٩ - ابو عبد الله محمد بن حسن الشيباني
 ٢٠٠ - محمد بن حسن المديني بن زباله
 ٢٠٢ - محمد بن ابراهيم الشافعي
 ٢٥٦ - زبير بن بكار الزبيري
 ٢٦٠ - الحسن بن عبد الرحمن الرازي
 ٢٠٥ - ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيشابوري
 ٥٠٥ - امام محمد بن محمد الغزالي
 ٢٤٦ - علي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي
 ٢٤٦ - ابو زكريا يحيى بن شرف النووي
 ٢٣٠ - علي بن محمد بن ابي شيبان
 ٨٠٩ - ابن ابي عمير بن عبد الله بن الحسين العراقي
 ٨٥٢ - شهاب الدين احمد بن علي بن حجر عسقلاني
 ٩٠٣ - علاء الدين محمد بن اسعد الدواني
 ٩١١ - جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين اسيرلي
 ٩٤٢ - احمد بن محمد بن الحسين النخعي
 ١٠١٢ - نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (ملا علي القاري)
 ١١٤٩ - شاه دولتي محمد بن عبد الرحيم
 ١٢٠٥ - سيد محمد بن محمد بن قاضي الزبيدي
 ١٢٤٣ - عبد الفتحي الدبري المديني
 ٢٢٨ - سيد محمد شطا المديني
 ابو علي حسين بن عبد الله الشيرازي بن سينا
- ١٦ - امان في الحديث
 ١٤ - ابو بكر في الحديث
 ١٨ - الغائب الروات
 ١٩ - الاصل (مبسوط)
 ٢٠ - اخبار دينه
 ٢١ - الآم
 ٢٢ - اخبار دينه
 ٢٣ - امثال النبي صلى الله عليه وسلم
 ٢٤ - اربعين للحاكم
 ٢٥ - احكام العلوم
 ٢٦ - اربعين نووي
 ٢٧ - الاذكار المنقبة من كلام سيد الانوار
 ٢٨ - اسد الغابة في معرفة الصحابة
 ٢٩ - البصيرة العراقي في اصول الحديث
 ٣٠ - الاصابة في تمييز الصحابة
 ٣١ - النموذج العلوم
 ٣٢ - الاتعاق
 ٣٣ - اعلام بقراط في الطب الاسلام
 ٣٤ - الاسرار الرغومة في الاخبار الرغومة
 ٣٥ - الانتباه في سلاسل اديان
 ٣٦ - اتحاف السادة المتقين
 ٣٧ - انوار الحجة حاشية شهاب بن ماجه
 ٣٨ - اعانة الطالبين
 ٣٩ - الاشارات ابن سينا

ب

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۴۰ - بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر الرغینانی	۴۱ - ابدیة (بدایة المستندی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراهیم بن نجیم	۴۲ - البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۴۳ - البرهان شرح مواهب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابراہیم بن نصر بن محمد السمرقندی	۴۴ - بستان العارفین
۵۰۵	حجت الاسلام محمد بن محمد لغزانی	۴۵ - البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد البیہقی	۴۶ - البیانہ شرح الہدیۃ
۷۱۳	یوسف بن جری الحلی الشطرنجی	۴۷ - بجة الاسرار
۸۵۲	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۴۸ - بلوغ المرام
۱۲۳۹	شاه جید المعزیز بن شہاب ولی اللہ	۴۹ - بستان المحرمین
۶۱۹۰۵	رشید احمد منگلوی	۵۰ - ہدایہ قاطعہ

ت

۱۲۰۵	سید محمد قسیمی الزبیدی	۵۱ - تاج العروس
۵۷	علی بن الحسن الدمشقی ابن عساکر	۵۲ - تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۵۳ - تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر الرغینانی	۵۴ - التفتیش والمزیہ
۸۹۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۵۵ - تحریر الاصول
۵۳۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۶ - تحفۃ المعتمد
۷۲۰	عبد المعز بن احمد البخاری	۵۷ - تحقیق الحسامی
۸۷۹	علاء قاسم بن قطلوبغا المنصوری	۵۸ - التزیج والتصحیح علی القندوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۵۹ - التعلیقات لسید شریف
۴۶۳	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۶۰ - التہذیب فی القوط من المعانی الاسانیہ

١٠ - تنبيه الأنام في أبواب الصيام

١١ - تفسير المجاميع

١٢ - تهذيب التهذيب

١٣ - تنوير المشيئة المرفوعة على أخبار الشيعة المرفوعة

١٤ - تفسير ابن أبي عمير

١٥ - تهذيب الآثار

١٦ - تقريب المقربين

١٧ - التقرير والتقرير

١٨ - التيسير شرح الجامع الصغير

١٩ - تبين الحقائق

٢٠ - تقريب التهذيب

٢١ - تزيين القياس

٢٢ - تزيين الألبان

٢٣ - تهذيب الفتاوى

٢٤ - تاريخ بغداد

٢٥ - التوضيح في شرح البداية

٢٦ - تاريخ الطبري

٢٧ - تنبيه الغافلين

٢٨ - تاريخ ابن خبار

٢٩ - الترتيب والترتيب

٣٠ - التوضيح شرح الصحيح في أصول الفقه

٣١ - تذكرة الحفاظ

٣٢ - تهذيب التهذيب الكمال

٣٣ - التلخيص شرح توضيح

٣٤ - تهذيب الرازي

٣٥ - جلال الدين محمد بن جلال الدين السيوطي

٣٦ - ابن فضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

٣٧ - ابو الحسن علي بن محمد بن حرق الكفائي

٣٨ - عبد الرحمن بن محمد الرازي (حافظ)

٣٩ - ابو جعفر محمد بن محمد بن جرير

٤٠ - ابي بكر محمد بن شاذي

٤١ - محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي

٤٢ - جلال الدين محمد بن تاج الساعاتي

٤٣ - فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي

٤٤ - شهاب الدين احمد بن علي بن حجر العسقلاني

٤٥ - بطاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي

٤٦ - شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد الترمذاني

٤٧ - محمد بن محمد المروزي

٤٨ - ابو بكر محمد بن علي الخطيب البغدادي

٤٩ - محمد بن اسحق السراج الندي

٥٠ - محمد بن جرير الطبري

٥١ - نصر بن محمد بن ابراهيم سمرقندي

٥٢ - محمد بن محمد بن حسن لغادي (بن بكار)

٥٣ - ركن الدين محمد بن عبد العظيم بن عبد القوي المنندي

٥٤ - عبد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

٥٥ - شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد الفهري

٥٦ - شمس الدين محمد بن احمد الفهري

٥٧ - سعد الدين مسعود بن محمد بن عبد الله تفتازاني

٥٨ - جلال الدين محمد بن علي بن بكر السيوطي

٩١١	يحيى الدين جده الرحمن بن ابي بكر السيوطي	٨٦ - التعقبات على الموضوعات
٩١٦	شيخ حسين بن محمد بن الحسن ديار بكرى	٨٧ - تاريخ الخميس
١٠٠٨	داود بن عمر انطاكي	٨٨ - تذكرة اولى الاقطاب انطاكي
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القاري	٨٩ - التبيين في بيان ما في ليل النصف من شيان
١١٣٠	احمد بن ابراهيم العروث طاجين	٩٠ - تفسيرات احمدية
١٢٢٥	قاضي شاد الله پاني پتي	٩١ - التفسير العسكري
١٢٣٩	اشاء جده العزيز دهرى	٩٢ - تحفة اشاء عشرية
٢٥٢	نور دين ابن جابر	٩٣ - تنبيه ذوي الاغنام
١٣٢٣	جده القادر الرافعي الفاروقي	٩٤ - التحرير المختار (تقريرات الرافعي)
٩٨٩	محمد بن طاهر الغفقي	٩٥ - تذكرة الموضوعات للفتن
		٩٦ - تجنيس المستقط
	محمد بن محمد بن محمد زيان الحسيني	٩٧ - تحفة المزينين في الطب
٩١٠	حسين بن علي الكاشغري الواعظ	٩٨ - تحفة الصلوة (فارسي)

ث

٢٦٠	ابوبكر محمد بن الحسين لا تجري	٩٩ - الثانون في الحديث
	ابو محمد محمد بن امير الملك المصري	١٠٠ - مجت

ج

٢٤٩	ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذي	١٠١ - جامع الترمذي
٩٦٢	شمس الدين محمد لفراساني	١٠٢ - جامع الرموز
٢٥٦	امام محمد بن سليمان البخاري	١٠٣ - الجامع الصحيح للبخاري
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٠٤ - الجامع الصغير في الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	١٠٥ - الجامع الصحيح للمسلم
٣٨٩	ابو نصر احمد بن محمد العتابي	١٠٦ - جامع الفقه (جامع الفقه)

- ١٠٤ - جامع المنصورين في الفروع شيخ بهاء الدين محمود بن اسرائيل باين قاضي
١٠٨ - جامع الكبير في فروع الخفية ابي الحسن عبيد الله بن حسين الكرخي
١٠٩ - جواهر الاخطا برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الاخطا
١١٠ - الجواهر الزكية احمد بن تركي بن احمد المالكي
١١١ - جواهر الفتاوى ركن الدين ابو بكر بن محمد بن ابي المظفر
١١٢ - الجوهر النيرة ابو بكر بن علي بن محمد الخزاز الحنفي
١١٣ - المخرج والمنقذ في رجال الحديث يحيى بن معين البغدادى
١١٤ - الجامع الصغير في الحديث علامه بطلال الدين عبد الرحمن بن ابي بكر السيوطى
١١٥ - جامع البيان في تفسير القرآن وتفسير طريقه محمد بن حرير الطبري
١١٦ - جزء حديث حسن بن عوف ابو علي حسني بن عوف
١١٧ - جامع لا خلاق ازادى واسباح ابو بكر احمد بن علي قطيب بغدادى
١١٨ - جامع احكام الصغار في الفروع محمد بن محمود الاسود شافعي
١١٩ - حسان مع الادوية والنفوس ضياء الدين حيدرة بن احمد المالقي
١٢٠ - جواهر التقدير في فضل الشرفي نور الدين علي بن احمد السهمي المصري
١٢١ - جواهر فقهه محمد فوش بن عبد الله كواليارى
١٢٢ - جمع الجوامع في الحديث ابو بكر بطلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطى
١٢٣ - جوهر مسلم في زيارت قبر النبي الكريم صلى الله عليه وسلم شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي
١٢٤ - جذب القلوب الى ديار المحبوب عبد الحى بن سيف الدين محدث دجلوى
١٢٥ - الجامع الكبير في الفتاوى ابي ناصر الدين محمد بن يوسف السمرقندى

ح

- ١٢٦ - حاشية على الدرر محمد بن مصطفى البوسعيد النجدى
١٢٧ - حاشية بن شهاب على التبيين احمد بن محمد الشافعي
١٢٨ - حاشية على الدرر عبد الصمد بن محمد الرومى
١٢٩ - حاشية على الدرر للملاحضه قاضي محمد بن فراموز حلا خضرو

	علامه سقلى	١٣٠ - حاشية على المقدمة العشوائية
٩٣٥	سعد الله بن عيسى الاقضى	١٣١ - الحاشية لسعدى اقضى على الصنعة
١٣٢	عبد الغنى ابن بلسى	١٣٢ - المديقة الهندية شرح طريقة محمدية
٦٠٠	قاضي جمال الدين احمد بن محمد نوح القابلى الحنفى	١٣٣ - الحادى القدسى
٣٤٢	ابو ابراهيم نصير بن محمد الصمغنى الحنفى	١٣٤ - حصر المسائل فى الفروع
٢٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمى	١٣٥ - حلية الاولياء فى الحديث
٨٤٩	محمد بن محمد ابن امير الحاج	١٣٦ - حلية لحنى شرح نية عمل
٥٩٠	ابو محمد قاسم بن نيزه الشافى	١٣٧ - حرز دار فى دوجہ التهانى
٦٨٢	زكريا بن محمد بن محمود الغزوى	١٣٨ - بيوت الحيوان الكبرى للميرى
٨٣٣	شمس الدين محمد بن محمد ابن الجزرى	١٣٩ - الحصى للصينى فى كلام سيرة المسلمين على الله عليه وسلم
٨٨٥	محمد بن فراموز قاسمى	١٤٠ - حاشية التلويح لافسرد
٨٨٦	حسن بن محمد شاه القارى حلي	١٤١ - حاشية التلويح حسين حلي
١٠١٢	نور الدين مولى بن سلطان محمد القارى	١٤٢ - حريز بن شرح حصن حصين
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدبلوى	١٤٣ - حجة الله الباقية
"	" " " "	١٤٤ - حاشية مکتوبات شاه ولي الله
٢٥٠	محمد عابد السندى	١٤٥ - حصر الشارح فى اسنيد الشيخ
		١٤٦ - حاشية الكشرى على الاوار
		١٤٧ - حاشية كفاية الطالب الربانى
		١٤٨ - حاشية الحنفى على الجرح الصغير
		١٤٩ - الحادى القضاوى
		١٥٠ - حسن التصديق فى عمل المولد

خ

	قاضي جكي الحنفى	١٥١ - خزائن الروايات
٥٣٢	طاهر بن احمد عبد الرشيد البزارى	١٥٢ - خزائن الفتاوى

١٥٣ - خزائن المفتين	حسين بن محمد اسمعاني السميقي	٢٣٠ - ك بعد
١٥٣ - خلاصة ادلائل	حسام الدين علي بن احمد المكي الرازي	٥٩٨
١٥٥ - خلاصة الفتاوى	طاهر بن احمد بن الرشيد البصري	٥٣٢
١٥٩ - الخيرات الحسان	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	٩٤٣
١٥٤ - المختصر الكبير	جلال الدين جلال الرحمن بن كمال الدين السيوطي	٩١١
١٥٨ - خلاصة الوفا	علي بن احمد السهموي	٩١
١٥٩ - خزائن الاسرار في شرح تنوير الابصار	جلال الدين محمد بن علي الحسكفي	١٠٨٨

د

١٦٠ - البداية شرح البداية	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر لعسقلاني	٨٥٢
١٦١ - العدد ادرر الحكم	قاضي محمد بن فرامر طاهر	٨٨٥
١٦٢ - الدر المختار في شرح تنوير الابصار	محمد بن علي المعروف بـ علا الدين الحسكفي	١٠٨٨
١٦٣ - العدد المنثور في التفسير بالماخذ	جلال الدين جلال الرحمن السيوطي	٩١١
	~ ~ ~	~

هـ

١٦٥ - ذخيرة المتجه	يوسف بن حميد البلي (طلي)	٩٠٥
١٦٦ - ذخيرة الفتاوى	برهان الدين محمد بن احمد	٦١٩
١٦٤ - ذم الغيبة	عبد الله بن محمد ابن ابني الدنيا القرشي	٢٨٩

و

١٦٨ - الرحاية	محمد ابن ابن حامد بن الشامي	١٢٥٢
١٦٩ - رد المحتار	ابو عبد الله محمد بن جلال الرحمن المشتقي	٤٨١
١٧٠ - روضة لامة في اخلاص الامة	الهمداني عبد الملك بن حبيب السلي (القرطبي)	٢٣٩
١٤٩ - رغائب القرآن		

٩٤٠	شيخ زين الدين باني نعيم	١٤٢- رفع العشاء في وقت العصر العشاء
٢٨٠	عثمان بن سعيد الدارمي	١٤٣- رد على الجهمية
١٢٢٦	٦١٨٣١ رولوي سنجيل ديلوي	١٤٤- رسالة مذمومة
٢٦٥	عبد الحكيم بن هوازق القشيري	١٤٥- رسالة قشيرية
٨٥٥	بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العيني	١٤٦- رمز الحقاني شرح كنز الدقائق
٨٤٩	قاسم بن قطولغا المصري	١٤٧- رفع الاشتباه عن سبل المياه
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	١٤٨- رسالة طلوع شريا
"	"	١٤٩- رسالة اتمام الغرقة
٩٤٠	ريس الدين بن ابراهيم بن نعيم	١٥٠- رسالة ابن نعيم
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القاري	١٥١- رسالة اشتباه
١٠٩٨	احمد بن سبيح محمد بن الحوي	١٥٢- رسالة القول البليغ في حكم التبليغ
١١٤٩	شاه ولي الله الديلمي	١٥٣- رسالة انصاف
١٢٥٢	محمد امين آقندي ابن عابد بن	١٥٤- رسالة ابن عابد بن
١٣١٤	جعفر بن سنبل البرزنجي	١٥٥- رسالة مياد مبارك الكوكب الانوار على عقد الجواهر
٩٩٣	ابو جعفر احمد بن احمد الشهيد يا محب الديلمي	١٥٦- الرياض النضرة في فضائل العشرة
١٢٢٦	٦١٨٣١ ميان سنبل بن شاه عبد الفتاح الديلمي	١٥٧- رسالة بدعت
"	رولوي حرم علي	١٥٨- رسالة دعائية
١٣٢٣	ابو الحسنات محمد عبد الحمي	١٥٩- رسالة غاية المقال

نص

٨٩١	شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسيماي المتوفى او اخر القرن السادس	١٩٠- زاد الفقهاء
١٠١٦	كمال الدين محمد بن عبد الواحد المودودي باني ابيهم	١٩١- زاد الفقهاء
٨٩	محمد بن محمد الترمذي	١٩٢- زواجر الجواهر
١٢٥٠	امام محمد بن حسن الشيباني	١٩٣- زيادات
	محمد بن علي الشوكاني	١٩٤- زهر التفسير في حديث المعمرين

٩١١	جلال الدين عبد الرحمن السير على	١٩٥ - زبدة الرضي على المجتبى
٩٢١	محمد بن عبد الله ابن شحنة	١٩٦ - زبدة الرضي في مسئلة الخوض
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد ابن حجر المكي	١٩٧ - الرواجع عن الكبار
١٢٥٢	شيخ عبد الحق محدث دهلوي	١٩٨ - زبدة الآثار في اخبار قطب الاخبار
~	~ ~ ~	١٩٩ - زبدة الاسرار في مناقب غوث الاعراب

س

٨٠٠	ابو بكر بن علي بن محمد بغداد يمني	٢٠٠ - السراج الوهاج (شرح قدوري)
٢٤٣	ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ابي جرة	٢٠١ - السنن لابن ماجه
٢٤٣	سعيد بن منصور الخزاساني	٢٠٢ - السنن لابن منصور
٢٤٥	ابو داود سليمان بن اسعد	٢٠٣ - السنن لابن داود
٣٠٣	ابو عبد الرحمن محمد بن شعيب النسائي	٢٠٤ - السنن طلساني
٣٥٨	ابو بكر محمد بن حسين بن علي البيهقي	٢٠٥ - السنن للبيهقي
٣٨٥	علي بن مسهر الدارقطني	٢٠٦ - السنن للدارقطني
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي	٢٠٧ - السنن للدارمي
٢١٣	ابو محمد عبد الملك بن هشام	٢٠٨ - سيرت ابن هشام
٤٣٣	محمد بن عبد الله ابن سيد الناس	٢٠٩ - سيرت حمون الاثر
ساقون صدق هجري	سراج الدين سجاد ندي	٢١٠ - سراجي في الميراث
٤٣٨	شمس الدين محمد احمد الذهبي	٢١١ - سير اعلام النبلاء
١٣٠٣	محمد بن عبد الحمى الكسوي	٢١٢ - السعادي في كشف ما في شرح الوقايه
	عمر بن محمد طه	٢١٣ - سيرت عمر بن محمد طه
١٥١	محمد بن اسحاق بن يسار	٢١٤ - سيرت ابن اسحاق
		٢١٥ - سراج اتقاري
		٢١٦ - السعدي
١٣٠٣	محمد بن عبد الحمى الكسوي بندي	٢١٧ - السعي المشكور في رد الذهب المذخور

ش

۲۱۸ -	شانی	شمس اوزد جرد بن محمود المردی	۰
۲۱۹ -	شرح الاربعین السنوی	شهاب الدین احمد بن جلالی	۹۷۳
۲۲۰ -	شرح الاربعین السنوی	ابو یوسف ابن عطیة المالکی	۱۱۰۶
۲۲۱ -	شرح الاربعین السنوی	علامہ احمد بن محمد بن الجازی	۹۷۸
۲۲۲ -	شرح الاشهاد والنظار	ابو یوسف حسین بن احمد بن محمد بن المیری	۱۰۹۹
۲۲۳ -	شرح المجامع الصغیر	امام قاضی حاکم بن محمد بن مسعود	۵۹۲
۲۲۴ -	شرح الدرر	شیخ متقی بن عبد لغنی بن حسی	۱۰۶۲
۲۲۵ -	شرح سفر السعادة	شیخ عبد الحی الخمدت الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲۶ -	شرح السنة	حسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۲۲۷ -	شرح شریعة الاسلام	یعقوب بن سیدی بن زاده	۴۳۱
۲۲۸ -	شرح مختصر طحاوی للاسیبانی	ابو نصر احمد بن منصور نسفی الاسیبانی	۴۸۰
۲۲۹ -	شرح التفریحین	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف السنوی	۶۷۶
۲۳۰ -	شرح المسلم السنوی	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۴۲۱
۲۳۱ -	شرح معانی الآثار	عبد البر بن محمد ابن شونہ	۹۲۱
۲۳۲ -	شرح المسطرة وبن دسان	محمد امین ابن عابد بن الشامی	۱۲۵۲
۲۳۳ -	شرح المسطرة فی رسم المفتی	علامہ جلال الدین عبد الرحمن المیسوی	۹۱۱
۲۳۴ -	شرح المصداق بشرح حال الخوف والقبول	علامہ محمد بن عبد جبار بن الزرقانی	۱۰۲۲
۲۳۵ -	شرح مواجب الدنیا	علامہ محمد بن عبد جبار بن الزرقانی	۲۲
۲۳۶ -	شرح مواجب الدنیا	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف السنوی	۶۷۶
۲۳۷ -	شرح مواجب الدنیا	مولانا جلال علی محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲
۲۳۸ -	شرح مواجب الدنیا	مصدر الشریعة حبیب الدین بن مسعود	۷۴۷
۲۳۹ -	شرح مواجب الدنیا	محمد بن محمد بن محمد ابن شونہ	۸۹۰
۲۴۰ -	شرح مواجب الدنیا		

٥٤٣	امام الاسلام محمد بن ابى بكر	٢٢١- شرح الاسلام
٢٥٨	ابوبكر احمد بن حسين بن علي البستي	٢٢٢- شعب الايمان
٢٨٠	احمد بن منصور النسي الاسيحياني	٢٢٣- شرح الجامع الصغير
٥٢٩	عمر بن عبد العزيز النخعي	٢٢٤- شرح الجامع الصغير
٥٢٢	ابو الفضل عياض بن مرسي تاضي	٢٢٥- الشفاء في تعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم
٩٨٩	دعبلدين محمد بن الحسن الاسترلابي	٢٢٦- شرح شافية ابن حبيب
"	"	"
٤٣٩	محمد بن عبد الرحمن الاصمغاني	٢٢٧- شرح كافية ابن حبيب
٤٥٩	تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي	٢٢٨- شرح طوارق الانوار
٤٩٢	سعد الدين مسعود بن عمر تقي زاني	٢٢٩- شفاء الاستقام في زيارة خير الامام
"	"	٢٥٠- شرح عقائد الفسفي
"	"	٢٥١- شرح المقاصد
٨١٩	سيد شريف علي بن محمد الجرجاني	٢٥٢- شرح المواقف
"	"	"
٨٣١	موشى پاشا بن محمد الزمي	٢٥٣- شرح السراجي
٩٥٢	معين الدين الهروي ملا مسكين	٢٥٤- شرح جفني
١٠١٢	علي بن سلطان محمد القاري	٢٥٥- شرح منتخب مكره مسكين
"	"	٢٥٦- شرح فقه اكبر
"	"	٢٥٧- شرح عين العلم
١١٤٩	شاه دول الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	٢٥٨- شرح قصيدة الطيب النغم
"	"	٢٥٩- شرح قصيدة همزيه
"	"	٢٦٠- شرح رباعيات
"	"	٢٦١- شرح فرائح الرحمت
"	"	٢٦٢- شفاء العليل
٩٠٤	ابو المكارم بن عبد الله بن محمد	٢٦٣- شرح النقايا لابن المكارم
٢٠٩	حافظ عبد الملك بن محمد نيشاپوري	٢٦٤- شرح المصطفى
"	احمد بن تركي المالكي	٢٦٥- شرح مقدمه هشامويه

٢٩٩	شرح جامع الأصول للضيف	مبارك بن محمد المعروف بابن الأشير الجزدي	٩٠٧
٢٩٤	شرح الملتقى للبهنسي	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسي	٩٨٤
٢٩٨	شرح درر البحار	جده الرواب بن احمد الشهير بابن دهبان	٤٢٨

ص

٢٩٩	صالح الجوهري	اسماعيل بن حماد الجوهري	٢٩٣
٢٤٠	صحاح ابن جبار كتاب التقاسيم الاثنا عشر	محمد بن حبان	٣٥٣
٢٤١	صحاح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق ابن خزيمة	٣١١
٢٤٢	الصبوح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد المقرئ	٢٩٠ تقريباً
٢٤٣	صغرى شرح فيه	ابراهيم الحلبي	٩٥٦
٢٤٢	صراط المستقيم	سيد احمد شهيد بريلي	١٢٣٦
٢٤٥	الصواعق المحرقة	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	٩٤٣

ط

٢٤٧	الطحاوي على الدر	سيد احمد الطحاوي	١٣٠٢
٢٤٤	الطحاوي على الرائق	سيد احمد الطحاوي	١٣٠٢
٢٤٨	طبقات المقرئ	محمد بن احمد الذهبي	٤٣٨
٢٤٩	طبقات القراء	محمد بن محمد الجزدي	٨٣٣
٢٨٠	الطريقة الحميد	محمد بن بركة المعروف ببركي	٩٨١
٢٨١	طلبة الطلبة	تكم الدين عمر بن محمد البهنسي	٥٢٤

ع

٢٨٢	عدة القاري شرح صحيح البخاري	علامه جد الدين ابني محمد محمد بن احمد البغلي	٨٥٥
٢٨٣	الغاية شرح البداية	اكنال الدين محمد بن محمد الباري	٤٨٦
٢٨٢	غاية القاضي حاشية على تفسير البيضاوي	شهاب الدين النفاخي	١٠٦٩

٢٨٥	عبد المطلب	٢٨٨	ابو الليث نصر بن محمد السمرقندي
٢٨٦	عقود الدبرية	٢٨٩	محمد ابي ابن عابد بن الشامي
٢٨٧	عقود	٢٩٠	كمال الدين محمد بن احمد الشهير بطاشكبري
٢٨٨	عمل اليوم والليلة	٢٩٢	ابو بكر احمد بن محمد ابن السني
٢٨٩	عوارف المعارف	٢٩٣	شهاب الدين شهرودي
٢٩٠	عقد الفيد	٢٩٤	ابو عبد الله محمد بن عبد القوي المقدسي
٢٩١	عين العلم	٢٩٥	محمد بن عثمان بن عمر الخنفي البجلي
٢٩٢	عقد النجدة	٢٩٦	شاه ولي الدين شاه عبد جسيم الدهلوي
٢٩٣	عقود الدبرية في تنقيح الفتاوى الحمادية	٢٩٧	محمد ابي آقاي بن عابد بن
٢٩٤	عمدة الرماية في حل شرع الوقاية	٢٩٨	محمد بن عبد الحميد الكندي

غ

٢٩٥	غاية البيان شرح الهداية	٢٩٨	شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير لاقي
٢٩٦	غزوات الامام	٢٩٩	قاضي محمد بن فخر الدين طاهر
٢٩٧	غريب الحديث	٣٠٠	ابو الحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف باسم
٢٩٨	غزوة عين البصرة	٣٠١	احمد بن محمد الحموي المكي
٢٩٩	غنية ذو الامام	٣٠٢	حسن بن محمد بن علي الشرنبلالي
٣٠٠	غنية المستمل	٣٠٣	محمد ابراهيم بن محمد الحلبي
٣٠١	غنية النفع في القرار السبع	٣٠٤	يحيى بن شرف النوري

ف

٣٠٢	فتح الباري شرح البهاري	٣٠٥	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني
٣٠٣	فتح القدير	٣٠٦	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن العام
٣٠٤	فتاوى النسفي	٣٠٧	امام محمد الدين النسفي
٣٠٥	فتاوى يزانية	٣٠٨	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز

١٠٨١	علاء خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	٣٠٦ - فتاویٰ حمید
٥٤٥	سراج الدین علی بن عثمان الادبسی	٣٠٧ - فتاویٰ خیریت
	عطاء بن عمر بن السعدی	٣٠٨ - فتاویٰ سراجیہ
	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	٣٠٩ - فتاویٰ عطاء بن عمر
٥٩٢	حسن بن منصور قاضی خان	٣١٠ - فتاویٰ حیاثیہ
	جمیعت علماء اورنگ زیب عالمگیر	٣١١ - فتاویٰ قاضی خان
٦١٩	ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد	٣١٢ - فتاویٰ ہندیہ
٥٣٠	عبد الرشید بن ابی حنیفہ ادوکی	٣١٣ - فتاویٰ ظہیریہ
٥٣٦	امام صدر الشیخہ حامد بن عمر بن عبد العزیز	٣١٤ - فتاویٰ ولایتیہ
٥٠	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی	٣١٥ - فتاویٰ الکریم
	سید محمد ابی المسعود الحنفی	٣١٦ - فقہ ماکبر
٨٤٢	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	٣١٧ - فتح المعین
٦٣٨	محمد بن محمد بن علی بن عربی	٣١٨ - فتح المعین شرح قرۃ العین
١٢٢٥	عبد العلی محمد بن نظام الدین اکندی	٣١٩ - الفوائد المکیۃ
٣١٣	قاسم بن محمد بن عبد اللہ البعلی	٣٢٠ - فرائح الرحمن
١٢٥٢	محمد امین ابن عابدین الشافعی	٣٢١ - الفوائد
١٣	عبد الرؤف المناوی	٣٢٢ - فرائد الخیضۃ
٢٩٨	اسخیل بن عبد اللہ الملقب بسحرة	٣٢٣ - فیض القدیر شرح البیاض الصغیر
٢٩٢	ابو عبد اللہ محمد بن ابوبکر ابن خریس ابی	٣٢٤ - فرائد سمویہ
٢٩٢	ابو الحسن علی بن الحسن الرضوی	٣٢٥ - فضائل القرآن لابن خریس
٦٣٩	محمد بن محمود اسروستانی	٣٢٦ - فرائد الخلیج
٤٨٧	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	٣٢٧ - فصول الہادی
٩٠٣	امام محمد بن عبد الرحمن السنہادی	٣٢٨ - فتاویٰ تاتارغانیہ
٩٤٨	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	٣٢٩ - فتح المغیث
		٣٣٠ - فتاویٰ ترمذیہ

٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	٣٣١ - فتح المعين شرح اربعين
"	"	٣٣٢ - فتح الاشرع المفسر
"	"	٣٣٣ - فتاوى الفقهاء ابن حجر
١٠٩٥	محمد بن حسين الانقري	٣٣٤ - فتاوى انقري
١١١٦	سيد اسعد بن ابى بكر الدين الحسيني	٣٣٥ - فتاوى اسعدي
١٢٥٠	محمد بن علي بن محمد الشوكاني	٣٣٦ - قواعد مجرور شوكاني
١٢٨٣	جمال بن عمر المكي	٣٣٧ - فتاوى جمال بن عمر المكي
	ابو عبد الله محمد بن وضاح	٣٣٨ - فضل لباس العاتم
	ابو عبد الله محمد بن علي القاعدي	٣٣٩ - فتاوى قاعدي
١٠٠٣	محمد بن عبد الله الترياشي	٣٤٠ - فتاوى ترياشي
		٣٤١ - فتاوى شمس الدين الرطلي
		٣٤٢ - فتح الملك المجيد
١٢٣٩	عبد العزيز بن ولي الله الدهلوي	٣٤٣ - فتح العزيز (تفسير عزري)

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	٣٤٤ - القاموس المحيد
٨٤٢	زي الدين بن علي بن احمد الشافعي	٣٤٥ - قرعة العين
٩٥٨	نجم الدين مختار بن محمد ازاهدي	٣٤٦ - الفقيه
		٣٤٧ - القرطبي الكبير
٣٨٦	ابو طالب محمد بن علي الكلي	٣٤٨ - قوت القلوب في معاملة المحبوب
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي القسطلاني	٣٤٩ - القول المسدود
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	٣٥٠ - قرعة العين في فضيل الشيخين
"	"	٣٥١ - القول الجليل
١٣٠٢	محمد بن عبد الحميد كهنوي انصاري	٣٥٢ - قمر الاقمار حاشية نور الافراد
"	ابراهيم بن عبد الله اليمني	٣٥٣ - القول الصواب في فضل عمر بن الخطاب

ك

٣٣٣	حاكم شهيد محمد بن محمد	٣٥٣ - الكافي في الفروع
٣٩٥	ابو احمد عبد الله بن عدي	٣٥٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشعراي	٣٥٦ - مجربات الاحمر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٥٤ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	٣٥٨ - كتاب الآثار
	ابو الحارث اسد بن علي	٣٥٩ - كتاب الامام في آداب قول المحام
٣٣٠	ابو يعقوب احمد بن عبد الله	٣٦٠ - كتاب السواك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عدي داود بن محمد الهادي	٣٦١ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي عبيد	٣٦٢ - كتاب الطهارة
٣١٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	٣٦٣ - كتاب العلق على ابواب الفقه
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٦٤ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	٣٦٥ - كتاب الوصية
٤٣٠	علاء الدين عبد العزيز بن احمد البخاري	٣٦٦ - كشف الاسرار
	علامته المقدسي	٣٦٤ - كشف الرمز
٤٦٨	امين الدين عبد الوهاب بن وسيلان المشتقي	٣٦٨ - كشف الاستار عن ذواته ابرار
٩٤٥	علاء الدين علي المشتقي بن حسام الدين	٣٦٩ - كنز العمال
٨٠٠	جلال الدين بن شمس الدين الجوارزمي تقريباً	٣٧٠ - كفاية
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر العسقلاني	٣٧١ - كشف رجاح
٤١٠	عبد الله بن احمد بن محمد	٣٧٢ - كفاية
٣٠٥	ابو حيدر الله الحاكم	٣٧٣ - كفاية
٤٨٩	شمس الدين محمد بن يوسف اشافقي كلاني	٣٧٣ - كفاية
٣٥٣	محمد بن جابر التميمي	٣٧٣ - كفاية
١٩٨	يحيى بن سعيد القطان	٣٧٣ - كفاية

۲۸۱	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدیاء افریقی	۳۷۷ - کتاب الصمت
۱۸۰	عبد اللہ بن مبارک	۳۷۸ - کتاب الزہد
۵۲۸	ہار اللہ محمود بن عمر از غنصری	۳۷۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل
۱۸۹	ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی	۳۸۰ - کتاب الحج امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
۷	~ ~ ~	۳۸۱ - کتاب المستیخرا امام محمد
۲۷۵	سلیمان بن اشعث السجستانی	۳۸۲ - کتاب المراسیل
۲۸۱	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدیاء	۳۸۳ - کتاب البعث والنشور
۷	ابو عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدیاء	۳۸۴ - کتاب الاخوان
۳۲۲	ابو جعفر محمد بن عمر والعقيلي المکی	۳۸۵ - کتاب الضعفاء الکبیر
۴۵۸	احمد بن حسن البیهقی	۳۸۶ - کتاب الزہد الکبیر للبیہقی
۴۶۳	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۳۸۷ - کتاب الرواة عن مالک ابن انس
۴۹۰	نصر بن ابراہیم المقدسی	۳۸۸ - کتاب الحج علی تارک الحج
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	۳۸۹ - کیمیائے سعادت
۹۳۹	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۳۹۰ - کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہر والی
۱۰۶۸	مصطفیٰ بن عبد اللہ حاجی خلیفہ	۳۹۱ - کشف المنثور
۹۷۳	شیخ عبد الوہاب بن احمد الشحرانی	۳۹۲ - کشف الغر
	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	۳۹۳ - کتاب الصغین
۲۳۳	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۳۹۴ - کتاب المصاحف ابن الانباری
۲۰۷	محمد بن عمر بن داود الرازدی	۳۹۵ - کمالین حاشیہ جلالین
		۳۹۶ - کتاب المغازی

ل

۱۰۵۲	علامہ شیخ عبد الحق الحدیث الدہلوی	۳۹۷ - لمعات النبی
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن محمد السیوطی	۳۹۸ - لفظ المروان فی اخبار الجہان

- ٢٩٩ - لسان العرب
 ٣٠٠ - الآلي المصنوع في الاحاديث الموضوعة - ابو بكر عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي
 ٣٠١ - لواقع الاثر القديسي المنتخب من الفتوحات المكية - عبد الوهاب بن احمد الشحراني

م

- ٣٠٢ - مدارق الازهار
 ٣٠٣ - جسط خواهرزاده
 ٣٠٤ - جسط السرخسي
 ٣٠٥ - مجرى الانهر شرح طعنى الابكر
 ٣٠٦ - مجمع بحار الادوار
 ٣٠٧ - مجموع السوزل
 ٣٠٨ - مجمع الانهر في شرح طعنى الابكر
 ٣٠٩ - المحيط البرداني
 ٣١٠ - المحيط الرضوي
 ٣١١ - مختارات النواذلي
 ٣١٢ - مختار الصالح
 ٣١٣ - النقرة في الحديث
 ٣١٤ - المنصر
 ٣١٥ - مدخل الشرح الشريف
 ٣١٦ - مراقب الفلاح شرح نور الايضاح
 ٣١٧ - مرقات شرح مشکوة
 ٣١٨ - مرقات الصمد
 ٣١٩ - مستخلص الحقائق
 ٣٢٠ - المستدرک الحاكم
 ٣٢١ - المستصفي شرح الفقه الشافعي
- ٨٠١ - الشيخ عبد العظيم بن عبد العزيز ابن الملك
 ٢٨٣ - بخرخواهرزاده محمد بن حسن البخاري النخعي
 ٢٨٢ - شمس الدلائل محمد بن محمد السرخسي
 ٩٩٥ - نور الدين علي ابا قتي
 ٩٨ - محمد طاهر الفطن
 ٥٥٠ - احمد بن موسى بن عيسى
 ١٠٤٨ - عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المعروف بهاد آفندي شينجى زاده
 ٦٦ - ادم برهان الدين كود بن تاج الدين
 ٦٤١ - رضى الدين محمد بن محمد السرخسي
 ٥٩٣ - برهان الدين علي بن ابي بكر المرفياني
 ٦٦٠ - محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي
 ٦٢٣ - ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
 ٩ - ملا محمد جلال الدين السيوطي
 ٤٣٤ - ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدري
 ١٠٦٩ - حسن بن عمار بن علي الشربيلي
 ١٠١٣ - علي بن سلطان علي قاري
 ٩ - ملا محمد جلال الدين السيوطي
 ٢٠٥ - ابراهيم بن محمد الفطن
 ٤١٠ - ابو عبد الله الحاكم
 ٤١٠ - حافظ الدين عبد الله بن احمد النسخي

٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	٢٢٤ - الملتقط (في فتاوى ناصري)
٨٠٤	قور الدين علي بن علي بكر البستي	٢٢٨ - مجمع الروايد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن راز	٢٢٩ - مناقب الكوردي
٣٠٤	عبد الله بن علي بن جازي	٢٥٠ - المنتقى في الحديث
٣٣٣	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد	٢٥١ - المنتقى في فروع الحديث
٢٥٢	محمد بن ابن عابد بن الشامي	٢٥٢ - منزه الخلق حاشية بكاراقي
١٠٠٣	محمد بن حبيب الله الترمذاني	٢٥٣ - مع العباد
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٥٤ - طلق الابحر
٦٤٦	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النواوي	٢٥٥ - منهاج النووي (شرح صحيح مسلم)
٦٩٢	سلف بن احمد بن علي بن شبيب الحنفي	٢٥٦ - مجمع البحري
	شيخ عيسى بن محمد بن ابي القاسم الحنفي	٢٥٤ - مستقى
٣٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلبي	٢٥٨ - البسيط
٥١٠	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	٢٥٩ - مستقى في الحديث
٢٦٢	يعقوب بن شبيب السدوسي	٢٦٠ - المسند الكبير
٦٠٥	صديقه الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٦١ - نية المصل
١٤٩	امام مالك بن انس المدني	٢٦٢ - موطا امام مالك
٨٠٤	قور الدين علي بن علي بكر البستي	٢٦٣ - موارد النعمان
٩٢٢	احمد بن سلف رازي	٢٦٤ - مشكلات
٢٤٦	ابن اسحق ابن محمد الشافعي	٢٦٥ - حذب
٩٤٣	عبد الوهاب الشافعي	٢٦٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد النابلي	٢٦٤ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى بن مودودي	٢٦٨ - المستوفى على صحيح البخاري
٣٢٤	محمد بن جعفر الخوافي	٢٦٩ - مكارم الاخلاق
١٥٠	ابو حنيفة نعمان بن ثابت	٢٧٠ - مسند الامام اعظم
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني	٢٧١ - موطا الامام محمد

٣٠٣	حسن بن سفيان النسوي	٣٤٢ - المسند في الحديث
٣٨٨	احمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي	٣٤٣ - معالم السنن في سبليل الخطابي
٥٤٩	قاسم بن علي الحريري	٣٤٤ - مقالمات حريري
٥١٩	ابو محمد الحسين بن مسعود البغوي	٣٤٥ - معالم التنزيل تفسير البغوي
٥٣٨	ابو الفتح محمد بن عبد الكريم الشهرستاني	٣٤٦ - الملل والنحل
٥٩٦	ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن البرزقي	٣٤٧ - موضوعات ابن جوزي
٦٢٢	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	٣٤٨ - مقدم ابن الصلاح في علوم الحديث
٦٥٩	جليل العظيم بن عبد القوي المنذري	٣٤٩ - مختصر سنن ابى داود لما قطع المنذري
٤١٠	ابو البركات عبد الله بن احمد النفسي	٣٥٠ - مذكر التنزيل تفسير النفسي
٤٥٦	عبد الدين عبد الرحمن بن ركن الدين احمد	٣٥١ - المراقض السلطانية في علم الكلام
٨٣٣	محمد بن محمد الجزيري	٣٥٢ - مقدمه جزيري
٩٠٢	شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي	٣٥٣ - مقاصد حسنة
٩٢٣	احمد بن محمد القسطلاني	٣٥٤ - الواهب اللدني
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القاري	٣٥٥ - المنهاج الفكري شرح مقدمه جزيري
"	"	٣٥٦ - المسلك المتقسط في المنكح المتوسط
١٠٥٢	شيخ عبد الحق بن سيف الدين الدهلوي	٣٥٧ - ما ثبت بالسنة
١٠٩٩	قاضي مير حسين بن معين الدين	٣٥٨ - اليبدي
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه جباريم الدهلوي	٣٥٩ - مسوي مصنف شرح موطا امام مالك
"	"	٣٦٠ - مکتوبات شاه ولي الله
١١٩٥	مرزا منظر جان جانا	٣٦١ - مکتوبات
"	"	٣٦٢ - ملفوظات
"	"	٣٦٣ - محرمات
"	"	٣٦٤ - مخزن ادوية في الطب
١٢٢٣	محمد حسين بن محمد الهادي بهادر خان	٣٦٥ - مجموعة فتاوى
	ابو الحسنات محمد عبد الحمي	٣٦٦ - معيار الحق
	سيد نذير حسين الدهلوي	

مولوی تذیر الحق میرٹھی
شیخ احمد سرہندی

۱۰۳۴

- ۴۹۷ - مظاہر حق
۴۹۸ - مکتوبات ایام ربانی
۴۹۹ - مناہج فی تحقیق مسئلہ الصافہ
۵۰۰ - مفتاح الصلوٰۃ
۵۰۱ - محقق شرح قدوری
۵۰۲ - مشیخہ ابن شاذان
۵۰۳ - معرفۃ الصواب لابن نعیم
۵۰۴ - مفتاح الغیب (تفسیر کبیر)

۴۳۰

۶۰۶

احمد بن عبد اللہ اصبہانی
امام فخر الدین رازی

ن

۶۴۵

۶۶۲

۱۰۶۹

۶۱۱

۶۰۶

۱۰۰۵

۶۰۱

۱۰۳۱

۳۷۶

۶۵۵

عبد اللہ بن مسعود
ابو محمد عبد اللہ بن یوسف المنفی زبیدی
حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی
حامد الدین حسین بن علی المسنفاتی
محمد الدین مبارک بن محمد الجوزی ابن اثیر
عسکر بن نعیم المصری
بشام بن عبد اللہ المازنی المنفی
محمد بن احمد المعروف بنشانی زاده
ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی
ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی

- ۵۰۵ - النفاۃ مختصر الرقاعۃ
۵۰۶ - نصب الرایۃ
۵۰۷ - نور البیاض
۵۰۸ - النہایۃ
۵۰۹ - السہایۃ لابن اثیر
۵۱۰ - السہر العاتق
۵۱۱ - خوارزم فی الفقه
۵۱۲ - نور العین
۵۱۳ - المنزل فی الفروع
۵۱۴ - نور الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول

ج

۶۱۰

۵۰۵

۶۷۲

عبد اللہ بن احمد التفسی
ابو حامد محمد بن محمد الغزالی
محمد بن صدر الشریعہ

- ۵۱۵ - الرافی فی الفروع
۵۱۶ - الوجیز فی الفروع
۵۱۷ - الرقاعۃ

٥١٨ - الوسيط في الفروع ابن محمد بن محمد الغزالي ٥٠٥

هـ

٥١٩ - الهداية في شرح البداية برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني ٥٩٣

ي

٥٢٠ - اليراقبت والجواب سيّد عبد الوهاب الشحراني ٩٤٣

٥٢١ - ينابيع في معرفة الأصول ابن أبي عمير محمد بن يحيى ٤٩٩

ضمیمہ پانچواں مجموعہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱۔	انوار استغیثی فی اسرار التاویل	ناصر الدین ابوسعید محمد بن عمر البغدادی	۲۹۱ ۲۹۲ ۲۸۵
	تفسیر الصیصادی	ہدیۃ العارفين	۲۹۳
۲۔	الاصنیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو یوسف بن عبد اللہ النخعی القزلبی	۲۹۲
۳۔	ادب و علم علی شریح نظم الکفر	علی بن محمد بن مانع المقدسی	۱۰۰۳
۴۔	الاستنکار	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر اللیسی	۲۹۳
۵۔	الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۶۔	الایضاح فی شرح التجرید	ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد الکرمانی	۵۲۳
۷۔	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الاسدی	۴۶۸
۸۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام لیلۃ النحر	شاہ محمد سلیمان بن شاہ عبد الغنی درہوی	۱۲۳۶
۹۔	الغاسس العارفين	شاہ دول الدین شاہ عبد اریب	۱۱۷۶
۱۰۔	انسان العین	علی بن برہان الدین علی	۱۰۴۴
۱۱۔	انسان العین فی سیرۃ الامین المامون	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۲۔	ارشاد الطالبین	قطب الدین محمد بن احمد الخنقی	۹۸۹
۱۳۔	الاعلام بالاعلام لمدائذ الحرام		

- ١٣ - رشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري حسين بن محمد سعيد عبد الغني لكي الحنفي
 ١٥ - أدب تجميعه وادخله محمد بن جرير الطبري ٣١٠
 ١٦ - الاربعين طائفة ابو فتح محمد بن محمد الطائي المهراني ٥٥٥
 ١٧ - انيس الغريب جلال الدين عبد الله بن ابى بكر السيرطي ٩١
 ١٨ - الارشاد في الكلام امام ابو المعاني عبد الملك بن عبد الله الجويني المشهور بامام الحرمين ٣٤٨
 ١٩ - افضل القراء بقراء ام القراء احمد بن محمد ابن بحركي ٩٤٣
 ٢٠ - الاعتبار في بيان النسخ والمفوض من الاخبار محمد بن موسى الحارمي الشافعي ٥٨٣

ت

- ٢١ - تجميع بجامع الكبير كمال الدين محمد بن عباد الحنفي ٦٥٢
 ٢٢ - تحفة الخريص في شرح التجميع علي بن بيان الفارسي المصري الحنفي ٤٣٩
 ٢٣ - تقيّة الايمان شاه محمد سميل بن شاه عبد الغني دطوي ١٢٢٦
 ٢٤ - تعليم المتعلم امام رداي الدين الزربري ٥٣٥
 ٢٥ - الترتيب والترتيب ابو القاسم اسمعيل بن محمد الاصمباني ١٢٢٥
 ٢٦ - تذكرة المرقى والقبر قاضي محمد شمس الدين پاني پتي ٩١١
 ٢٧ - التبيين عند التبيين جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيرطي ٥٣٣
 ٢٨ - تجميع الاول لقراء التوجيه ابو اسحق ابراهيم بن سميل الصغار البصري ١٢٥٢
 ٢٩ - تجميع المسائل
 ٣٠ - تنبيه الغافل والاستغفار ابن محمد امين ابن عايد الشامي

ث

- ٣١ - ثغيات ابو عبد الله قاسم بن الفضل الشافعي الاصمباني ٢٨٩
 ٣٢ - ثواب الاعمال لابن حبان محمد بن حبان ٢٥٢

ج

- ٣٣ - الجامع لاحكام القرآن (تفسير قرطبي) ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي ٦٠

- ٣٣ - جامع المفردات والمشكلات (شرح قدوري) يوسف بن طاهر الصوفي
٣٥ - جده المختار على رد المختار امام احمد رضا بن فقي على خاں

ح

- ٣٦ - الحسامي محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الحنفی
٣٧ - حاشية در غرر نابلس اسمعیل بن عبد الغنی نابلسی
٣٨ - حسن التسل في زیارة افضل الرسل عبد القادر الدکنی
٣٩ - حاشی على معالم التنزیل امام احمد رضا خاں بن فقی على خاں
٤٠ - حسام الحرمین علی منوال کفر والمین - - - - -

خ

- ١ - خلاصة خلاصة ارفقا نور الدین علی بن احمد السهمودی

د

- ٣٢ - دلائل نبوة ابو بكر بن احمد بن حسین البیهقی
٣٣ - در ثمین فی جہرات النبی علی الله علیه وسلم شاه ولی الله بن شاه عبد الرحیم
٣٤ - در منظم فی مولد النبی اعظم - - - - - ابو القاسم محمد بن عثمان الزکوی دمشقی
٣٥ - کتابہ الدعوات احمد بن حسین البیهقی
٣٦ - الدرۃ المفیة فی زیارة المصطفیة نور الدین علی بن سلطان محمد القاری
٣٧ - لدرۃ الثمینة فی اخبار المدینة حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار
٣٨ - الدرر السنية فی الرد علی الوهابیة عفتی احمد بن السید زین الدین دحلان

ذ

- ٩ - ذکر الموت عبد الله بن محمد ابن ابی الدنيا البخاری

ح

٥٠ - رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ محمد أمين ابن عابد بن الشهرستان عابدين ١٢٥٢

س

٥١ - سلفيات من اجزاء الحديث حافظ ابو الطاهر احمد بن محمد السلفي ٥٨٦
 ٥٢ - السراج المنير في شرح جامع الصغير علي بن محمد بن ابراهيم المعري العزيزي ١٠٤٠
 ٥٣ - سنن الهدى عبد الغني بن احمد بن شاه عبد القدوس النكدي
 ٥٤ - سنن في الحديث حافظ ابو علي سعيد بن عثمان ابن السكن البخاري ٣٥٣

ش

٥٥ - شرح رسال فضائية علامه ابراهيم بن محمد الباجوري ١٢٤٦
 ٥٦ - شرح الصغرى علامه محمد يوسف السنوسي ٨٩٥
 ٥٧ - الشامل في فروع الحنفية ابو القاسم شمس الدين بن حسين البهقي الحنفي ٣٠٢
 ٥٨ - شرح صحيح بخاري الكواكب الدراري محمد بن يوسف الكوراني ٤٩٦
 ٥٩ - شفاء الغليل شرح القول الجليل مولوي خرم علي دهلوي غالباً ١٢٤١
 ٦٠ - شرح صحيح بخاري ناصر الدين علي بن محمد ابن منير
 ٦١ - شرح نزيح سلطان عبد العلي بن محمد بن حسين ٩٣٣
 ٦٢ - شفاء الغليل وبل الغليل ابن عابد بن محمد امين آفندي ١٣٥٢

ص

٦٣ - الصحاح الماثوره عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 ٦٤ - صغرى شرح فية المصلي شيخ ابراهيم بن محمد الحلي ٩٥٦
 ٦٥ - صراط مستقيم شاه محمد شمس الدين بن عبد الغني دهلوي ١٢٤٦

ط

- ۶۶ - الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد الزہری ۲۳۰

غ

- ۶۷ - غرائب القرآن و رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری ۷۲۸
 ۶۸ - غریب الحدیث قاسم بن سہام البخداوی ۲۶۲
 ۶۹ - غریب الحدیث ابراہیم بن اسحق الحارثی ۲۸۵
 ۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مولوی غلام علی بلہری خان ۱۲۷۱

ف

- ۷۱ - الفتوحات الالہیۃ (تفسیر محل) سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل ۱۲۰۳
 ۷۲ - الفرج بعد الشدة عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البخداوی ۲۸۱
 ۷۳ - فرائض شریع قدوری
 ۷۴ - فوائد حاکم و خلاص
 ۷۵ - فیض القدر شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف المناوی ۱۰۳۱
 ۷۶ - فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم ۱۱۷۶
 ۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین شاہ رفیع الدین ۱۱۳۳
 ۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین نووی احمد بن محمد ابن جریر ۹۷۳
 ۷۹ - فصل الخطاب فی رد خطاات ابن عبد الوہاب
 ۸۰ - فتوح الغیب سید شیخ عبد القادر گیلانی ۵۶۱
 ۸۱ - فتاویٰ عزیزی عبد العزیز بن ولی اللہ المدہوی ۱۰۰۴

ق

- ۸۲ - قرۃ عیون الاخبار محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین ۱۲۵۲

ك

- ٨٣ - كشف الغطا سالزم لروثي على الاجار محمد شيخ الاسلام بن محمد فخر الدين
 ٢٨٥ - كتاب اتباع الامرات ابراهيم بن اسحاق الحارثي
 ٨٤ - كتاب الدعوات سليمان بن احمد اسطبراني
 ٣٩٠ - كتاب الثواب في الحديث الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر
 ٣٩٩ - كشف النور عن اصحاب القبور عبد الغني تاجلي
 ١١٢٣ - كتاب الزهد امام احمد بن محمد بن حنبل
 ٢٢١ - كتاب القبور عبد الله بن محمد بن ابي الدنيا
 ٢٨١ - كتاب الروضة ابو الحسن بن براء
 ٩٠ - كتاب الزبد حافظ بن عبد الله بن المسمى الدرزي
 ٢٢٣ - كتاب ذكر الموت
 ٩٢ - كتاب اوعية الحج والعمرة قطب الدين الدهلوي
 ١٢٨٩ - كنوز الحقائق في حديث خير الخلق عبد الرؤف بن تاج الدين بن علي المناوي
 ١٠٣١ - كتاب الخراج قاضي امام الريدست يعقوب بن ابراهيم حنفي
 ١٨٢ - كشف الرماح عن الجملات اللهم والسماح ابو العباس احمد بن محمد بن محمد حكي
 ٩٤٣

ل

- ٩٤ - باب المناسك شيخ زعمة الله بن قاضي عبد الله السندي
 ٩٤٨

م

- ٩٨ - مع الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر علي بن سلطان محمد القاري
 ١٠١٣ - مجرود خاني (فارسي)
 ٩٩ - مقامات منظومة قصيدة مقامات منظر مرزا منظر جان جانا
 ١١٩٥ - مشارق الانوار القدسية في بيان العموم المحمدي عبد الوهاب بن احمد الشيرازي
 ٩٤٣

٢٢٩	ابو محمد عبيد بن حميد الكشي	١٠١ - مسند الكبير في الحديث
٤٢٨	احمد بن عبد العظيم ابن تيمية	١٠٢ - المنتقى في احاديث الاحكام عن خير الامم
٥٣٤	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	١٠٣ - منظومة النسفي في الخلافات
٤٣٩	امام قوام الدين بن محمد الكاكي	١٠٤ - معراج الهداية في شرح الهداية
٣١٦	ابو حنيفة يعقوب بن اسحق الاسفرائني	١٠٥ - المسند الصحيح في الحديث
		١٠٦ - مسند الشافعيين
١٠٥٢	سليمان بن عبد الرحمن محدث الديلم	١٠٧ - مدارج النبوة
		١٠٨ - مجمع البركات
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	١٠٩ - مناقب الصفا في تحريك احاديث الشافعية
٤١١	امام محمد بن مكرم المعروف بابن منظور	١١٠ - مختصر تاريخ ابن عساکر
١٢٩٢	محمد اسحق محدث دبلوي	١١١ - مائة مسائل
		١١٢ - مسائل الربيعين
١٢٧٥	قاضي محمد شهاب الله باني سمرقند	١١٣ - مالا بد منه
٤٢٠	ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب	١١٤ - مشكوة المصابيح
١٠٨٨	علاء الدين الحسكفي	١١٥ - تمشق يار دشتي في شرح التمشق
١٢٣٠	شاه عبد القادر بن شاه ولي الله الديلمي	١١٦ - موضح القرآن ترجمة القرآن
٤٢٢	ملا جلال الدين محمد بن محمد الرومي البجلي القنوي	١١٧ - ثماني شريف فارسي منظوم
٨١٦	علي بن السيد محمد بن علي الجرجاني سيد شريف	١١٨ - مصطلحات الحديث
٤٩١	علامه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني	١١٩ - المقاصد في علم الكلام
	علامه حاد آفندي	١٢٠ - مفتي المستفتي من سوال المفتي
١٢٨٩	قلب الدين دبلوي	١٢١ - مظاہر في ترجمه مشکوة المصابيح
١٣٥٢	ابن حاد بن محمد امين آفندي	١٢٢ - منة الجليل
١٠٥٢	عبد الرحمن بن سيف الدين محدث دبلوي	١٢٣ - مفتاح الغيب في شرح فتوح الغيب
		١٢٤ - مافيه في الفروع
٢٠٢	امام ناصر الدين محمد بن يوسف المهرقندي	